بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد وسلیم مجددی ذخیرہ لاہور

انسانِ کامل

تمام تعریف اُسی مقدس ہستی کو سزاوار ہے۔ جس کی حمد کا حق اس کا نام اللہ[1] ہی ادا کرتا ہے۔ (جو اس کی ذات مستجمع کمالات کے لئے اسم با مسمیٰ ہے) پھر جس نے ہر کمال میں جس کے وہ لائق تھا۔ اور جس کا اُس نے تقاضا کیا۔ تجلی فرمائی۔ اور اپنے نقطوں سے جو اس کی بزرگی اور جلال کے خال ہیں۔ حروف جمال کا احاطہ کیا۔ اور اس طور و تفصیل سے حق حمد کو پورے طور پر ادا کیا۔ ظہور کمالات سے المعبود (اسم اللہ) نے جس چیز کی ثنا کی۔ وہ اس کے اپنے ہی نفس کی حمد تھی۔ جس کو خود ہی اس نے سُنا۔ پس وہی حامد ہے۔ اور وہی حمد اور وہی محمود۔ وجود مطلق عین اُس چیز کا ہے۔ جس کا نام خلق اور حق ہے۔ یعنی وجود مطلق نے دو مختلف حقیقتوں خلق و حق میں ظہور فرمایا۔ وہ اس ظاہری اور خارجی عالم کی اصل ہے۔ جو صورتِ آدم پر ظاہر ہُوا۔ وہ لفظ کائنات کا معنی۔ مصنوعی صورتوں کی روح ہے۔ وہ ہر ذرہ میں اپنے ذاتی کمال سے موجود ہے۔ بغیر اس کے کہ اس نے ذرات میں حلول کیا ہو۔ اس کے چہرہ کا جمال ہر نُور سے ظاہر ہو رہا ہے۔ صاحب اُس جلال کا ہے۔ جو اس کی ذات اجبی کو لازم ہے۔ پورے کمال کو جمع کرنے والا ہے۔ جوہروں۔ عرضوں کی حقیقت۔ معانی و مطالب کی صورت بھی ہے۔ عدم اور وجود کی ہویت۔ ہر باپ اور بیٹے کے تعین و تشخص کی انیت یعنی چونی و چگونگی وہی ہے۔ اور اسی صفات سے جمال کو خوبصورت بنایا۔ پھر اس حُسن کو عام کیا۔ اور اپنی ذات سے کمال کو کمال بنایا۔ پھر اس کو

---

[1] اسم اللہ کے معنی لغت عرب میں معبود برحق کے ہیں۔ اور معبود کا لفظ عبادت سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی عربی بولی میں نہایت درجہ کے عجز و تذلل کے ہیں۔ اور نہایت درجہ کا عجز و تذلل اُسی ذات کا حق ہے۔ جو قوت۔ قدرت۔ تسخیر وغیرہ نہایت درجہ کے کمال صفات سے موصوف ہو۔ پس اُس کا یہ ذاتی نام اللہ اس کے حق حمد کو پورے طور پر ادا کرتا ہے۔

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

پورا کیا۔ اس کی خوبیاں رُخسار ہائے صفات کے صفحوں پر ظاہر ہوئیں
میں (جو ظہورِ اوّل اور سب سے پہلا تعین ہے) قرار پکڑا۔ پھر خاموشوں کی
ہیں) بول اُٹھیں۔ کہ وہ عین اِن صُوَرِ علمیّہ کا ہے۔ تعیناتِ محاسن و قبائح
شمار و کثرت میں اُس نے اپنے آپ کو واحد دکھا دیا۔ ازل الآزال واہ
وہ تنزیہ کی حاجت سے منزّہ۔ تمثیل و تشبیہ سے پاک اور مبرّیٰ ہے۔ اپنی شر
عظمت میں اس بات سے بزرگ ہے۔ کہ حد اور تعریف اس کا احاطہ کر سکے
وقوع نہیں ہو سکتا۔ نہ علم اس کا احاطہ کر سکتا ہے۔ نہ آنکھیں اس کو پا سکتی
ہے۔ اور اس کی ذات مع حقائق صفات عین اس کی قیومیت کا ہے۔ (
عالم پر قائم ہوئی) اعلیٰ و ادنیٰ سب کا جلوہ گاہ ہے۔ اوائل و انجام
بزرگی کی عظمت اُسی سے نکلی۔ اشیاء میں اس کی حیات کا ساری ہونا و
اور علمِ اشیا اس کی صفت بصر کا محل ہے۔ جو ہر غائب و شہادت کو احاطہ کر
کلامِ اشیاء کا مظہر ہے۔ اور پھر موجودات کی حالی و قالی بولیوں کو اس
نظام نے اس سے تقاضا کیا۔ اس کا ارادہ اس کے کھلے اور واضح کلمہ
قادرہ کا منشاء ہے۔ اس کی بقا بطون و ظہور کی ہویّت ہے۔ مراد بطون
اس کی الوہیّت عابد کی ذلّت اور معبود کی عزّت کے جوڑ کا نام ہے۔ وصف
[illegible]

Marfat.com

شہود کا مطالعہ کرنے والے یعنی ارباب مشاہدہ کی وہ زندگی ہے۔ مرتبۂ تنزل میں (جس میں وہ ہر شے میں سرایت کئے ہوئے ہیں) نبات وحیوان کے چلانے کی جگہ یا وقت یعنی ان کا مولد وہی ہے۔ روحانیات علوی کے تنزل کا بحر۔ فرشتہ کی وہ بلند جائیگا۔ جہاں وہ صعود کرتا ہے۔ اور وہ پستی جو شیطان۔ نفس و ہوا کا مقام تنزل ہے۔ وہی ہے۔ کفر اور شرکوں کی تاریکیوں کا مٹانے والا۔ ایمان وادراک کی سفیدی کا نور۔ پیشانئے ہدایت کی صبح۔ ضلالت کوری کی شب تاریک۔ ہر نو پیدا و قدیم شے کا آئینہ۔ عذاب اور نعمتوں کی حقیقت کا مظہر (یہ سب کچھ) وہی ہے۔ اشیا پر اس کا احاطہ خود اس کا ان کی ذات ہو جانا ہے۔ اس کی ذات کی حقیقت پر احاطہ کرنے سے اشیاء کی صفات عاجز ہیں۔ نہ اس کی اولیت کا کوئی اوّل اور نہ اس کی آخریت کا کوئی آخر ہے۔ وہ ازلی قیوم اور ابد تک باقی رہنے والا ہے۔ بے اس کی قوت قدرت۔ ارادت کے کائنات کا کوئی ذرّہ حرکت نہیں کر سکتا۔ وہ بات جو ہو چکی۔ اور جو ہونے والی ہے۔ اس کو جانتا ہے۔ وجود کی ابتداء و نہایت وہی ہے۔ اور مَیں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس کا پایہ ان مذکورہ عبارتوں سے بلند ہے۔ اور جو اس بات سے پاک ہے۔ کہ ان تصریحات و اشارات سے اس کی ذات شناخت کی جائے۔ ہر اشارت جو اس پر دلالت کرتی ہے۔ وہ اس کی دریافت حقیقت سے ایک طرح کا اعراض کر رہی ہے۔ اور ہر عبارت جو اس کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ بیشک وہ ایک طرح سے اُسے بھولے ہوئے ہے۔ وہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ خود اُس نے جانا۔ اور اُسی کے مطابق ہے۔ جس کا اُس نے تقاضا کیا۔ اور بذات خود اس نے کمال کو جمع کیا۔ اور اُسے پورا کر دکھایا۔ اور مَیں گواہی دیتا ہوں۔ کہ ہمارے سردار حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو افراد بنی آدم میں سے ایک فرد ہیں۔ اس کے بندے اور اس کے بزرگ و بلند قدر نبی و رسولؐ ہیں۔ اس کی منقش چادر اور اس کے بزرگ قدر نقش جامہ اور اس کے قدیم و سابق ترین مخلوق اور اس کی نہایت درجہ کی راست و قویم راہ۔ آئینہ ذات کے مظہر۔ اسماء و صفات کی جائے نہایت۔ انوار جبروت کی جائے نزول۔ اسرار ملکوت کی منزل۔ حقائق لاہوت کے جمع ہونے کی جگہ۔ رموز ناسوت کا مطلع۔ جبریلی روح کا پھونکنے والا۔ میکائیلی راز کا بخشنے والا۔ عزرائیلی قہر سے تیرنے والا اور اسرافیلی جمعیت کے بازو رکھنے والا۔ رحمانیت الذرات کا عرش۔ اسماء صفات کی کرسی۔ سدرۃ المنتہیٰ۔ سدرت جو سب تختوں کی ایک سردار تخت ہے۔ ذرات و طبیعیات کا مادہ۔ الوہیات کا فلک اطلس۔ اوج ربوبیات کے برجوں کا منطقہ۔ بلندیوں اور ترقیوں کے فخر کا آسمان۔ علم و درائت کا آفتاب۔ کمال و نہایت کا ماہِ کامل۔ ہدایت و برگزیدگی کا ستارہ۔ حرارتِ ارادہ کی آگ۔ غیب و شہادت کی زندگی کے پانی۔ رحمت و ربوبیت کے سانس کی بادِ صبا۔ زمینِ ذلت و عبودیت کی طینت۔ سبع مثانی (سورۂ فاتحہ) کا صاحب۔ گنجینوں اور (عذاب و نعیم) کی جوڑہ جوڑہ آیات کا مالک۔ کمال کا مظہر۔ جمال و جلال کا مقتضا یہ سب اُس کی تکریم و تعظیم رسولؐ کے القاب ہیں ؎

محی الکمالِ عزب الینبوع

Marfat.com

قطب علی فلک المحاسن شمسہ　　لا آفلا ما زال ذا تطلیع
کل الکمال عبارۃ عن خردل　　متفرق عن حسند المجموع

ترجمہ۔ وہ معنی حسن کا آئینہ۔ ہر عالی شے کا مظہر۔ کمال کا جلوہ گاہ۔ چشمۂ شیریں ہے۔ وہ قطب ہے۔ فلک محاسن پر جب سے اس کا آفتاب صاحب طلوع ہوا۔ پھر اس کا غروب نہیں ہوا۔ ہر کمال جو اس کے مجموعی حسن سے پراگندہ ہوا ہے۔ ایک رائی کے دانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

رحمت ہو۔ اللہ تعالےٰ کی اُس پر اور اس کی آل و اصحاب پر جو اس کے احوال۔ افعال و اقوال میں اس کے قائم مقام ہوئے۔ اور مَیں گواہی دیتا ہوں۔ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اور یہ کہ حق وہی ہے۔ جس پر قرآن کا مضمون متضمن ہے۔ جبریل نے خاتم النبیین والمرسلین کے قلب پر اُسے اُتارا۔ اور مَیں گواہی دیتا ہوں۔ کہ نبیؐ برحق ہیں۔ اور کتابیں جو ان پر اُتاری گئیں۔ سچی ہیں۔ اور یقینی اور قطعی طور پر ان تمام پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور یہ کہ عالم قبر و برزخ اور اس کا عذاب شدنی ہے۔ اور قیامت بلاشبہ آنے والی ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام قبر والوں کو ایک دن قبروں سے اُٹھائیگا۔ اور مَیں گواہی دیتا ہوں۔ کہ جنت۔ دوزخ۔ پل صراط اور قیامت کے دن حساب کتاب سب حق ہیں۔ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ خیر اور شر دونوں کا ارادہ کرتا ہے۔ اور اشیاء عالم کی توڑ۔ جوڑ۔ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر بھلائی تو اس کے ارادہ۔ قدرت۔ رضا و قضاء سے ہے۔ اور بُرائی اس کے ارادہ۔ قدرت۔ قضاء سے تو ہے لیکن اس کی رضا سے نہیں نیکی و برائی میں کی نسبت سے ہے۔ بُرائی اُس قضاء الٰہی سے ہے۔ جو بندہ کی بدبختی و گمراہی سے متعلق ہوئی۔ جو تجھ بھلائی پہنچی۔ وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو بُرائی پہنچی۔ وہ تیرے اپنے ہی نفس سے ہے۔ کہدے ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔ اسی سے وجود کی ابتدا ہوئی۔ اور ہر امر آخر اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ اما بعد۔ پھر چونکہ علم الٰہی میں انسان کا کمال اور اپنے بنی نوع پر اس کی بزرگی اس قدر ہے۔ جس قدر کہ اس نے بمقتضاء اپنی استعداد سے حاصل کیے۔ اور معارفِ تحقیق جو متعلق بہ الہام و توفیق ہیں۔ وہ حرم با امن ہیں جس کی [illegible] لوگوں کو ہٹا لیا جاتا ہے۔ اُن کے بیابان غلطیوں اور لغزشوں میں پھنسے ہوئے ہیں [illegible] غرق کرنے کے خطرات سے ملے ہوئے ہیں۔ ان کی راہ باریک بال سے [illegible] دھار تلوار کی زبان سے زیادہ قاطع ہے۔ امید نہیں کہ مسافر ان میں [illegible] میں نے یہ کتاب جو تحقیق میں روشن۔ تدقیق محکمی و مضبوطی میں ظاہر ہے [illegible] اس امید پر [illegible] لئے اس کے رفیق اعلیٰ کی طرف لے چلنے میں نرم دل رفیق کی طرح ہوگی۔ اور اس توقع پر کہ ان مطالب میں طالب کے لئے مہربان بھائی کا کام دے گی۔ پھر وہ معارف کے آب و گیاہ جنگلوں میں اس کتاب سے انس پکڑے گا۔ اور اس کے مٹے ہوئے نشانوں میں اس سے راہ لیگا۔ اور ناپدید شدہ ناشناسائیوں کی تاریکیوں میں اس کے معارف کی روشنی سے روشنی حاصل کرے گا۔ پھر چونکہ آفتاب ہمارے مذہب مریدوں کے

Marfat.com

سماءِ قلوب سے مفقود ہیں اور کشف کے ماہہائے کامل سالکوں کے سماءِ افلاک سے غروب ہو گئے ہیں۔ اور قصد کرنے والوں کی ہمتوں سے عزیمتوں کے ستارے ڈوب گئے ہیں۔ اس لئے کم توقع ہے۔ کہ دریائے معارف کا شناور سلامت رہے۔ اور سیّاح ان کے بیابان کے خطروں سے نجات پائے ؎

کم دون ذالک المنزل المتعالی — من مهمه قد حف بالاهوال

وصوارم بیض وخضر اسنه — حملت علی سمر الرماح عوال

والبرق یلهب حسرة من تحته — والریح عنه مخیب الآمال

ترجمہ۔ اس بلند درجہ منزل سے ورے کئی ایسی مشکلات ہیں۔ جو خطروں سے لپٹی ہوئی ہیں۔ اور کتنی ہی کاٹنے والی تلواریں اور سبز بھالیں ہیں۔ اور گندم گوں نیزوں پر نوکیں لگائی گئی ہیں۔ اور بجلی ہے کہ اس کے نیچے سے حسرت کے شعلے اُٹھتے ہیں۔ اور ریح ہے اس کی طرف سے جو امیدوں کو زیان پہنچانے والی ہے۔

میں نے کشفِ صریح پر کتاب کی بنیاد رکھی۔ اور صحیح روایات سے اس کے مسائل کو مؤید کیا۔ اور اس کا نام الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل رکھا۔ لیکن جب میں نے تالیف شروع کی اور بیان اور تعریف کے درپے ہوا۔ تو اس کے بعد میرے دل میں آیا۔ کہ میں اس بزرگ کام کا پیچھا چھوڑ دوں۔ اس وجہ سے کہ میں نے مسائل تحقیق کو بزرگ قدر جانا۔ اور اُس سرمائے کو قلیل سمجھا۔ جو تدقیق سے مجھے دیا گیا۔ پھر میں نے ارادہ کے متفرق کرنے پر ہمت کو جمع کیا۔ اور اس کے پراگندہ کرنے اور پارہ پارہ کرنے کے درپے ہوا۔ حتےٰ کہ میں نے اس کا نشان مٹا دیا۔ پھر وہ مٹ گیا۔ اور میں نے اُسے پراگندہ کیا۔ اور وہ اِدھر اُدھر بکھر گیا۔ پھر اس کا آفتاب غائب اور غروب ہو گیا۔ اور حجاب کا برقع اس کے چہرۂ جمال پر لٹک گیا۔ اور اس خیال کو میں نے بالکل بھلا دیا۔ اور اُسے ایک بُری چیز خیال کیا۔ پھر بعد اس کے کہ وہ دل میں ایک لکھا ہوا اثر تھا۔ محض ایک خبر رسا رہ گیا اور میں نے یہ آیت پڑھی۔ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر الآیہ۔ بیشک انسان پر ایک ایسا وقت آیا ہے۔ کہ وہ کوئی ایسی چیز نہ تھا۔ جس کا ذکر کیا جائے۔ اور زبان حال نے لطیف بولی میں یہ شعر پڑھا۔

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا — انیس ولم یسمر بمکۃ سامر

گویا کہ کوہ حجون اور کوہ صفا کے مابین کوئی انیس و غمخوار نہ تھا۔ اور مکہ میں کسی افسانہ گو نے افسانہ بیان نہ کیا۔ پھر خدا نے مجھے حکم دیا۔ کہ میں تصریح اور چیستان کے مابین ان معارف کا اظہار کروں۔ اور مجھے وعدہ دیا۔ کہ اس کا نفع عام ہو گا۔ پھر میں نے دلی رغبت سے اس امر کو جس کی اطاعت فرض تھی۔ قبول کر لیا۔ اور اسکی تعریف و شناسائی میں خدا پر توکل کر کے اس کی تالیف شروع کر دی۔ پھر لو۔ میں وائگانِ اہل ایمان و تسلیم کی آغوش میں کاسۂ اسم علیم سے اس کے قدیم مٹکے سے شراب پی رہا ہوں۔ جو اُس زندہ صاحبِ کرم سے مجھے پلائی جا رہی ہے اور جو موجود و معدوم ہر دو کو نشہ میں لانے والی ہے

Marfat.com

یہ شراب خوشۂ انگور کی نچوڑ ہے۔ شب تاریک ہے۔ ستارے چھٹک رہے ہیں۔ اور صبح اپنی روشنی لئے (شب تاریک) میں چھپی ہوئی ہے۔ جب تو نے اس کے حباب کو کاسہ ہائے شراب میں جلوہ گر کیا اور گردش زمانہ کے ہمراہ اس کے ساغر کو بھر دیا۔

درآنحالیکہ وہ نغمہ سرا ہے۔ تو اس کی خصائل نیک کا لطف حدِ وصف سے بڑھ گیا۔ پھر جبکہ روشن زمانہ کا افسوں خواں بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ (تو یہ لطف دوبالا ہو گیا[1])۔ تو نے کتنے ہی حریفانِ شراب کو ان کی جمیل سمیت (جو جواہر معارف سے منظوم تھی) اور مُلکِ خدا کی کنجیوں کو اپنے قابو میں کر لیا۔ اور یہ امر نہایت عظیم الشان ہے۔ بسا مٹے ہوئے جنکے ٹپکے کا تو مالک بنا۔ کہ وہ وجود میں صاحبِ ثروت ہو رہے ہیں۔ اور مٹ بھی جاتے ہیں۔ اور کتنے ہی جاہل ہیں۔ جن کو تو نے اس کی بو سونگھائی۔ پھر وہ خبر دینے لگے۔ کہ نہ ابلیس تھا نہ آدم۔ اور کتنے ہی گُمنام (بیابان حیرت) ہونگے۔ جن کو تو نے اس کی بات سُنائی۔ کہ وہ شہرت میں عرش پر جا چڑھے۔ اور معزز اور مکرم ہو گئے۔ پھر اگر تو اس کے ساغر کی آنکھ کو دیکھ لے۔ تو کسی دن ایسی چیز کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ نہ بنائے۔ جس کا تجھے پتہ نہیں ہے۔ وہ نُور میں آفتاب ہے۔ نہ بلکہ وہ ظلمت میں رات ہے۔ وہ ایک بڑی بھاری حیرت ہے۔ جو کم بولتی ہے (یعنی حیرت کی ایک سُنسان رات ہے) اس کے ورے ہر حائل شے بُرقعہ اوڑھے ہوئے ہے۔ اور مثل ماہ کامل کے روشن بھی ہے۔ کہ پوشیدہ نہیں ہوتی۔ پھر وہ روشنی ہے۔ اور آنکھ نہیں ہے۔ اور آنکھ ہے۔ روشنی نہیں ہے۔ (یعنی نُورِ حق کی تجلیات میں آنکھ اور نُور میں کوئی تمیز نہیں رہتی) اور حُسن ہے۔ چہرہ نہیں ہے۔ اور چہرہ ہے۔ جو وہاں بند کے اندر چھپا ہوا ہے۔ بوئے خوش ہے۔ اور عطر نہیں ہے۔ اور عطر ہے۔ اور کستوری کی بو نہیں ہے۔ شراب ہے اور پیالہ نہیں ہے۔ اور پیالہ ہے۔ جو سربستہ بھرا ہے۔ اے میرے حریفو۔ اس کے مٹکوں کے حبابوں سے جلیل القدر بزرگ رُتبہ امیدوں۔ آرزوؤں اور امنگوں کو حاصل کرو۔ خدا کی قسم اس کے دربار کی قدر و منزلت میں فروگذاشت نہ کرو۔ جو اس سے بہرہ یاب نہ ہُوا۔ اُسے سوائے حرف و ندامت کے کچھ حاصل نہ ہُوا۔ بیشک مبارک ہیں۔ میرے وہ دوست جو اس سے بہرہ یاب ہوئے۔ اُن پر میرا سلام ہے۔ اور سلام قبول کیا جاتا ہے +

---

[1] اور گردش زمانہ کے ہمراہ اس کے ساغر کو بھر دیا۔ درآنحالیکہ وہ نغمہ سرا ہے۔ الخ (یعنی یہ شے ہر زمانہ کا سماں دینے والی ہے۔ بلکہ زمانہ کی افسوں خوانی جس سے ہر زمانہ کی استعداد نئے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے حُسن کو دوبالا کرے گی +

Marfat.com

المقدمۃ

خدا مہربان بخشائندہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ تمام کمالات اور خوبیاں اللہ کی ذات کو ثابت ہیں۔ جو واحد و یکتا ہے۔ اور درود اور سلام اُس نبی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ چونکہ اس کتاب کی تصنیف سے اظہار حق مطلوب ہے۔ لہٰذا ہم نے اس بات کا التزام کیا۔ کہ اولاً حق سُبحانہ تعالےٰ کے متعلق بلحاظ اس کے اسماء کے بحث کریں۔ کیونکہ یہی اس کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ پھر بلحاظ اس کے اوصاف کے اس لئے کہ ذاتِ حق کے رنگا رنگ کمالات ان میں ہیں۔ اور نیز اس لئے کہ مظاہر حق سے اولاً جو چیز ظاہر ہوئی۔ وہ یہی صفات ہیں۔ اور ظہور میں صفات کے بعد سوائے ذات کے اور کچھ نہیں۔ پس اس لحاظ سے وہ اسماء سے بلند رتبہ ہیں۔ پھر ہم اس کی ذات کے متعلق بہ حیثیت اس کی ذاتیت کے گفتگو کرینگے۔ ایسی صورت میں کہ کوئی عبارت اس کی متحمل ہو سکے۔ اور ہم کو اس بات سے چارہ نہیں ہے۔ کہ اصطلاحات صوفیہ کو بھی استعمال کریں۔ ہاں حسب ضرورت دُنیا کی بولی سے بھی ان کو موشح و آراستہ کیا جائیگا۔ تاکہ جو اس میں غور کرے۔ اُسے اس کا سمجھنا سہل ہو۔ اور میں عنقریب معرفت الٰہی۔ عالم ملک و ملکوت کے متعلق ایسے اسرار کا اظہار کروں گا۔ جن کو کسی واضعِ علم نے اپنی کتاب میں ایسے طور پر نہیں رکھا۔ جس سے عالم کا معمّٰی حل ہو۔ سربستہ رمز کا انکشاف ہو۔ خفا و اظہار کے مابین راہ اختیار کی ہو۔ اور نثر و شعر دونوں طریق سے ترجمانی کی ہو۔ پس چاہیئے۔ کہ ناظر پورے طور پر اس میں تامل کرے۔ ایسے معانی بھی ہیں۔ جو رمز۔ اشارہ کے سوا سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اگر ان کی تصریح کی جائے۔ تو مطلب فوت ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایک نکتہ ہے۔ کلام الٰہی میں جس کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے۔ کیا تو خدا تعالےٰ کے قول وحملنٰہ[1] علےٰ ذاتِ الواح ودُسُر کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ کہ اگر اس میں لفظ سفینہ بھی بڑھایا جاتا۔ تو یہ سمجھا جاتا۔ کہ وہاں کوئی ایسی کشتی بھی تھی جس میں

---

[1] اور اُٹھایا ہم نے اس کو ایک تختوں اور میخوں والی چیز پر۔ یعنی کشتی پر اُسے سوار کیا ۱۲

Marfat.com

تھے اور میخیں نہ تھیں۔ پھر میں ناظرین سے التماس کرتا ہوں۔ بعد اس کے کہ میں ان کو جتا دوں۔ کہ میں نے کوئی ایسی بات اس کتاب میں نہیں کہی۔ جو کتاب و سُنّت سے مؤید نہ ہو۔ اگر اُسے خلاف کتاب و سنّت کوئی بات معلوم ہو۔ تو یہ بحیثیت اس کے اپنے مفہوم کے ہوگا۔ نہ کہ بحیثیت میری مراد کے۔ جس کے لئے میں وہ کلام لایا ہوں۔ پس چاہیئے۔ کہ وہ اُس پر عمل کرنے سے رُکا رہے۔ اور اس امر کو وہ خدا کے حوالہ کرے۔ کہ خدا اس کی معرفت اس پر کھول دے۔ اور اس بات کی تجھے کتاب اللہ و سُنّت رسولؐ سے بھی شہادت ملے گی"۔ اور تسلیم اور ترکِ انکار کا فائدہ یہ ہے۔ کہ اس سے تو اس کی معرفت تک پہنچنے سے محروم نہیں رہیگا۔ کیونکہ جو ہمارے اس علم کا انکار کر دیتا ہے۔ وہ اس کی معرفت سے جب تک منکر رہیگا۔ محروم رکھا جائیگا۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ پہلی ہی دفعہ انکار کرنے سے وہ مطلقاً محروم رکھا جائے۔ سوائے ایمان و تسلیم کے اس علم کی شناخت کی اور کوئی سبیل نہیں۔ اور یہ بھی جان لے۔ کہ ہر وہ علم کہ کتاب و سُنّت سے جس کی تائید نہ ہو۔ ضلالت ہے۔ نہ اس جہت سے کہ تجھے کتاب و سنّت سے کوئی ایسی بات نہیں ملتی۔ جو اس کی مؤید ہو۔ حالانکہ علم بذات خود مؤید بہ کتاب و سنّت ہوتا ہے لیکن تیری قلتِ استعداد اس کے سمجھنے سے تجھے مانع رہتی ہے۔ تو اس بات پر قدرت نہیں رکھتا۔ کہ تو اپنی ہمت سے اُسے اپنے موطن و محل سے لا سکے۔ تو گمان کرتا ہے۔ کہ وہ کتاب و سنّت سے مؤید نہیں۔ اور درحقیقت ایسا نہیں ہوتا۔ پس سوائے تسلیم ایمان۔ ترکِ عمل کے اور کوئی راہ نہیں۔ جس سے خدا تیرا ہاتھ پکڑ کر اُس علم کی اصل حقیقت تک پہنچا دے اس لئے کہ ہر علم جو تجھ پر وارد ہوگا۔ تین وجہوں سے خالی نہیں ہوگا۔ پہلی وجہ مکالمہ ہے۔ اور مراد اس سے وہ چیز ہے۔ جو تیرے دل پر حقانی و مُلکی خواہش سے وارد ہو۔ پھر اس کے ردّ و انکار کی تو کوئی راہ نہیں۔ اس لئے کہ اپنے بندوں سے حق کا مکالمہ و اظہار بالخاصیت ایک ایسی مقبول شے ہے۔ جس کو مخلوق کبھی دفع نہیں کر سکتی۔ اور اپنے بندوں سے خدا کے مکالمہ کی علامت یہ ہے۔ کہ اس کلام سے لامحالہ سامع کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ اس کا سماع کسی خاص جہت سے مقیّد نہیں ہوتا۔ اگر وہ اُسے کسی کلّی جہت سے سنتا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ کسی خاص جہت سے وہ اُسے سُن نہیں سکتا۔ کیا تو موسےٰ علیہ السّلام کے حال کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ شجرۂ مخصوصہ سے انہوں نے کلام آلٰہی کو سُنا۔ اور کسی خاص جہت سے اُسے مقیّد کیا۔ حالانکہ وہ درخت بھی ایک جہت تھا۔ اور قبولیت میں خطۂ [illegible] خطۂ ربانی کے قریب ہے۔ لیکن اس کو یہ قوت حاصل نہیں۔ کہ ہر جہت سے سُنائی دے۔ ہاں جب اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ تو ضرورتاً قبول کیا جاتا ہے۔ یہ بات صرف انبیاء امور کے متعلق نہیں ہے۔ جو مکالمہ سے علاقہ رکھتے ہیں۔ بلکہ تجلیات آلٰہی کا بھی یہی حال ہے۔ جب کبھی انوارِ حق سے بندہ پر کسی نور آلٰہی کی تجلی ہوتی ہے۔ تو پہلی ہی دفعہ وہ جان لیتا ہے۔ کہ وہ نورِ حق ہے۔ خواہ تجلی صفاتی ہو۔ یا ذاتی۔ پھر وہ علمی ہو۔ یا عینی۔ پھر جب کوئی شے تجھ پر ظاہر ہوئی۔ اور تو نے پہلی ہی دفعہ سمجھ لیا۔ کہ وہ نورِ حق ہے۔ یا اسکی صفت

Marfat.com

ہے۔ یا اس کی ذات۔ تو جان لے۔ کہ وہ ٹھیک اُسی ذات حق کی تجلّی ہے۔ یہ قاعدہ اس لئے بیان کر دیا گیا۔ کہ یہ ایک ایسا سمندر ہے۔ جس کا کوئی کنارہ نہیں"

اور الہام الٰہی پر مبتدی کے عمل کرنے کی یہ صورت ہے۔ کہ اُسے کتاب وسنّت پر پیش کرے۔ پھر اگر ان دونوں سے اس کے شواہد پائے۔ تو اُسے الہام الٰہی جانے ورنہ بدوں انکار اُس پر عمل کرنے سے رُکا رہے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہُوا۔ اور توقف کا فائدہ یہ ہے۔ کہ شیطان کبھی مبتدی کے دل میں ایسی چیز ڈالتا ہے جس سے وہ سمجھتا ہے۔ کہ وہ الہام الٰہی ہے۔ پس اس اندیشہ سے توقف کی جائیگی۔ کہ وہ الہام اس قبیل سے نہ ہو۔ اور چاہیئے۔ کہ صحیح طور پر توجہ وتعلق الی اللہ کو لازم پکڑے رہے۔ بہ رعایت اُن اصول کے جو مذکور ہوئے یعنی تسلیم وایمان۔ عدم انکار وترک عمل وانتظار معرفت۔ حتےٰ کہ خدا اس کی حقیقت اس پر کھول دے۔

دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ علم ایسے شخص کی زبان پر وارد ہو۔ جو السنّۃ والجماعت کی طرف منسوب ہو۔ اسکا یہ حکم ہے۔ کہ اگر تجھے اس کا شاہد یا اس کی صحیح تاویل اور محل معلوم ہو جائے۔ تو بہتر ورنہ اُس پر عمل کرنے سے بھی رُکا رہ۔ اور اس کا بھی وہی طریق ہے۔ جو مسئلۂ الہام میں بیان ہُوا۔ یعنی توقف وتسلیم کے مابین رہنا تیسری صورت یہ ہے۔ کہ علم ایسے شخص کی زبان پر وارد ہو۔ جو مذہب سے خارج ہو کر بدعتیوں سے جا ملا ہے۔ پس ایسا علم ترک کیا جاتا ہے۔ لیکن وانا مطلقاً اس کا بھی انکار نہیں کرتا۔ بلکہ اس سے اُس شے کو قبول کر لیتا ہے۔ جس کو ہر جہت سے کتاب وسنّت قبول کرتی ہے۔ اور رد کرتا ہے۔ جس کو کتاب وسنّت ہر صورت سے ردّ کرتی ہے۔ اہل قبلہ کے مسائل میں ایسی صورت کا کم اتفاق ہوتا ہے (کیونکہ بدعتیوں کی تاویل بھی کسی نہ کسی جہت سے صحیح ہوتی ہے) اور جس کو کتاب وسنّت ایک جہت سے قبول کرے۔ اور کسی دوسری جہت سے رد کر دے۔ اس میں بھی یہی مذکورہ مسلک اختیار کرے"

اور کتاب وسنت میں جو مسائل متقابل وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً ارشاد باری اِنّکَ لاتھدی من احببتَ ولکن اللہ یھدی مَن یّشاءُ (بیشک ایسا نہیں ہے۔ کہ تو جس کو چاہے ہدائیت دے لے۔ لیکن خدا جس کو چاہتا ہے۔ ہدائیت دے لیتا ہے) اور اس کے مقابل یہ قول انّک لتھدی صراط مستقیم (بیشک تو انکو سیدھی راہ دکھا رہا ہے) اور مثلاً قول آنحضرت صلعم اوّل ما خلق اللہ العقل۔ اوّل وہ چیز جو خدا نے پیدا کی عقل ہے۔ اور پھر یہ قول کہ اوّل ما خلق اللہ القلم۔ کہ سب چیزوں سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ اور پھر تیسرا یہ قول کہ اوّل ما خلق اللہ نوری یا جابر۔ اے جابر سب سے پہلے خدا نے تیرے نبی کا نُور پیدا کیا۔ ایسے مسائل کو کسی احسن۔ اتم۔ نہایت جامع وعام وجہ ومحمل پر حمل کرنا درست ہے۔ جیسا کہ کہا جائیگا۔ اس ہدائیت کے متعلق جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بس میں نہیں ہے۔ کہ مراد اس ہدائیت سے ذات الٰہی تک پہنچا دینے کے ہیں۔ اور وہ ہدائیت جو آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ مراد اُس سے اس راہ کی ہدایت ہے۔ جس پر چل کر انسان واصل بحق ہو سکے۔ اور جیسا کہ اِن مذکورہ تینوں حدیثوں کے متعلق کہا گیا ہے۔

Marfat.com

کہ مراد ان سے ایک ہی چیز ہے۔ لیکن باعتبار اپنی نسبت کے متعدد ہوگئی ہیں۔ جیسا کہ اسوَد (سیاہ) لامِع (روشن) براّق (چمکیلی) ان تینوں چیزوں سے سیاہی مراد ہے۔ لیکن مختلف نسبتوں کے لحاظ سے۔ اس تمام مقدمہ کا بیان اس لئے ہُوا۔ کہ تُو اُن محجوبوں کے ورطۂ ضلالت سے نکل جائے۔ جو ایک ہی وجہ پر رہ کر بہت سی دوسری وجوہات سے محجوب رہتے ہیں۔ اس کتاب میں تجھے وہ طریقۂ تاویل بھی معلوم ہو جائیگا جسے خدا میری زبان پر جاری کرے گا۔ اور جس سے انشاء اللہ تعالےٰ تُو رجال کے مرتبہ پر پہنچ جائیگا۔

(اشارۃ) حق کے نزدیک مشرقی مسافروں میں سے ایک مسافر کے ساتھ ہم نے وقت کو جمع کیا۔ جو لثامِ[1] صمدیت سے متلثم تھا۔ یعنی صمدیت کا ایسا تعویذ لئے ہوئے تھا۔ جو دشمنوں اور بدگوؤں سے محفوظ رکھے۔ احدیت کا ازار پہنے ہوئے۔ جلال کی چادر اوڑھے ہوئے حُسن و جمال کا تاج سر پر رکھے ہوئے۔ لسانِ کمال سے سلام کہتا ہُوا رونما ہُوا۔ پھر جب اس کی دُعائے سلام کا میں نے جواب دیا۔ تو اپنے دہان بند سے ایک موتی اس نے آشکارا فرمایا۔ مَیں نے جو اس کو دیکھا۔ تو وہ ایک نمونہ و اُنموذج تھا۔ پھر وہ میرے لئے ایک محکم۔ فیصلہ کُن فردِ حساب تھی۔ جو فرضی طور پر فرض کی گئی تھی۔ اور وہی ایک چیز ہے۔ جو قرض کی غلامی سے بَری الذمّہ کرتی ہے۔ پھر جو مَیں نے اپنے معیار میں اُسے قیاس کیا۔ اور موتیوں کی لڑیوں میں اُسے پرویا۔ تو پہلی ہی دفعہ میری پیٹھ کے منکوں کا باہمی رشتہ ٹُوٹ گیا۔ جس کو میں نے الآن کا ستون توڑ کر درست کیا۔ پھر جب میزان و معیار کا کانٹا ٹھیک درست اور سیدھا ہو گیا۔ اور عرش کا مالک گھر ہی میں آ ملا۔ تو میں نے اقتدار کی کرسی نصب کی۔ اور اُس سے میزانِ اعتبار کو درست کیا۔ پھر ان بلند درجہ کے کشوف کے قوانین سے انجام تک اپنے مال کا اُس میزانِ اعتبار سے اندازہ کیا۔ پھر برابر میرا یہی دستور رہا۔ اور جو چیز میرے ساتھ تھی۔ اپنے آپ سے بھی مَیں اُسے چھپاتا رہا۔ حتّٰے کہ اوزانِ رطل ختم ہو گئے۔ اور مثقال میزان سے ٹُوٹ گئی۔ تدقیق کی ایک قیراط یعنی رتی سے مَیں کامیاب ہُوا۔ جس سے میں نے محکِ تحقیق کو محکم کیا۔ پھر اپنا ہاتھ مہندی سے رنگا۔ اور اپنی خواب آلود آنکھ میں سُرمہ ڈالا۔ پھر جب میں نے آنکھ کھولی۔ اور دونوں قفل توڑے۔ تو وہ اجنبی شخص حدیث الاَین سے مجھ سے مخاطب ہُوا۔ اور میں نے لسان الیمن سے اُسے جواب دیا۔ اور یہ شعر پڑھے۔ اور ان کو نفی اور اثبات کے درمیان رکھا ؎

صبح عندی انہا عدم	نذغدت بالوجود مشتہرہ	قدرآھا الخیال من بعد	قدرۃ شئ وجود مقتدرہ
لم تکن غیر حالۃ نصبت	لک فیہا الکنوز مدخرہ	انا زاک الجدار دہی لہ	کنزہ المختفی لاحتفرہ
فاتخذہا بصورۃ شبحا	وہی روح لہ لتقبرہ	اکمل اللہ حسنہا فغدت	بجمال الالٰہ مشتہرہ
	لم تکن فی سواک قائمۃ	فافہم الامر کے تری صورہ	

[1] لثام یعنی دہان بند اور دہان بند اس تعویذ کو کہتے ہیں۔ جو دشمنوں اور بدگوؤں کی زبان بندی کے لئے ہو ۱۲

Marfat.com

جب سے وہ وجود میں مشتہر ہُوا۔ میرے نزدیک صحیح ہوگیا۔ کہ وہ عدم بھی تھا۔ اس کے بعد خیال نے اُسے دیکھا۔ کہ وہ ایک قدرت ہے۔ جو عالم وجود میں ظاہر ہونے پر قدرت رکھنے والی ہے۔ وہ وجود سوائے ایک دیوار کے جس میں تیرے لئے خزانے ذخیرہ رکھے گئے ہیں۔ اور کچھ نہ تھا۔ مَیں وہ دیوار ہوں۔ جس میں سرِّ حق کا مخفی خزانہ رکھا گیا ہے۔ تاکہ مَیں اُسے کھودوں۔ اس دیوار کو صورت میں ایک قالب سمجھ لے۔ اور وہ سرِّ الٰہی اس کی روح ہے۔ یہ مثال اس لئے بیان کی گئی۔ کہ تو اُس سے عبرت حاصل کرے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے حُسن کو کامل کیا۔ پھر وہ صورت جمال الٰہی سے مشتہر ہوگئی۔ عالم میں تیرے سوا کوئی چیز قائم نہیں ہے۔ حقیقت الامر کو سمجھ۔ تا تُو عالم میں اس کی مختلف صورتوں کو دیکھے۔ پھر جب مجھ سے اس نے میری گفتگو کو سُنا۔ اور میری حالت اس پر بھی آئی۔ تو میرے حلقۂ قمر میں اُس نے بھی اپنے موتی کو پھرایا۔ پھر اُس نے شعر پڑھے۔ اور اُن میں راز کو فاش نہ کیا۔ اور کہا ؎

حنا مبرقعۃ منہا ستائرہا	ثعبانہا۔ صدغہا والسحر ناظرہا	وذاکت الخمر فی السکران فانثملت	وبان بالسکر ماتحوی مآزرہا
تخیلت کل بدر ثم فاتخذت	منہ لہا خلقا حتیٰ نوادرہا	رأت نقوش خضاب فی معاصمہا	فاستکبتہ بہا فیہا غدائرہا
وتوجت قیصر اتباج تبعہا	وقام فی ملکہ راہا ودائرہا	تملکت لرقاب الخلق قاطبۃً	ببیض مخضرۃ حمر شفائرہا
واستملکت کل حسن کان یحسبہ	من جملۃ الحسن فی لیلاہ عامرہا	فظاہر العز مایخفیہ باطنہا	وباطن الحسن مایبدیہ ظاہرہا

حُسن ہے۔ جس کے پردوں نے اُسی کا بُرقع پہنا ہُوا ہے۔ کنپٹیوں پر اس کی لٹکی ہوئی زُلفیں اسکے اژدہا ہیں۔ اور اس کی آنکھ جادُو ہے۔ شراب نے جو اس حُسن کا مزہ چکھا۔ تو پھر مستوں میں وہ بھی مست ہوگئی۔ اور مستی میں وہ ایک ایسی نرالی شے ہے۔ جس کو اس کی چادریں چھپائے ہوئے ہیں۔ وہاں نفوس کاملہ کے تمام بدر متخیل و متمثل ہوگئے۔ جنہوں نے اُس حُسن سے اس کی خوخصلت۔ حتّٰے کہ اس کی عجیب و نادر باتیں بھی اخذ کرلیں۔ اُس کی کلائیوں میں نقوشِ خضاب کو دیکھا۔ پھر اس کو اُسی سے ان میں اس کی بٹی ہوئی زُلفوں کے نقش کرنے کا حکم دیا۔ قیصر کو اپنی پیروی کا تاج پہنایا۔ اور اس کے ملکِ دارا میں پھرنے والے یعنی ملوک جو یکے بعد دیگرے مُلک کے وارث ہوتے ہیں۔ قائم ہوئے۔

سبز تلواروں اور خونی چھریوں سے بہ تمامہ خلق کی گردنوں کا مالک بنا۔ اور ہر حُسن کو جسے وہ حُسن خیال کرتا تھا۔ کامل کیا۔ اس کے جملہ حُسن میں سے ایک اس کی رات کا حُسن ہے۔ جس میں یا وحق سے اس رات کو آباد کرنے والا ہو۔ پس عزّت کا ظاہر وہ ہے۔ جس کو اس کا باطن چھپاتا ہے۔ اور حُسن کا باطن وہ ہے جس کو اس کا ظاہر نمایاں کرتا ہے۔

پھر جب میں نے اِس کی اس پسندیدہ و مرغوب بات کو سُنا۔ اور اس کے راز دار مضمون کو سمجھا۔ تو میں نے اس ذات کی اُسے قسم دی۔ جو تھا اور نہ تھا۔ اور جس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور خیانت نہ کی۔ اور جس نے اپنی دو چادروں کو پہنا۔ اور دو کپڑوں سے برہنہ ہُوا۔ جہان میں اپنے حُسن و جمال کو پھیلایا۔

Marfat.com

اور وہ خود کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ اور اس کی قسم دی۔ جس کے بیان حقیقت کو عقول و افکار نے بعید جانا۔ اور جس کی بہشت کے لئے ارواح و اسرار اس کے قریب ہوئے۔ اور اُس ذات کی قسم دی۔ جس نے اپنے احاطہ میں عالم کو حیرت میں ڈالدیا۔ اور اپنے دُور رہنے یعنی آنکھوں سے اوجھل ہونے میں حیرت سے نکالا۔ اور اپنے نقطہ میں عالم کو جمع کیا۔ اور بصورت اپنے دائرۂ احاطہ کے اُسے زیادہ کیا۔ یعنی پھیلایا یہ قسمیں دے کر میں نے اُسے کہا۔ کہ وہ حجاب کے بُرقع کو اُٹھا دے۔ اور واضح طور پر مجھ سے کلام کرے۔ پھر اس نے پہلی حالت سے تنزّل کر کے یہ شعر پڑھے۔ خدا اس پر رحم کرے ؎

انا الموجود و المعدو م والمنفی والباقی
انا المحسوس والموہو م والافعاء والراقی
انا المحلول والمعقو ود المشروبُ الساقی
انّا الکنز انّا الفقر انا خلقی وخلاقی
فلا تشرب بکاساقی ففیہا سم دریاقی
ولا تطمع ولوجا فھو مسرود باغلاق
ولا تحفظ و نامالی ولا تنقض لمیثاقی
ولا تثبت وجوداً لی ولا تنفیہ یا باقی
ولا تجعلک غیرالی ولا عینا لآماقی
ولکن ما عنیت بہ بہ غیبث اشواقی
فکن فیما ترانی فیہ واشرب کاس ادہاقی
ولا تخلع قبا بندی ولا تلبس لغلطاقی
وقل انا ذا ولست بذا باوصافی واخلاقی
فبی برد وھذا القلہ ب ملتہب باحراقی
وبی ظماء ویا عجبی وفی جیحون اغراقی
وقد اعیانی الحمل وما شئ باعناقی
اخف وفیّ اثقالی واثقل والہوی ساقی
یحاکینی النعام بحال تی طربی واشفاقی
فہو طیر باجنحتہ وہو جمل باعناق
ولا جمل ولا طیر ولکن رمز سباقی
فلا عین ولا بصر ولکن سرّ آماقی
ولا اجل ولا عمر ولا فان ولا باقی

مَیں موجود بھی ہوں۔ معدوم بھی۔ اور منفی بھی ہوں اور باقی بھی۔ محسوس بھی ہوں اور موہوم بھی اور افعی بھی ہوں اور افسوں خواں بھی۔ کشادہ بھی مَیں ہوں۔ اور بستہ بھی مَیں۔ پینے کی چیز بھی مَیں ہوں۔ اور پلانے والا بھی مَیں۔ خزانہ بھی مَیں ہوں۔ اور تہیدستی و فقر بھی مَیں۔ مَیں اپنی ہی مخلوق اور اپنا ہی خالق ہوں۔ میرے کاسوں اور ساغروں سے نہ پینا۔ کہ ان میں میرے تریاق کا زہر ہے۔ میرے مقام ربوبیّت والوہیت میں گھُسنے کی طمع نہ رکھ۔ کہ اس کا دروازہ میں نے بند کر دیا ہُوا ہے۔ میرے [illegible] محفوظ نہ رکھ۔ اور نہ میرے عہد کو توڑ۔ اے زندہ بخدا میرے وجود کو نہ ثابت کر اور نہ نفی۔ میرے گوشہ ہائے چشم کے لئے نہ تو اپنے آپ کو میرا غیر بنا۔ اور نہ عین۔ لیکن جو میری مراد ہے۔ اسی میں میرے شوق غائب ہو گئے۔ پس اسی حالت میں رہ۔ جس میں تو مجھے دیکھ رہا ہے۔ اور میرے اُچھلتے ہوئے ساغر کو نوش کر۔ میری قبائے عبودیّت کو نہ اُتار۔ اور نہ میری ربوبیّت کے پھر گل کو پہن۔ میرے اوصاف سے متصف اور میرے اخلاق سے متخلق ہو کر کہدے۔ کہ مَیں یہ ہوں اور مَیں یہ نہیں ہوں

Marfat.com

مجھ میں سردی ہے۔ اور میرا یہ قلب میری آتش افروزی سے بھڑک رہا ہے تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ مَیں دریائے جیحون میں غرق ہوں۔ اور پھر پیاسا بھی ہوں۔ بوجھ نے مجھے عاجز کر دیا ہے۔ حالانکہ میری گردن پر کچھ نہیں ہے۔ مَیں سبک تر ہوں۔ حالانکہ مجھ میں کئی بوجھ ہیں۔ اور مَیں بہت ثقیل ہوں۔ حالانکہ ہَوا مجھے اُڑائے پھرتی ہے۔ میری دونوں حالتوں طرب و بھڑک (ڈرنے) میں شُتر مُرغ میری نقل کر رہا ہے۔ وہ بازوؤں کی طرف سے تو پرندہ ہے۔ اور گردن کی جہت سے اونٹ۔ اور نہ اونٹ ہے۔ نہ پرندہ۔ لیکن سبقت لے جانے کی ایک رمز ہے۔ نہ آنکھ ہے۔ نہ بینائی۔ لیکن میرے گوشہائے چشم کا ایک راز ہے۔ اور نہ اجل ہے۔ اور نہ عمر اور نہ کوئی فانی ہے۔ اور نہ باقی۔

وہ ایک جوہر ہے۔ جس کے دو عرض ہیں۔ ذات ہے۔ جس کے دو وصف ہیں۔ ہویت اس جوہر کی علم و قویٰ ہیں۔ پھر وہ علیم و حکیم ہے۔ کہ قویٰ کے رستوں میں چلا۔ پھر قویٰ کی شکل ثلاثی پر کہ ناسوتی۔ ملکوتی جبروتی قوتیں ہیں۔ ظاہر ہُوا۔ اور قویٰ اس کے علوم حکمت سے مترشح ہوئے۔ پھر بسیط اس ہویت کے ثلث پر ترکیب دیا گیا۔ یعنی عالم ناسوت کی قوتوں میں جو جمیع قویٰ کا ثلث ہے۔ ترکیب دیا۔ تیرا اختیار ہے۔ کہ علم کو اصل اور قویٰ کو اس کی فرع یا قویٰ کو زمین اور علم کو اس کی کھیتی قرار دے۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ اور یہ علم دو علم ہیں۔ علم قولی اور علم عملی پھر علم قولی تو وہ انموذج ہے۔ جس نے تیری ہیئت و صورت پر ترکیب پائی۔ اور تیرے نشانِ بزرگی کی انیّت سے کہ مراد اُس سے تیرا خارجی وجود ہے۔ برنہہ رہا۔ اور علم عملی سے مراد وہ حکمت ہے۔ جس سے حکیم اپنے علم سے منتفع ہونے کی طرف راہ پاتا ہے۔ اور جس سے امیر اپنی حکمتوں سے اختراع کرنے لگ جاتا ہے" اور قوتیں بھی دو قسم پر ہیں۔

(۱) قویٰ جملی تفصیلی۔ اور اس کی شرط حُسنِ طبیعت کی استعداد اور اصول کی درستی و راستی اور کمالِ فعل ہے باوجود صحیح ہونے منقول کے (۲) دوسری قسم قویٰ جملی تخییلی ہے۔ جس کی شرط اس بات کی قابلیّت ہے۔ کہ جوہر صاحبِ تخیّر ہو۔ اور دو کہ اُن کے درمیان تمیز ہو۔ اور ذات جس کے دو وصف ہیں۔ پس وہ دو وصف انتَ و انا ہے۔ اور لی۔ بک۔ لک۔ بنا۔ الہنا وغیرہ ہیں معنی ان لفظوں کے تُو۔ مَیں۔ میرے لئے۔ تیرے ساتھ تیرے لئے۔ ہمارے ساتھ۔ ہمارے اِلٰہ ہیں۔ پھر انتَ تو بلحاظ تیری ہویّت کے ہے۔ نہ اُس لحاظ سے جس کو معقول پسند کرتا ہے۔ انت اوصافِ عبدیّت سے ہے۔ اور انا میری حقیقت کی جہت سے نہ اس جہت سے جس کو معقول اختیار کرتا ہے۔ انا جو اوصافِ ربیّت یعنی رب ہونے کے وصفوں سے ہے۔ وہ وہ ہے۔ جس سے ذات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور باعتبار اُس چیز کے جس کو معقول پسند کرتا ہے۔ انا میری انیّت ہے۔ انا ہو اللہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور انت بحیثیت خلقیت ہُوا لعبد ہے۔ پس اپنی ذات کو دیکھ خواہ باعتبار انا اور خواہ باعتبار انت۔ اس مقام میں سوائے حقیقت کلیہ کے اور کوئی چیز نہیں۔ پھر پاک ہے۔ وہ۔ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ۵ ابیات کا ترجمہ

Marfat.com

فی نفسہ وہ ایک ذات ہے۔جس کی دو جہتیں ہیں۔ایک سفل کی جانب دوسری اوپر کی جانب۔اور بیان کرنے میں ہر جہت کے لئے ذات۔اوصاف اور جدا جدا فعل ہیں۔اگر تو ایک کہے۔تو بھی سچ ہے۔اور اگر تو دو کہے تو وہ دو بھی ہیں۔یا اگر تو کہے۔کہ نہیں بلکہ وہ تو مثلث ہے۔تو تو نے سچ بولا۔یہ ہے۔حقیقت انسان۔اس کی احدیت پر نگاہ ڈال۔کہ وہ اس کی ذات ہے۔اور بول اُٹھ۔کہ وہ اپنی شانِ احدیت میں واحد و یکتا ہے۔اور اگر تو دو ذاتیں دیکھے۔تو بہ سبب اس کے عبد و رب ہونے کے تو کہدیگا۔کہ وہ دو ہیں۔اور جب تو حقیقت پر اور اس چیز پر جس کو میں نے دو ضدوں میں جمع کیا ہے۔سرسری نظر ڈالیگا۔تو تُو حیران رہجائیگا۔نہ اس کے سفل کو عالی اور نہ اس کی بلندی کو سفل کہہ سکے گا۔بلکہ اس کی حقیقت کے لئے جس کی ذات کے حقائق کو دو وصف لاحق ہوئے ہیں۔ایک تیسرا نام مقرر کر۔اور وہ تیسری چیز وہ ہے۔جس کا عالم علوی کی جہت سے احمد نام ہے۔اور عالم سفلی کی جہت سے محمدؐ۔اب ہونے کی جہت سے وہ اسم عزیز وھدیٰ سے تعریف کیا جاتا ہے۔میں اپنے دل کو اس پہ قربان کرتا ہوں۔اے پرکار کے مرکز اور اے ہدایت کے راز۔اے وجوب و امکان کے محور۔اے تمام دائرۃ الوجود کے عین۔اے قرآن و فرقان کے نقطے۔اے کامل اور کاملوں کو کامل بنانے والے رحمٰن کی شان و جلالت کے اندیشہ سے لوگوں نے تیرے اوصاف کو مختصر کر دیا ہے۔تو اس کی خلوتوں میں عجائبات کا قطب ہے۔اور فلکِ کمال تجھ پر گھوم رہا ہے۔تو تنزلیہ بھی ہے۔اور تشبیہ بھی۔بلکہ تیرے لئے تمام وہ چیز ہے جو جانتی ہے۔اور جاہل ہے۔باقی ہو یا فانی۔درحقیقت وجود بھی تیرے لئے ہے۔اور انعدام بھی تیرے لئے۔پستی ہمراہ بلندی کے تیرے دو کپڑے ہیں۔تو ضیا بھی ہے۔اور ضیا کی ضد یعنی تاریکی بھی۔بلکہ حیران و سرگشتہ عارف کے حق میں تو محض تاریکی ہے۔اس کا طاق۔زیت۔چراغ جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔اس سے مراد تو ہے۔اور وہ جس نے مجھے پیدا کیا۔تو زیت ہے۔اس جہت سے کہ تو اوّل ہے۔اور مشکوۃ منیر ہے۔اس جہت سے کہ تو مخلوق ہے۔اور اس سبب سے کہ تیرا یہ رُتبہ ہے۔کہ تیرا وصف عین اس کا وصف ہے۔تو چراغ ہے۔اور میرے بیان کا نُور۔اپنی ضیا اور روشنی سے اپنی نہایت درجہ کی تاریکیوں میں میرا رہبر بن۔اور میرے نقصان کو پورا کر۔اے انبیا علیہم السلام کے سردار اور اُس شخص کے سردار جس کے امکان کا مرتبہ امکان کے اوپر ہے یعنی عارف لامکان کے سردار۔تُو کریم ہے۔میری دستگیری فرما۔کہ عبد الکریم ہونے کی میری تیرے ساتھ نسبت ہے۔اور نیز میں تیرا محب فانی ہوں۔اپنے وجود کی سیر میں عہد کے ساتھ میری باگ [illegible] میں میری عنان سُست اور چُست ہو۔اے صاحب رجا و جائے امید میری جان تیرے ساتھ قید ہو گئی ہے۔بلکہ محبت سے میری زبان نے تجھے پکڑا ہے۔درود و رحمت ہو۔اللہ تعالےٰ کی تجھ پر۔تیری تمام آل و صحابہ پر جو ارکانِ دین کے لئے مثل ارکان کے تھے۔اور مددگارانِ دین پر اور اُس شخص پر جسے آپ کے خانہ نبوت کی گشادگیوں میں کچھ بہرہ کی حاصل ہے۔خواہ وہ بہرہ کی محض علم و ایمان کی ہو۔اے انسان میں تیرا آئینہ کے سین اور اے حا وحیا تجھ پر اللہ کی رحمت ہو

Marfat.com

جب مَیں نے اس کی گفتگو کو سُنا۔ اور اس کے بچے کھچے شراب کو پیا۔ مَیں نے اُسے کہا۔ کہ اپنی اُن اعجوبہ باتوں سے مجھے خبر دے۔ جن کو تو نے اپنی ترکیبوں میں بیان کیا۔ اس نے مجھے کہا۔ کہ جب میں کوہ طور پر چڑھا۔ اور بحر مسجور و دریائے افروختہ کو پیا۔ اور کتاب مسطور کو پڑھا۔ تو ناگاہ وہ ایک رمز تھی۔ جس پر قوانین نے ترکیب پائی۔ پھر وہ اس کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ وہ تیرے لئے ہے۔ اس کی وہ علامات جو تیرے نزدیک صحیح ہو گئی ہیں۔ تجھے اپنی آگاہی و خبر سے نہ نکال دیں۔ کہ تو کہنے لگے۔ کہ یہ اس کے لئے ہے۔ اور یہ میرے لئے۔ کیونکہ اس کا حال میرے حال کے مشابہ نہیں ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ کہ خدا نے تیرے وجود کو ایک نمونہ اور ایک لسانی آئینہ بنایا ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ سب اس لئے ہے۔ تاکہ تو اس میں اس چیز کو معائنہ کرے۔ جو تیرے لئے ہے۔ پھر اس کے گرد و نواح کو اپنا گرد و نواح سمجھے۔ اسی لئے تو اُسے نہ دیکھ سکتا ہے۔ نہ ادراک کر سکتا ہے۔ اور نہ پا سکتا ہے۔ اور نہ روک سکتا ہے۔ کیونکہ اگر وہاں کوئی چیز ہوتی۔ تو حق سُبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ تو اُسے پاتا۔ عارف جب اس کی حقیقت سے مستحق ہوتا ہے۔ تو مَیں اس کے کان اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں۔ موجودات میں سے کوئی چیز اُس پر مخفی نہیں رہتی۔ کیونکہ تمام تعینات خالقِ کائنات کا عین ہے۔ پھر مطلقاً اس کی نفی بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی نفی سے تیری بھی نفی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ تیری انموذج ہے۔ اور تیری نفی کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ حالانکہ تو موجود ہے۔ اور تیری صفات کا اثر مفقود نہیں ہے۔ اور اسکا اثبات بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر تو نے اُسے ثابت کیا۔ تو تو نے اُسے صنم بنایا۔ اور اس سے غنیمت کو ضائع کر دیا۔ اور مفقود کا اثبات کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ یا اس کی نفی کس طرح ہو سکتی ہے۔ اور وہ تو موجود ہے۔ بیشک حق سُبحانہ و تعالےٰ نے تجھے اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور اپنے اوصاف سے تجھے آراستہ اور اپنے اسماء تجھے مسمّٰی کیا ہے۔ پھر وہ حیّ ہے۔ اور تیرا نام بھی حیّ ہے۔ اور وہ علیم ہے۔ اور تو بھی علیم۔ اور وہ مرید و صاحب ارادہ ہے۔ اور تو بھی مرید و صاحب ارادہ ہے۔ اور وہ قادر ہے۔ اور تو بھی قادر اور وہ سمیع ہے۔ اور تو بھی سمیع۔ اور وہ بصیر ہے۔ اور تو بھی بصیر۔ اور وہ متکلم ہے۔ اور تو بھی متکلم۔ اور وہ ذات ہے۔ اور تو بھی ذات۔ وہ بھی جامع اور تو بھی جامع وہ بھی موجود اور تو بھی موجود پھر اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ ربوبیت اور تیرے لئے بھی ہے۔ ربوبیت۔ بحکم کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔ (تُم میں سے ہر ایک صاحب رعیت ہے۔ اور ہر ایک اپنی رعیت کی بابت پوچھا جائیگا) اور وہ بھی قدیم ہے۔ اور تو بھی قدیم۔ اس لحاظ سے کہ تو اس کے علم میں موجود تھا۔ اور علم اس کا جب سے وہ ہے۔ اس سے جُدا نہیں ہُوا۔ تمام وہ چیز جو اس کے لئے ہے۔ اس نے تیری طرف مضاف کی ہے۔ اور اس مشہد و منظر میں وہ سب کچھ جو تیرے لئے ہے۔ اپنی طرف مضاف کیا ہے۔ پھر وہ عزت و کبریائی میں منفرد اور تو عجز و ذلت میں منفرد ہے۔ جیسا کہ اولاً تیرے اور اس کے درمیان نسبت صحیح ہوئی۔ یہاں وہ نسبت ٹوٹ بھی گئی۔ پھر میں نے اُسے کہا۔ اے میرے سیّد و سردار۔ تو نے اوّلاً مجھے اس کے قریب کیا۔ پھر دور ڈال دیا۔ مغز کو پھیلایا۔ پھر اس پر چھلکے کو بچھا دیا۔ کہا۔ میں نے اس کو قانون حکمت الٰہیہ کے حکم پر

Marfat.com

تنزل کیا ہے۔ اور بشری ادراک کی میزان پر اُسے املا کیا ہے۔ تاکہ قریب اور بعید سے اس کا اخذ کرنا سہل ہو۔ اور غریب اور راندہ کے لئے اس کا حاصل کرنا ممکن ہو۔ پھر میں نے اُسے کہا۔ کہ اپنے خالص شراب سے مجھے کچھ اور بھی عنایت فرمائیے۔ اور اپنے لعاب دہن کی چکش سے مجھے بہرہ مند کیجئے۔ کہا۔ میں نے سُنا اور میں ایک نیلگوں گنبد میں تھا۔ ایک ایسے عالم کو جو عنقا سے خبر دے رہا تھا۔ پھر میں نے اس کی طرف رغبت کی اور اس کے آگے متمثل ہو کر کہا۔ کہ اپنی اس خبر کو میرے آگے کھول۔ اور اپنے اس اثر کو صحیح کر۔ کہ وہ ایک عجیب حق چیز ہے۔ اور پرندہ ہے۔ جس کا نام حملیق ہے۔ اس کے چھ سو پر ہیں۔ اور ہزار دم۔ حرام اس کے نزدیک مباح ہے۔ اس کا نام سفاح ابن سفاح ہے۔ اس کے بازوؤں پر اسماء حسنیٰ لکھے ہوئے ہیں۔ باء کی صورت اس کے سر میں اور الف اس کے سینے میں۔ اور جیم اس کی پیشانی میں اور حاء اس کی چنبرۂ گردن میں اور باقی حروف اس کی دونوں آنکھوں میں قطار قطار ہیں۔ اور اس کی علامت یہ ہے۔ کہ اس کے ہاتھ میں انگوٹھی ہے۔ اور اس کے پنجے میں ایک محکم مضبوط اور حتمی شے ہے۔ اس کے لئے ایک نقطہ ہے۔ جس میں غلطی ہے۔ اور ایک چہار گوشہ چادر ہے۔ جو رخرف کے اوپر ہے۔ پھر میں نے اُسے کہا۔ اے میرے سردار اس پرند کا مقام کہاں ہے۔ کیا اس کا مقام وسعت کی کان اور خبر کا مکان ہے۔ جب میں نے عبارت کو پہچانا اور اشارت کو سمجھا۔ تو میں مُلک اور مَلک سے تجاوز کر کے جوِ فلک کو قطع کرنے لگا۔ اور اس امر عجیب پر جس کا نام عنقاء مغرب ہے۔ گھومنا شروع کیا۔ پھر میں نے اس کی کوئی خبر نہ پائی۔ اور مجھے اس کا کوئی نشان نہ ملا۔ پھر اسم نے مجھے اس کا پتہ دیا۔ اور وصف نے قید اور اسم سے مجھے نکالا۔ جب میں صفات کا لباس اُتار کر فلکِ ذات کی سیر میں شروع ہوا۔ تو دریائے حیرت میں ڈوب گیا۔ اور مچھلی نے میرے بازوؤں کو نگل لیا۔ اور درِ مکنون کے اوپر مجھے لے اتری۔ اور سامنے ایک چٹیل میدان میں مجھے پھینک دیا۔ پھر مدت تک میں ٹھیرا رہا۔ نہ سُنتا تھا۔ نہ دیکھتا تھا۔ جب میں نے آنکھ کھولی۔ اور قید الاین سے آزاد ہوا۔ تو میں نے معلوم کیا۔ کہ یہ سب اشارات میری ہی طرف ہیں۔ اور یہ سب عبارات مجھ پر ہی صادق آتی ہیں۔ پھر کیا دیکھتا ہوں۔ میں ہی اُن بازوؤں والا ہوں۔ جن پر تسبیح کرنے والے نام مکتوب ہیں۔ الف میرے سینہ میں ہے۔ اور جیم جیسا کہ اس نے کہا میری پیشانی میں۔ اور حاء میری ہنسلی میں۔ جو کچھ اس نے فرمایا تھا۔ اس کا ایک ذرہ بھی ایسا نہ تھا۔ جو مجھ میں نہ ہو۔ میں نے جان لیا۔ کہ میں وہی ہوں۔ جس سے وہ مراد رکھتا تھا۔ اسوقت وہ نقطہ ظاہر ہوا۔ اور غلطی ہو گئی۔ جو مر چکا تھا۔ اس کے زندہ کرنے سے علامات ظاہر ہو گئیں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے اُسے کہا۔ کہ اے میرے سید۔ وہ حتمی امر اور سربمہر کاسہ کونسا ہے۔ پھر عجمی بولی میں وہ متکلم ہوا۔ اور ترجمہ کیا۔ گرج کر بولا۔ اور ہنہنایا۔ دوسری دفعہ پھر غروب ہوا۔ پھر ترجمہ کیا۔ اور کہا۔ وہ انموذج عالی معقول ہے وہ ایک محمل ہے۔ جو بذات خود ارادہ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ محمول کے لئے اور جو کچھ اس میں منقوش ہے۔

---

[1] حملیق جو اس پرندہ کا نام رکھا گیا ہے۔ اس لفظ کے معنی پیغولۂ چشم کے ہیں۔ اور انسان کے معنی بھی پتلی کے ہیں۔ فافہم

Marfat.com

وہ اس کے لئے نہیں۔ بلکہ اسفل کے لئے ہے۔ جو معقولات کے اُس عالم بالا سے نقل کیا جاتا ہے۔ اور اسفل وہ ہے۔ جس کی طرف (لفظ الاین سے) اشارہ کیا گیا ہے۔ ہر بات اُسی کے لئے ہے۔ اور وہی اس کا مدار علیہ ہے۔ پھر جب انموذج کہ مراد اُس سے معقول و مجرد ہے محسوس میں منقش ہوئی۔ اور محسوس کے اِس صحار نے جو کچھ اُس محمل میں تھا۔ اپنے اوپر اُٹھا لیا۔ تو پھر اسفل ہے۔ کہ عین اس اعلیٰ کا ہے۔ اور علویات ہیں۔ کہ اس عالم سفلی میں موجود ہیں۔ اسی لئے کہا ہے جس نے کہا ہے۔ کہ انموذج اور منقوش مشارٌ الیہ کے مابین کوئی نسبت نہیں ہے۔ اگرچہ اس بات کے سمجھنے میں اس نے خطا کی ہے۔ اور نہ جانا کہ مراد انموذج سے عین وہ چیز ہے۔ جو مشارٌ الیہ میں منقوش ہے۔ اور اسی لئے کہا جس نے کہا۔ کہ مشارٌ الیہ عین انموذج کا ہے۔ اگرچہ اس بات میں اُس نے خطا کی۔ اور نہ سمجھا۔ کہ انموذج تو ایک بلند شے کا نام ہے۔ اور مشار الیہ اصطلاح میں فقط اس چیز کو کہا جاتا ہے۔ جو پستی سے موصوف ہے۔ اور اسی لئے کہا ہے جس نے کہا ہے۔ کہ انموذج جامع ہے۔ اگرچہ اُس نے بھی یہ خیال نہ کیا۔ کہ انموذج فقط صفاتِ کمال کا نام ہے جس سے صفاتِ ناقصہ کیلئے اس کا اسم ہونا باقی رہ جاتا ہے۔ اور اسی لئے کہا جس نے کہا۔ کہ منقوش مشار الیہ جامع ہے۔ واسطے اُس انموذجیت کے جو اس میں منقوش ہوئی۔ یہ نہ سمجھا۔ کہ منقوش مشار الیہ صرف اُس چیز کا نام ہے۔ جو صفات نقص کا محل ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ محل تعیین مخصوص بہ اشارہ ہے۔ اور وہ عبارت میں حد و حصر کا موقع ہے۔ لہذا ایک جماعت العجز عن درکِ ادراک الذات کی قائل ہوئی۔ اور اس میں بھی خطا ہے۔ اس لئے کہ مشارٌ الیہ کی شرط یہ ہے۔ کہ جو کچھ انموذج میں ہے۔ وہ اس میں انتقاش پائے۔ پس اس کے لئے ادراک بھی ہوگا بہ سبب ان چیزوں کے ساتھ مجانست پائے جانے کے جو انموذج میں پوشیدہ و مخفی تھیں۔ پھر نہیں ہوگا اس کے لئے عجز۔ اور نہیں صحیح ہوگا۔ کہ ادراک سے عاجز آنا اوصافِ عارف سے ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے۔ کہ عارف نے جب کسی چیز کے ادراک سے اپنے عجز کا اعتراف کیا۔ تو وہ عجز محض اس شے کی صفات کی معرفت کے لحاظ سے ہے۔ اس لئے کہ وہ ادراک میں نہیں آسکتیں۔ اور اس کی وجہ یا تو عدم تناہی ہے۔ یعنی انکا بے نہایت ہونا۔ اور یا ادراک کے قابل ان کا نہ ہونا ہے۔ لہذا اعترافِ عجز ہی کما ینبغی اس چیز کی معرفت ہے۔ پھر جب کما ینبغی تو نے اُسے شناخت کر لیا۔ تو بیشک کما ینبغی تو نے اُسے سمجھ لیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کلام میں وارد ہوا ہے ادراک العجز عن الادراک ادراک۔ (ادراک سے اپنی عاجزی کا ادراک کرنا ہی ادراک ہے۔) اور دوسری روایت میں ہے العجز عن درک الادراک ادراک۔ (ادراک کی حقیقت سمجھنے سے اپنے عجز کا اعتراف ہی ادراک ہے۔) اور جب ادراک حاصل ہوا۔ تو ادراک سے عجز نہ رہا۔ اور بندہ عزت سے متصف ہوا۔ اور عجز اس میں نہ رہا۔ اور قول اللہ تعالےٰ کا۔ لاتدرکہ الابصار (آنکھیں اس کو نہیں پا سکتیں) مراد ان آنکھوں سے یہ مخلوق آنکھیں ہیں۔ اور وہ خفی قدیم آنکھ جس سے بندہ دیکھتا ہے۔ سو وہ غیر مخلوق ہے۔ کیونکہ وہ اُس کنہ بصر کی حقیقت ہے۔ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ پس اس کو سمجھ ۵

Marfat.com

لی فی الغرام عجائب	وانا وربک ذو العجائب	قطبی یدور علی رحی	فلک تدور بہ الغرائب
رمزی الذی لی فی الہوی	اعیا قراءۃ کل کاتب	اظہرتہ بعبارۃ	دقت فلم تفہم لصائب
عرضتہ لوحتہ	صرحتہ بین الحبائب	فزویت عنہ عینہم	ورویت منہ کل شارب
وغرستہ فجنیتہ	وخبأتہ بین الترائب	ابدیتہ وکتمتہ	واللہ عن کل الحبائب
عذل العذول فعند ما	ظہر وفشا بین الاجانب	قد کان عنی اجنبیا	فاغتدی فی الحب صاحب
فافہم مقالتہ ناصح	اہدی الیک التبر ذائب	واعرف اشارۃ اللتی	جمحت الی تلک المراتب
	واشکر اذا عرفتہ	فالشکر من خیر المذاہب[1]	

جان لے۔ کہ طلسم قطبی جو فلکِ انموذج کا محور ہے۔ اور انموذجات کی چکی کی کیلی ہے۔ سب سے پہلا طلسم ہے۔ اور اُسی میں نفس کلیہ کی صورتیں قائم ہوئیں۔ ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو اس کے احکام معلوم ہونیکی کوئی راہ نہ تھی۔ اگر اوّلاً اس کا وجود ثابت نہ ہوتا۔ تو کوئی چیز محکم نہ ہوتی اور اپنی ہیئت منقوشہ پر ظاہر نہ ہوتی۔ اگر یہ آئینہ نہ ہوتا۔ تو اس کی ذات کے مقابل یہ ہیکل متصوّر نہ ہوتی۔ اور اس میں اس کا عکس نہ پڑتا۔ اور شیشہ میں عکس کس طرح پڑ سکتا ہے۔ جبکہ صورۃ مقابلہ کے عدم کا تو نے حکم دیدیا۔ اور بغیر مقابلہ کے شیشہ میں صورت کا وجود ہو ہی نہیں سکتا۔ جیسا کہ بغیر شیشہ کے صورت کا وجود نہیں ہوتا!! اور ایسا ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے۔ کہ شیشے میں اس کے سوا کسی چیز کا وجود اس پر زائد ہوتا ہے۔ خواہ وہ چیز اس کے مقابل ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ شیشے نے کسی چیز کے ساتھ امتزاج نہیں پایا۔ پس درحقیقت سوائے اس کے اور کوئی چیز اس میں پائی نہیں جاتی۔ حالانکہ تو اس میں ایک ایسی چیز دیکھ رہا ہے۔ جس کا ایک دوسرا نام رکھتا ہے۔ ہماری کتاب جو بوصف قطب العجائب وفلک الغرائب موصوف ہے۔ باقی طلسمات کو بھی شامل ہے۔ اور وہ تیس طلسم ہیں۔ جو وجود میں پوشیدہ وکامن ہیں۔ پھر ہم نے اپنی کتاب میں ان کو مصرح کر دیا ہے۔ اور اُن تمام کی اس کتاب میں

---

[1] آرزومندی و شیفتگی میں میرے لئے عجائبات ہیں۔ اور میں اور تیرا رب ذوالعجائب ہیں۔ میرا قطب اس فلک کی چکی پر گھوم رہا ہے جسکے ساتھ غرائب گھوم رہے ہیں۔ عشق و شیفتگی میں جو میری رمز ہے۔ اسکے پڑھنے سے ہر کاتب عاجز آگیا ہے۔ ایک عبارت میں میں نے اُسے ظاہر کیا۔ اور وہ باریک ہوگئی۔ جو کسی صواب کو معلوم کرنے والے کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ میں نے دو [illegible] تعریضاً و تلویحاً و تصریحاً اُسے بیان کیا۔ پھر اس سے ان کی آنکھوں کو دور کیا۔ اور ہر پینے والے کو اس سے سیراب کیا اور میں نے اس کے درخت کو لگایا۔ اور پھر اس کو چُنا۔ اور مٹیوں میں اُسے پنہاں کیا۔ خدا کی قسم۔ میں نے اس کو ظاہر کیا۔ اور جملہ احباب سے اس کو چھپایا۔ اجنبیوں میں جو ظاہر اور فاش کیا۔ تو اسوقت ملامت گردن نے ملامت کی۔ وہ مجھ سے اجنبی تھا۔ پھر محبت میں میرا دوست ہوگیا۔ ناصح کی بات کو سمجھ۔ جو بطور ہدیہ سیم گداختہ تیری نظر کر رہا ہے۔ اور اسکی اس اشارت کو سمجھ جو ان مراتب کی طرف دوڑتی ہے۔ اور جب تو نے اسکو سمجھ لیا۔ تو شکر کر۔ اس لئے کہ شکر بہترین مذاہب میں سے ہے

Marfat.com

خبر دی ہے۔ اور وہ کتاب انسان کامل ہے۔ پھر اُسے کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ جیسا کہ اس کے سمجھنے کا حق ہے الاّ وہ شخص جو کتاب قطب العجائب وفلک الغرائب پر گذرا۔ اس نے اس میں نظر کی۔ اور وہ سب کچھ اس میں پایا جو کتاب انسان کامل میں مذکور ہے۔

یہ کتاب اُس کے لئے مثل اُمّ کے ہے۔ نہ بلکہ مثل فرع کے ہے۔ اور وہ اِس کتاب کے لئے بمنزلہ اصل کے ہے۔ نہ بلکہ فرع ہے۔ ان دونوں کتابوں سے مراد کو سمجھ۔ اور ان دونوں خطابوں سے مخاطب کو معلوم کر۔ سوں حل ہو جائینگی۔ اور خزانے جمع ہو جائینگے۔ قطب العجائب سے یہی مشارٌ الیہ مراد ہے۔ اور فلک الغرائب سے یہی جو اُس کے آگے ہے۔ جیسا کہ اُس کا کھولنا اور حل کرنا ممکن نہیں۔ مگر انسان کامل کے ساتھ۔ ایسا ہی حق سبحانہ تعالےٰ کی معرفت کی طرف کوئی راہ نہیں۔ مگر اس کے اسماء وصفات کی جہت سے۔ پس بندہ اولاً مطلقاً طور پر اُسے اس کے اسماء وصفات میں مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس کے بعد محقق ہو کر معرفتِ ذات کی طرف ترقی کرتا ہے۔ جس بات کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اس کو سمجھ۔ یہ تمام جس پر ہم نے تیری رہبری کی۔ چیستان اور معمے ہیں ؎

قد حرت فیك وضاقت فی الهوی سبلی	ما العقل فیك و ما التدبیر یا املی
الله ملك لقلبی کم تحمله	اشغلت قلبی وصیرت الهوی شغلی
اللب مکتئب والدمع منسکب	والنار فی کبدی والماء من مقلی
ان قلت لست بموجود فقد عدمت	روحی فهاانا فی قولی وفی عملی
او قلت انی موجود کذبت فما	رأیت فی الناس موجوداً بلا علل

ترجمہ۔ تو نے اپنے آپ میں مجھے حیران کر ڈالا۔ اور عشق میں میرے رستے تنگ کر دئے۔ اے میری امید۔ اب تیری کیا سمجھ ہے۔ اور کیا تدبیر ہے۔ اے اللہ تو اپنی طرف سے میرے دل پر کتنے ہی بوجھ رکھ رہا ہے (جبکہ) تو نے میرے دل کو مشغول کر ڈالا۔ اور عشق کو میرا شغل بنا دیا۔ مغز جمع ہے۔ اور آنسو بہ رہے ہیں۔ اور آگ میرے جگر میں ہے۔ اور پانی میرے کنوئیں کی تہ میں ہے۔ اگر تو کہے۔ کہ میں موجود نہیں ہوں۔ تو تو نے میری روح کو فنا کر دیا۔ پھر لو میں اپنے قول وعمل میں موجود ہوں۔ یا اگر تو کہے۔ کہ میں موجود ہوں۔ تو تو نے جھوٹ بولا۔ کیونکہ لوگوں میں تو نے کوئی ایسا موجود نہیں دیکھا۔ جو بدوں علت موجود ہو۔ (اور جس موجود کی علت ہے۔ وہ موجود کیسا مترجم) ؎

چیزے کہ وجود او بخود نیست	ہستیش نہاد ن از خرد نیست

ہر نقش ہونے والی چیز کا نقش گول۔ مربع۔ اور مثلث ہونے میں اس کی ہیکل اور اُس صورت پر ہوتا ہے۔ جس کو نقش قبول کرتا ہے۔ نہ کہ اس کے اصل جرم اور اس کی موٹائی پر۔ اس لئے کہ مطبوع فیہ یعنی جس چیز نے نقش کو قبول کیا ہے کبھی نقش پانے والی چیز کے جرم سے بزرگ ہوتی ہے۔ اور کبھی اس کے برعکس۔ پھر نقش پانے والی چیز اُس نقش سے بہت بڑی ہوگی۔

13/020

Marfat.com

یہ وہ مقام ہے جس میں اہل اللہ میں سے کامل محققین نے اختلاف کیا ہے۔ پھر کبھی یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ مطبوع طابع کے برعکس ہو۔ کہ وہ چیز جو طابع میں دہنی طرف سے شمال کی طرف تھی۔ مطبوع میں شمال سے دہنی طرف ظاہر ہو۔ اور یہ مقام تضاد کا ہے۔ اور ربوبیت میں سرّ عبودیت کا مظہر ہے۔ اور یہی راز ہے۔ اس حدیث میں جو آنحضرت صلعم سے مروی ہے لانہ لما عرج بہ واخترق جمیع الحجب حتی لم یبق لہ الا حجابٌ واحدٌ۔ فاراد ان یخترقہ فقیل لہ قف فان ربک یصلی (جب آپ کو معراج ہوا۔ اور تمام حجاب اپنے پھاڑ دیئے۔ حتیٰ کہ سوائے ایک حجاب کے کوئی باقی نہ رہا۔ اور اس کو بھی آپنے پھاڑنا چاہا۔ تو آپ کو کہا گیا۔ کہ ٹھیر۔ اس لئے کہ تیرا رب نماز پڑھ رہا ہے۔) اور یہ ایک جلیل القدر راز ہے۔ جس کو کاملوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو بہ حیثیت اپنے اسم کامل کے کامل ہوں۔ اور کبھی بعض عارفوں کو لغزشیں بھی ہو جاتی ہیں۔ لیکن تحقیق میں نہیں۔ اور یہ لغزشوں کا وقوع بہ حیثیت جمال کے ہوتا ہے لیکن وہ جمال جو کمال کا جمال کہلاتا ہے نہ جمال مطلق کی حیثیت سے اور نہ کمالِ جمال کی حیثیت سے۔ اور بعض ان کو تجلّی جلال میں سمجھتے ہیں۔ اور وہ بھی جلالِ کمال سے۔ نہ جلال مطلق سے۔ اور نہ کمالِ جلال سے[۵۱]۔

فصل

شے یعنی مشارٌ الیہ کا اقتضا جمع ہے۔ اور انموذج کاغرت اور رقیم یعنی منقوش و مطبوع کا ذلت۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے عالم میں مستقل ہے۔ اپنے فلک میں تیرنے والا ہے۔ پھر جب صفاتِ رقیم کے لباس میں سے کچھ تو نے انموذج کو پہنا دیا۔ تو قانون انموذج تجھ پر درہم برہم ہو گیا۔ اور جب انموذج کے لباسوں میں کچھ رقیم کو پہنا دیا تو تو اس میں کچھ نہیں دیکھے گا۔ اس لئے کہ وہ ایک ایسی چیز میں ظاہر ہوئی ہے جو اس کے لئے نہیں ہے۔ اور جب تو نے ذات کو ان دونوں میں سے کسی کی طرف منسوب کیا۔ اور دوسری کی طرف اسے منسوب نہ کیا۔ تو اس دوسری کے لئے تو نے ایک دوسری ذات کی حجت پکڑی۔ اور شرک میں پڑ گیا۔ پھر جب تو نے رقیم کے ہاتھ سے انموذج کی کسی چیز کے متعلق ذات میں تصرف کیا۔ تو اس کا نام تیرے نزدیک ذات عروج ہو گا۔ اور جب انموذج کے ہاتھ سے رقیم کی کسی چیز میں تصرف کرے گا۔ تو اس کا نام ذات تنزل ہو گا۔ اور جب اس میں رقیم کے ہاتھ سے رقیم کے لئے تصرف کرے گا۔ تو اس کا نام رقیم ہو گا۔ اور جب انموذج کے ہاتھ سے انموذج کے لئے تصرف کریگا۔ تو اسے انموذج کہیں گے۔ اور ذات جب بلا تصرف اپنی صفات [illegible] اور نہ اسم۔ اور ہم رقیم سے عبد مراد لیتے ہیں۔ اور انموذج سے قطب العجائب و فلک الغرائب اور ذات سے ہماری یہ کتاب مسمّٰی الانسان الکامل فی معرفت الاواخر والاوائل مراد ہے۔ ابیات

---

[۵۱] جمال مطلق و جلال مطلق نقص و کمال دونوں کو شامل ہے۔ اور لغزشیں جو نقائص میں داخل ہیں۔ اور اس حیثیت سے لغزشیں نہیں ہو سکتیں۔ ہاں جمالِ کمال و جلالِ کمال کی نسبت کے لحاظ سے لغزشیں ہوئیں۔ فافہم۔

Marfat.com

تلوین هذا الحسن فی وجناته ابدا ولا تلوین فی طلعاته بلقاک احمر ابیض فی اغبر

فبیاضه فی سود خضرا واته من کان سیمته التلون وهو فیه فما تلون عنده تلونیاته

فاذا ترکب حسن طلعته شادن من کل حسن فهو واحد ذاته یا ایها الرشاء الربیب نعمت فی

حسن تنزه بین تشبیهاته اءنت جؤذر ملعلع ام زینب یختار فیک الصب فی حیراته

باللہ خبر هل احطت بکل ما یحویه خالک من غریب نکاته وهل العذار المسبلات عقوده

فوق المناکب عد فی عقداته شرک العذار وجب خالک صیرا طیر الحشا و لهان فی قبضاته

قسما بقائم بانته احدیته ماست علی کثبان جمع صفاته مافی الدیار سوی ملابس مغفر

واما الحمی والحی مع فلواته

ترجمہ ابیات۔ ہمیشہ اس حسن کی تلوین اس کے رُخساروں میں ہے۔ اس کے چہروں یعنی ذات میں کوئی تلوین نہیں۔ تجھے وہ سُرخ۔ سفید۔ ٹیالا ہو کر ملتا ہے۔ پھر اس کی سفیدی سیاہی سے مل کر اس کی سبزیاں ہیں۔ جس کی خصلت تلون ہے۔ اور یہ خصلت اس میں موجود ہے۔ وہ اپنی تلونیات میں خود متلوّن نہیں ہے۔ دیکھو۔ جب بچۂ آہو کے چہرہ کا حُسن ہر حُسن سے ترکیب پاتا ہے۔ تو وہ بذات خود واحد ہوتا ہے۔ یعنی اس کی ذات میں کوئی تلوین نہیں ہوتی۔ تلوین اس کے مختلف حسنوں میں ہوتی ہے۔ اے بچۂ آہو پرورش پائے ہوئے تو حسن میں اچھا ہے۔ اور اپنی سب تشبیہات سے پاک ہے۔ کیا تو گوزن یعنی بارہ سنگے کا بچہ ہے۔ یا سراب ہے یا زینب یعنی درخت خوش منظر و خوش بو کہ عاشق تجھ میں اپنی حیرتوں میں پڑ کر حیران ہو رہا ہے۔ خدا کے لئے خبر دے۔ کہ کیا تو نے تمام اُن عجیب نکات پر احاطہ کر لیا ہے۔ جن کو تیرا خال اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ کیا اس کے کندھوں پر کے عقدے یعنی گرہیں اس کے رُخسارہ کو بسم اللہ سے کہنے والی ہیں۔ کہ ان کو اس عقدوں میں شمار کیا جائے۔ تیرے خال کی کستوری رُخسارہ کی شریک بنی۔ اور دونوں کنارہ کے دو دیوانہ پرندے ہو گئے۔ جو اس کے قبضوں میں ہے۔ بانۂ احدیت کی قامت میں وہ دونوں صاحب جمال ہو گئے۔ اس کی صفات کا لشکر ٹیلے پر ٹہلنے لگا۔ بانۃ۔ نام دختر بہز بن حکیم اور عمرو بن بانۃ ایک مغنی تھا۔ جو نوادر و غرائب میں مشہور تھا۔ مترجم) خود کے لباسوں کے سوا جن کے گھروں میں کچھ نہ تھا۔ اور میں ایک چراگاہ ہوں جو اس کے جنگلوں میں زندگی بسر کر رہا ہوں۔

فصل

احدیت اسماء و صفات کا منع ان کے اثر و مؤثرات کے انعدام چاہتی ہے۔ اور واحدیت ظہور اسما و اوصاف الٰہی سے اس عالم کے فنا کی خواستگار ہے۔ اور ربوبیت بقاء عالم کو چاہتی ہے۔ اور الوہیت اس کی عین بقا میں فناء عالم کا تقاضا کرتی ہے۔ اور عالم کی بقا عین اس کی فنا میں ہے۔ اور عبودیت چاہتی ہے

Marfat.com

کہ حق اور خلق میں باہم کوئی مناسبت نہ ہو۔ اور قیومیت کا یہ تقاضا ہے۔ کہ اللہ اور اس کے بندہ کے درمیان نسبت کا وقوع صحیح اور ثابت کیا جائے۔ اس لئے کہ قیوم اُسے کہتے ہیں۔ جو بذات خود قائم ہو۔ اور اس کے غیر کا اس کے ساتھ قیام ہو۔ ان تمام مذکورہ اقتضایات کے اعتبار سے ہم کو چارہ نہیں ہے۔ کہ ہم یُوں کہدیں۔ کہ بہ حیثیت تجلّی احدیت کے نہ وہاں وصف ہے اور نہ اسم اور بہ حیثیت تجلی واحدیت کے نہیں ہے۔ وہاں خلق۔ کیونکہ اس شان میں وجود کی ہر متصور صورت میں اس کے قہر و سلطان کا ظہور ہوتا ہے۔ اور بہ حیثیت تجلّی ربوبیت کے خلق بھی ہے۔ اور حق بھی۔ بہ سبب ان دونوں کا وجود پائے جانے کے۔ اور بہ حیثیت تجلی الوہیت کے نہیں ہے۔ مگر حق۔ کہ بصورت خلق ظاہر ہُوا۔ اور خلق ہے۔ کہ حق اس کا باطن ہے۔ اور بہ حیثیت تجلّی عزّت کے اللہ اور بندہ کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے۔ اور بہ حیثیت تجلی قبولیت کے مربوب کے وجود سے چارہ نہیں ہے۔ جبکہ رب میں ربوبیّت کی صفات پائی جاتی ہیں۔ اور نہیں چارہ ہے۔ صفاتِ رب کے وجود سے جبکہ مربوب یعنی عالم میں صفاتِ مربوبیت یعنی عجز و نیاز وغیرہ صفات پائی جاتی ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ بہ حیثیت اپنے اسم ظاہر کے عین اشیاء کا ہے۔ اور بہ حیثیت اسم باطن کے خلاف ان کا ہے

تنزیہ فھذا واجب للہ	لا الحاضرون درو اولا الّاھی
ما فیھم من ذاتہ وصفاتہ	الا شمیم روائح ما لاھی
ھم یحسنون فیحسبون بانھم	ایاہ حاشاہ عن الا شباہ
لیس الا لہ بعبدہ کلا ولا	فاء بذات غیرات تناھی

ترجمہ۔ تنزیہ کر کیونکہ یہ اللہ کے لئے واجب ہے۔ نہ ارباب حضور نے اس کو سمجھا۔ اور نہ غافلوں نے۔ اسکی ذات و صفات سے سوائے بوؤں کے جن سے فرحت حاصل ہو۔ اور کچھ ان میں نہیں ہے۔ وہ معرفت آلہی کی بھلائی حاصل کرتے ہیں۔ اور پھر گمان کرتے ہیں۔ کہ وہ وہی ہیں۔ حاشا و کلا وہ چیزوں سے بلند و برتر ہے۔ کلا خدا اپنا بندہ نہیں ہے۔ اور نہ ذات میں تناہی ہے۔ غیر ہے۔ اس ذات کا جو تناہی ہے۔ ذات ایک ہے۔ بلندی کے وصف اللہ کے لئے ہیں۔ اور پستی کے ناچیز بندہ کے لئے۔

مقدمہ ختم ہُوا۔ اور کتاب کے شروع کرنے کا وقت آیا۔ اللہ تعالےٰ صواب کی راہ دکھاتا ہے۔ اور ہم نے اس کتاب کو ساٹھ سے کچھ اوپر بابوں پر تقسیم کیا ہے۔ (۱) پہلا باب ذات میں (۲) دوسرا باب اسم مطلق (۳) تیسرا باب صفت میں مطلقاً (۴) چوتھا باب الوہیت میں (۵) پانچواں باب احدیت میں (۶) چھٹا باب واحدیت میں (۷) ساتواں باب رحمانیت میں (۸) آٹھواں باب ربوبیت میں (۹) نواں باب عماء میں (۱۰) دسواں باب تنزیہ میں (۱۱) گیارھواں باب تشبیہ میں (۱۲) بارھواں تجلی افعال میں (۱۳) تیرھواں باب تجلی اسماء میں (۱۴) چودھواں باب تجلی صفات میں (۱۵) پندرھواں باب تجلی ذات میں (۱۶) سولھواں باب حیات میں (۱۷) سترھواں باب علم میں (۱۸) اٹھارھواں باب ارادت میں (۱۹) انیسواں باب قدرت میں

Marfat.com

(۲۰) بیسواں باب کلام میں (۲۱) اکیسواں باب سمع میں (۲۲) بائیسواں باب بصر میں (۲۳) تئیسواں باب جمال میں (۲۴) چوبیسواں باب جلال میں (۲۵) پچیسواں باب کمال میں (۲۶) چھبیسواں باب ہویت میں (۲۷) ستائیسواں باب انیت میں (۲۸) اٹھائیسواں باب ازل میں (۲۹) انتیسواں باب ابد میں (تیسواں باب قدم میں (۳۱) اکتیسواں باب ایام اللہ میں (۳۲) بتیسواں باب صلصلۃ الجرس میں (۳۳) تنتیسواں باب ام الکتاب میں (۳۴) چونتیسواں باب قرآن میں (۳۵) پینتیسواں باب فرقان (۳۶) چھتیسواں باب توریت میں (۳۷) سینتیسواں باب زبور میں (۳۸) اڑتیسواں باب انجیل میں (۳۹) اُنتالیسواں باب آسمان دُنیا میں نزول حق میں (۴۰) چالیسواں باب۔ فاتحۃ الکتاب میں (۴۱) اکتالیسواں باب۔ فی الطور و کتاب مسطور میں (۴۲) بیالیسواں باب۔ رفرفِ اعلےٰ میں (۴۳) تینتالیسواں باب۔ سریر اور تاج میں (۴۴) چوالیسواں باب۔ قدمین اور نعلین میں (۴۵) پینتالیسواں باب۔ عرش میں (۴۶) چھیالیسواں باب کرسی میں (۴۷) سینتالیسواں باب۔ قلم الاعلیٰ میں (۴۸) اڑتالیسواں باب۔ لوح محفوظ میں (۴۹) اُنچاسواں باب۔ سدرۃ المنتہیٰ میں۔ (۵۰) پچاسواں باب۔ روح القدس میں (۵۱) باب اکیاون۔ ملک مسمّٰی بالروح میں (۵۲) باون باب۔ قلب میں (۵۳) ترپنواں باب۔ عقل اوّل میں (۵۴) باب پنجاہ و چہارم۔ وہم میں (۵۵) باب پنجاہ و پنجم۔ ہمّت میں (۵۶) باب پنجاہ و ششم۔ فکر میں (۵۷) باب پنجاہ و ہفتم۔ خیال میں (۵۸) اٹھاون باب۔ صورۃ محمدیہ میں۔ (فصل) اس میں صورۃ محمدیہ کی دوسری قسم کا ذکر ہے۔ (فصل) جان لے کہ صورۃ محمدیہ (۵۹) اُنسٹھواں باب۔ نفس میں (فصل) جان لے کہ نفس جب اس دانہ کے کھانے سے روکا گیا۔ (فصل) جان لے کہ اللہ نے جب نفس محمدیہ کو پیدا کیا۔ (فصل) نفس اصطلاح میں پانچ قسموں پر بولا جاتا ہے۔ (۶۰) ساٹھواں باب۔ انسان کامل میں (۶۱) اکاسٹھواں باب۔ اشراط ساعت و ذکر موت و برزخ میں (فصل) اس میں ہم کچھ موت کا ذکر کرتے ہیں (۶۲) باسٹھواں باب۔ سات آسمانوں اور جو ان کے اوپر ہے۔ اور سات زمینوں اور جو ان کے نیچے ہے۔ کے بیان میں (۶۳) تریسٹھواں باب۔ تمام ادیان و عبادات میں ٭

Marfat.com

پہلا باب

ذات کے بیان میں

جان لے۔ کہ مطلق ذات اس چیز کا نام ہے۔ جس کی طرف اسمآء و صفات کی نسبت کی جاتی ہے۔ اور یہ نسبت اسی کے عین میں ہوتی ہے۔ نہ اس کے وجود میں۔ ہر اسم یا صفت کی جس شے کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ وہی شے ذات ہے۔ برابر ہے۔ کہ وہ شے معدوم ہو۔ جیسے عنقا یا موجود اور موجود کی دو قسمیں ہیں۔ ایک موجود محض اور وہ ذات باری تعالےٰ ہے۔ اور دوسری وہ جو عدم سے ملحق ہے۔ اور وہ ذاتِ مخلوقات ہیں۔ اور یہ بھی جان لے۔ کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ کی ذات سے مراد اس کا نفس ہے۔ جس کے ساتھ وہ موجود ہے۔ اس لئے کہ قائم بہ نفس خود وبذاتِ خود ہے۔ اور وہ وہ چیز ہے۔ جو اپنی ہوّیت میں اسمآء و صفات کی مستحق ہے۔ اور وہ ہر اُس صورت میں متصور ہے۔ جس کا اس سے اس کے ہر معنی تقاضا کرتے ہیں۔ یعنی وہ اُس وصف سے متصف ہُوا۔ جس کو ہر لغت طلب کرتی ہے۔ اور اپنے وجود کے لئے ہر اُس اسم کا مستحق ہے۔ جو اس مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ جس کا کمال تقاضا کرتا ہے۔ اور اس کے جملہ کمالات میں سے ایک عدم انتہا اور نفیٔ ادراک کا کمال ہے۔ پھر یہ دونوں حکم کہ وہ ادراک نہیں کیا جاتا۔ اور یہ کہ وہ ادراک کیا جاتا ہے۔ اسی کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ جہالت کا اطلاق اس پر محال ہے۔ میں نے قصیدہ میں یہی معنی بیان کئے ہیں ؎

أأحطت خبراً مجملاً ومفصلا	بجميع ذاتك يا جميع صفاته
ام جل وجهك أن يحاط بكنهه	فاحطته ماان لا يحاط بذاته
حاشاك من غائ وحاشا ان تكن	بك جاهلا ويلا لا من حيرته

ترجمہ۔ کیا اے خدا خبر تو نے مجمل اور مفصل طور پر اپنی تمام ذات یا اس کی تمام صفات پر احاطہ کر لیا ہے۔ یا تیرا چہرہ اس سے بزرگ ہے۔ کہ اس کے کنہ پر احاطہ کیا جائے۔ اور میں نے اس کا احاطہ کر لیا ہے۔ اپنے اس علم سے کہ اس کی ذات پر احاطہ نہیں کیا جاتا۔ تو غائبوں سے پاک و منزہ ہے۔ اور نیز اس بات سے کہ تو اپنے آپ سے جاہل ہو۔ وعیدِ عذاب اس کی حیرتوں سے ہے۔ یعنی اس کی معرفت وادراک میں جو حیرتیں پیش آتی ہیں۔ وہ عذاب کا حکم رکھتی ہیں

Marfat.com

جان لے۔کہ ذات اللہ تعالیٰ کی احدیت کا غیب ہے۔جس پر تمام عبارتیں ایک وجہ سے صادق آتی ہیں۔ اور بہت سی وجہوں سے اس کے معنوں کو پورے طور پر ادا نہیں کرتیں۔ وہ مفہوم عبارت سے ادراک نہیں کیا جاتا۔ اور معلوم اشارت سے سمجھا نہیں جاتا۔اس لئے کہ شے اس چیز سے سمجھی جاتی ہے۔جو اس کے مناسب ہو۔پھر اس کے مطابق ہو۔یا اس چیز سے جو اس کے منافی ہو۔پھر اس کی مضاد ہو۔اور ذات حق کے لئے عالم میں نہ کوئی چیز مناسب ہے۔ نہ مطابق۔ نہ منافی۔ نہ مضاد۔جب کلام میں اس کے معنی ہیں تو پھر معنوں سے اس کی برتری بہ حیثیت اصطلاح کے ہے۔ اس سے یہ شبہ دُور ہو گیا۔کہ وہ لوگوں کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ ذات الٰہی میں کلام کرنے والا خاموش ہے۔ اور حرکت کرنے والا ساکن۔ اور دیکھنے والا حیران برتر ہے۔ اس سے کہ سمجھیں اور عقلیں اس کا ادراک کر سکیں۔ اور بزرگ ہے۔اس بات سے کہ فہم اور فکر اس میں اپنی جولانی دکھائیں۔ اس کی کنہ وحقیقت سے علم وقدم کی بات تعلق نہیں رکھتی۔ کوئی بزرگ قدر لطیف اور عمدہ تعریف اس کی جامع نہیں ہے۔اِس خالی جَو کی فضاء میں طائر قدس نے پرواز کیا۔ اور اُس بلند شان آسمان کی ہَوا میں اپنی کلیت کے ساتھ وہ تیرنے لگا۔ پھر موجودات سے وہ غائب ہُوا۔ از راہ تحقق وتحقیق اسماء وصفات کا لباس پھاڑا۔ پھر بعد اس کے کہ اس نے حدوث وقدم کی مسافت طے کی۔ اور اس کو واجب پایا۔ کہ نہیں جائز ہے۔اس کا وجود اور نہیں غائب ہے۔اس کا مفقود۔ سر مٹا کر وہ اوجِ عدم پر اُڑنے لگا۔ اور جب اِس عالم مخلوق ومصنوع کی طرف اس نے لوٹنا چاہا۔ تو حصولِ علامت کو طلب کیا۔ پھر اس کے سینے کی بیچ کی جانب لکھا گیا۔ اما بعد۔ اے وہ طلسم کہ تیری نہ کوئی ذات ہے۔ نہ اسم نہ ظل۔ نہ اسم۔ نہ روح۔ نہ جسم نہ وصف۔ نہ لغت۔ نہ کوئی نشان۔ نہ پتہ۔ تیری یہ شان ہے۔کہ تیرے ہی لئے وجود اور عدم ہے۔ اور تیرے ہی لئے حدوث وقدم ہے۔ معدوم تیری ذات کے لئے ہے۔ موجود تیرے نفس میں ہے۔ تو اپنی نعمت سے معلوم اور اپنی جنس سے مفقود ہے۔

اپنی ذات کی بابت اپنی صریح بولیوں اور اپنے صریح الفاظ میں تو نے حجت قائم کی۔ پھر پایا میں نے تجھ کو حیّ۔ عالم مرید۔ قادر متکلم۔ سمیع۔ بصیر۔ جمال اور جلال کو تو نے جمع کیا۔ بالاستیعاب جمیع اقسامِ کمال تیرے نفس میں ہیں۔ اپنے سوا جو کسی چیز کے موجود وثابت ہونے کا تو نے تصور کیا۔ دیکھ تو سہی۔ وہ کہاں ہے۔ تیرے روشن۔ درخشندہ حُسن کا قصہ یہ ہے۔ کہ وہ تمام ہو چکا۔ پھر اس کلام سے مخاطب وہ ہے۔ نہ بلکہ تُو نہ بلکہ ہیں۔ اے وہ شخص جو وہاں معدوم ہے۔ بیشک یہاں ہم نے تجھ کو پالیا۔ ؎ ترجمۂ ابیات صفحہ ۱۴

اس کے ادراک کے ذریعہ بزرگ ہیں۔عوالم یعنی وہ چیزیں جن سے وہ شناخت کیا جاتا ہے۔ غائب ہو گئے۔ اس کی راہ کے خطرے بڑی شان کے ہیں۔ اس کی کاٹنے والی تلواریں ہڈیوں کو کاٹ کر آگے گذر جاتی ہیں۔ نہ آنکھ ہے۔ جو اس کو دیکھے۔ نہ حد ہے۔ جو اُسے گھیر سکے۔ نہ وصف ہے۔ جو اس کو حاضر کرے۔ کون ہے۔ وہ جو اس سے صحبت کرے۔ عبارت اس سے گنگ ہے۔ اشارت اس کی طرف بیفائدہ ہے۔ اس کی عمارت گر گئی۔

Marfat.com

یعنی سمجھ میں جو کچھ اُسے بنایا۔ وہ غلط بنایا۔ قلب ہے۔ جو اس سے ٹکرا جاتا ہے۔ بلند ہے۔ اور فلک نہیں ہے۔ یعنی اس کی بلندی کو فلک کی بلندی پر قیاس نہیں کر سکتے۔ روح ہے۔ فرشتہ نہیں ہے۔ بادشاہ ہے۔ مُلک اسی کے لئے ہے۔ محارم اس کے بزرگ ہیں۔ وہ آنکھ ہے۔ لیکن یہ جسمانی آنکھ نہیں۔ علم ہے۔ اور خبر نہیں۔ فعل ہے۔ اور اثر نہیں۔ غائب ہیں۔ اس کی علامتیں۔ فلک پر وہ ایک قطب ہے۔ اور رستوں پر وہ آفتاب ہے۔ کوچوں میں وہ مور ہے۔ اس کی عظمتیں ظاہر ہیں۔ اصطلاح میں وہ انموذج ورستہ ہے۔ کہ اشیاء میں سرائیت کئے ہوئے ہے۔ وجود سے برہنہ ہے۔ ایک میرا روح ہے۔ جس میں اس کی شناخت کی کئی علامتیں ہیں۔ وہ گرگٹ ہے۔ کہ رنگ بدلتا رہتا ہے۔ نیا عمارت کیا ہُوا گھر ہے۔ ترتیب یافتہ نفس ہے۔ میری مُردہ ہمّت اس کا خون ہے۔ ذات مجرد ہے۔ نعت مفرد ہے۔ وہ رواں ونقل کردہ آیات ہیں۔ جن کو ان کا راقم پڑھتا ہے۔ وہ وجود محض ہے۔ اور نفی بھی اس کو شامل ہے۔ اس کا سونے والا جب اُٹھتا اور جاگتا ہے۔ تو وہ اُسے جانتا بھی ہے۔ اور اس سے جاہل بھی رہتا ہے۔ نفی ہے۔ حالانکہ وہ ثابت ہے۔ سلب ہے۔ حالانکہ وہ واجب ہے۔ رمز ہے۔ حالانکہ تُو نے اُسے شناخت کر لیا۔ بوئے خوش ہے۔ اور اس کا پھیلانے والا ہے۔ یہ طمع نہ رکھنا۔ کہ تو اس کے حرم میں پہنچ جائیگا۔ اگر غنیمت چاہتا ہے۔ تو یہ ہیں۔ اس کی غنیمتیں۔ اس کے عنقاء مغرب سے مراد تُو ہے۔ بحر ہے۔ جس میں ہلاکتیں اور خطرے ہیں۔ آگ ہے۔ جس کی چنگاریاں ہیں۔ اور عشق اس کا روشن کرنے والا ہے۔ وہ مجہول ہے۔ تو نے اس کا وصف کیا۔ وہ شناخت نہیں کیا جاتا۔ تو نے اُسے شناخت کیا۔ وحشی ہے۔ تو اس سے مالوف ہُوا۔ قلب اس سے صلح کرتا ہے۔ اگر تو کہے۔ کہ تو اس کو پہچانتا ہے۔ تو یہ تیرا انصاف نہیں ہے۔ اور اگر یہ کہے۔ کہ تو اس کو نہیں پہچانتا۔ تو یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ تو اس کا عالم ہے۔ میرا سر اس کی ہویت ہے۔ اور میری روح اس کی اَنیّت ہے۔ میرا قلب اس کی دُولی اور میرا جسم اس کا خادم ہے۔ میں اُسے سمجھتا ہوں۔ باوجود اس کے کہ میں اس سے جاہل ہوں۔ کون ہے۔ جو اس کو حاصل کرے۔ اس کی غنیمتوں نے روک رکھا۔ بلند ہوتا ہے۔ تو میں اُسے چھپاتا ہوں۔ قریب ہوتا ہے۔ تو اس کا قصد کرتا ہوں۔ املاک ہے۔ تو اس کو کہتا ہوں۔ اسکی قامت مجھے دشواری میں ڈالتی ہے۔ میں نے اس کی تشبیہ کی۔ وہ برہنہ ہُوا۔ تشبیہ کی۔ تو عالم میں اُسے ساری پایا جسیم الفطرت کیا۔ تو میں اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ میں نے اسے اُتارنا چاہا۔ اس نے قبول نہ کیا۔ جو اس کے حسن کو لوٹنا چاہتا ہے۔ اس کی گزندہ تلوار جو پلکوں سے نسبت اور رشتہ رکھتی ہے۔ اس کی ملاقات کرتی ہے۔ اس میں نامۂ شاہی یعنی مصحف ہے اس کی آگ میں شعلے ہیں۔ اس کی آنکھ [illegible] اس کی صحبت عمل نیز سے کے ہے۔ اس کے لعاب میں شہد ہے۔ اس کے قدمیں تیر ہیں۔ اس کے [illegible] پتلے بہت بال ہیں۔ اور ظلم اس کا نظام یعنی اس سے محجوب رکھنے والا ہے۔ اس کی کلائیاں لندم گوں ہیں۔ اس کے گھنگریلے اور پیچان بال سیاہ ہیں۔ اس کے پچھلے دانت مخفی اور ہنستے وقت نکلنے کے دانت دانتوں کی سُرخی لئے ہوئے ہیں اُس کے پینے اور چوسنے کو شراب ہے۔ اس کی مہربانیاں بادہ ہیں۔ اس کے [illegible] وقائق وہم ہیں جن کو

Marfat.com

پُرخطرات صحرا لازم ہے۔ مجہول ہے۔ تُو اس کا واصف ہے۔ مملوک ہے۔ تو اس کا عارف ہے۔ وحشی ہے۔ تو اس کا الیف ہے۔ میرا دل اُس سے مکالمہ کرتا ہے۔ زخم پہنچانا اس کی صنعت ہے۔ قتل کرنا اس کی خصلت ہے۔ ہجر اس کا حُلیہ ہے۔ اس کے ذائقے کڑوے ہیں۔ باوجود بسیط اور غیر مرکب ہونے کے مرکب ہے اور باوجود آزاد ہونے کے مقید ہے۔

اس کی تاریکیاں نُور ہیں۔ وہ جوہر نہیں۔ جو عرض کے مقابل ہے۔ اور وہ صحت نہیں۔ جو مرض کی ضد ہے۔ وہ تیر ہے۔ نشانہ ہے۔ اس میں تردّد کرنے والے حیران رہ گئے۔ وہ ایک ہو کر کثرت میں جلوہ گر ہے۔ جمع ہے اور کوئی گروہ و جماعت نہیں۔ ہمارا امام ہے۔ اور سب چیزوں کے پیچھے اس کا عالم ہے۔ جہل بھی ہے۔ علم بھی ہے۔ جنگ بھی ہے۔ صُلح بھی ہے۔ عدل بھی ہے۔ ظُلم بھی ہے۔ اس کے ٹکڑے بچھے ہوئے ہیں[51] مجھے لاتا ہے۔ اور خوش کرتا ہے۔ ہوش میں لاتا ہے۔ اور مست بھی کر دیتا ہے۔ نجات دیتا ہے۔ اور مجھے غرق بھی کر دیتا ہے۔ میں اس سے محاکمہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایک طور سے میں اُس سے کہتا ہوں۔ اور ایک طور سے اُس سے صحبت کرتا ہوں۔ ایک طور سے اس سے کنارے رہتا ہوں۔ اور ایک طور سے اس سے مکالمہ کرتا ہوں۔ ایک طور سے وہ مجھ سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور ایک طور سے مجھ سے پیوند کرتا ہے۔ اور ایک طور سے وہ مجھ سے مقاتلہ کرتا ہے۔ حتّٰی کہ میں اس سے جھگڑتا ہوں۔ جب میں کہتا ہوں۔ کہ وہ خوش ہے۔ اور اس سے طلاقات کرتا ہوں۔ تو اُسے غصّے میں پاتا ہوں۔ یا کہتا ہوں۔ کہ وہ واجب ہے۔ تو اس کے عزائم یعنی ارادے باقی رہ جاتے ہیں[52]۔ وحشی ہے وہ کسی سے مانوس نہیں ہوا۔ ناشناسا ہے۔ پہچانا نہیں گیا۔ ذات ہے۔ جس کا وصف نہیں ہو سکتا۔ اس کے ستون نہایت بلند ہیں۔ آفتاب ہے۔ کہ روشن ہے۔ بجلی ہے۔ کہ کوند رہی ہے۔ ایک نوجوان ہے۔ کہ آراستہ ہے۔ میرے اوپر اس کے کبوتر گا رہے ہیں۔ وہ دو ضدیں ہیں۔ کہ خود اس میں جمع ہیں۔ اور یہ اجتماعِ ضدین محال ممتنع نہیں ہے۔ چشمہ ہے۔ کہ جب پھوٹتا ہے۔ تو تلاطم بپا کرتا ہے۔ اپنے چکھنے والے کے لئے زہر ہے۔ اور اپنے برگزیدہ سونگھنے والے شخص کے لئے کستوری ہے۔ اپنے فارق کے لئے بحر ہے۔ جس کی علامتیں ضائع و ناپید ہیں

پھر اُس سبز پرندہ کے بازو اور بالوں پر کبریتا احمر سے لکھا گیا ہے۔ اما بعد۔ جان کہ عظمت آگ ہے۔ علم پانی ہے۔ قوی ہوا ہیں۔ حکمت مٹی ہے۔ یہ چار عناصر ہیں۔ جن سے ہمارا یکتا جوہر تیار ہوا ہے۔ اس جوہر کے دو عرض ہیں۔ ایک ازل دوسرا ابد۔ اور اس کے دو وصف ہیں۔ پہلا خلق اور اس کی دو نعتیں ہیں۔ ایک قِدم۔ دوسری حدوث۔ اور اس کے دو اسم ہیں۔ ایک رب۔ دوسرا عبد۔ اور اس کے دو رخ ہیں۔ ایک ظاہر ہے۔ اور وہ دنیا ہے۔ اور دوسرا باطن ہے۔ اور وہ آخرت ہے۔ اور اس کے دو حکم ہیں۔ ایک وجوب دوسرا امکان۔ اور اس کے دو اعتبار ہیں۔ پہلا

---

[51] یعنی میدانِ کثرت میں اس نے ایک چیز کے کتنے ہی ٹکڑے بچھا دئے۔ اور یہ اس کے انتہا درجہ کے ظلم کا ثبوت ہے۔ مترجم [52] اس کے ارادے باقی رہ جاتے ہیں۔ جو واجب نہیں۔ حادث ہیں۔ مترجم

Marfat.com

اعتبار یہ ہے۔ کہ وہ اپنے حق میں مفقود اور اپنے غیر کے حق میں موجود ہو۔ اور دوسرا اعتبار یہ ہے۔ کہ اپنے حق میں موجود اور اپنے غیر کے حق میں مفقود ہو۔ اور اس کے لئے دو معرفتیں ہیں۔ پہلی معرفت یہ کہ اوّل مرتبہ میں اس کی وجوبیّت اور دوسرے مرتبہ میں اس کی سلبیّت ہو۔ دوسری معرفت اسکے برعکس ہے۔

اور اس کا ایک نقطہ ہے جس کے مفہوم میں غلطی ہے۔ عبارات و اشارات کو اس کے معنوں سے انحراف ہے۔ اے طائر اس کتاب کے نگاہ رکھنے میں جس کو غیر نہیں پڑھ سکتا۔ اس بات سے بچ کہ غیر یعنی نااہل شخص ان اسرار پر اطلاع نہ پا سکے۔ پھر ان افلاک میں وہ طائر برابر اُڑتا رہا۔ اس حال میں کہ موت میں زندہ اور ہلاکتوں میں باقی رہا۔ یہاں تک کہ اس نے بازو پھیلائے۔ حالانکہ وہ پہلے ان کو سکیڑے ہوئے تھا۔ (خوب۔ پہلے بدوں بازو پھیلانے کے ہی اُڑتا رہا۔ ہاں سچ ہے۔ وہ دو بازو رجا و خوف ہیں۔ جو سیر ذات میں بند کئے جاتے ہیں۔ نہ سیر صفات میں۔ مترجم) اور اس نے اپنی آنکھ کو کھولا۔ حالانکہ وہ اُسے بند کئے ہوئے تھا پھر اس نے معلوم کیا۔ کہ اپنے وجود سے میں باہر نہیں گیا۔ اور اپنی جنسِ نفس کے سوا کسی اور جگہ نہیں چلا۔ ایک طور سے بحر میں داخل دوسرے طور سے اس سے نکلا ہوا۔ ایک صورت میں اُس سے مشاہدہ سیراب اور دوسری صورت میں اُس سے پیاسا تھا۔ نہیں کلام کرتا۔ اس سے قطعاً اور نہ مفقود کرتا ہے۔ اس سے کوئی چیز۔ اپنی ذات اور اپنے نفس سے عبور کر کے محقق ہو کر کمال مطلق کو حاصل کرتا ہے۔ اور اسکی صفات سے کسی صفت کے تمام کا مالک نہیں ہوتا۔ اوصاف و اسماءِ ذات سے متصف ہوتا ہے۔ جیسا کہ اتصاف کا حق ہے۔ بحکم اتفاق و اختلاف عارفین اس کے لئے کوئی باگ نہیں ہوتی۔ جس کا وہ مالک ہو۔ اور صفات میں تصرف کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اور اس کے لئے کمال میں کوئی شئے نہیں ہے۔ جسے معین کیا جائے۔ اس کا پورا جولان اپنے ہی محل اور اپنے ہی عالم میں ہوتا ہے۔ اپنے مزاول و آثار میں بند رہنے کے سوا اس کے لئے اور کچھ نہیں ہے۔ یعنی جو کچھ ہے۔ اس کے اپنے ہی اندر ہے۔ اس کے بدر کا کمال بذات خود ثابت ہے۔ (محتاجِ آفتاب نہیں) اس کے کسوفِ شمس سے یہ کمال رُک نہیں سکتا۔ شے کو نہیں جانتا۔ حالانکہ وہ اس کو جانتا ہے۔ مقام سے وہ کوچ کرتا ہے۔ حالانکہ وہ اس میں ٹھیرے ہوئے ہے۔ بغیر زبان کے اس میں کلام کرتا ہے۔ حالانکہ وہ نہیں کرتا یعنی خاموش ہوتا ہے۔ اس کا عرفان ٹھیک ہوتا ہے۔ اس میں کجی نہیں ہوتی۔ عرفان میں عالم کو اس میں داخل کرتا ہے۔ اور بیان میں اُسے اس [illegible] ہے۔ اس کے دالان سے باوجود سب آدمیوں کی نسبت دُور ہونے کے پھر بھی اس سے سب آدمیوں سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اس کا حرف نہیں پڑھا جاتا۔ اور اس کے معنی نہیں سمجھے جاتے۔ اور حرف پر ایک وہمیہ نقطہ ہے۔ جس پر ایک دائرہ گھوم رہا ہے۔ اور اس کے لئے خود اس میں ایک عالم ہے۔ وہ عالم گول دائرہ کی شکل پر ہے۔ اس نقطہ کے اوپر اس دائرہ کا ایک نقطہ ہے۔ اور وہ اس کے اجزاء کی ہیئت سے ایک جزو ہے۔ اور دائرہ سب کا سب اس کی بساط کے حاشیوں میں سے ایک حاشیہ میں ہے

Marfat.com

اور وہ اپنے نفس کی جہت سے بسیط اور بحیثیت اپنی ہیئت کے مرکب ہے۔ اور اپنی ذات کی جہت سے فرد۔ باعتبار اپنے وضوح کے نور ہے۔ اور باعتبار اس پر وقوعِ نظر کے تہ ہونے کے ظلمت ہے۔ اور یہ تمام گفتگو اس ذات بلند و برتر کی حقیقت کو ادا نہیں کر سکتی۔ زبان اس میں گنگ ہو گئی۔ اور رُک گئی۔ وقت اُس سے تنگ ہو گیا۔ اور رہ چکا۔ بلند و برتر ہے۔ اللہ بزرگ شان والا بلند درجہ کی بادشاہت والا۔ غالب۔ حاکم۔ پھر کہا ؎

حی لہذ ممنع الاعتاب — عالی المکانۃ شامخ الابواب
من دونہ ضرب الرقاب وکل ما — لا تستطیع الخلق من اعراب
لو ان نشر اھب من ارجائھا — سلب العقول وطاش بالالباب

ترجمہ۔ وہ زندہ ہے۔ بیشک وہ ایک شمشیر ہے۔ جو عُتبوں اور دہلیزوں سے روکنے والی ہے۔ وہ دہلیزیں بلند رُتبہ اور اونچے دروازوں والی ہیں۔ اس کے سوا سب کی اور تمام ان بیابانیوں کی گردنیں مارنی چاہئیں۔ جو وہاں تک پہنچ نہیں سکتے۔ (یعنی کلیتہً غیر اللہ کی نفی کرنی چاہئے) اگر اس کے کناروں سے ساز و سامان پھیلائے جائیں۔ تو عقلیں جاتی رہیں۔ اور مغز اُڑ جائیں (مراد کناروں سے ظاہرِ حق اور مراد ساز و سامان سے اسرارِ حق ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم) ؎

دوسرا باب

مجرّد اسم کے بیان میں

مراد اسم سے وہ شے ہے۔ جو مسمّٰی کو فہم میں معیّن۔ خیال میں مصوّر۔ وہم میں حاضر کرے۔ فکر میں اس کو ترتیب دے۔ قوّت حافظہ میں اُسے محفوظ رکھے۔ عقل میں اُسے موجود کرے۔ برابر ہے۔ کہ وہ مسمّٰی موجود ہو۔ یا معدوم۔ حاضر ہو یا غائب۔ اور اسم کا پہلا کمال یہ ہے۔ کہ تو اس سے مسمّٰی کی حقیقت سے اس شخص کو شناسا کرتا ہے۔ جو اس سے جاہل ہوتا ہے۔ اور اسم کو مسمّٰی سے وہ نسبت ہے۔ جو ظاہر کو باطن سے ہے۔ اور وہ اس اعتبار سے عین مسمّٰی کا ہے۔ اور بعض مسمیات ہیں۔ جو فی نفسہٖ معدوم ہیں۔ اور اپنے اسم میں موجود ہیں۔ مثلاً اصطلاح میں عنقاء مغرب کہ سوائے اسم کے اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اور یہی اُس کا اسم ہے

Marfat.com

جس نے اس کے لئے اِس اسمی وجود کو کمایا۔ اور اُسی سے اس کی وہ صفتیں جانی جاتی ہیں۔ جن کا تو اِس اسم کی ذات کے لئے تقاضا کرتا ہے۔ ایسے اسم سے مراد رکھتا ہوں مَیں کہ وہ اسم غیر مسمّٰی ہے۔ اس اعتبار سے کہ اصطلاح میں عنقاء مغرب سے وہ شے مراد ہے۔ جو عقول و افکار سے غروب و پوشیدہ ہو۔ اور اپنے نقش میں ایک مخصوص ہیئت پر ہو۔ جس کی عظمت کی وجہ سے کوئی مثال موجود نہ ہو۔ اور اس کے اسم کا بذاتِ خود یہ حکم نہیں ہے۔ گویا کہ وہ ان معنوں کے لئے وضع نہیں کیا گیا۔ مگر ایک وضع کلی جو ان معنوں کے معقول پر صادق آتی ہے۔ تاکہ وجود میں اس کے رُتبہ کو محفوظ رکھے۔ اور وہ معدوم ہونے نہ پائے۔ اور تو گمان کرے۔ کہ وجود کا بذاتِ خود یہ حکم نہیں ہے۔ اور یہ ایک راہ ہے۔ اس کے مسمّٰی کو شناخت کرنے کی۔ اور اسی سے فکر اس کے معنوں کا تعقل کرتی ہے۔ پس الف کو کلام سے گرا دے۔ اور پھول کو غلافِ شگوفہ سے نکال[1]۔

اور خلق میں عنقاء مغرب حق میں اسم اللہ کی ضد ہے۔ جیسا کہ مسمّٰیٔ عنقاء فی نفسہ عدم محض ہے۔ ایسا ہی مسمّٰیٔ اللہ فی نفسہ وجود محض ہے۔ سو وہ اسم اللہ کے مقابل ہے۔ اس اعتبار سے کہ اس کے مسمّٰی تک نہیں پہنچ سکتے۔ مگر اُسی کے ذریعہ۔ اس اعتبار سے عنقاء مغرب موجود سمجھا جاتا ہے۔ ایسا ہی حق سُبحانہ تعالیٰ کو سوائے اسماء و صفات کی راہ کے اس کی شناخت کی اور کوئی راہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ تمام اسماء و صفات اس اسم کی تحت میں ہیں۔ اور نہیں ممکن ہے۔ اس کی طرف پہنچنا۔ مگر اس کے اسماء و صفات کے ذریعہ۔ ثابت ہُوا۔ کہ اس اسم (اللہ) کے سوا اللہ تک پہنچنے کی اور کوئی سبیل نہیں ہے۔

جان کہ یہ اسم وہ ہے۔ جس نے وجود کو اس کی حقیقت سے متحقق ہو کر حاصل کیا۔ اور اسی سے اسکے لئے اس کی طریقت کی راہ واضح ہوتی ہے۔ پھر وہ انسان میں معنیٔ کامل کی مہر ہے۔ اور اسی سے مرحوم رحمٰن سے ملتا ہے۔ پھر جس نے نقشِ ختم کو دیکھا۔ اُسے اللہ سے صرف اسمی قرب حاصل ہے۔ اور جو منقوشات سے گذرا۔ اُسے اللہ سے قربِ صفات حاصل ہے۔ اور جس نے مہر کو توڑ دیا۔ اور وصف اور اسم سے گذرا۔ تو اُسے اللہ سے قرب و معیتِ ذات کا رُتبہ حاصل ہُوا۔ اور اس حالت میں وہ اس کی صفات سے بھی محجوب نہیں ہوتا۔ پھر اگر اس دیوار کو قائم کیا۔ جو گرنے کو تھی۔ اور اس مہر کو محکم کیا۔ جو ٹوٹنے مستعد تھی۔ تو حق اور خلق کے دو یتیم اپنی نہایت جوانی کو پہنچے۔ اور اس دیوار سے اپنے خزانے دونوں نے نکالا۔

پھر جان۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس اسم کو انسان کے لئے ایک آئینہ بنایا ہے۔ چونکہ اپنے منہ کو اُس نے اس آئینہ میں دیکھا۔ تو اُس پر اس بات کی حقیقت کھل گئی۔ کہ کان اللہ ولا شیٔ معہ۔ بس

[1] کلام سے الف گرا دیں۔ تو لفظ قلم رہ جاتا ہے۔ جس کے معنی زخم کے ہیں۔ یعنی غلافِ شگوفہ کو زخم دے کر پھول کو نکال۔ واللہ اعلم بالصواب۔

Marfat.com

بس اللہ تھا۔ اور اُس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ اور اس پر ظاہر ہوگیا۔ کہ اس کی شنوائی اللہ کی شنوائی ہے۔ اور اس کی آنکھ اللہ کی آنکھ ہے۔ اور اس کا کلام اللہ کا کلام ہے۔ اور اس کی حیات۔ اللہ کی حیات۔ اور اس کا علم اللہ کا علم اور اس کی ارادت اللہ کی ارادت اور اس کی قدرت اللہ کی قدرت ہے۔ اور یہ سب کچھ بطریقِ اصالت حاصل ہوتا ہے۔ اور نیز معلوم کرتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ صرف بطریق مجاز و عاریت اس کی طرف منسوب ہے۔ اور بطریق ملک و تحقیق وہ اللہ کے لئے ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے واللہ خلقکم وما تعملون۔ اللہ نے تم کو پیدا کیا۔ اور اُس چیز کو جو تم کر رہے ہو۔ اور دوسرے مقام میں فرمایا انما تعبدون من دون اللہِ اوثاناً و تخلقون افکاً اللہ کے سوا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو۔ وہ سوائے بتوں اور نشانوں کے اور کچھ نہیں۔ اور تم خدا پر دروغ باندھ رہے ہو۔ گویا یہ چیز جس کو وہ پیدا کرتے ہیں۔ وہی ہے۔ جس کو اللہ پیدا کرتا ہے۔ پس یہ مخلوق بطریق عاریت و مجاز ان کی طرف منسوب ہوگی۔ اور بطریق ملک و نسبت وہ اللہ کے لئے ہے۔ اور اپنے مُنہ کو اس اسم کے آئینے میں دیکھنے والا اس علم کو بطریق ذوق حاصل کرتا ہے۔ اور اس کے پاس علوم توحید سے علم واحدیت کا ہوتا ہے۔ جس کو یہ مقام حاصل ہُوا۔ وہ اُس شخص کی پُکار کا جواب دیتا ہے۔ جو اللہ کو پُکارتا ہے۔ اور اسوقت وہ اس کے اسم اللہ کا مظہر ہوتا ہے۔ پھر جب بطریق وصف وجود واجب کے ساتھ عدم کی کدورت سے علم کی طرف ترقی کرتا ہے۔ اور ظہورِ قدم سے اللہ اس کو خبثِ حدّت سے پاک کرتا ہے۔ تو اسوقت وہ اسم اللہ کا آئینہ ہوتا ہے۔ اور اس اسم کے ساتھ وہ بمنزلہ دو متقابل آئینوں کے ہوتا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے میں پایا جاتا ہے جس کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔ اللہ اس کی طرف سے اس شخص کو جواب دیتا ہے۔ جو اس کو پُکارتا ہے جب وہ غضب میں آتا ہے۔ تو خدا بھی غضب میں آتا ہے۔ اور جب وہ راضی ہوتا ہے۔ تو خدا بھی راضی ہوتا ہے۔ اور اس کے پاس اس حالت میں علوم توحید سے احدیّت کا علم ہوتا ہے۔ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اِس مشہد اور تجلّی ذاتی کے درمیان ایک لطیف ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس مقام کا صاحب صرف قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ اور تجلّی ذاتی والا تمام کتب منزلہ کو پڑھتا ہے۔ فافہم۔

جان۔ کہ یہ اسم جمیع کمالات کا ہیولی اور ان کی اصل ہے۔ اور جو کمال پایا جاتا ہے۔ وہ اس اسم کے فلک کے نیچے ہے۔ اسی لئے کمال الٰہی کے لئے کوئی نیابت نہیں ہے۔ کیونکہ ہر وہ کمال جسے حق اپنے نفس سے ظاہر کرتا ہے۔ غیب میں اس کمال کے بھی کمالات ہیں۔ جو اس سے زیادہ بزرگ و اکمل ہیں۔ پس حق کے کمال کی نیابت پر پہنچنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ ایسے طور پر کہ کوئی پوشیدہ کمال وہاں باقی نہ رہے۔ یہی حال اس ہیولی کا ہے۔ جس کا علم معقول یعنی فلسفہ میں ذکر آتا ہے۔ کوئی ردّ نہیں۔ کہ تمام صورتیں اس سے نکل جائیں۔ ایسے طور پر کہ پھر کسی صورت کے پیدا کرنے کی قابلیت اس میں باقی نہ رہے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں ہے۔ پس جو ہیولی میں صورتیں ہیں۔ ان کی نہایت کا ادراک محال ہے۔ جب مخلوق کی یہ شان ہے۔ تو پھر خدا

Marfat.com

بلند و بزرگ میں کیوں نہ یہ بات ہوگی۔

جس پر یہ حالت وارد ہوتی ہے۔ وہ قائل ہوتا ہے۔ اس بات کا کہ درک العجز عن الادراک ادراک معنی اس قول کے پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

اور جس کے لئے حق اس مذکورہ تجلی کے معنوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ من حیث العلم وہ اللہ کا عین ہوتا ہے۔ اور اس کا تحقق بہ حیثیت اس کے عین ہونے کے ہوتا ہے۔ وہ ادراک سے اپنے عجز کا اعتراف نہیں کرتا۔ اور نہ اُس چیز کا جو عجز کی منافی ہے۔ بلکہ وہ دونوں طرفوں کا مدعی ہوتا ہے۔ پس اُس کا یہ مقام وہ مقام ہے جس کی تعبیر ممکن نہیں۔ اور وہ اللہ کی راہ میں اعلےٰ مقام ہے۔ اس کو طلب کر۔ اور اس سے غافل نہ ہو۔ اور اسی کے متعلق کہا ہے۔ خدا کہنے والے پر رحم کرے ؎

اللہ اکبر ھذا البحر قد زخرا — وھیج الریح موجا یقذف الدررا
فاخلع ثیابک واغرق فیہ عنک ودع — عنک السباحۃ لیس السبح مفتخرا
ومت فمیت بحر اللہ فی رغد — حیاتہ بحیات اللہ قد عمرا

ترجمہ اللہ اکبر یہ ایک بحر ہے۔ جو بحر زخار ہے۔ ہوا موجیں اُٹھاتی ہے۔ اور وہ موتیوں کو پھینکتا ہے۔ اپنے کپڑے اُتار اور اپنے آپ سے اس میں غرق ہو۔ اور اپنی طرف سے تیرنا چھوڑ دے۔ تیرنا کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ اور مرجا اس لئے کہ اللہ کے سمندر کا مردہ خوش زندگی و فراخ حالی میں بسر کرتا ہے۔ اسکی زندگی اللہ کی زندگی کے ساتھ آباد ہے۔

اور جان کہ اللہ تعالیٰ نے اس اسم کو اُن کمالات کا ہیولیٰ بنایا ہے۔ جو معانی الٰہیہ کی صورتیں ہیں۔ اور جمیع تجلیات الٰہی جو اس کے نفس کے لئے اس کے نفس میں ہوتی ہیں۔ وہ سب اس اسم کے زیر احاطہ ہیں۔ اور اس کے پیچھے بحر ظلمت محض کے جو بطون الذات فی الذات کے اسم سے موسوم ہے۔ اور کچھ نہیں ہے۔ اور یہ اسم اس ظلمت کا نور ہے۔ جس سے حق اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ اور اسی سے خلق خدا کی معرفت حاصل کرتی ہے۔ اور وہ متکلمین کی اصطلاح میں اسم علم ہے۔ اس ذات کے لئے جو الوہیت کی مستحق ہے۔ اور علماء نے اس اسم میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ وہ جامد ہے مشتق نہیں ہے۔ اور وہ ہمارا مذہب ہے اس لئے کہ حق مشتق کو پیدا کرنے سے پہلے اس سے موسوم تھا۔ اور مشتق اُسی سے ہے۔ اور بعض [illegible] ہے۔ کہ وہ من [illegible] یا لہ اذا عشق سے مشتق ہے۔ [illegible] چلنے میں بالخاصیتہ اس کی عبودیت کی مشتاق ہے۔ اور [illegible] کون جس حیثیت سے کہ وہ ہے۔ اُس وقت سے اس تعشق عبودیت کو اپنے آپ سے ہٹا نہیں سکتا۔ جب سے اس تعشق الٰہی کا جامہ اُسے پہنایا گیا ہے۔ یہ تعشق ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ [illegible] تعشق ہوتا ہے۔ اور کون کا یہ تعشق عبودیت وہ تسبیح [illegible] تسبیح

Marfat.com

اپنے اندر ظہورِ حق کو قبول کرنا ہے۔ اور تیسری تسبیح اپنے اسم خلق سے حق میں اس کا ظہور کرنا ہے۔ اللہ کے لئے مخلوق کی بہت سی تسبیحیں ہیں۔ ہر اسم الٰہی کے مقابل ایک خاص تسبیح ہے۔ جو اسم الٰہی کے لائق ہے۔ اور یہ تسبیح ہے۔ اللہ تعالےٰ کے لئے ایک ہی بولی اور ایک ہی وقت میں ان تمام بے شمار تسبیحوں کے ساتھ جن کا شمار ممکن نہیں۔ ہر فردِ عالم اللہ کے ساتھ اسی حالت میں ہے۔

جس نے کہا ہے۔ کہ یہ اسم مشتق ہے۔ اس نے ان کے قول الہ و مالوہ سے استدلال کیا ہے۔ کہ اگر یہ جامد ہوتا۔ تو اس میں رد بدل نہ ہو سکتا۔ پھر علماء نے کہا ہے۔ کہ چونکہ اس اسم کی اصل اِلٰہ ہے۔ اور معبود کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جو ایک ہی ہے۔ لہٰذا اس پر لام تعریف داخل ہُوا۔ اور وہ اَلْاِلٰہ بنا۔ پھر کثرتِ استعمال سے اس کا درمیانی الف حذف کیا گیا۔ تو اللہ ہُوا۔ اور اس اسم کے متعلق علماء عربیت نے بہت کلام کی ہے اور ہم تبرکاً ان کے کلام سے اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

جاننا لے۔ کہ یہ اسم خماسی ہے۔ اس لئے کہ وہ الف جو ہاء سے پہلے ہے۔ تلفظ میں ثابت ہے۔ اور کتابت میں اس کے سقوط کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ تلفظ کتابت پر حاکم ہے۔ اور سمجھ لے۔ کہ پہلا الف مراد اس مرتبۂ احدیت سے ہے۔ جس میں کثرت فانی ہے۔ اور کسی وجہ سے اس میں اس کا وجود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا یہی مطلب ہے۔ جو اس نے فرمایا۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ (بقول مصنف علیہ الرحمت) اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہر شے فانی ہے۔ مگر اس شے کی ذات۔ اور وہ احدیت حق ہے۔ اس چیز میں حق کی طرف سے۔ اس کے لئے حکم ہے۔ پس وہ کثرت سے مقید نہیں کیا جاتا۔ اس لئے کہ کثرت کا کوئی حکم نہیں۔ چونکہ احدیت تجلیات فی نفسہٖ نبفسہٖ کی سب سے پہلی تجلی ہے۔ اس لئے الف بھی اس اسم کے پہلے آیا ہے۔ اور دوسرے حروف سے اس کا الگ آنا اس بات پر تنبیہ کرتا ہے۔ کہ مرتبۂ احدیت وہ شئے ہے۔ جس میں اوصافِ حقیقت و نعوتِ خلقیت کا مطلق ظہور نہیں۔ اور وہ احدیت مخفہ ہے۔ جس میں اسماء۔ صفات۔ افعال۔ تاثیرات۔ مخلوقات سب مٹ گئے ہیں۔ ان حروف کے بسائط کا اشارہ بھی ان چیزوں کے مٹنے کی طرف ہے۔ اس لئے کہ بسائط اس حرفِ الف کے یہ حروف ہیں۔ الف۔ لام۔ فا اور ان بسائط کا پہلا حرف الف اس ذات پر دلالت کرتا ہے۔ جو بساطت و منبسط فیہ کی جامع ہے۔ اور لام اپنی قامت سے دلالت کرتا ہے۔ اس کی صفاتِ قدیمہ پر اور اپنی تعریف سے دلالت کرتا ہے۔ متعلقاتِ صفات پر اور وہ افعال قدیمہ ہیں۔ جو اس کی طرف منسوب ہیں۔ اور فاء بہ ہیئت خود مفعولات پر دلالت کرتی ہے۔ اور اپنے نقطہ سے خلق کی ذات میں حق کے وجود پر اور اپنے سر کی گولائی اور بیچ میں اسے خالی ہونے سے اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ فیض الٰہی کو ممکن کے قبول کرنے کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ فاء کے سر کی گولائی ممکن کے غیر متناہی ہونے کی طرف اس طرح اشارہ کرتی ہے۔ کہ وہ دائرہ ہے۔ اور دائرہ کی کوئی ابتداء و نہایت نہیں ہوتی۔ اور اس کی تجویف قبولِ فیض الٰہی کی طرف اس طور پر اشارہ کرتی ہے کہ مجوف ایسی چیز کا تقاضا

Marfat.com

کرتا ہے۔ جو اُسے پُر کرے۔

اور پھر دوسرا نکتہ یہ ہے کہ نقطۂ فاءِ خلق کی ذات میں حق کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ اس طرح پر ہے۔ کہ یہ فاء کے سرے کا نقطہ حق کا نقطہ ہے۔ اور اس کا محل فاء کے سرے کا دائرہ ہے۔ جو کون وخلق کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ مذکور ہُوا۔ اور یہاں ایک لطیف اشارہ ہے۔ اس امانت کی طرف جسے انسان نے اُٹھایا۔ اور مَیں امانت سے کمالِ الوہیّت مراد لیتا ہوں۔ جیسا کہ آسمان۔ زمین و مافیہما اس امانت کے اُٹھانے کی تاب نہیں لاسکے۔ ایسا ہی تمام فاء اس نقطہ کا محل نہیں ہے۔ سوائے اس مجوف سرے کے جس سے انسان کا وجود مراد ہے۔ جو اِس عالم کون وخلق کا رئیس و سردار ہے۔ اور اسی کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ اے جابر اوّل وہ چیز جس کو خدا نے پیدا کیا۔ تیرے نبیؐ کی روح ہے۔ اور ایسا ہی کاتب کے ہاتھ کا قلم کہ پہلے جس چیز کو بناتا ہے۔ وہ فاء کا سرا ہے۔ یہ کلام اور جو اس سے پہلے مذکور ہُوا۔ اس تمام کا حاصل یہ ہے۔ کہ احدیتِ حق میں حقائقِ اسماء وصفات۔ افعال ومؤثرات ومخلوقات سب کا حکم پوشیدہ ہوجاتا ہے۔ سوائے اس کی صفتِ ذات کے جو ایک طور سے احدیّت سے معبر ہے۔ کچھ باقی نہیں رہتا۔ اس اسم یعنی اسم اللہ کے متعلق ہم نے اپنی کتاب مسمّٰی بالکہف والرقیم فی شرحِ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں نہایت مبسوط اور مفصّل بحث کی ہے۔ جسے شوق ہو۔ وہ اُسے دیکھے۔"

اس اسم کا دوسرا حرف لام اوّل ہے۔ اور وہ مراد ہے۔ جلال سے۔ لام کا الف سے ملاصق ہونا اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ جلال ذات کی ایک اعلیٰ درجہ کی تجلی ہے۔ اور وہ ذات کی طرف جمال کی نسبت زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہُوا ہے۔ کہ عظمت میرا ازار اور کبریائی میری چادر ہے۔ اور ازار و چادر سے زیادہ قریب کوئی لباس نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہُوا۔ کہ صفاتِ جلال صفات جمال کی نسبت ذات کو زیادہ قریب ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ سَبَقت رحمتی علیٰ غضبی میری رحمت غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ اس کا مناقض نہیں ہے۔ اس لئے کہ رحمت سابقہ وہ ہے۔ جس میں عموم کی شرط پائی جاتی ہے۔ اور عموم جلال سے ہے۔ اور جان کہ صفت واحدیتِ جمالیہ جب پورے طور پر اپنے کمال کو ظاہر کرتی ہے۔ یا قریب ہوتی ہے۔ تو قوتِ ظہورِ سلطان جمال سے اس کا نام جلال رکھا جاتا ہے۔ پھر اس میں مفہومِ رحمت تو جمال ہے۔ اور اس کا عموم اور اس کی انتہا جلال [illegible] تناقص اور جلال کے جمال پر سابق ہونے کی یہ دوسری دلیل ہے۔ جسے مصنف علیہ الرحمۃ نے بیان کیا (مترجم)

تیسرا حرف لام ثانی ہے۔ اور وہ جمال مطلق سے مراد ہے۔ جو مظاہرِ حق سبحانہ وتعالیٰ میں ساری ہے۔ اور جمیع اوصافِ جمال کا مرجع دو وصف ہیں۔ ایک علم دوسرا لطف۔ جیسا کہ جمیع اوصافِ جلال کا مرجع بھی دو وصف ہیں۔ ایک عظمت دوسرا اقتدار۔ اور ان پہلے دو وصفوں کا مآل پچھلے دو وصف ہیں۔ گویا کہ یہ دونوں قسم کے وصف ایک ہی قسم کے وصف ہیں۔ اسی جہت سے کہا گیا ہے۔ کہ جمال جو

Marfat.com

خلق کے لئے ظاہر ہُوا ہے۔ وہ بس جمالِ جلال ہے۔ اور جلال فقط جمالِ جمال۔ بہ سبب اس کے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہے۔ ان دونوں کی تجلّیات کی مثال فجر ہے۔ جو طلوع ہونے تک طلوعِ آفتاب کے سب مبدوں کا پہلا مبدء ہے۔ جمال کی نسبت فجر کی نسبت ہے۔ اور جلال کی نسبت اس کے شروق کی نسبت۔ یہ اِشراق فجر سے ہے۔ اور فجر اِشراق سے۔ اور جمال الجلال وجلال الجمال کے بھی یہی معنی ہیں۔ یہ لام جو بہ اختلاف مراتب اِن دو مظہروں کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بسائط یہ حروف ہیں۔ لام۔ الف۔ میم جن کے ۷۱ عدد ہوتے ہیں۔ اور وہ پردے جو خدا نے اپنے اور خلق کے درمیان چھوڑے ہوئے ہیں۔ بموجب حدیث نبوی وہ بھی اسی عدد کے قریب ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ کیلئے نشر سے کچھ اوپر پردے ہیں۔ جو نُور وظلمت کے ہیں۔ مراد نُور سے جمال اور مراد ظلمت سے جلال ہے اگر وہ پردے دُور ہو جائیں۔ تو جو اس کی طرف دیکھے۔ اگر اس کے مُنہ پر چربی جامے بھی ہوں۔ تو وہ بھی جل اُٹھیں۔ یعنی جو اس مقام پر پہنچتا ہے۔ اس کا نہ عین باقی رہتا ہے۔ نہ اثر۔ اور اس حالت کا نام صوفی محق وسحق رکھتے ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک عدد مراتبِ حجب میں سے ایک مرتبہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جس سے خدا نے اپنے آپ کو خلق سے چھپایا ہُوا ہے۔ اور ہر مرتبہ کے بھی ہزار پردے ہیں۔ مثلاً عزت کہ مرتبۂ کونیہ میں قیدِ انساں کا پہلا حجاب ہے۔ اس کی ہزار وجہیں ہیں۔ اور ہر وجہ حجاب ہے اور ایسا ہی باقی حجابوں کا حال ہے۔ اگر اختصار کا خیال نہ ہوتا۔ تو ہم اتم واکمل طور پر اس کی تشریح کرتے۔

اس اسم کا چوتھا حرف وہ الف ہے۔ جو کتابت میں ساقط ہے۔ اور تلفظ میں ثابت۔ اور وہ الف وہ پورا کمال ہے۔ جس کی کوئی حد ونہایت نہیں۔ اس کے سقوط سے عدم نہائیت کا اشارہ لیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ ساقط نہ عین رکھتا ہے۔ نہ اثر۔ اور لفظ میں اس کا ثبوت ذاتِ حق میں وجودِ نفسِ کمال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسی بنا پر اہل اللہ میں سے کامل اپنی اکملیت میں جمال میں ترقی کرتا ہے۔ اور حق سُبحانہ وتعالیٰ برابر اپنی تجلّیات میں مصروف رہتا ہے۔ اور ہر تجلی اس کامل کی اکملیت کو ترقی دینے میں لگی رہتی ہے۔ اس لئے کہ دوسرا پہلے کو جمع کرتا ہے۔ علےٰ ہذا اس کی تجلّیات بھی ترقی میں ہیں۔ اسی بناء پر محققین نے کہا ہے۔ کہ عالم ہر دم ترقی میں ہے۔ اس لئے کہ وہ تجلّیاتِ حق کا اثر ہے۔ جو ہر دم ترقی میں ہیں۔ اگر تو اس اعتبار سے کہدے۔ کہ حق سُبحانہ وتعالےٰ ترقی میں ہے۔ اور مراد ترقی سے خلق کے لئے اس کے ظہور سے لے۔ تو یہ بات جناب الٰہی کے حق میں جو زیادت ونقصان سے بری ہے جائز ہے۔ وہ بزرگ ہے۔ اس بات سے کہ صفاتِ کون سے موصوف ہو۔ پانچواں حرف ہاء ہے۔ اور وہ حق کی اس ہوّیت کی طرف اشارہ ہے۔ جو عینِ انسان ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔ قل ھو اللہ احد۔ کہدے کہ وہ یعنی انسان اللہ ہے جس کی صفت احد ہے۔ ضمیر ہُو جس میں ہائے ہوّیت ہے۔ فاعلِ قُل کی طرف راجع ہے۔ ورنہ ضمیر کا اعادہ غیر مذکور کی طرف جائز نہیں ہے۔ بطریق التفات جس کا

Marfat.com

علم بیان میں ذکر آتا ہے۔ یہاں مخاطب کو بجائے غائب کے رکھا گیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ یہاں مخاطب صرف شخصِ حاضر نہیں ہے۔ بلکہ اس خطاب میں غائب و حاضر دونوں مساوی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ولو تری اذ وقفوا اور اگر تو دیکھے۔ جب وہ ٹھیرائے جائیں گے۔ الآیہ۔ اس میں دیکھنے والے سے مراد صرف محمدؐ نہیں ہے۔ بلکہ ہر دیکھنے والا ہے۔ اور ہاء کے سرے کی گولائی کا اشارہ وجود حقی و خلقی کی چکی کی طرف ہے۔ جو انسان کے اوپر گردش کرتی ہے۔ اور وہ عالم مثال میں مثل دائرہ کے ہے۔ جس کی طرف ہاء اشارہ کرتی ہے۔ پھر کہدے۔ جو تو چاہتا ہے۔ چاہے یہ کہ دائرہ حق ہے اور اس کا پیٹ خلق ہے۔ اور چاہے یہ کہ دائرہ خلق ہے۔ اور اس کا پیٹ حق ہے۔ اور وہ حق بھی ہے۔ اور خلق بھی۔ اور اگر چاہے۔ تو یہ کہدے۔ کہ یہ امر الہام سے تعلق رکھتا ہے۔ پس یہ امر انسان میں ان دو باتوں میں دائر ہے۔ ایک یہ کہ وہ مخلوق ہے۔ اور اس کے لئے عبودیت کی ذلت و عجز ہے۔ دوسری یہ کہ وہ رحمٰن کی صورت پر ہے۔ اور اسکے لئے کمال و عزت ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے واللہ ہوالولی۔ مُراد ولی سے انسان کامل ہے۔ جس کی نسبت فرمایا۔ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ خدا کے ولیوں کی شان یہ ہے۔ کہ نہ ان پر خوف ہے۔ نہ غم۔ اس لئے کہ ان کی نسبت خوف اور غم محال ہے۔ اور اس جیسی اللہ کے متعلق بھی آیات ہیں۔ مثلاً ان اللہ ھوالولی الحمید وھو یحی الموتیٰ وھو علیٰ کل شئی قدیر کہ ان میں اللہ کے لئے ولی کا لفظ آیا ہے۔ پھر وہ یعنی انسان حق ہے۔ کہ خلق کی صورت میں نظر آرہا ہے۔ یا خلق ہے۔ کہ معانیٔ الٰہیہ سے متحقق ہو رہا ہے۔ ہر حال و تقدیر اور ہر قال و تقریر میں وہ دو وصفوں نقص و کمال کا جامع ہے۔ اور کون کی زمین میں نُور آفتابِ الٰہی سے چمک رہا ہے۔ اور وہ آسمان و زمین ہے۔ اور وہ طول و عرض ہے۔ انہی معنوں میں کسی نے یہ شعر پڑھے ہیں ؎

لی الملک فی الدارین لا شریک لی
سوای ذرجو فضلہ اوفا خشاہ
ولا قبل من قبلی فالحق شانہ
ولا بعد من بعدی فاسبق معنا۔
وقد حزت انواع الکمال و انتنی
تعالیٰ جلال الکل ما انا الا ھو
وھما تری من صعدن و نبا تہ
وجودانیہ مع النفس و تجلیہ
وھما تری من عنصر و بسیطہ
ومن عبادہ الوصل طیر
وھما تری من جنس و نفاسہ
ومن شجر
وھما تری من صورۃ معنویۃ
وھما تری من فکرۃ و تنزل
وتحمل
وھما تری من ھیئۃ ملکیۃ
ومن
ومھما تری من شھوۃ

Marfat.com

ومهما تراءی من سابق متقدم ومن لاحق بالقوم لفاه ساقاه
ومهما تدی من سید متسود ومن عاشق صب صبا نحو لیلاه
ومهما تری من عرشه ومحیطه وکرسیه او رفرف عز مجلاه
ومهما تری من انجم زهریة ومن جنة عدن لهم طاب مثواه
ومهما تری من سدرة لنهایة ومن جرس قد صلصلا منه طرفاه
فانی ذاک الکل مشهدی انا المتجلی فی حقیقة لا هو
وانی رب للانام وسیدی جمیع الوری اسم وذاتی مسماه
لی الملک والملکوت نسجی وصنعتی لی الغیب والجبروت منی منشاه
وها انا ذا قد ذکرت جمیعه عن الذات عبد آیب نحو مولاه
فقیر حقیر حاضع دنف لل اسیر ذنوب قید ته خطایاه
فیا ایها العرب الکرام ومن هم لصبتهم الولهان افخر وملجاه
قصدت کم انتم قصاری ذخیرتی وانتم شفیعی فی الذی أتمناه
ویا بین حاز الکمال باسره فأضحی له بالسبق شاد تعالاه
لاستاذ شیخ العالمین وشیخهم ونور حواه الاکملون وولاه
علیکم سلامی کل یوم ولیلة تتابع علی مر الزمان تحایاه

ترجمہ:۔ دونوں جہانوں میں ملک میرے ہی لئے ہے۔ اور میں ان میں اپنے سوا کسی کو نہیں دیکھتا ہوں۔ پھر میں اس کے فضل کی امید رکھتا ہوں۔ یا اُس سے ڈرتا ہوں۔ مجھ سے اوّل کوئی اوّل نہیں اور یہ حق کی شان ہے۔ اور نہ میرے بعد کوئی بعد ہے۔ پھر اس کی مراد بھی وہی سابق تر یعنی خدا ہے۔ اور میں نے طرح طرح کے کمالات جمع کئے ہیں۔ اور میں جلالِ کل کا جمال ہوں۔ میں نہیں ہوں مگر وہی۔ پھر جب تو معدن۔ نبات۔ حیوان۔ انسان اور اس کی خصلتوں سے دیکھتا ہے۔ اور جب عنصر طبیعت غبار یعنی ذرات کو دیکھتا ہے۔ جو ایک عمدہ۔ پاکیزہ اصل ماوہ ہیں۔ اور جب باؤں۔ بیابانوں درختوں یا اونچے ٹیلوں کو دیکھتا ہے جو بہت بلند ہیں۔ اور جب تو صورۃ معنویہ اور آنکھ کے منظر کو کہ اس کا چہرہ پاکیزہ ہو۔ دیکھتا ہے۔ اور جب تو فکر تخیل عقل۔ نفس۔ قلب۔ احشاء یعنی تمام اعضاء معدہ کو دیکھتا ہے۔ اور جب تو ہیئت ملکیہ اور منظر ملیں کو درآں حالیکہ اس کے معنی ہیں۔ دیکھتا ہے۔ اور جب تو شہوتِ بشریہ کو جو طبع و ایثار حق کے لئے ہے دیکھتا ہے۔ اور جب تو سابق۔ متقدم اور لاحق بالقوم کو جس کی دونوں ساقیں باہم لپٹ گئی ہیں۔ دیکھتا ہے۔ اور جب تو سید اور بے تکلف سید بننے والے اور مردِ عاشق کو جو اپنی لیلیٰ پر مائل ہو رہا ہے دیکھتا ہے۔ اور جب تو اس کے عرش اور اس کے محیط کرسی اور رفرف کو جس کا منظر اعلیٰ و عزیز ہے۔ دیکھتا ہے۔

Marfat.com

اور جب تو چمکتے ہوئے ستاروں اور جنتیوں کے جنتِ عدن کو خدا اُن کی جگہ کو پاکیزہ کرے۔ دیکھتا ہے اور جب تو سدرۃ المنتہیٰ اور اس گھنٹے کو جس کی دونوں طرفیں چھنکارتی ہیں۔ یعنی صلصلۃ الجرس کو دیکھتا ہے۔ تو یہ سب کچھ جو مذکور ہؤا۔ میں ہی ہوں۔ اور یہ کل میرا ہی دربار ہے۔ اسکی حقیقت میں مَیں ہی متجلّی ہوں۔ وہ نہیں ہے۔ مَیں تمام لوگوں کا رب اور سیّد ہوں۔ تمام مخلوق اسم ہے۔ اور میری ذات اس کا مسمّٰی ہے۔ ملک۔ ملکوت۔ غیب۔ جبروت سب میری تسبیح کرتے ہیں۔ اور میری ہی صنعت اور مجھ سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ اور کو۔ مَیں باوجود اس تمام کے جو مَیں نے اپنی بابت ذکر کیا۔ بندہ بھی ہوں۔ جو اپنے مولا کی طرف رجوع کرنے والا ہوں۔ فقیر۔ حقیر۔ خاضع۔ ذلیل ہوں۔ گُناہوں کا قیدی ہوں۔ جس کو خطاؤں نے قید کر رکھا ہے۔ پھر اے عرب کرام یعنی صحابۂ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور اے وہ لوگو جو ان کے عشق میں دیوانے ہوئے ہو۔ (خدا ان سب کے ملجا و ماوا کو فاخر بنائے) میں نے تمہاری ہی طرف قصد کیا ہے۔ اور تم ہی میرا غایت درجہ کا ذخیرہ ہو۔ اور تم ہی میرے شفیع ہو۔ اُس چیز میں جس کی مَیں تمنّا رکھتا ہوں۔ اور مَیں اُس سیّد کو پکارتا ہوں۔ جسنے باثرہ کمال کو جمع کیا۔ پھر ہو گیا۔ وہ کمال اس کے لئے ایسی حالت میں کہ جب چاہتا ہے۔ اور اُسے کہتا ہے آجا۔ تو وہ دوڑ کر آتا ہے۔ ہر آئینہ میری مراد اُس سیّد سے وہ استاد ہے۔ جو اُن صحابہ کا اور نیز تمام دُنیا کا امام ہے۔ اور جس کے نُور چمک اور روشنی کو کامل ترین اشخاص نے جمع کیا۔ ہر شب و روز میرا سلام تم پر ہو۔ اور حسب مرور زماں تحیات میں ترقی ہو۔

تیسرا باب

مطلق صفت کے بیان میں

صفت وہ چیز ہے۔ جو تجھ کو موصوف کی [illegible] ذہن تک پہنچاتی ہے۔ اور تجھ میں اس کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ [illegible] تیرے فکر میں اُس کو واضح کرتی ہے۔ اور تیری عقل میں اُسے قریب کرتی ہے۔ [illegible] اس کی صفت سے چکھتا ہے۔ جبکہ اپنے آپ میں تو اُسے قیاس کرتا ہے۔ اور اپنے [illegible] اسوقت یا تو طبیعت اس کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ اور [illegible] جبکہ اس صفت کا اثر ملائم موافق طبع ہو۔ اور یا ذوقِ مخالف کی وجہ سے [illegible] منفر ہوتا [illegible] اور اس میں [illegible]

Marfat.com

تاکہ رحمٰن تیرے کان میں تیری جمعیت کی مُہر لگا دے ۔ (یعنی مقام جمع الجمع تیرے نصیب کرے۔ اسوقت یہ خد
بھی دُور ہو جائے۔ جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ صفتِ باری تعالیٰ میں یہ کہنا کہ یا ذوق مخالف کی و
اس سے تنفّر ہوتا ہے۔ ہرگز صحیح درست نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ مترجم) اور یہ چھلکا تجھ کو روک نہ رکھے۔ کہ
مغز پر حجاب اور اس کے چہرہ پر نقاب ہے۔ پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ صفت موصوف کے
ہے۔ اس قول سے میری مراد یہ ہے۔ کہ تو نہ اپنے غیر کی صفات سے متصف ہو۔ اور نہ اپنے نفس کی ص
سے اور نہ اپنی نعت سے اور اس سے تو کسی چیز پر نہ ہو۔ مگر اسوقت جبکہ تو جان لے کہ تو عین اس موصو
کا ہے۔ اور تجھے ثابت ہو جائے۔ کہ تو علیم ہے۔ پھر اسوقت لامحالہ علم تیرے تابع ہوگا۔ اور اس میں تو زیاد
تاکید کا محتاج نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ صفت موصوف سے متعلق ہے۔ اس کی تابع ہے۔ موصوف کے
وجود کے ساتھ اس کا وجود ہے۔ اور اس کے نہ ہونے سے مفقود ہو جاتی ہے۔ اور علماء عربیّت کے نزدیک
صفت دو قسم پر ہے۔ ایک صفت فضائلیہ۔ دوسری فاضلیہ۔ فضائلیہ وہ ہے۔ جو ذات انسان سے
تعلق رکھتی ہے۔ مثل حیات کے۔ اور فاضلیہ وہ ہے۔ جو انسان سے اور اس چیز سے جو اس سے خارج ہے
تعلق رکھتی ہے۔ مثلاً صفتِ کرم اور اس جیسی اور صفات۔ محققین نے کہا ہے۔ کہ اسماء الٰہی دو قسموں پر ہیں
یعنی وہ اسماء جو فی نفسہٖ وصف کا فائدہ دیتے ہیں اور وہ نحویوں کے نزدیک اسماء نعوتیہ ہیں۔
قسم اوّل۔ وہ ذاتی اسماء ہیں۔ مثلاً احد۔ واحد۔ فرد۔ صمد۔ عظیم۔ حي۔ عزیز۔ کبیر۔ متعال اور اس جیسے
اور اسماء۔
قسم دوم۔ وہ صفاتی نام ہیں۔ مثل علم و قدرت وغیرہ اگرچہ وہ اوصاف نفسیہ سے ہوں۔ مثلاً مُعطی خلاّ
اور اگرچہ افعالیہ سے ہوں۔ اور صفات الٰہیہ میں اصل وصف اس کا نام رحمٰن ہے۔ اس لئے کہ وہ شمولیت و
احاطہ میں اسم اللہ کے مقابل ہے۔ اور فرق ان دونوں کے درمیان یہ ہے۔ کہ رحمٰن اپنی جمعیت اور اپنی عمومیت
سے وصفیت کا مظہر ہے۔ اور اللہ مظہر ہے۔ اسمیّت کا۔ جان۔ کہ رحمٰن وجود کی بلند رُتبہ ذات کے لئے اسم علم
ہے۔ اور اس میں شرط یہ ہے۔ کہ اُس کمال نام کو شامل ہو جس میں نقص نہ ہو۔ اور اوصافِ ناقصۂ خلق کا
اس میں لحاظ نہ ہوا اور اللہ اسم علم ہے۔ ذات واجب الوجود کے لئے لیکن اس شرط پر کہ کمال حقی اور اس عموم کو
شامل ہو۔ جس میں اوصافِ ناقصۂ خلق بھی آجائیں۔ پس اللہ عام ہے۔ اور رحمٰن خاص یعنی اس کا نام رحمٰن
صرف کمالاتِ الٰہیہ سے مختص ہے۔ اور اسم اللہ حق اور خلق دونوں کو شامل ہے۔ اور جب رحمٰن کمالات میں
سے کسی کمال سے خاص ہوتا ہے۔ تو اس کے معنی اپنے مقام سے نکل کر اس اسم کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں
جو اس کمال کے لائق ہوتا ہے۔ مثلاً رب۔ مِلک اور مثل ان کے دیگر اسماء حسنیٰ۔ کہ ان میں سے ہر ایک نام
وہی معنی دیتا ہے۔ جو ان کے مرتبۂ اسمیّت کے وصف کا مقتضاء ہے۔ بخلاف اسم رحمٰن کے کہ اس کے
معنی ہیں۔ صاحب اُس کمال کا جو بالاستیعاب جمیع کمالات کو شامل ہو۔ اور وہ ایک صفت جامعہ ہے

Marfat.com

ں میں جمیع صفاتِ الہیہ داخل ہیں۔ اور جان کہ صفت محقق کے نزدیک وہ چیز ہے۔ جو ادراک نہیں
جاتی۔ اور اس کی غائیت نہیں ہے۔ بخلاف ذات کے کہ محقق اس کو ادراک کرتا ہے۔ اور جانتا ہے۔
ہ اللہ تعالےٰ کی ذات ہے لیکن اس کی صفات کے تقاضائے کمال کا ادراک نہیں کرتا۔ اور وہ
ت آلہی کی بابت ایک بیّن دلیل پر ہوتا ہے۔ نہ صفات آلہی کی بابت۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ بندہ جب
یۂ کونیہ سے مرتبۂ قدسیہ پر ترقی کرتا ہے۔ اور آں جانب سے اس پر انکشاف ہوتا ہے۔ تو وہ جانتا ہے۔
للہ تعالےٰ کی ذات عین اس کی ذات ہے۔ اس سے معلوم ہُوا۔ کہ اس نے ذات کا ادراک کرلیا۔ اور
ے جان لیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہٗ۔ جسنے اپنے نفس کو پہچان لیا۔
ں نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ یہ بات اس پر باقی رہ جاتی ہے۔ کہ وہ ذات کی صفتوں کو معلوم کرے۔
ے طور پر کہ جس شان سے ذات آلہیہ اُن سے موصوف ہے۔ وہی شان اس میں پیدا ہو جائے۔ اور ان
فات کی حقیقت کا وہی حق اُسے حاصل ہو۔ جو ذات آلہیہ کو حاصل ہے۔ یہ قطعی اور یقینی بات ہے۔ کہ
مت کی غائیت کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر صفت علمیہ کو لو۔ کہ جب عارف اس کو حاصل کرتا
۔ تو بالتفصیل اس کی تمام باتیں اُسے معلوم نہیں ہوتیں۔ وہ اُتنا ہی جانتا ہے۔ جتنا کہ اس کو علم دیا جاتا
مثلاً صفت علمیہ سے اُسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کتنے آدمی دُنیا میں موجود ہیں۔ تو یہ بات اس پر باقی
جاتی ہے۔ کہ وہ الگ الگ اُن سب کے نام بھی جان لے۔ اگر یہ معلوم کرلے۔ تو پھر یہ کہ اُن کے اوصاف
ں۔ پھر اُن کی ذوات پھر ان کے اَنفاس پھر ان کے حالات غرضیکہ یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ ایسا ہی باقی
ات کا حال ہے۔ کہ تفصیل و بالاستیعاب ان کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں عارف کو بہ سبیل اجمال
کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ خلاصۂ تقریر یہ کہ ذات مدرک ہے۔ اور صفات غیر مدرک ہیں۔ اس لئے
فات کے شمار اور پھر ان کے مقتضیات کی کوئی حد اور غائیت نہیں۔ بہت سے اہل اللہ کو اس مسئلہ میں
طہ لگا ہے۔ کہ جب ذات کا ان پر انکشاف ہُوا۔ تو ادراکِ صفات کی انہوں نے درخواست کی۔ پھر
ب ان کی کیفیت اپنے نفسوں میں نہ پائی۔ تو پھر اس کے مُنکر ہو گئے۔ اس کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ اور
کی عبادت چھوڑ بیٹھے۔ اس کے آگے جو نظیر پیش کی گئی ہے۔ اس سے میرا دل قلق و اضطراب میں ہے
خدا نے جب ان کے موسےٰ کو کہا۔ کہ میں ہی معبود برحق ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے
ت کہ تو قوم نے اُسے جواب دیا۔ کہ تو تو مخلوق ہے۔ یہ انکار اس لئے ہُوا۔ کہ ان کا حق سے
عتقاد نہ تھا۔ کہ ذات کا ادراک تو کیا جا سکتا ہے لیکن صفات کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ چونکہ تجلی اس
عتقاد کے خلاف تھی۔ اس لئے وہ مُنکر ہو بیٹھے۔ انہوں نے خیال کیا۔ کہ صفات کا بھی اسی طرح ادراک ہو
جیسا کہ ذات کا۔ یہ نہ جانا کہ یہ امر محال و ممتنع ہے۔ حق کہ صفات مخلوق کا بھی یہی حال ہے۔ اپنے
کو دیکھ۔ کہ تو اپنی ذات کو دیکھتا اور اس کا معائنہ کرتا ہے لیکن جو کچھ اس میں صفات۔ شیاء ہے

Marfat.com

سخاوت۔علم وغیرہ سے ہے۔ وہ مُدرک ومشہود نہیں ہوتیں۔ بلکہ علےٰ قدرِ معلوم کچھ کچھ ان کے متعلق تجھ سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جب صفت کا بروز ہوتا ہے۔ اور اس سے اس کا اثر مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ تو اس صفت کا تجھ پر حکم لگایا جاتا ہے۔ ورنہ درحقیقت یہ صفات سب کی سب تجھ میں ملیامیٹ ہیں۔ نہ ادراک کی جاتی ہیں نہ مشاہدہ میں آتی ہیں عقل بطریق عادت ان کو تیری طرف منسوب کرتی ہے۔ اور قانون مفہوم اسی طور پر چلا آرہا ہے۔ جان۔ کہ ذات عالیہ کا ادراک یہ ہے۔ کہ تو بطریق کشفِ الٰہی جان لے۔ کہ بیشک تُو وہی ہے اور وہ تُو ہی اور یہ کہ نہ اتحاد ہے۔ نہ حلول اور بندہ بندہ ہے۔ اور رب رب۔ نہ بندہ رب ہو جاتا ہے۔ نہ رب بندہ۔ جب تو نے بطریق ذوق وکشف الٰہی جو علم اور مقام مشاہدہ ومعائنہ سے اوپر ہے۔ اسقدر شناخت کر لی۔ تو تُو منزل مقصود کو پہنچ گیا۔ اور یہ بات بجز سحق ومحق ذاتی کے حاصل نہیں ہوتی۔ (سحق ومحق کے معنی اس سے پہلے مصنف علیہ الرحمت نے بیان کر دئے ہیں۔ مترجم) اور اس کشف کی علامت یہ ہے۔ کہ اولاً ظہورِ رب سے اپنے نفس سے فانی ہو۔ پھر دوسری مرتبہ میں ظہور ربوبیت سے رب سے بھی فانی ہو۔ پھر تیسری دفعہ بظہور متحققاتِ ذات اپنے متعلقاتِ صفات سے فانی ہو۔ پھر جب تجھ کو یہ بات ثابت ہو گئی۔ تو اسوقت تو نے ذات کا ادراک کر لیا۔ جس پر تیرے نفسِ ادراک میں کسی دوسری ذات کی زیادتی نہیں ہوتی۔ لیکن علم۔ قدرت۔ سمع۔ بصر۔ عظمت۔ کبریائی اور اس جیسی اور باتیں جو تیری ہویت کو لازم ہیں۔ یہ سب مدارکِ صفات کی قبیل سے ہیں۔ علےٰ قدرِ قوتِ عزم وعلوِ ہمت ودخولِ علم ان میں سے ہر ایک کا ادراک دونوں ذاتوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ یعنی صفاتِ مؤثرہ الٰہیہ وصفات متاثرہ خلقیہ جو عارف سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ان کا ادراک بطریقِ اعتبار عارف کو دو ذاتوں کی جہت سے ہوتا ہے۔ گو فی الحقیقت وہ ایک ہی ذات میں ملیامیٹ ہوتا ہے۔ مترجم۔

پس جو تو چاہتا ہے۔ کہدے۔ اگر کہے کہ ذات ادراک نہیں کی جاتی۔ تو یہ بھی صحیح ہے۔ اس اعتبار سے کہ ذات عین صفات ہے۔ اور صفات ادراک نہیں کی جاتیں۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ انہی معنوں کی طرف کہ ذات ادراک نہیں کی جاتی۔ خدا کے اس قول میں اشارہ ہے۔ لا تدرکہ الابصار۔ آنکھیں اس کو نہیں پاتی ہیں اسلئے کہ آنکھیں صفات سے ہیں۔ پھر جو صفت کا ادراک نہیں کرتا۔ وہ ذات کا بھی ادراک نہیں کرتا۔ جبکہ خود صفت یعنی بصر ذات کا ادراک نہیں کرتی۔ اور اگر تو کہے۔ کہ وہ یعنی ذات ادراک کی جاتی ہے۔ تو یہ بھی صحیح ہے۔ باعتبار اس کے جو اوپر کی بحث میں مذکور ہوا۔

یہ مسئلہ بہت سے اہل اللہ سے مخفی رہا۔ اور مجھ سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کہی۔ پس اس میں غور وتامل کرنا چاہیئے۔ اور یہ نوادرِ دقت سے ہے۔ جس پر اس مشہد کا انکشاف ہوا۔ اس نے اپنے اوصاف سے اتصافِ الٰہی کی لذت کو چکھا۔ پھر جب اس سے ترقی کر کے اوپر کے مقام کو پہنچا۔ تو اس اتصاف کی کیفیت کی معرفت اُسے حاصل ہوئی۔ اور اس معرفت میں نہایت کا ہونا اور اس میں داخل ہونا ممکن ہے

Marfat.com

بس اس کو سمجھ۔ اس سمجھ پر کہ کوئی اس کو بجز اُن اشخاص کے نہیں سمجھ سکتا۔ جو کمال کے لئے مستعد اور ذوالجلال والاکرام کے مقرب ہیں۔ اور اس مقام سے ورے کتنے ہی گندم گوں نیزے اور تلواریں ہیں ؎

اولع قلبی من زرود بمائہ ویا ولھی کم مات ثمہ والع

ولی طمع بین الاجارع عھدہ قدیم وکم خابت ھناک المطامع

ترجمہ۔ میرے دل کو مقام زرود کے پانی کا حریص کیا۔ اور اے میری دیوانگی اس بات کو سمجھ کہ کتنے ہی حریص وہاں مر گئے۔ مجھے گھونٹوں کی طمع ہے۔ اس خیال پر کہ اس کا عہد قدیم ہے۔ حالانکہ وہاں کتنی ہی امیدیں ناکام رہیں۔"

یہ جو کچھ مذکور ہوا۔ اس کے علاوہ ان معنوں میں ہماری ایک اور گفتگو بھی ہے۔ اور وہ ظاہر لفظ میں پہلے معنوں کی مضاد ہے۔ ورنہ درحقیقت کوئی تضاد نہیں۔ اس لئے کہ جو حقائق متضاد معلوم ہوتے ہیں۔ حقیقت میں وہ سب ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ اور ہماری وہ دوسری گفتگو یہ ہے۔ کہ صفات من حیث الاطلاق معانیٔ معلومہ ہیں۔ اور ذات ایک امر ہے۔ مجہول۔ پس معانیٔ معلومہ امر مجہول کی نسبت اس بات کے زیادہ قریب ہیں۔ کہ وہ ادراک کئے جائیں۔ پھر جب اوپر ثابت ہو چکا۔ کہ ان میں یعنی صفات میں ادراک نہیں چل سکتا تو پھر کسی وجہ سے ادراکِ ذات کی کوئی راہ نہیں ہے۔ پس حقیقت الامر میں نہ اس کی صفات مُدرَک ہیں۔ نہ ذات۔

اور جان کہ اس کا اسم رحمٰن فعلان کے وزن پر ہے۔ اور یہ وزن لغت میں قوّتِ اتّصاف کے معنوں کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اسم رحمٰن جس میں قوتِ اتصافِ رحمت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ ذات باری سے اس کے مختص ہونے کی وجہ یہی ہے۔ کہ اس کی رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔ حتیٰ کہ دوزخیوں کا مآلِ کار بھی آخر میں رحمت ہوگا۔

اور جان۔ کہ اسم رحمٰن کے ماتحت جمیع اسماء الٰہیہ نفسیہ ہیں۔ اور وہ سات ہیں۔ حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادت۔ سمع۔ بصر۔ کلام اور الرحمٰن کے حروف سات ہیں۔ پہلا الف ہے اور وہ حیات ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ حیات الٰہی جمیع اشیاء میں ساری ہے۔ اور وہ اسی کے ساتھ قائم ہیں۔ ایسا ہی الف بھی بنفسہٖ جمیع حروف میں ساری ہے۔ حتیٰ کہ کوئی حرف نہیں۔ جس میں الف لفظاً وکتابۃً موجود نہ ہو۔ باء [illegible] کہ ایک بچھا ہوا الف ہے۔ اور جیم الف ہے جس کی دونوں طرفیں ٹیڑھی ہیں۔ اور [illegible] کا حال ہے۔ اور لفظاً اس طور پر کہ حرف کو جب بسط دیں۔ تو الف [illegible] کے بسائط میں ضرور موجود ہوتا ہے۔ مثلاً باء کو لو۔ کہ جب تو اس کو بسط دیگا۔ تو کہیگا۔ باء والف اور اس میں الف ظاہر ہے۔ اور مثلاً جیم کہ جب تو اسے بسط دیگا۔ تو کہیگا جیم۔ یاء۔ میم اور یاء میں الف ظاہر ہے۔ اور میم بھی ایسا ہی ہے۔ اسی پر تمام حرفوں کو قیاس کرو۔ پس حرف الف حیات رحمانیہ کا مظہر ہے۔ جو جمیع موجودات میں ساری ہے۔ اور لام علم کا مظہر ہے۔ لام کا بجائے خود قائم ہونا تو ذات حق کے نفس خود

Marfat.com

کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کا مقامِ تعریف یعنی عربی بولی میں لام کا تعریف کے معنوں میں آنا اُس کے علم بہ مخلوقات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور رآء قدرت کا مظہر ہے۔ جو اشیاء کو کونِ عدم سے منصّۂ وجود میں لاتی ہے۔ پھر دیکھ رہا ہے۔ تُو کہ جو چیز جانی جاتی ہے۔ اور پائی جاتی ہے۔ وہ وہی ہے۔ جو موجُو تھی (نکتہ۔ جس لفظ کا ترجمہ ہم نے دیکھ رہا ہے۔ کیا ہے۔ وہ لفظ ترنی ہے۔ اور اس کے اصل مادہ میں جو حرف صحیح ہے۔ وہ صرف ایک ہی حرف داء ہے۔ جو مظہرِ قدرت ہے۔ جو عدم کو وجود میں لاکر اس کا تماشا کر رہی ہے۔ مترجم) اور حآء ارادت کا مظہر ہے۔ اور اس کا محل غیب الغیب ہے۔ کیا تو حرف حآء کی طرف خیال نہیں کرتا۔ کہ اسکا مخرج آخرِ حلق ہے۔ جو سینے کے قریب ہے۔ اور ایسا ہی ارادۃِ الٰہیہ بھی ذاتِ الٰہی میں غیب ہے۔ نہیں معلوم کیا جاتا۔ کہ وہ کیا ارادہ رکھتا ہے۔ اور کیا کرے گا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ارادت غیب محض ہے۔ اور میم مظہر سمع ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ اس کا مخرج ہونٹ ہیں۔ جو منہ کا ظاہری حصّہ ہے۔ اور یہ سمع کا مظہر اس طور پر ہے۔ کہ سُنا نہیں جاتا۔ مگر وہی جو کہا جاتا ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ اور یہ دونوں قسم کے قول ظاہر ہیں۔ خواہ قالی ہوں یا حالی۔ پس میم اور سمع میں تناسب ظاہر ہوگیا۔ اور میم کے سرے کا دائرہ کہ ہویت اُس سے مشابہت رکھتی ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ سماع و کلام کی ہویّت ایک ہی ہے۔ وہ خود ہی کلام کرتا ہے۔ اور خود ہی سُنتا ہے۔ اس لئے کہ دائرہ جہاں سے شروع ہوتا ہے۔ وہاں ہی آکر ختم ہوتا ہے۔ ایسا ہی بولنے میں کلام کی ابتداء بھی اُسی کی طرف سے ہوئی۔ اور سُننے میں اس کا مرجع بھی وہی ہے۔ حاصل یہ کہ وہی بولتا ہے۔ اور وہی سُنتا ہے۔ اور رحمٰن کا وہ الف جو میم اور نون کے درمیان ہے۔ وہ اس کی صفت بصر کا مظہر ہے۔ بحساب جمل الف کا عدد ایک ہے۔ اور وہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حق سُبحانہ وتعالیٰ نہیں دیکھتا۔ مگر اپنی ذات کو۔ اور الف کتابت میں ساقط اور لفظ میں ثابت ہے۔ اور سقوط اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ نہیں دیکھتا مخلوق کو مگر اپنے نفس سے اور اس کا غیر کوئی نہیں ہے۔ اور ثبوت اس بات کی طرف کہ حق بذاتہٖ فی ذاتہٖ مخلوقات سے نرالا ہے۔ ان کے اوصاف اور ذلّت و نقص سے جن پر کہ وہ ہیں۔ پاک و برتر ہے۔ اور رحمٰن کا آخری حرف نون اس کی صفتِ کلام کا مظہر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ن والقلم وما یسطرون۔ اس میں کنایہ ہے۔ لوح محفوظ سے اور وہ اللہ کی کتاب ہے۔ جس کی بابت اُس نے فرمایا۔ ما فرطنا فی الکتاب من شئ۔ ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں رکھی۔ اور اس کی کتاب اس کا کلام ہے۔

جان۔ کہ نون صُوَرِ مخلوقات کے یکبارگی نقش پانے سے مراد ہے۔ مع اُن کے احوال و اوصاف کے جیسا کہ وہ عالم ظہور میں موجود ہیں۔ اور یہ انتقاش عبارت ہے۔ اس سے کہ حق تعالیٰ نے ان کو کہا کُن۔ پھر وہ حسبِ جریانِ قلم اُس لوح میں موجود ہوگئیں۔ جو کلمۂ کُن کا مظہر ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ کلمۂ کُن سے صادر ہوتا ہے۔ وہ لوح محفوظ کے اندر ہے۔ اسی لئے ہم نے کہا ہے۔ کہ نون کلامِ الٰہی کا مظہر ہے۔ جان کہ

Marfat.com

نقطہ جونون کے اوپر ہے۔ وہ ذات اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ جو مخلوقات کی صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے پھر اوّل جو مخلوق سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اس کی ذات ہے۔ پھر مخلوق ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی ذات کا نون نونِ مخلوق سے اعلیٰ و اظہر ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ الصدقۃ اوّل ما تقع فی کف الرحمٰن ثم تقع فی کف السائل۔ صدقہ پہلے رحمٰن کی ہتھیلی میں پڑتا ہے۔ پھر سائل کی ہتھیلی میں۔ اس حال کی کیفیت کو سمجھ۔ اور صدیق اکبرؓ نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا۔ مگر اس حالت میں کہ اس سے پہلے خدا کو دیکھا ہے۔ پھر جب تو نے جان لیا۔ کہ نقطہ ذات الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ تو جان کہ دائرۂ نون مخلوقات کی طرف اشارہ ہے۔ اور ہم نے اسم رحمٰن کی بابت اپنی کتاب الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں نہایت شرح وبسط سے کلام کی ہے۔ جس کو اس معرفت کا شوق ہو۔ وہ اس کو مطالعہ کرے۔

پھر اس اسم کریم یعنی رحمٰن کی طرف اور اُن اسرار کی طرف دیکھ۔ جن کو یہ اسم شامل ہے۔ اور جن میں فکریں حیران رہ جاتی ہیں۔ اگر ہم اس اسم کے حروف کے اسرار بیان کریں۔ اور کمیّتِ اعداد و بسائط کا اظہار کریں۔ اور پھر اُن اختراعات و تاثرات کونی کو جو اس کے ہر حرف کے نیچے ہیں۔ عبارت میں لائیں۔ تو البتہ ہم ایسے عجائب و غرائب کا اظہار کریں۔ جن سے فہم کو حیرت اور سرگشتگی پیدا ہو۔ کہ کہاں سے اس نے لئے ہیں۔ اور ہم نے نجل کی راہ سے ان کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ ہم نے اس کتاب میں اختصار کا ارادہ کیا ہے۔ تاکہ پڑھنے۔ لکھنے والے کو ملال نہ ہو۔ پھر وہ نفع اس سے فوت ہو جائے۔ جس کا ہم نے اس کے لئے ارادہ کیا ہے۔ بیشک ہم نے اس کتاب میں وہ اسرار رکھے ہیں۔ جو اُن مذکورہ عجائب و غرائب سے جلیل القدر ہیں۔ اللہ ہی سے مدد لی جاتی ہے۔ اور اُسی پر بھروسہ ہے ؎

چوتھا باب

الوہیّت میں

جان۔ کہ جمیع حقائق وجود اور اپنے مراتب میں ان کے نگاہ رکھنے کا نام الوہیت ہے۔ وہ اُس مظہر مع الظاہر کا نام ہے۔ جو سب مظاہر سے نہایت پختہ و مضبوط ہے۔ وہ حق خلق دونوں سے عبادت ہے۔ وہ وہ ہے۔ جو مراتب الٰہیہ اور جمیع مراتب کونیہ کو شامل ہے۔ اور مرتبہ وجود سے ہر یک کو اس کا حق عطا کرتا ہے۔ اور اللہ اس مرتبہ الوہیت کا رب ہے۔ اور یہ مرتبہ کسی کا نہیں ہو سکتا۔ بجز ذات واجب الوجود کے

Marfat.com

جس کی شان بلند اور جس کی ذات پاک اور مقدّس ہے - برترینِ مظاہر ذات مظہرِ الوہیت ہے - اس لئے کہ ہر مظہر پر اس کا احاطہ اور شمولیت ہے - اور ہر وصف یا اسم کا وہ محافظ ہے - پس الوہیت ام الکتاب - قرآن احدیت فرقان واحدیت کتاب مجید رحمانیت ہے - یہ تمام ایک اعتبار سے ہے - ورنہ اُس اعتبار سے جو قوم کی اصطلاح میں اعتبارِ اوّل کہلاتا ہے -

ام الکتاب کنہِ ذات کی ماہیّت کا نام ہے - اور قرآن سے مراد ذات ہے - اور فرقان سے صفات اور کتاب وجود مطلق ہے - انشاء اللہ تعالےٰ اِن عبارات کا بیان اپنے اپنے موقعہ پر آئیگا - جب تُو اصطلاح کو سمجھ لیگا - اور اُس حقیقت کو جان لیگا جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے - تو تجھ پر ظاہر ہو جائیگا - کہ یہ اس کا عین ہے - اور بحرِ عبارت کے ان دونوں قولوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے - اور یہ بات بھی تجھ پر روشن ہو جائیگی - کہ احدیّت اُن سب اسماء سے ایک اعلیٰ شے ہے - جو مرتبۂ الوہیت کی نگہداشت میں ہیں - اور واحدیّت احدیّت سے حق کے تنزّل کا پہلا مرتبہ ہے - پھر وہ تمام مراتب جو احدیت کی شمولیت میں ہیں - ان سب سے اعلیٰ مرتبہ رحمانیت کا ہے - اور رحمانیت کا اعلیٰ مظہر ربوبیّت ہیں - اور ربوبیت کا اعلیٰ مظہر اس کے اسم مَلِک میں ہے - اور مَلِکیّت ربوبیّت کی اور ربوبیّت رحمانیت کی اور رحمانیت واحدیّت کی اور واحدیت احدیت کی اور احدیت الوہیّت کی تحت میں ہے - اس لئے کہ الوہیت حقائق وجود و غیر وجود کو شامل اور ہر یک کو اس کا حق عطا کرنے والی ہے - اور اُن جملہ حقائق وجود میں سے احدیّت بھی ایک حقیقت ہے - ثابت ہُوا - کہ الوہیّت اعلیٰ شے ہے - اسی لئے اسی کے نام اللہ کا رُتبہ سب اسمآء کے اوپر ہے - وہ اپنے اسم احد سے اعلیٰ ہے - احدیت اُن سب مظاہر سے اَخصی ہے - جو ذاتِ حق سے مخصوص ہیں - اور الوہیت ان سب مظاہر سے افضل ہے - جو ذات اور غیر ذات دونوں کے لئے ہیں - یہیں سے ہے - جو اہل اللہ نے کہا ہے - کہ احدیّت کی تجلّی ممتنع اور الوہیّت کی ممکن ہے - اس لئے کہ احدیّت ذات محض ہے - کسی صفت کا اس میں ظہور نہیں - چہ جائیکہ مخلوق اس میں ظاہر ہو - پس ہر جہت سے مخلوق کے ساتھ اسکی نسبت محال و ممتنع ہے - وہ محض اُس قدیم قائم بذاتہٖ کا رُتبہ ہے - اور ذات واجب الوجود میں کوئی کلام نہیں ہے - اس لئے کہ اس کے نفس کی کوئی شے اس پر مخفی نہیں ہے - اگر تو وہ ہو جائے - تو تُو تُو نہیں ہے - بلکہ وہ وہ ہے - اور اگر وہ تُو ہو جائے - تو وہ وہ نہیں ہے - بلکہ تُو تُو ہے - جس نے اس تجلّی سے کچھ حاصل کیا - وہ جان رکھے - کہ وہ تجلّیاتِ واحدیت سے ہے - اس لئے کہ تجلّی احدیت میں انت و ہو کا ذکر نہیں پھبتا - پس اس کو سمجھ رکھ - انشاء اللہ اپنے محل پر احدیّت کا بیان مذکور ہوگا - جان کہ وجود اور عدم باہم دو متقابل چیزیں ہیں - اور فلکِ الوہیت ان دونوں کو محیط ہے - قدیم و حدیث - حق و خلق - وجود و عدم ہر دو ضدوں کا جامع ہے - واجب اس میں اپنا چہرہ دکھا کر ممتنع بن جاتا ہے - اور ممتنع اپنی صورت دکھا کر پھر واجب کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے - حق اس میں خلق کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے - جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے -

Marfat.com

رأیت ربی فی صورۃ شاب امرد۔ میں نے اپنے رب کو ایک نوجوان بے ریش کی صورت میں دیکھا۔ اور خلق حق کی صورت میں کہ خُلِقَ آدمُ علےٰ صورتہ اس کی دلیل ہے جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ آدم اس کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اس تضاد کی بنا پر کہ مرتبۂ الوہیت ہر دو ضدوں کو شامل ہے۔ اور ہر یک کو اس کا حق عطا کرتا ہے۔ مرتبہ الوہیت میں حق کا ظہور اکمل و اعلیٰ مرتبہ رکھتا ہے۔ اور سب مظاہر سے بلند و برتر ہے۔ پھر الوہیت میں خلق کا ظہور اُن تمام امور کے ساتھ ہے۔ جو ممکن کو لائق ہیں۔ مُراد اُن امور سے ممکن کی نوعیں اور اس کے تغیرات اور انعدام و وجود ہیں۔ اور وجود کا الوہیت میں ظہور اس کمال کے ساتھ ہے۔ جس کے لائق اس کے جمیع مراتب حق و خلق اور ان دونوں کے افراد ہیں۔ اور عدم کا الوہیت میں ظہور علےٰ وجہ اکمل اس کے بطون صرافت۔ انمحاق یعنی مٹنے پر ہے۔ بغیر اس کے کہ اپنی فناء محض میں موجود ہو۔ اور یہ جو مذکور ہوا۔ بطریق معقول شناخت نہیں کیا جاتا۔ اور فکر سے کوئی شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ الّا وہ شخص جو اس کشف الٰہی میں اس تجلی عام سے جو معروف بہ تجلی الٰہی ہے۔ ذوق محض کا علم حاصل کرتا ہے اور یہ کاملین اہل اللہ کی حیرت کا مقام ہے۔ اسی سرّ الوہیت کی طرف آنحضرت صلعم نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ انا اعرفکم باللہ واشدکم خوفا منہ۔ میں اللہ کو تم سے زیادہ پہچاننے والا ہوں۔ اور اس سے ڈرنے میں بھی تم سے بڑھ کر ہوں۔ پس نہ خوف کیا۔ آنحضرت صلعم نے رب سے اور نہ رحمٰن سے۔ بس خوف کیا۔ انہوں نے اللہ سے۔ اور اس قول میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ میں نہیں جانتا۔ کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ اور تمہارے ساتھ کیا۔ باوجود اس کے کہ وہ سب موجودات سے اللہ اور اس چیز سے جو اس کی بارگاہ عالیہ سے صادر ہوتی ہے۔ زیادہ واقف تھے۔ معنی اس قول ما ادری کے یہ ہیں۔ کہ میں نہیں جانتا۔ کہ کونسی صورت تجلی الٰہی میں ظاہر ہوئی۔ اور میں نہیں ظاہر کرتا۔ مگر وہی جو اس کے حکم کا مقتضاء ہے۔ اور اس کے حکم کا کوئی ایسا قانون نہیں جس کی کوئی نقیض نہ ہو۔ وہ جانتا ہے۔ اور نہیں بھی جانتا۔ جاہل بھی رہتا ہے۔ اور جاہل نہیں بھی رہتا۔ وجہ یہ کہ تجلی الوہیت کی کوئی حد نہیں جس پر وہ تفصیل واقف ہوتے۔ پس کسی وجہ سے تفصیلی ادراک اس کا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کی نسبت یہ امر محال ہے۔ کہ اس کی کوئی نہایت ہو۔ اور جس کی کوئی نہایت نہ ہو۔ اس کے ادراک کی کوئی سبیل نہیں۔ ہاں حق سبحانہ وتعالےٰ کبھی علےٰ سبیل الکلیت والاجمال تجلی فرماتا ہے۔ جس سے کلی اور اجمالی [illegible] تجلی کے احکام کا ادراک ہو جاتا ہے۔ اور اس سے [illegible] ہر ایک اسی قدر جانتا ہے جس قدر کہ اس اجمال کی تفصیل کی جاتی ہے۔ اور اس کی [illegible] ذات باری کی منشاء ہوتی ہے۔ اور جس کا حد آثار کمال عارف [illegible] کرتی ہے۔ ابیات

بلغنی النسیم اھل الدیار [illegible]

اے نسیم تمام اہل دیار کو اس عاشق کی خبر پہنچا دے [illegible]

Marfat.com

وانزلنی تلکم الدیار بلیل ما تطیق نزولہا بنہار

ان موضع میں رات کے وقت اُترا۔ کہ دن میں تو ان میں نازل ہونے کی طاقت نہیں رکھتی

فہناک الظباء تعید اسودا وہناک الاسود لیست ضواری

پھر وہاں ہرن ہے۔ کہ ایک بڑے کالے سانپ کو شکار کر رہا ہے۔ اور وہاں کالے سانپ ہیں۔ شکاری کُتے نہیں ہیں۔

قد فقدنا القرار منہم فبانوا ورضینا لہم ببعد المزار

بیشک ہم نے ان کے اندیشے سے چین اور آرام کو مفقود پایا۔ اور بُعدِ مکان پر ہم ان سے راضی ہو گئے

کتب الحسن فی الفواد قرآنا انزلوہ علیہ بالاقتدار

حسن نے دل کے اندر قرآن کو لکھا۔ اور لوح محفوظ سے اس قرآن کو نقل کرنیوالوں نے اسکو بڑی عظمت و اقتدار سے دل کے اندر رکھا

فتلا القلب آیۃ العشق حتی اکمل السر سورۃ الاشتہار

پھر دل نے عشق کی آیت کو پڑھا۔ کہ سر نے اس کو شہرت کی ایک پوری سورت بنا دی

فتبدی من النقاب جمال قتل الناظرین بالاستتار

جمال نقاب سے ظاہر ہوتا ہے۔ جس نے پوشیدگی میں ناظرین کو قتل کر ڈالا

نطق الثغر منہ عجبا الحسن اسکرت بلقۃ بخمار

اسکے دانتوں سے بھرے ہوئے منہ کی بولی حسن کیلئے عجیب ہے۔ اس کے احباب ہیں نے میری مستی کو مست کر ڈالا۔ جو شراب سے مجھے حاصل ہوئی۔

قال لما رای القلوب اسارٰی قد غنیتم بشدۃ الافتقار

جب اس نے دلوں کو قیدی دیکھا۔ تو کہا۔ کہ بیشک تم غنی ہو گئے۔ باوجود اس کے کہ فقر و احتیاج کا اطلاق بھی تم پر صحیح ہے۔

کل ما فی الوجود غیری منی ہو ذاتی نوعتہ باختیاری

وجود میں جو کچھ میرے سوا ہے۔ وہ مجھ سے ہے۔ وہ میری ذات ہے۔ جسے میں نے اپنے اختیار سے گوناگوں کر دیا

انا کالثوب ان تلون حینا باحمرار تارۃ باصفراء

میں مثل کپڑے کے ہوں۔ کہ کبھی تو سرخ رنگ سے رنگا جاتا ہے۔ اور کبھی زرد رنگ سے

ومحا الحمرۃ البیاض فجاء کثرۃ فی المتلون طاری

اور سفیدی نے سُرخی کو مٹا دیا۔ اور اس تلوّن سے کثرت پیدا ہو گئی۔ پھر وہ کثرت تلوّن میں ایک طاری شے ہے۔

فمحال علی فی المقام ومحال علی فی دثاری

پھر انقسام میں آنا مجھ پر محال ہے۔ اور اپنے جامۂ تن میں رہنا مجھ پر محال ہے۔

انما الاثر فی القلوب حق انما المتنعم لا فی جاری

بیشک چمک اور آلودگی تلوّن میں حق ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ متنعم میں ہے۔ میرے جاری میں نہیں

کل ما فی خواطر من سواہ وہو اثنا وذا مقام سواری

Marfat.com

میرے عوالم ہیں جماد۔ نبات۔ حیوان سے جو کچھ ہے۔ وہ میرے عجائب ہیں۔

صورلی تعرضت و اذا ما ازلتها لا ازول وهی جواری

یہ میری سوتیں ہیں جن کو میں نے پیش کیا۔ اور جب میں انکو دور کرتا ہوں۔ تو میں خود زوال میں نہیں آتا ہوں حالانکہ وہ میری کنیزیں ہیں

اتفاق جمیعها باختلاف ربة قد علمت مطار حداری

باوجود اختلافِ مراتب ان سب کا اتفاق ہے۔ حالانکہ میرے مدار کی جائے پرواز بلند ہے

لی معنی اذا بدا کنت معنی من معانیه ذا غنا افتقاری

میرے ایک معنی ہیں۔ کہ جب وہ ظاہر ہوتے ہیں۔ تو میں اُسکے معنوں میں سے ایک معنی ہو جاتا ہوں۔ اور میرا فقر صاحب غنا کو نباہتا ہے۔

واذا زال لم ازل فی لباس لم اکن منه منذ ما کنت عاری

اور جب وہ زائل ہو جاتا ہے۔ تو میں ایسے لباس میں ہوتا ہوں جسکو پہنے جب سے برہنہ ہوا ہوں۔ نہیں پہنا

وعلیها ترکبت کل معنی فی من ذا فی العزیز المنار

میں نے تمام معنوں کو اسی پر جوڑا۔ میرے لئے عزیز۔ منار کی دونوں ذاتیں ہیں۔ منار یعنی جائے نور یعنی مظہر کہ مراد اس سے کون خلق ہے۔ معنی یہ کہ عزیز یعنی حق اور منار یعنی خلق کی دونوں ذاتیں میرے لئے ہیں

فالوهیتی لذاتی اصل بل هو الفرع فالعلن شعاری

میری الوہیت میری ذات کے لئے اصل ہے۔ نہ بلکہ وہ فرع ہے۔ پھر تو میرے شعار کو سمجھ یعنی پیرائیہ سخن کو سمجھ۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں۔ کہ اس بات کو سمجھ۔ کہ میں کس چیز کو اپنا لباس بناؤں۔ ذات کو یا الوہیت کو۔

عجبا للذی هو الاصل حکما ان یصیر فرعه فهو ساری

اس چیز پر مجھے تعجب آتا ہے۔ جو حقیقی طور پر نہیں۔ بلکہ حکمی طور پر اصل ہے۔ اس سے کہ وہ اپنی فرع کے لئے پردے پھر وہ اس میں سرایت کئے ہوئے ہو۔

لا یهولنک المقال فانی لم اکن فرعه سوی فی امتثار

میری گفتگو تجھے خطرہ میں نہ ڈالے۔ میں اس کی فرع نہیں ہوں سوائے اسکے کچھ نہیں کہ میں اسمیں پوشیدہ ہوں۔

وعلیه یوصل کل فرع فهو فی باطنی وظهاری

اور ہر فرع کی اسی پر بنیاد ہے۔ میرے ظاہر و باطن کی وہی اصل ہے

واذا ما بدا تجلیت فیه واذا ما اذیل فیّ خفاری

اور جب ظاہر ہوتا ہے۔ تو میں بھی اس میں ظاہر ہوتا ہوں۔ اور جب وہ حالت ستر کی طرف لوٹتی ہے تو میں بھی اس کی طرف لوٹتا ہوں

فهو تدریه لا تراد و انی قد تراءی و لم تکن لی دری

پھر تو اس کو جانتا ہے۔ اور اس کو دیکھتا نہیں ہے۔ اور [illegible] حالانکہ یہ اپنی کمی نہیں ہے

سنت لی حجبات بذا لک [illegible] فی بانواری و اوار ی

اس پر میری سنت جاری ہو گئی ہے۔ حالانکہ میں اس بات [illegible]

Marfat.com

پھر الوہیت نظر میں مفقود اور اثر میں مشہود ہے۔ اس کا حکم معلوم کیا جاتا ہے۔ اور اس کا نشان دیکھا نہیں جاتا۔ اور ذات آنکھ سے دیکھی جاتی ہے۔ اور اس کی کوئی جگہ معین نہیں۔ تو اُسے ظاہر دیکھتا ہے۔ اور اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ مثلاً جب تو کسی شخص کو چند اوصاف سے موصوف دیکھتا ہے۔ تو وہ اوصاف اس میں ثابت ہوتے ہیں۔ تو علم و اعتقاد سے سمجھتا ہے۔ کہ یہ اوصاف اس میں ہیں۔ لیکن ان کا کوئی عین تجھے نظر نہیں آتا۔ پر اس کی ذات کو تو تو دیکھتا ہی ہے۔ سب کی سب وہ تجھے ظاہر دکھائی دے رہی ہے۔ باقی وہ اوصاف جن پر تیرا علم نہیں پہنچا۔ وہ تجھ سے مخفی رہتے ہیں۔ مثلاً ممکن ہے۔ کہ اس شخص کے ہزار وصف ہوں۔ اور تجھے ان میں سے بعض وصف معلوم ہوئے ہوں۔ پس ثابت ہوا۔ کہ ذات مرئی ہے۔ اور صفات نامعلوم۔ تو وصف سے سوائے اُس کے اثر کے کچھ نہیں دیکھتا۔ اور یہ قطعی اور یقینی امر ہے۔ کہ وصف بذات خود کبھی نہیں دیکھا جاتا۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ تو جنگ میں شجاع سے اور کچھ نہیں دیکھتا۔ مگر اس کا آگے بڑھنا۔ اور یہ اس کی شجاعت کا اثر ہے۔ نہ شجاعت۔ اور سخی سے تو نہیں دیکھتا۔ مگر اس کا عطا کرنا۔ اور یہ جود و کرم کا اثر ہے۔ نہ کہ نفسِ کرم سبب یہ ہے۔ کہ صفت ذات میں پوشیدہ ہے۔ اس کے بروز کی کوئی راہ نہیں۔ اگر بروز اس کا جائز ہوتا۔ تو ذات سے اس کا جُدا ہونا جائز ہوتا۔ اور یہ غیر ممکن ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ اور الوہیت کے لئے ستر ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہر وہ چیز جس پر شیئیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ قدیم ہو یا نو پیدا۔ معدوم ہو یا موجود۔ وہ اپنی ذات میں باقی ان تمام چیزوں کو جمع کئے ہوئے ہیں۔ جو الوہیت کی محافظت میں ہیں۔ پس موجودات کی مثال اُن آئینوں کی سی مثال ہے۔ جو ایک دوسرے کے مقابل رکھے جائیں۔ پھر وہ تمام ان میں سے ہر ایک میں پائے جائینگے۔ اگر تو کہے۔ کہ متقابل شیشوں میں سے ہر ایک میں وہی چیزیں پائی جائینگی۔ جو دوسرے میں پائی جاتی ہیں۔ پھر ان آئینوں میں سے ہر ایک نے اپنے اندر وہی چیز جمع کی جس پر کہ وہ ہے۔ اور اُن آئینوں کے وہ متعدد افراد باقی رہ جائیں گے۔ جن میں سے ہر ایک میں وہ تمام مجموعہ ہے۔ تو میرا یہ کہنا بھی بجا ہے۔ بہ اعتبار اہل اللہ کے اس قول کے کہ ہر فرد وجود نے نہیں جمع کیا۔ مگر وہی جس کی کہ اس کی ذات مستحق ہے۔ اس پر کوئی زیادتی نہیں۔ اور اگر تو آئینوں پر قیاس کرکے کہ ان میں سے ہر ایک میں مجموع افراد ہیں۔ یہ کہدے۔ کہ ہر فردِ وجود میں جمیع موجودات ہے۔ تو یہ بھی جائز ہے۔ اور حقیقت میں یہ بات اصل مراد پر مثل چھلکے کے ہے۔ اور یہ تیرے لئے ایک جال رکھا گیا ہے۔ اس امید پر کہ تیرا طائرِ وہم احدیت میں جا پڑے۔ پھر تو ذات میں دو چیز دیکھے جس کی کہ وہ صفات سے مستحق ہے۔ پس چھلکے کو چھوڑ دے۔ اور مغز کو لے۔ اور اس شخص کی طرح نہ ہو۔ جو مُنہ کو نہیں دیکھتا اور پردوں کو دیکھتا ہے۔ **ابیات**

قلبی بك متصلب * متسكن متقلب * وخيال حبكم به ابدا يجئ ويذهب * ما انتم منى سوى
نفسى فاين المهرب * القيت نفسى فاعتدت * مما لكم اتقلب * وتركتنى فوجدتنى * لا ام ثم
ولا اب * وجحدت ما قبلى وما بعدى ولا اتريب * ونفيت عنى الاختصاص * س احمد يتقرب

Marfat.com

انا ذلك القدوس فی ✤ قدس العماء محجب ✤ انا ذلك الفرد الذی ✤ فیه الکمال الاعجب ✤ انا قطب دائرة الرجی ✤ وانا العلا المستوعب ✤ وانا العجیب ومن به ✤ مما حوی ذا المعجب ✤ فلك المحاسن فیه شمسی ✤ مشرق لا مغرب ✤ لی فی العلا فوق المکا ✤ ن مکانة لا تقرب ✤ فی کل منبت شعرة ✤ منی کمال معرب ✤ وبکل صوت طائر ✤ فی کل غصن یطرب ✤ وبکل مرأی صورتی ✤ تبدو وقد تتحجب ✤ حزت الکمال باسره ✤ فلاجل ذا اتقلب ✤ واقول انی خلقه ✤ والحق ذاتی فاعجبوا ✤ نفسی انزه عن مقا ✤ لتی اللتی لا تکذب ✤ الله اهل للعلا ✤ وبروق خلقی خلب ✤ انا لم اکن هو لم یزل فلای شئ اطنب ✤ ضاع الکلام فلا کلا ✤ م ولا سکوت معجب ✤ جمعت محاسنی العلا ✤ انا غافر والمذنب

ترجمہ۔ میرا دل تجھ میں اپنے آپ پر تشدد کرنے والا ہے۔ سکون کرنے والا بھی ہے۔ اور گردش کرنے والا بھی۔ اور تمہاری محبت کا خیال ہمیشہ اس میں آمد و رفت رکھتا ہے۔ تم مجھ سے میرے نفس کے سوا نہیں ہو۔ پھر کہاں بھاگ رہے ہو۔ میں نے اپنے نفس کو تم میں ڈال دیا۔ پھر ہو گیا میرا نفس اُس چیز سے جس کو میں تمہارے لئے اُلٹتا پلٹتا رہتا ہوں۔ اور تو نے مجھے چھوڑا۔ پھر تو نے مجھے پایا۔ نہ وہاں ماں ہے۔ اور نہ باپ۔ میں نے اپنے ماقبل اور اپنے مابعد کا انکار کر دیا۔ اور میں کسی پر تہمت نہیں رکھتا ہوں۔ (یہ اس لئے کہا۔ کہ عارف کا ماقبل و مابعد ہر ایک کو معلوم ہے۔ اور اور معلوم کا انکار کرنا تہمت ہے۔ مترجم) اور میں نے قرب کی جستجو میں اپنی ذات کے اختصاص کو اپنے آپ سے دُور کر دیا۔ اور میں وہ قدوس ہوں۔ جو عالم قدس میں اُس عُماء میں چھپا ہُوا ہے۔ جس کا حدیث میں ذکر آیا ہے۔ میں وہ فرد ہوں۔ جس میں نہایت عجیب کمال ہیں۔ میں دائرۂ امید و رجا کا قطب ہوں۔ اور میں وہ بلندی ہوں۔ جو بالاستیعاب تمام بلندیوں کو شامل ہے۔ اور میں عجیب ہوں۔ اور جس کے ساتھ میں ہوں۔ بعض اس چیز کے ساتھ جس کو اس نے جمع کیا ہے۔ وہ نہایت ہی عجیب ہے۔ فلکِ محاسن ہے۔ جس میں میرا آفتاب ہمیشہ طلوع میں ہے۔ غروب نہیں ہوتا۔ بلندی میں میرا رُتبہ مکان کے اوپر ہے۔ جو قریب نہیں کیا جاتا۔ یا جس کے پاس تو پھٹک نہیں سکتا۔ ہر بال کے اُگنے کی جگہ میں میرا ایک روشن کمال ہے۔ اور پرندہ کی ہر آواز میں کہ ہر شاخ میں خوشی سے الاپ رہا ہے۔ میرا ایک کمال روشن ہے۔ ہر آئینہ کے اندر میری صورت ہے۔ جو ظاہر ہوتی ہے۔ اور کبھی چھپ جاتی ہے۔ میں نے کمال کو بتمامہ جمع کیا۔ پھر اسی لئے میں گردش کر رہا ہوں۔ میں جو کہتا ہوں۔ کہ میں اس کی خلق ہوں۔ اور پھر یہ کہ حق میری ذات ہے۔ تو یہ سُن کر لوگوں نے تعجب کیا۔ میری اُس گفتگو سے جس میں جھوٹ نہیں ہے۔ میرا نفس زیادہ [illegible] ہی بلندی کا مالک ہے۔ اور میری خلق کی چمکنے والی بجلیاں بے باراں ہیں۔ میں وہ بن نہیں گیا۔ جس کو زوال نہیں۔ پھر میں کس چیز کے لئے لمبی بات کروں۔ کلام بیفائدہ ہو گئی۔ پھر نہ کلام ہے۔ اور نہ سکوت اور یہ امر عجیب ہے۔ میں نے بلند رُتبہ کے محاسن جمع کئے۔ میں معاف کرنے والا بھی ہوں۔ اور میں گنہ گار بھی ہوں ✤

Marfat.com

پانچواں باب

احدیّت میں

احدیّت ذات کے مظہر سے مراد ہے۔ اس میں اسمآ وصفات اور ان کے مؤثرات سے کسی چیز کا ظہور نہیں ہے۔ اور وہ اسم ہے۔ صرافتِ ذات یعنی ذات محض کے لئے جو اعتبارات خلقی وحقّی سے مجرّد ہے۔ اور موجودات میں تجلّیٔ احدیت کے لئے تجھ سے اتم کوئی مظہر نہیں ہے۔ جب تو اپنی ذات میں مستغرق ہُوا۔ اور اپنے اعتبارات کو بھُول گیا۔ اور اپنے ظواہر سے ربودگی حاصل کر کے اپنے ہی وجود سے اپنے آپ میں لیا گیا۔ تو پھر تُو تُو مَیں تُو ہو گیا۔ بغیر اس کے کہ تیری طرف کوئی ایسی شے منسوب ہو۔ جو تیرے اوصافِ حقّی کو لائق ہے۔ یا لغوتِ خلقیہ سے تجھ کو ثابت ہے۔ تمام موجودات میں انسان کی یہ حالت احدیّت کے لئے مظہرِ اتم ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ اور وہ یعنی تجلّیٔ احدیّت ظلمتِ عماء سے نُورِ مجالی ومظاہر کی جانب ذات کے تنزل کرنے کا پہلا رُتبہ ہے۔ بہ سبب اپنی بحتیّت۔ صرافت۔ محضیّت اور جمیع اوصاف۔ اسمآء واشارات اعتبارات اور نسبتوں سے منزّہ ہونے کے باوجود اس کے کہ یہ سب چیزیں مخفی طور پر اس میں موجود ہیں۔ نہ بطریق ظہور۔ یہی ایک تجلّی ہے۔ جو سب تجلّیوں سے ایک اعلیٰ درجہ کی تجلّی ہے۔ اور یہ احدیّت زبانِ عموم میں یعنی عام ہونے کے لحاظ سے عین اُس کثرت کی ہے۔ جو اس کے پیچھے لگی۔ اور اس کی مثال اس دیوار کی سی ہے۔ جسے کوئی دُور سے دیکھے۔ درآنحالیکہ وہ دیوار مٹی۔ اینٹ۔ چونا اور لکڑی سے بنائی گئی ہو۔ لیکن وہ دیکھنے والا ان چیزوں میں سے کسی چیز کو نہیں دیکھتا۔ وہ صرف دیوار کو دیکھتا ہے۔ پس احدیّت تو یہ دیوار ہے۔ جو اس مٹی۔ چونے۔ اینٹ۔ لکڑی کا مجموعہ ہے۔ نہ اس خیال پر کہ وہ ان چیزوں کا نام ہے۔ بلکہ اس بنا پر کہ وہ دیواریّت کی اس ہیئت مخصوصہ کا نام ہے۔ یا مثلاً جیسا کہ تو اپنے کسی ذاتی رنگ اور حالت میں ہو۔ اور اپنی اُس حالت میں ڈوبا ہُوا ہو۔ جس پر کہ تو ہے۔ اسوقت تو صرف اپنی ہویت کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اِس مشہد میں تیری نظر میں اُن حقائق میں سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ جو تیری طرف منسوب ہیں۔ پس وہ حالت تیری احدیّت ہے۔ اِس بنا پر کہ باعتبار تیری ہویت کے وہ تیرے ذاتی مظہر کا نام ہے۔ نہ اس اعتبار سے کہ تو ان حقائق کا مجموعہ ہے۔ جو تیری طرف منسوب ہیں۔ پھر اس مشہد میں تو ہی ہے۔ اگرچہ تجھ میں حقائق منسوبہ بھی ہیں۔ پس تیرا یہ ذاتی مشہد جو تیرے وجود میں احدیّت کا مظہر ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ کہ وہ تیری ذات کا نام ہے۔ اس اعتبار سے کہ اس میں کسی دوسری چیز کا اعتبار نہ ہو۔ پھر وہ یعنی احدیّت جناب الٰہی میں صرافتِ ذات سے مراد ہے۔ جو جمیع اسمآء و

Marfat.com

صفات سے اور جمیع اثر و مؤثرات سے مجرّد ہے۔ اور وہ سب مظاہر سے اعلیٰ ہے۔ اس لئے کہ جو مظہر اس کے بعد ہے۔ اس کو کسی خاص خصوصیّت سے چارہ نہیں۔ حتّٰی کہ مشہد الوہیّت کا بھی یہی حال ہے۔ کہ وہ عموم سے مخصوص ہے۔ پس احدیّت ذات کا پہلا ظہور ہے۔ اور مخلوق کا احدیّت سے متصف ہونا محال و ممتنع ہے۔ باینوجہ کہ احدیّت صرافتِ ذات کا نام ہے۔ جو حقیقت اور مخلوقیّت سے مجرّد ہے۔ اور مخلوقیّت سے میری مراد عبد ہے۔ جس پر مخلوقیّت کا حکم لگایا گیا ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ احدیّت جو حق اور خلق دونوں کے ہونے سے مجرّد ہے۔ مخلوق کو اس سے متصف ہونے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اور نیز اتصاف افتعال کے وزن پر ہے۔ جس میں تعمّل کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اور یہ امر حکم احدیّت کے مغائر ہے۔ پس مخلوق کے لئے یہ حکم کبھی نہیں ہو سکتا۔ وہ اللہ تعالےٰ کی ذات کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اور تو جو تجلّیٔ احدیّت میں اپنے نفس کو اس وصف میں مشاہدہ کرتا ہے۔ تو یہ مشاہدہ بحیثیت تیرے الٰہ اور تیرے رب کے ہے۔ تو اپنے مخلوق ہونے کی حیثیت سے اس کا دعوےٰ نہیں کرتا۔ اور نہ تیری مجال ہے۔ کہ اس چیز کا تو دعوےٰ کرے۔ جس سے قطعی اور یقینی طور پر مخلوق کو بہرہ نہیں ہے۔ پس مظاہر ذات کا یہ پہلا مظہر یعنی احدیّت صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور تو نے اپنے آپ میں جان لیا۔ کہ تو مراد ذات سے ہے۔ اور حق سے جو خلق کے ساتھ ہے۔ تو چاہئے کہ تو خلق پر انقطاع کا حکم کرے۔ اور حق کے لئے اُسی چیز کی شہادت دے۔ جس کے کہ وہ اپنے اسماء و صفات سے اپنی ذات میں لائق ہے۔ اور ہو جا تو اس شخص سے جس نے اللہ کے لئے اس چیز کی شہادت دی جس کی اپنے نفس کیلئے دی۔ ابیات

عینی لنفسک نزہت فی ذاتہا ... وتشہدت فی اسمہا وصفاتہا

فاشہد لہا ما تستحق ولا تقل ... نفسی تحققت حسنہا بثباتہا

واشرب مدامک بالکؤس وراقبن ... یومًا بترک الراح فی فاناتہا

ماذا یضرک لو جعلت کنایۃ ... عنک اسمہا وحفظت حرمۃ ذاتہا

وجعلت مجلی لذات الہک یقتضی ... بالعزّ منہم سرہا وسماتہا

وانمت فوق الکون فضلک جاذبا ... من حیث شاہد جمالہن حیاتہا

ہذی لامانک کن بہا متعینا ... واتبع اسرارہا واوشاتہا

ترجمہ۔ میرا وجود تیرے نفس کے لئے اپنی ذات میں ... اور اپنے اسماء و صفات میں ... دے اس کے لئے جس کے کہ وہ لائق ہے۔ اور یہ نہ کہہ کہ میرے نفس نے ... شراب کو ساغروں میں پی۔ اور کسی دن نہ کہہ کہ میں نے اس کی ذاتوں میں ... اپنے وجود سے ... ہے۔ اگر تو ... ہے۔ اور صفات کو اپنے اسماء ... ہے۔ اور صفات کو اپنے اسماء ... ہے۔ اور ... ہے۔ اور ... ہے۔ اور ... ہے۔ اور ... ہے۔

Marfat.com

چھٹا باب

واحدیّت میں

ابیات

الواحدیۃ مظہر للذات — تبدو مجمعۃ لفرق صفاتی
الکل فیہا واحد متکثر — فاعجب لکثرۃ واحد بالذات
ھذاک فیہا عین ذا وکمثل ما — تباک فی حکم الحقیقۃ اتی
فھی العبارۃ عن حقیقۃ کثرۃ — فی وحدۃ من غیر ما اشتاتی
کل بہا فی حکم کل واحد — فالنفی فی ذا الوجہ کالاثبات
فرقان ذات اللہ صورۃ جمعہ — وتعدد الاوصاف کالایات
فاتلوہ واقرأ منک سر کتابہ — انت المبین وفیک مکنوناتی

ترجمہ۔ واحدیت ذات کا مظہر ہے۔ میری متفرق صفات کو جمع کئے ہوئے ظاہر ہوتی ہے۔ ہر شے اس میں واحد متکثر ہے۔ پھر تعجب ہے۔ کثرت کے لئے جو اپنی ذات میں واحد ہے۔ یہ تو اس میں عین اس کا ہے۔ اور مثل اس چیز کے ہے جس کو آنے والا حقیقت کے حکم میں اوّل مرتبہ ظاہر کرتا ہے۔ پھر وہ بدوں میرے متفرقات کے کثرت فی وحدت کی حقیقت سے مراد ہے۔ اس میں ہر ایک ہر واحد کے حکم میں ہے۔ اور وہ ذوی الوجوہ ہے۔ اور جس کی بہت سی وجہیں ہوں۔ اس میں نفی اثبات کی مانند ہے۔ اس کی صورۃ جامعہ ذات الٰہی کا فرقان ہے۔ اور اوصاف کا تعدد مثل آیات کے ہے۔ پس اس کی تلاوت کر اور اپنے وجود سے اس کے سرِ کتاب کو پڑھ۔ تو کتاب مبیّن ہے۔ اور تجھ میں میرے مخفی اسرار ہیں۔

جان کہ واحدیّت اس مشہد سے مراد ہے جس میں ذات کا ظہور صفت کے رنگ میں اور صفت کا ذات کے رنگ میں ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے ہر وصف اس مشہد میں دوسرے کا عین معلوم ہوتا ہے۔ اس میں انتقام لینے والا اللہ کا عین ہے۔ اور اللہ انتقام لینے والے کا۔ اور اسی طرح منتقم منعم کا عین ہے۔ اور ایسا ہی واحدیّت جب نفسِ نعمت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور نقمت عینِ واحدیت ہے۔ تو نعمت جو رحمت سے مراد ہے۔ عینِ نقمت ہے۔ جو عذاب سے مراد ہے۔ اور نقمت کہ وہ عذاب ہے۔ عین اس نعمت کا ہے۔ جو عینِ رحمت ہے۔ یہ سب صفات و آثار میں ذات کے ظہور کرنے کے اعتبار سے ہے۔ اور ہر چیز جس میں کہ بحکم واحدیت کا

Marfat.com

ظہور ہوتا ہے۔ دوسری کی عین ہے لیکن باعتبار تجلّی واحدیت کے نہ باعتبار ہر ذی حق کو اس کا حق عطا کرنے کے۔ اور یہ تجلّی ذاتی ہے۔ جان۔ کہ احدیت۔ واحدیت۔ الوہیت میں فرق یہ ہے۔ کہ احدیت میں اسماء وصفات سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی ذاتی شان میں محض ذات صرف ہے۔ اور واحدیت میں اسماء وصفات مع اپنے آثار کے ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن بحکم ذات ان پر جدائی کا حکم نہیں دیا جاتا۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا عین ہوتا ہے۔ اور الوہیّت میں اسماء وصفات ظاہر ہوتے ہیں۔ بموجب اس حکم کے جس کا ان میں سے ہر ایک مستحق ہے۔ اس میں یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ منتقم منعم کی اور منعم منتقم کی ضد ہے۔ اور ایسا ہی باقی اسماء وصفات کا حال ہے۔ حتّٰے کہ احدیّت کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ وہ الوہیّت میں بمقتضاء حکم احدیّت ظاہر ہوتی ہے۔ اور ایسا ہی واحدیّت۔ پس الوہیّت کا مظہر جمیع مظاہر کے احکام کو شامل ہوتا ہے۔ اور اس مشہد میں ہر ذی حق کو اس کا حق عطا کیا جاتا ہے۔ اور احدیت مظہر ہے۔ کان اللہ ولا شئ معہ کا۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ تھا اللہ اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ اور واحدیت الآن کما کان کا مظہر ہے۔ جس کے معنی یہ نہیں۔ کہ اب بھی وہ ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ وہ پہلے تھا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے کل شئ ہالک الا وجہہ۔ اس کی ذات کے سوا ہر شے فنا ہونے والی ہے۔ اسی جہت سے احدیت واحدیت سے بلند رُتبہ ہے۔ کہ وہ ذات محض ہے۔ اور الوہیت احدیت سے بلند درجہ ہے۔ اس لئے کہ اس نے احدیت کو بھی وہ حکم دیا جس کی وہ قابلیت رکھتی ہے۔ چونکہ الوہیت ہر ذی حق کو اس کا حق عطا کرتی ہے۔ اس لئے وہ سب اسماء کی جامع ترین اور سب اسماء سے بلند وارفع ہے۔ احدیت پر اس کی بزرگی ایسی ہے جیسی کہ کل کی جزو پر اور باقی مظاہر ذاتیہ یا احدیت کی بزرگی ایسی ہے جیسی کہ اصل کو فرع پر۔ اور واحدیت کی باقی تجلیات پر ایسی جیسی کہ جمع کو فرق پر۔ غور اور فکر کر کہ تجھ سے باہر یہ معانی کہاں ہیں۔ اپنے اندر ان میں تامل کر۔ ابیات

لعمرک انما انت غرسۃ لکی تجتنیہا ودع العقل بالشواہد ہذہ نبی لا تہدیہا وانہب من الغفلۃ
المدام فخمر فیہا ہذا کوسک راشداً وغن للذی لبیہا ابدت محاسنہا سمعاً وفلا تکن
تجنیہا ودع اغتراراً باسموی ولیس اسموی یاریہا وکل البلیۃ وارم بالعشر الذی یبادیہا
واعذر من الواشی تقبل فانت من واشیہا

ترجمہ۔ پھلوں کو چن۔ اس لئے کہ تو نے درخت اس لئے لگایا تھا کہ ان کے میووں اور پھلوں کو کھائے کے بہانہ کو چھوڑ۔ کہ ان میں کوئی رہنمائی نہیں۔ اور دانتوں جیسے منہ سے شراب پی۔ کہ اس میں [illegible] ہے۔ راہ راست پر قائم ہو کر۔ ناز شراب کو پھر اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جو ان ساغروں کو پیٹھ دیتے ہیں۔ مبارک لوگوں نے اس کے محاسن کو ظاہر کر دیا۔ پھر تو ان کو مخفی کرنے والا نہ بن۔ ماسوا کی پرفریفتہ ہونا چھوڑ دے۔ کہ ماسوی یعنی غیر اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ یعنی ماسوا کا خیال جو تیرے دماغ میں سمایا ہوا ہے۔ یہ تجھ دھوکہ لگا ہوا ہے۔ درحقیقت ماسوا اور غیر کوئی شے نہیں۔ جب تک تو اس میں دھوکہ میں ہے۔ تو خدا کو نہیں پا سکے گا۔ فخر کو کہا۔

Marfat.com

اور چھلکا۔ جو اس کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کو پھینک دے۔ ثقیل اور بھارے چُغلخور سے بچ۔ پھر تو بھی تو اس کا ایک چغلخور ہے۔ یعنی اس کے سرِ عشق و معرفت کا ظاہر کرنے والا +

ساتواں باب

رحمانیّت میں

رحمانیت حقائقِ اسمآء و صفات میں ظہور کرنے سے مراد ہے۔ یہ ظہور دو قسم کے اسمآء میں ہے۔ ایک اسمآء ذاتی جو ذات سے مخصوص ہیں۔ دوسرے وہ جن کا مخلوق کی جانب بھی رُخ ہے۔ جیسے عالم۔ قادر۔ سمیع اور ایسا ہی دیگر اسمآء جن کو حقائق وجودیہ سے تعلق ہے۔ رحمانیت جمیع مراتب حقیقہ کا نام ہے۔ مراتب خلقیہ کو اس میں کچھ اشتراک نہیں۔ اور یہ مرتبہ الوہیت سے اخص ہے۔ اس لئے کہ اس میں ان حقائق الٰہیہ کا ظہور ہے۔ جن سے حقائق سُبحانہ و تعالیٰ کا انفراد ثابت ہوتا ہے۔ اور الوہیّت عام ہے۔ کہ حقائق خلقیہ و حقیقہ دونوں کو شامل ہے۔ اس اعتبار سے رحمانیّت الوہیت سے افضل معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ اُن مراتبِ علیہ میں ذات کے ظہور کا نام ہے۔ جن میں مراتبِ خسیسہ سے تقدس پایا جاتا ہے۔ اس کے سوا ذات کا کوئی ایسا مظہر نہیں۔ جو بحکم الجمع (والمنع۔ مترجم) مراتب علیہ سے مخصوص ہو۔ مرتبہ رحمانیت کی مرتبہ الوہیّت سے نسبت ایسی ہے جیسی مٹھاس کو گنّے کے ساتھ۔ شکر یعنی مٹھاس ان سب چیزوں سے بلند رُتبہ ہے۔ جو گنّے میں پائی جاتی ہیں۔ اور گنّا مٹھاس کے علاوہ اور چیزوں کو بھی شامل ہے۔ اس اعتبار سے اگر تو مٹھاس کو گنّے پر فضیلت دیگا۔ تو رحمانیت بھی الوہیّت سے افضل ہو گی۔ اور اگر گنّے کے عموم اور اس کی جامعیّت پر نظر رکھ کر گنّے کو مٹھاس پر فضیلت دیگا۔ تو الوہیّت رحمانیت سے افضل ہو گی۔ مرتبہ رحمانیت میں جو اسم ظاہر ہُوا ہے۔ وہ رحمٰن ہے۔ اور یہ اسم اس کے اسمآء ذاتیہ و اوصافِ نفسیہ کی طرف راجع ہوتا ہے اوصافِ نفسیہ سات ہیں۔ حیاتؔ۔ علمؔ۔ قدرتؔ۔ ارادتؔ۔ کلامؔ۔ سمعؔ۔ بصرؔ اور اسمآء ذاتیہ مثل احدیت۔ واحدیت۔ صمدیّت۔ عظمت۔ قدوسیّت اور ایسے ہی اور نام کہ سوائے ذات واجب الوجود ملک۔ معبود کے کہ اپنے تقدس میں سب سے برتر ہے۔ اور کسی کے لئے نہیں ہو سکتے۔ اس مرتبہ کا اسم رحمٰن سے اختصاص اس رحمت کی وجہ سے ہے جو جمیع مراتب حقیقہ و خلقیہ کو شامل ہے پس مراتبِ حقیقہ میں اس کے ظہور سے جمیع مراتب خلقیہ بھی ظاہر ہو گئے۔ اور دربارِ رحمانیت کی رحمت سب کے لئے عام ہو گئی۔

Marfat.com

سب سے پہلی رحمت موجودات پر یہ کہ خدا نے اپنے نفس سے عالم کو پیدا کیا۔ فرمایا۔ وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ، آسمان اور زمین کی سب چیزیں جو اپنے نفس سے پیدا کیں۔ تمہارے لئے مسخر کر دیں اسی وجہ سے کہ اپنے نفس سے اس نے عالم کو پیدا کیا۔ اس کا ظہور تمام موجودات میں رچ گیا۔ اور اس کا کمال ہر جزو اور اجزائے عالم کے ہر فرد میں ظاہر ہوا۔ اور وہ مظاہر کے تعدد سے خود متعدد نہیں ہوا بلکہ جمیع مظاہر میں وہ ایک ہی ہے۔ احد ہے۔ جیسا کہ اس کی ذات تقاضا کرتی ہے۔ ایسا ہی دیگر صفات کمال اور ہر ذرۂ وجود میں اس کے ظہور کو قیاس کرو۔ جمیع موجودات میں اس کے سریانِ وجود کے مسئلہ میں ایک طائفہ ممتاز ہوا۔ کہ اس سریان کا راز یہ ہے۔ کہ اس نے اپنے نفس سے عالم کو پیدا کیا۔ اور وہ متجزی نہیں ہوتا۔ پس عالم کی ہر شے اپنے کمال پر ہے۔ اور اس پر خلقیت کا نام عاریۃً ہے۔ نہ کہ حقیقی طور پر۔ اور ایسا بھی نہیں۔ جیسا کہ گمان کرنے والے نے گمان کیا۔ کہ اوصافِ الٰہیہ بندہ پر عاریۃً ہیں۔ اور اس بات کی طرف اپنے اس قول میں اشارہ کیا ؎

اعارتہ طرفا راھا بہ فکان البصیر لھا طرفھا

ترجمہ۔ اپنے اوصاف کی ایک طرف اس نے عاریۃً دی جس سے اُس نے موجودات کو دیکھا۔ پس موجودات کا وصفِ بصیر اس کے وصفِ بصیر کی ایک طرف اور ایک جہت ہے۔

اس مذکورہ خیال کی تردید پر میں کہتا ہوں۔ کہ اشیاء میں جو عاریت ہے۔ وہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ وجود خلقی کی اس کی طرف نسبت ہے۔ اور وجود حقی اس کی اصل ہے۔ پھر حق نے خلقیت کا نام اپنے حقائق کو عاریۃً دیا۔ اس غرض کے لئے کہ اس سے اسرار الوہیت اور اُن کے اُن مقتضیات کو ظاہر کرے۔ جن میں باہم تضاد ہے۔ پس حق ہیولیٰ عالم ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وما خلقنا السموات والارض وما بینھما الا بالحق آسمان زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ ہم نے حق سے ان کو پیدا کیا۔ اسی سے ظاہر ہے۔ کہ ہر چیز حق سے پیدا ہوئی۔ اور حق مادۂ عالم ہے۔ اور اس کی مثال پانی و برف کی سی ہے۔ جس میں حق مثل پانی ہے۔ جو برف کی اصل ہے۔ اور عالم مثل برف کے ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس بستہ چیز پر برف کا نام عاریۃً ہے۔ اور پانی کا حقیقۃً۔ اس حقیقت پر ہم نے اپنے اس قصیدہ میں بھی تنبیہ کی ہے جس کا نام البواور الغیبیۃ فی اسرار العینیۃ ہے۔ اور جس کا طراز نرالا ہے۔ اور جس کا فیشن عجیب ہے۔ کہ آج تک زمانہ نے ایسا کوئی جا[illegible] بنایا۔ جو قدِ حقائق پر برابر آئے۔ اس مقامِ تنبیہ پر اُس قصیدہ میں سے میرا یہ قول ہے ؎

وما الخلق فی التمثال الا کثلجۃ وانت بھا الماء الذی ھو نابع
وما الثلج فی تحقیقنا غیر مائہ وغیر ان فی حکم رعتہ الشرائع
ولکن بذوب الثلج یرفع حکمہ ویوضع حکم الماء والامر واقع
تجمعت الاضداد فی واحد البھا وفیہ تلاشت وھو عنھن ساطع

Marfat.com

ترجمہ۔ خلق کی مثال سوائے برف کے نہیں۔ اور تو اس میں پانی ہے۔ جو ذات حق سے پھوٹ کر آتا ہے۔ اور برف ہماری تحقیق میں سوائے پانی کے اور کچھ نہیں ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ کہ اس کا ایک حکم ہے۔ جس کا قوانین عالم تقاضا کرتے ہیں۔ پر جب برف پگھل جاتی ہے۔ تو وہ حکم بھی اُٹھ جاتا ہے۔ اور پانی کا حکم اس میں رکھا جاتا ہے۔ اور یہ امر واقع کے مطابق ہے۔ جمیع اضداد ایک چیز میں جمع ہیں۔ اور اُسی میں مٹ گئیں۔ اور ان کے مٹ جانے سے وہ روشن اور ظاہر ہو جاتا ہے۔

جان کہ رحمانیت ایک مظہر اعظم و مجلیٰ اکمل دائم ہے۔ اسی لئے ربوبیت اس کا عرش۔ اور ملکیت اسکی کرسی اور عظمت اس کی رفرف اور قدرت اس کا جرس اور قہر اس کی چھنکار ہے۔ اور اسم رحمٰن بنظر تمکن و قیام و باعتبار سریان فی الموجودات اپنے جمیع مقتضیات کمال کے ساتھ اس میں ظاہر ہے۔ اور اس کے حکم کا اس پر غالب ہونا عرش پر اس کا وہ استواء ہے۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے۔ اس لئے کہ ہر موجود جس میں ذات الٰہی بطور غلبہ و استیلا موجود ہے۔ عرش خدا ہے۔ بہ اعتبار ذات حق کی اس وجہ کے جو اس میں ظاہر ہوئی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ عرش کا ذکر اپنے مقام پر اس کتاب میں آئیگا اور حق سُبحانہ و تعالےٰ کے غلبہ و استیلا سے مراد قدرت۔ علم۔ احاطت سے اپنی موجودات میں اسکا جاگزیں ہونا ہے۔ کہ اس کا وجود ان میں بحکم استواء ہو۔ نہ بطریق حلول و مماست۔ اور حلول و مماست کیلئے جائز ہے۔ جبکہ وہ خود عین موجودات ہے۔ اور ان معنوں سے موجودات میں حق کا وجود بہ حیثیت اس کے اسم رحمٰن کے ہے۔ کہ خلق میں ظہور کر کے اس نے خلق پر رحم کیا۔ اور اپنے نفس سے ان کو نکالا۔ اور یہ دونوں باتیں ٹھیک ہیں۔

جان کہ خیال جب ذہن میں کوئی صورت بناتا ہے۔ تو وہ صورت مخلوق ہے۔ جس میں خالق موجود ہے۔ یعنی یہ تخیّل و تشکل تجھ میں موجود ہے۔ اور تُو اس کا خالق ہے۔ اس مثال سے ظاہر ہے۔ کہ تو حق ہے۔ اس اعتبار سے کہ حق کا وجود تجھ میں ہے۔ پس تیری تصویر حق میں واجب ہوئی۔ اور حق اس میں پایا گیا۔ اس باب میں ایک جلیل القدر راز پر ہم نے تجھے آگاہ کیا۔ جس سے بہت سے اسرار الٰہی معلوم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً سر تقدیر و سر علم الٰہی۔ اور ہونا اس کا علم واحد جس سے حق اور خلق دونوں کو جانا جاتا ہے۔ اور احدیت کا منشاء قدرت ہونا اور واحدیت کا علم کی اصل ہونا لیکن یہ امور مشہد رحمانی میں ہونگے۔ اور ان کے پیچھے اور بہت سے نکتے حاصل ہوتے ہیں۔ جن کی طرف یہ کمالات اشارہ کرتے ہیں۔

(فصل)

جان کہ رحیم اور رحمٰن دو اسم ہیں۔ جو رحمت سے مشتق ہیں لیکن رحمٰن اعم ہے۔ اور رحیم اخص و اتم رحمٰن کا عموم اس جہت سے ہے کہ خدا تعالےٰ کا نام رحمٰن اس رحمت کے لحاظ سے ہے۔ جو جمیع موجودات کو شامل ہے۔ اور رحیم کا خصوص اس جہت سے کہ اس کا نام رحیم اس رحمت کے لحاظ سے ہے۔ جو صرف اہل سعادت سے

Marfat.com

مخصوص ہے۔ رحمتِ رحمٰن نقمت یعنی عذاب میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً ناگوار مزہ اور بو کی دوا کا پینا۔ کہ اگرچہ وہ مریض کے حق میں رحمت ہے لیکن طبع کو ناگوار گذرتی ہے۔ اور رحمتِ رحیم محض نعمت ہے۔ اس میں اور کوئی ملاوٹ نہیں۔ اور اہل سعادت کاملہ کے سوا اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ اور اسم رحیم کی تحت میں جو رحمت ہے۔ ان میں سے ایک اپنے اسماء وصفات پر رحمت ہے۔ کہ ان کے آثار و مؤثرات کو ظاہر فرمایا۔ پس رحیم رحمٰن میں ایسا ہے۔ جیسے وجود انسانی میں آنکھ۔ کہ ایک ان میں سے بہت عزیز اور خاص تر ہے۔ اور دوسری سب کو شامل۔ اسی جہت سے کہا گیا۔ کہ رحمتِ رحیم عالم آخرت میں پورے طور پر ظاہر ہوگی۔ اس لئے کہ وہ دُنیا سے زیادہ وسیع ہے۔ اور نیز اس جہت سے کہ نعیم دنیوی شائبہ کدورت سے خالی نہیں ہیں جنکا منبع وسرچشمہ رحمانیت ہوسکتا ہے۔ نہ کہ رحیمیت۔ جو زیادہ تفصیل چاہتا ہے۔ وہ ہماری کتاب کہف رقیم کو دیکھے۔

آٹھواں باب

ربوبیّت میں

ربوبیّت اس مرتبہ کا نام ہے۔ جو ان اسماء کا مقتضی ہے۔ جو موجودات کا وجود چاہتے ہیں۔ اور اس کے تحت میں اسم علیم۔ سمیع۔ بصیر۔ قیوم۔ مرید۔ ملک اور اس جیسے اور نام ہیں۔ کہ ان میں سے ہر واحد اُس چیز کو چاہتا ہے جس سے وہ تعلق پائے۔ علیم علوم کا۔ قادر مقدورعلیہ کا اور مرید مراد کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح باقی اسماء کو سمجھ لو۔

جان کہ اسم رب کی تحت میں دو قسم کے اسماء ہیں۔ ایک وہ جو خلق اور خالق میں مشترک ہیں۔ دوسرے وہ جو محض خلق سے تاثیری اختصاص رکھتے ہیں۔ اسماء مشترکہ کی مثالیں۔ اسم علیم کو کہ وہ اس کا اسم نفسی ہے چنانچہ بولنے میں آتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو جانتا ہے۔ اور اپنی خلق کو جانتا ہے۔ اور اسم سمیع کہ اس کا کیگا۔ کہ وہ اپنے نفس کو سنتا ہے۔ اور اپنے غیر کو سنتا ہے پس اس قسم کے نام [illegible] اور میری مراد مشترکہ سے یہ ہے۔ کہ اسم کے دو رُخ ہیں۔ ایک جناب الٰہی سے مخصوص ہے۔ دوسرا وہ رخ جس سے مخلوقات کی طرف دیکھتا ہے جیسا کہ گذر چکا۔

اور وہ اسماء جو خلق سے مختص ہیں۔ وہ مثلاً اسماء فعلیہ کے ہیں۔ مثلاً اس کا نام خالق۔ کہ تو کہتا ہے۔ کہ عالم کو اس نے پیدا کیا۔ یہ نہیں کہتا کہ اپنے نفس کو پیدا کیا۔ اور مثلاً رازق۔ کہ کہا جاتا ہے۔ کہ مخلوق کو اس نے

Marfat.com

رزق دیا۔ نہ یہ کہ اپنے نفس کو رزق دیا۔ ایسا ہی اسم قادر۔ کہا جاتا ہے۔ کہ موجودات پر اس نے قدرت پائی۔ نہ یہ کہ اپنے نفس پر۔ اگرچہ ان اسمآء میں تاویل کی بھی گنجائش ہے۔ مگر پھر بھی یہ اسمآء مخلوق سے مختص ہیں۔ اس لئے کہ اس کے اسم ملک کی تحت میں ہیں۔ اور مَلِک کو مملکت سے چارہ نہیں۔ اور اس کے اسم رب و مَلِک میں یہ فرق ہے۔ کہ اسم ملک اس مرتبہ کا نام ہے۔ جس کی تحت میں اسمآء فعلیہ ہیں۔ اور یہ وہ ہیں۔ جن کی نسبت کہا گیا ہے۔ کہ وہ فقط خلق سے مخصوص ہیں۔ اور اسم رب اس مرتبہ کا نام ہے۔ جس کی تحت میں اسماء مشترکہ اور اسمآء مختصّہ بالخلق دونوں قسم کے اسمآء شامل ہیں۔ اور رب اور رحمٰن کے مابین یہ فرق ہے۔ کہ رحمٰن اوصاف علیّہ الہیّہ سے مخصوص ہے۔ برابر ہے۔ کہ ذات اُن اوصاف میں منفرد ہو۔ جیسے اسم عظیم یا اسمیں اشتراک کے معنی ہوں۔ جیسے عظیم و بصیر یا محض مخلوق سے مخصوص ہوں۔ جیسے خالق و رازق اور اسم رحمٰن و اللہ میں یہ فرق ہے۔ کہ اللہ مرتبہ ذاتیہ کا نام ہے۔ جو حقائقِ موجودات علوی و سفلی دونوں کو شامل ہے۔ پھر اسم رحمٰن بھی اس مرتبہ کی تحت میں آجاتا ہے۔ یعنی مرتبہ الوہیت و رحمانیت میں عموم و خصوص کی نسبت ہے۔

چونکہ اسم رب اسم رحمٰن کی تحت میں ہے۔ اور اسم مَلِک اسم رب کی تحت میں اس لئے ربوبیّت رحمٰن کا عرش ہوگا۔ یعنی مظہر جس میں اس کا ظہور ہُوا۔ اور جس سے موجودات کی طرف اس نے دیکھا۔ اسی مرتبہ سے خدا اور اس کے بندوں کے درمیان نسبت صحیح ہوگئی۔ کیا تو آنحضرت صلعم کے قول کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ آپنے فرمایا۔ انہ وجد الرحم افذ من حقو الرحمٰن کہ رحم کا وجود رحمٰن کے وسط سے لیا گیا ہے حقو مقامِ وسط کو کہتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہا۔ کہ ربوبیت اُن امور کے وسط میں ہے۔ جو رحمانیت کی تحت میں ہے۔ اس طرح کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ رحمانیت تین قسم کے اسمآء کو شامل ہے۔ ایک وہ جن میں حق بذاتِ خود منفرد ہے۔ دوسرے وہ جن میں خلق بھی شریک ہے۔ تیسرے وہ جو محض مخلوق سے مخصوص ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ اسمآء مشترکہ جو مرتبہ ربوبیت میں داخل ہیں۔ وسط میں ہیں۔ پس رحم کا وسطِ رحمٰن سے تعلق بنظر اس پیوند کے ہے۔ جو رب اور مربوب میں ہے۔ اس لئے کہ کوئی رب نہیں۔ مگر اس کا مربوب بھی ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں خدا اور بندوں کے درمیان نسبت لازم ہے۔ اس مذکورہ وسط کے ساتھ رحم کے تعلق کو دیکھ۔ اور اسکے راز کو سمجھ۔ کیونکہ حق سُبحانہ و تعالیٰ اس بات سے منزہ ہے۔ کہ کوئی چیز اس سے پیوند پائے۔ جو اس سے جُدا ہے۔ یا وہ چیز اس سے جُدا ہو۔ جو اس سے پیوند رکھتی ہے۔ پس نہ باقی رہا اس کے بعد مگر اسکی گوناگوں تجلّیات اس چیز میں جس کا نام ہم نے حق رکھا۔ اور جس سے ہم نے مخلوق کا کنایہ لیا ؎

انحن لا انتموا ٭ قاربتموا وبنتموا ٭ مافی الوجود سواکم ٭ اظہرتم او صنتمو ٭ ھو صورۃ لجمالکم ٭ معناہ ھذا انتم ٭ کان الوجود بکونکم ٭ وبکونہ قد کنتم ٭ وکشفتمو ثوب السوا ٭ عن حسنکم فأتیتم ٭ سمیتم الحسن العزیز ٭ بعزکم فاھنتم ٭ قلتم سوانا قسوہ ٭ ھلا فنحن النتم ٭ وان الخلیقۃ باسمکم وباسم خلق دنتم ٭ نوعتم حسن الجما ٭ ل وفی الوفا ماخنتم ٭ فلکم کمال لا یزا ٭ ل لہ البریۃ ینتموا

Marfat.com

ترجمہ۔ تُم نزدیک رہو۔ یا جُدا رہو۔ ہم تُم ہی ہیں۔ منظر وجود میں تمہارے سوا اور کچھ نہیں۔ اس راز کو ظاہر کرو۔ یا دل میں نگاہ رکھو۔ وہ تمہارے جمال کی صورت ہے۔ اس کے معنی تم ہی ہو۔ تُم ہوئے تو وجود ہُوا۔ اور وجود ہُوا تو تُم ہوئے۔ غیر و سوا کا کپڑا تُم نے اپنے حسن سے کھولا۔ پھر تُم نے جُدا کر ڈالا۔ یعنی غیر و سوا کا وجود بھی تمہارے ہی حسن سے تھا۔ کوئی بیگانہ نہ تھا۔ پھر تم نے اس کو غیر اور بیگانہ بنا دیا۔ تمہاری عزّت کی قسم تم نے حسن کا نام عزیز رکھا۔ پھر اُسے ذلیل کر ڈالا۔ تُم نے کہا۔ کہ جو چیز ہمارے سوا ہے۔ وہ قسوت ہے۔ کیوں نہیں یہ بات درست ہے۔ وہ قسوت ہم ہیں۔ جس کو تُم نے نرم کر ڈالا۔ مخلوق تمہارے اسم کی اور تُم مخلوق کے اسم کے تابع ہو گئے۔ تم نے اپنے حُسن جمال کو گوناگوں دکھا دیا۔ اور وفاء میں تم نے خیانت نہیں کی۔ پھر تمہارا ایک کمال ہے۔ جس سے ہمیشہ خلقت نمو پاتی ہے۔

جان۔ کہ ربوبیّت کی دو تجلیاں ہیں۔ ایک معنوی۔ دوسری صوری۔ تجلّی معنوی اسماء و صفات کے رنگا رنگ کمالات میں اس کا ظہور ہے۔ جیسا کہ قانونِ تنزیہہ نے تقاضا کیا۔ اور تجلّی صوری مخلوق میں اسکا ظہور ہے۔ جیسا کہ قانونِ خلق و تشبیہ نے تقاضا کیا۔ مراد اس ظہور سے وہ رنگا رنگ نقائص ہیں۔ جو مخلوق میں پائے جاتے ہیں۔ پھر جب حق سُبحانہ و تعالےٰ اپنی کسی مخلوق میں ظہور فرماتا ہے۔ اس قاعدہ پر جس کا مظہر تشبیہ استحقاق رکھتا ہے۔ تو مطابق قانونِ تنزیہہ تجلّی معنوی کا بھی اس ظہور میں حصّہ ہوتا ہے۔ اور یہ امر ظہور دو باتوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ایک صوری ملحق بہ تشبیہ دوسرا معنوی ملحق بہ تنزیہہ اگر صوری ظاہر ہو۔ تو معنوی اس کا مظہر ہوتا ہے۔ اور اگر معنوی ظاہر ہو۔ تو صوری اس کا مظہر ہے۔ کبھی ایک کا حکم غالب آتا ہے۔ اور دوسرا اس کے نیچے چھپ جاتا ہے۔ اس صورت میں باوجود حجاب کے امر واحد پر حکم دیا جاتا ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ اور اللہ تعالےٰ حق بولتا ہے۔ اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

نواں باب

عماء میں

ان العماء هو المحل الاول — فلك شموس الحسن فيه افل

هو نفس نفس اليه كان لها — كون ولم يخرج فلا يتبدل

مثل له المثل العلى كمونه — ككمون نار قد حواه الجندل

Marfat.com

هما بدت نار من الاحجار	فهی بحکمها وکمونها لا ترحل
والنار فی الاحجار کامنة وان	ظهرت فهذا الحکم لا یتحلل
ولکم رأینا ناظرا هو فی عما	عنه تعالی الله لا یتمثل
هو حیرت الالباب فی دهشاتها	عنها فتلک لها عماء یهمل
هو نفسه لا باعتبار ظلامها	بل باعتبار ضیائها ان یعقل
من غیر ما احد یه بخصوصیة	او واحدیة کثرة لا تجهل
لطفت فغابت فی لطیفة ذاتها	فکمونها فیه اسماء الاول

ترجمہ۔ عماء پہلا مقام ہے جس میں شمس حسن کا فلک مغرب ہے۔ وہ ذات الٰہی کا بطون ہے جس کے ساتھ اسکا وجود ہے۔ وہ نہ اُس عماء سے نکلا۔ اور نہ تبدل ہوتا ہے۔ وہ ایک بلند پایہ مثال ہے۔ جو اس کے لئے متمثل ہوئی عماء کا راز اس آگ کا سا راز ہے۔ جس کو پتھر نے اپنے اندر لپیٹا ہوا ہے۔ جب آگ پتھروں سے ظاہر ہوتی ہے۔ تو یہ ظہور اس آگ کا ایک حکم ہے۔ اور اس کے خفاء کمون کا حکم یہ ہے۔ کہ وہ اپنے مقام سے کوچ نہیں کرتی۔ یعنی باوجود ظہور کے پھر بھی وہ اس کے اندر موجود رہتی ہے۔ ہم نے تمہارے لئے ایک بینا کو دیکھا جو ایک ایسے عماء میں ہے جس کی تمثیل نہیں ہو سکتی۔ (وہ ناظر فی العماء اللہ ہے مترجم) وہ ان حیرتوں میں جو اس سے پیدا ہوئیں مغزوں اور عقلوں کی حیرت ہے۔ پھر وہ اُن حیرتوں کے لئے عماء ہے۔ جس کے لئے کوئی لفظ استعمال میں نہیں آتا۔ وہ عماء غیر اس چیز کا ہے۔ جس کا نام احدیت مجہولہ ہے۔ یا واحدیت جو کثرت مجہولہ ہے۔ یعنی ایسی کثرت جس کی کیفیت و کمیت سمجھی بوجھی نہیں جاتی۔ لطیف تھا۔ کہ اپنی ذات کے لطیفہ میں غائب ہو گیا۔ پھر اس میں اس کا چھپنا عماء اوّل ہے۔

جان۔ کہ عماء حقیقۃ الحقائق سے مراد ہے۔ جسے ہم نہ حقیقت سے متصف کرتے ہیں۔ اور نہ خلقیت سے وہ ذات محض ہے۔ اس لئے کہ حقی و خلقی کسی مرتبہ کی طرف اسکے مضاف نہیں کیا جاتا۔ اور عدم اضافت کی وجہ سے نہ وہ وصف کا تقاضا کرتی ہے۔ نہ اسم کا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی یہی مراد ہے۔ جو آپ نے فرمایا۔ کہ عماء وہ ہے۔ جس کے نہ اوپر ہوا ہے۔ اور نہ نیچے یعنی نہ حق ہے۔ نہ خلق پھر عماء کو بمنزلہ احدیت کے سمجھو۔ جیسا کہ اسماء و اوصاف احدیت میں ملیا میٹ ہوتے ہیں۔ اور کسی چیز کا اس میں ظہور نہیں ہوتا۔ ایسا ہی عماء کا حال ہے۔ کہ اس میں ان چیزوں سے کسی چیز کو مجال ظہور نہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے۔ کہ احدیت ذات کا حکم ہے۔ ذات میں۔ جیسا کہ اس کے علو شان کا تقاضا ہے۔ اور وہ ظہور ذاتی احدی ہے۔ اور عماء صفات کا حکم ہے بمقتضاء اطلاق کہ اس سے علو و دنو سمجھا نہیں جاتا۔ اور وہ بطون ذاتی عمائی ہے پھر وہ احدیت کے مقابل ہے۔ اس طرح کہ احدیت میں صرافت ذات ہے بحکم تجلی اور اس میں صرافت ذات ہے بحکم استتار۔ پھر بلند ہے۔ ذات اللہ تعالےٰ کی کہ تجلی سے اپنے نفس سے مخفی ہو۔ یا خفاء سے اپنے نفس کیلئے ظاہر ہو۔ وہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ تجلی۔ استتار۔ بطون۔ ظہور۔ شیون ذاتیہ۔ اعتبارات۔ اضافات۔

Marfat.com

اسمآء وصفات سے اس کی ذات تقاضا کرتی ہے۔ نہ بدلتا ہے۔ نہ گردش کرتا ہے۔ نہ کسی چیز میں ملتا ہے۔ کہ اس کے غیر کو اس سے جُدا کر کے چھوڑ دیا جائے۔ اور نہ اپنے وجود سے کسی چیز کو اُتارتا ہے جس کو اس کا غیر سمجھا جائے۔ جب سے وہ ہے۔ اس کی ذات کا حکم وہی ہے۔ اور جس پر وہ ہے۔ اور جس پر کہ وہ اس سے پہلے تھا۔ لا تبدیل لخلق اللہ ای وصف اللہ۔ خدا کے وصف کو کوئی تبدیلی نہیں۔ سوائے اس کے نہیں۔ کہ یہ تبدیلیاں صورتوں۔ نسبتوں۔ اضافتوں۔ اعتبارات وغیرہ میں ہیں۔ وہ اسی حکم کے ساتھ ہے۔ جس سے ہم پر تجلّی فرماتا ہے۔ اور فی نفسہ اُسی بات پر ہے۔ جو اس کی ذات کو ثابت تھی۔ قبل اس کے کہ وہ ہم پر تجلی کرتا۔ اور ہم پر ظاہر ہوتا۔ اور بعد اِس حکم کے اس کی ذات قبول نہیں کرتی۔ مگر اُسی تجلی کو جس پر کہ وہ ہے۔ پس ایک ہی تجلّی ہے۔ جس کے لئے ایک ہی نام ہے۔ جس کا ایک ہی وصف ہے۔ اور سب کے لئے وہ ایک ہی ہے۔ متعدد نہیں وہ ازل میں اپنے نفس کے لئے اسی چیز میں متجلی تھا جس کے لئے وہ ابد میں متجلّی ہے ؎

على العهد من تلك المعاهد زينب — وما غيرتها الحادثات فتجنب

لقد حفظت تلك العهود ولم تكن — تضيع عهدا بالمحصب زينب

فان نقلت عنها الوشاة تجنبا — فمن اجل ما تهوى الوشاة التجنب

وان ارعدت فيها بصد وهجرة — فبرق الوفا في وابل اللطف خلب

خذوا يا ندامى كأس رضابها — فكف يد الندمان فيها تخضب

ولا تاملوا منها اعتنا قا وسلمة — فليس الى الشمس الخفافيش تقرب

فما اسفرت عنه لكم فبطفها — ومن رحمة للصب لا تتحجب

وليس على التحقيق كفء جمالها — سواها فايا كم وعنقاء مغرب

ترجمہ۔ بیشک زینب نے ان عہدوں کو نگاہ رکھا۔ وہ مقام محصب میں کسی عہد کو ضائع نہیں کرتی تھی۔ پھر اگر چُغلخوروں نے اجنبی بن کر کوئی بات اس سے نقل کر لی۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ چغلخور چاہتے ہی اجنبیت کو ہیں اگر کسی رُکاوٹ اور ہجرت کا خوف دلا کر اس کے متعلق چغلخوروں نے ڈرا دیا۔ تو پھر کیا اس کے اَبر لطف میں برقِ وفا برسے بغیر رہ جائیگی۔ اے حریف ورقیب ہو کر اس شراب کے پینے والو۔ اس کے لعاب دہن کے ساغروں کو لو کہن کو ہاتھ میں لینے سے حریفِ شراب کی ہتھیلی رنگین ہو گئی تسلیم اور اس سے معانقہ کر لینے میں تامل نہ کرو۔ کہ اس کے آفتابِ حُسن میں کوئی خفا نہیں۔ پھر کس چیز میں تو قریب ڈھونڈ رہا ہے۔ جو کچھ اس نے اس سے آپ کے لئے روشن کیا وہ اس بادل کی رحمت اور مہربانی سے ہے۔ جو پوشیدہ نہیں ہوتا۔ سوا اس کے اپنے وجود کے فی الحقیقت اس کے جمال کا کوئی کفو نہیں۔ پھر تم عنقاء مغرب سے بچو۔ یعنی جیسا کہ عنقاء مغرب کا نام ہے۔ وجود نہیں۔ ایسا ہی غیر و سوا کا بھی نام ہے۔ فی حقیقت اس کا کوئی وجود نہیں۔

غرضیکہ وہ تجلی واحد ہے۔ جس کو اپنی ذات کے لئے اس نے پسند کیا۔ کسی غیر کے لئے یہ تجلی نہیں ہوتی۔

Marfat.com

خلق کو اس میں کچھ نصیب نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تجلی اعتبار۔ انقسام۔ اضافت۔ اوصاف کی کسی چیز کو
قبول نہیں کرتی۔ جب خلق کو اس میں کوئی نسبت ہوتی ہے۔ تو وہ کسی اعتبار۔ نسبت۔ وصف یا ان میں سے
کسی چیز کی محتاج ہوتی ہے۔ اور ان میں سے کوئی بات اس تجلی کے حکم میں داخل نہیں۔ اور وہ تجلیات الٰہیہ
سے ذاتی ہوں یا فعلی۔ صفاتی ہوں یا اسمی ملاقات رکھتی ہے۔ پھر وہ اگرچہ بذاتِ خود ایک حقیقت رکھتی ہے وہی
ہے جس کا اپنے بندوں پر تجلی ظہور کی جہت سے وہ تقاضا کرتی ہے۔ باوجود اس تمام کے یہ تجلی ذاتی جس پر
کہ وہ ہے۔ جمیع اقسام تجلیات کی جامع ہے۔ ایک تجلی میں اس کا ہونا دوسری تجلی سے اس کو مانع نہیں ہوتا
لیکن دوسری تجلیات کا حکم اس ایک تجلی میں ایسا ہوتا ہے۔ جیسا کہ آفتاب میں ستاروں کا حکم ہے۔ کہ موجود
بھی ہیں۔ اور معدوم بھی۔ اسوجہ سے کہ درحقیقت نور انجم آفتاب سے ہے۔ اور ایسا ہی باقی تجلیات الٰہیہ کو
اس اسماء تجلی کے ترشحات کا ایک رشحہ ہیں۔ اور اس کے سمندر کا ایک قطرہ ہیں۔ اس تجلی ذاتی کی سلطنت کے
ظاہر ہونے پر معدوم ہو جاتی ہیں۔ اس کو اس نے اپنے ہی لئے اختیار فرمایا ہے۔ اس جہت سے کہ اس میں اس کا
علم اپنی ہی ذات سے متعلق ہے۔ اور باقی تجلیات جن کا وہ اپنے نفس کے لئے مستحق ہوا ہے۔ اس حیثیت سے
ہیں۔ کہ ان میں وہ اپنے غیر کو بھی جانتا ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ بیان کے خوش رفتار گھوڑے اس تفصیل کے
میدان میں چلے۔ یہانتک کہ میں اس کے حکم کو ظاہر کر دوں۔ جو کبھی ظاہر نہیں ہوتا۔ پس چاہئے۔ کہ اس برہان میں
اب ہم لگام کو تمام لیں۔ اور زبان کو اس چیز میں پھیلائیں۔ جو تر جمانی کی غرض ہے۔ پھر اس کے بعد ہم کہتے ہیں۔
کہ ہم نے تجھے جتا دیا۔ کہ عماء باعتبار اطلاق فی البطون والاستتار کے خود ذات ہے۔ اور احدیت باعتبار تعالے
فی الظہور کے خود اس کا نفس ہے جس میں سقوط اعتبارات واجب اور لازم ہے۔ اعتبار ظہور و اعتبار استتار
کا ذکر ہم نے صرف سامع کے سمجھانے کے لئے کر دیا ہے۔ ورنہ ان ہر دو تجلیات میں کسی اعتبار کی گنجائش نہیں
جان۔ کہ تو خود اپنے نفس میں اپنے آپ سے عماء میں ہے۔ اور اللہ تعالے کی صفت بلند ہے۔ تیرا عماء
میں ہونا اس اعتبار سے ہے۔ کہ اس کیفیت سے کہ جس پر تو ہے۔ تیرا اپنے لئے مطلقاً ظہور نہیں ہے۔ اگرچہ
اس کیفیت کو تو جانتا ہے جس کے ساتھ اور جس پر تو ہے۔ لیکن اس مذکورہ اعتبار سے تو ایک ذات ہے۔ جو
عماء کے اندر ہے۔ پس تو اس اعتبار سے اپنے آپ کو نہیں دیکھتا۔ کہ حق سبحانہ وتعالے تیرا عین اور تیری ہویت
ہے۔ حالانکہ تو اپنی اس حقیقت سے جس کا تو زیادہ حقدار ہے۔ غافل ہے۔ پھر اس اعتبار سے تو اپنے آپ سے
عماء میں ہے۔ اور تو یہ حیثیت اپنے حق کے اپنے آپ سے پوشیدہ نہیں ہوا۔ اس لئے کہ حق کا حکم ہی یہ
ہے۔ کہ اپنے نفس سے پوشیدہ نہ ہو۔ ثابت ہوا۔ کہ تو بحکم حق اپنے لئے ظہور میں ہے۔ اسی طور پر جس طور پر
کہ تو عماء سے ہے۔ اور وہ عماء بحکم خلق تیرا اپنی حقیقت سے پوشیدہ اور غافل ہوتا ہے۔ پس تو بہ اعتبار حق
اپنے نفس کے لئے ظاہر اور باعتبار خلق اپنے نفس سے باطن ہے۔ اور یہ ایک ضرب المثل ہے۔ جسے ہم
لوگوں کے لئے بیان کر رہے ہیں۔ اور عالموں کے سوا اسے کوئی نہیں بوجھتا۔ اسی لئے جب آنحضرتؐ سے

Marfat.com

سوال کیا گیا۔ کہ پیدائش عالم سے پہلے خدا کہاں تھا۔ تو آپنے جواب دیا۔ کہ عماء میں۔ کیونکہ جو تجلّی فی نفسہٖ ہو۔ س کو اس بات سے چارہ نہیں۔ کہ وہ بہ حیثیت اپنے اسم کے اس بات کا تقاضا کرے۔ کہ اس سے پہلے ستتار ہو۔ اور یہ قبلیّت حکم کی قبلیّت ہے۔ نہ ایسی قبلیّت جس کے لئے وقت معین ہو۔ اس لئے کہ اس کی شان اس سے بلند ہے۔ کہ اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان توقیت ہو۔ یا انفصال و انفکاک ہو۔ یا تصال و تلازم پایا جائے۔ کیونکہ یہ چیزیں یعنی توقیت انفصال وغیرہ اس کی مخلوق ہیں۔ پھر اس کے اور س کی مخلوق کے درمیان ایک دوسری مخلوق کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ہو۔ تو تسلسل اور دور لازم آتا ہے ور یہ دونوں محال امر ہیں۔ پس اس بات کے تسلیم کرنے سے چارہ نہیں۔ کہ اس کی قبلیّت۔ بعدیت۔ ولیت خریت ایک حکم ہے۔ اور بلحاظ کسی محل و اضافت کے ہے۔ مکان و زمان کی یہاں کوئی گنجائش نہیں ہ پیدائش عالم سے پہلے جیسا کہ چاہئے۔ عماء میں تھا۔ اور بعد پیدا کرنے کے بھی جیسا وہ تھا۔ ویسا ہی ہے معلوم ہوا۔ کہ عماء بلا اعتبارات ذات کے حکم سابق کا نام ہے۔ اور مخلوق کا پیدا کرنا ظہور کا مقتضی ہے۔ ر ظہور حکم لاحق ہے۔ جو مع اعتبارات ذات کو لاحق ہوا۔ سو یہ سبقیت ہی قبلیّت ہے۔ اور یہ ق ہی بعدیت برنہ نہ کوئی قبلیّت ہے۔ نہ بعدیت۔ کیونکہ وہ خود ہی قبل ہے۔ اور خود ہی بعد۔ خود ہی اوّل خود ہی آخر۔ راس پر طُرفہ یہ۔ کہ اس کا ظہور بدوں کسی اعتبار۔ نسبت و جہت کے عین اس کے بطون کا ہے

اوّلیت عینِ آخریت۔ قبلیت عینِ بعدیت ہے۔ عقلیں اس میں حیران رہ گئیں۔ اور اس بات کا حیلہ ہا۔ کہ اس کی عظمت اور شان تک رسائی ہو سکے گی۔ کوئی مفہوم اور کوئی معقول اس کا تصور نہیں کر سکتا +

دسواں باب

تنزیہہ میں

تنزیہہ ذات قدیمہ کے اپنے اُن اسماء و اوصاف و ذات میں منفرد ہونے کا نام ہے۔ جن کا وہ بطریق الت۔ بلندی و برتری خود اپنے نفس سے اپنے ہی نفس کے لئے استحقاق رکھتی ہے۔ بنیہ اس بات کے کہ ش کسی امر میں ان سے مشابہت رکھے۔ تنزیہہ سے ہمارے ذہن میں سوائے اس تنزیہہ کے اور کچھ نہیں۔ ں میں حادث کی بھی آمیزش ہے۔ اور تنزیہہ قدیم بھی اس میں ملحق ہے۔ اس لئے کہ تنزیہہ ش کے مقابلہ خود اس کی جنس سے کوئی نسبت ہوتی ہے۔ اور تنزیہہ قدیم کے مقابلہ میں اس کی جنس سے کوئی نسبت

Marfat.com

نہیں۔ کیونکہ حق تعالےٰ نہ ضد کو قبول کرتا ہے۔ اور نہ اس کی تنزیہہ کی کیفیت بوجھی جا سکتی ہے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ تنزیہہ سے بھی منزّہ ہے۔ اس کی ذاتی تنزیہہ کو سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور جس تنزیہہ کا ادراک کیا جاتا ہے۔ وہ تنزیہہ محدث ہے۔ نہ تنزیہہ قدیم۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک تنزیہہ اس حکم سے ذات کو مبرّا کرنے کا نام ہے۔ جس کی نسبت اس کی طرف ہو سکتی ہے۔ اور حق کے لئے کوئی ذاتی تشبیہ نہیں۔ جس سے تنزیہہ کو بھی استحقاق حاصل ہو۔ کہ تنزیہہ میں اس نسبتِ تشبیہ سے اُسے منزہ سمجھا جائے۔ کیونکہ وہ بذات خود منزہ ہے۔ جیسا کہ اس کی کبریائی کا تقاضا ہے۔ پھر جس اعتبار سے بھی ہو۔ اور جس مظہر میں وہ جلوہ گر ہو۔ تشبیہ کے رنگ میں ہو۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے رب کو ایک جوان خوبصورت بے ریش انسان کی صورت میں دیکھا۔ یا تنزیہہ کی حالت میں جیسا کہ فرمایا۔ کہ میں نے اس کو ایک نورانی شے دیکھا۔ غرضیکہ ہر حال میں وہ منزّہ ہے۔ اس لئے کہ تنزیہہ ذاتی کا حکم اس کو لازم ہے۔ جیسا کہ صفت موصوف کو لازم ہوتی ہے اور وہ اس مشہد و منظر لزوم میں اپنی اسی تنزیہہ قدیم پر ہے۔ جس کے وہ لائق ہے۔ اور جو سوائے اس کے کسی کے لئے مناسب نہیں۔ اور جسے سوائے اس کے کوئی نہیں پہچان سکتا۔ پس وہ اپنے اسماء و صفات و ذات۔ مظاہر و تجلیات میں بحکم قدم ان تمام امور سے متفرّد ہے۔ جن کی حادث کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ خواہ وہ کسی جہت سے ہو۔ اس کی تنزیہہ و تشبیہ خلق کی تنزیہہ و تشبیہ کی مانند نہیں ہے۔ اور جس نے یہ کہا ہے۔ کہ تنزیہہ اپنے محل کی تطہیر کا نام ہے۔ نہ کہ ذات حق کی تطہیر کا۔ اُس نے تنزیہہ سے تنزیہہ خلقی مراد لی ہے۔ جس کے مقابلہ پر تشبیہ ہے۔ اس لئے کہ بندہ جب صفات حق سے متصف ہوتا ہے۔ تو تنزیہہ الٰہی سے اس کا نفس نقائص محدثہ پاک و خالص ہو جاتا ہے۔ پھر وہ تنزیہہ اس کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اور حق اپنی اسی تنزیہہ پر ہوتا ہے۔ جس میں اس کے غیر کو کوئی شرکت نہیں۔ اور خلق کی اس میں مجال نہیں۔ میری مراد یہ ہے۔ کہ چہرۂ مخلوق کو اس تنزیہہ سے کچھ بہرہ نہیں۔ بلکہ وہ اسی ذات حق کو سزاوار ہے۔ جو بذات خود منفرد ہے۔ اور فی نفسہ اس کا استحقاق رکھتی ہے۔ پس جس امر کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اس کو سمجھ۔

جان۔ کہ جب میں اپنی اس کتاب میں یا اپنی دوسری مؤلفہ کتب میں ذکر کرتا ہوں۔ کہ یہ بات حق کے لئے ہے۔ مخلوق کو اس میں کچھ حصہ نہیں۔ یا یہ بات مخلوق کا خاصہ ہے۔ حق کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جاتی۔ تو میری مراد اس سے ذات کی وہ اعتباری شق اور جہت ہوتی ہے۔ جو اس نام سے موسوم ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ وہ بات ذات کو کسی وجہ سے حاصل نہیں ہے۔ پس اس امر میں تامل کر۔ اس لئے کہ یہ امر اس بات پر مبنی ہے۔ کہ ذات دو وجہوں حق و خلق کی جامع ہے۔ پھر حق کے لئے وہ امور ہیں۔ جس کے وہ لائق ہے۔ اور خلق کے لئے وہ امور جن کی وہ مستحق ہے۔ باوجود اس کے کہ ہر وجہ اپنے مرتبہ پر قائم ہوتی ہے۔ جیسا کہ بغیر کسی امتزاج کے اس کی ذات تقاضا کرتی ہے۔ اور جب ایک وجہ دوسری میں ظاہر ہوتی ہے۔ تو ہر دو حکم اس دوسری میں موجود ہوتے نہیں۔ عنقریب باب تشبیہ میں اس کا ذکر آئیگا۔ جس میں نہ عرض ہے نہ جوہر ؎

Marfat.com

یاجوھر اقامت بہ عرضان ۔ یاواحد انی حکمہ اثنان ۔ جمعت محاسنک العلی فتوحدت ۔ الک باختلاف فیھما ضدان ۔ ما انت الا واحد الحسن الذی ۔ تم الکمال لہ بلا نقصان ۔ فلان بطنت وان ظھرت فانت فی ۔ ما تستحق من العلا السبحانی ۔ تنزھا متقدسا متعالیا ۔ فی عزت الجبروت عن حدثان ۔ لم یدرک المخلوق الا مثلہ ۔ والحق متنزہ عن الاکوان ۔

ترجمہ۔ اے جوہر جس میں دو عرض قائم ہیں۔ اے واحد جو اپنے حکم میں دو ہے۔ تو نے بلند درجہ کے محاسن کو جمع کیا۔ پھر باوجود باہمی اختلاف کے تیرے لئے دونوں ضدیں ایک بن گئیں۔ اس حسن میں تیری ہی ایک ہستی ہے۔ جس کو پورا کمال حاصل ہے۔ اور جس میں کوئی نقص نہیں۔ پھر خواہ تو پوشیدہ ہو۔ خواہ ظاہر اُسی صفت کے ساتھ ہے جو تیری ذات پاک و برتر کو سزاوار ہے۔ تو اپنی عزت جبروتی میں ہر حادث سے پاک و منزہ ہے۔ مخلوق اپنی ہی جیسی چیز کا ادراک کر سکتی ہے۔ اور حق جمیع موجودات سے ایک نرالی ہی شے ہے۔

گیارھواں باب

تشبیہ میں

تشبیہ جمال کی صورت سے مراد ہے۔ اس لئے کہ جمال الٰہی کے معنی ہیں۔ اور وہ اسماء و اوصافِ الٰہیہ ہیں۔ اور انکی صورتیں ہیں۔ اور وہ ان معانی کی تجلیات ہیں۔ ان امور میں جو محسوس یا معقول سے وقوع میں آتی ہیں۔ محسوس کی مثال آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ہے۔ کہ میں نے اپنے رب کو ایک جوان بے ریش کی صورت میں دیکھا۔ اور معقول کی یہ انا عند ظن عبدی بی۔ فلیظن بی ما شاء" میں اپنے بندہ سے اس ظن کے مطابق رہتا ہوں۔ جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے۔ پھر اس کا اختیار ہے۔ کہ جیسی اس کی مرضی ہے۔ میرے ساتھ ظن رکھے۔ اور یہ ایک صورت ہے جس سے تشبیہ مراد لی جاتی ہے۔ بیشک خدا تعالےٰ اپنے ظہور میں اپنی صورت جمال پر ہے۔ اور اس تنزیہ بھی باقی ہے۔ جس کے وہ لائق ہے۔ جیسا کہ جناب الٰہی کو تو نے تنزیہ کا حق دیا۔ ایسا ہی تشبیہ الٰہی سے بھی اس کو اس کا حق دے۔

بیان۔ کہ تشبیہ الٰہ کے حق میں ایک حکم ہے جو تنزیہ کے برخلاف ہے۔ اس لئے کہ تنزیہ اس کے حق میں ایک عینی امر ہے۔ اور تشبیہ کی سوائے نفوس کاملہ کے اور کوئی شہادت نہیں دیتا۔ اور ان کے سوا وہ سے عارف وہ اس کا ادراک نہیں کرتے۔ مگر علی سبیل الایمان والتقلید۔ بہ سبب اس کے جو اس کے حسن و جمال کی صورتیں

Marfat.com

تقاضا کرتی ہیں۔اس لئے کہ موجودات کی ہر صورت اس کے حسن کی ایک صورت ہے۔پھر اگر صورت نے بطور تشبیہ کے شہادت دی۔اور تنزیہہ کی کسی چیز کی شہادت نہ دی۔تو حق نے ایک وجہ سے تجھے اپنے حسن وجمال کا شاہد بنایا۔اور اگر صورت تشبیہی کی شہادت میں تو نے تنزیہہ الٰہی کا بھی ادراک کیا۔تو حق نے اپنی دونوں وجہوں تشبیہ وتنزیہہ میں اپنے جلال وجمال پر تجھے گواہ کر لیا کہ جدھر منہ کرو۔ادھر ہی اللہ کی ذات ہے۔پھر خواہ تو اس کی تنزیہہ کرے۔خواہ تشبیہ۔بہر حال میں تو اس کی تجلیات میں مستغرق ہے۔تو اس سے جدا نہیں ہے۔کیونکہ تو ہی ہے۔اور تیرے سوا اور کچھ نہیں۔اور جس حال۔عمل اور معنوں پر تو ہے۔وہ تیری ہی ہویت ہے۔بتمامہ تو اس کے جمال کی صورت ہے۔پھر اگر تو صورت تشبیہ پر ہی باقی رہا۔تو تو اس کی صورت حسن کی شہادت دے رہا ہے۔اور اگر باوجود تیری تشبیہ کے تجھ پر تنزیہہ کا چشمہ کھلا۔تو تو اس کے حسن۔جمال اور معنی کی صورت ہے۔اور اگر تو ایسے مشہد سے کامیاب ہوا۔جو تنزیہہ وتشبیہ سے باہر ہے۔تو تو تنزیہہ وتشبیہ دونوں سے باہر ہو گیا۔اور وہ ذات ہے۔پس جس چیز کو تو پسند کرتا ہے۔اپنے نفس کے لئے اسے اختیار کرے۔

جان کہ حق کے لئے دو تشبیہیں ہیں۔ایک تشبیہ ذاتی۔اور وہ وہ حالت ہے۔جس پر صُوَر محسوسہ موجودات یا وہ خیالی صورتیں ہیں۔جو محسوسات کے مشابہ ہیں۔دوسری تشبیہ وضعی جس پر اُن اسماء کی معانی کی صورتیں ہیں۔جو ان امور سے منزّہ ہیں۔جو خیال میں مشبّہ بالمحسوس ہیں۔اور یہ صورت ذہن میں مستقل ومدرک ہوتی ہے اور حس میں متکیّف نہیں ہوتی۔اور جب متکیّف ہوتی ہے۔تو تشبیہ ذاتی سے ملحق ہو جاتی ہے۔اس لئے کہ تکیّف تشبیہ کے کمال سے ہے۔اور کمال ذات کو مناسب ہے۔باقی رہ گئی تشبیہ وضعی۔کہ اس میں کسی طرح کا بھی تکیّف ممکن نہیں۔بموجب اس ضرب المثل کے جس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے نور ذاتی کو طاق۔چراغ۔قندیل سے تشبیہ دی ہے۔اور انسان اس تشبیہ ذاتی کی صورت ہے۔اس طرح کہ طاق سے مراد اس کا سینہ ہے۔اور قندیل یعنی شیشے سے مراد اس کا قلب اور چراغ سے اس کا سرّ اور شجرۂ مبارکہ سے مراد ایمان بالغیب ہے۔اور وہ ظہور حق ہے۔خلق کی صورت میں۔اور ایمان سے مراد ایمان بالغیب ہے۔اور مراد زیتون سے حقیقتِ مطلقہ ہے۔جسکی بابت ہم کہتے ہیں۔کہ وہ نہ تو من کل الوجوہ حق ہے۔اور نہ من کل الوجوہ خلق۔اور نہ شجرۂ ایمانیہ ہے۔جس کی صفت لاشرقیۃ تنزیہہ مطلق کو ثابت کرتی ہے۔بایں طور کہ تشبیہ اس میں نہ ہو۔اور اس کی صفت لاغربیۃ تشبیہ مطلق ہے۔جس میں تنزیہہ بالکل نہ ہو۔پھر یہ شجرۂ ایمانیہ جس میں پوست تشبیہ اور مغز تنزیہہ ہے۔نچوڑا جاتا ہے اور اس سے روغن زیت نکالا جاتا ہے۔اس وقت اس کا تیل کہ مراد اس سے یقین ہے۔روشنی دیتا ہے۔جس کے نور سے اس روغن کی ظلمت دور ہو جاتی ہے۔اگرچہ معائنہ کی آگ جس کو دوسرے لفظوں میں نُور عیانی کہتے ہیں۔اس کو نہ پہونچی ہو۔اور وہ نور عیانی نور ایمانی پر تشبیہ کا نور ہے۔اور مراد نور ایمانی سے تنزیہہ کا نور ہے۔اللہ تعالےٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے۔ہدایت دیتا ہے۔اور لوگوں کے سمجھانے کے لئے ضرب المثلیں بیان کرتا ہے۔اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔اور یہ تشبیہ جس کا اس ضرب المثل

Marfat.com

میں ذکر آیا ہے۔ تشبیہ ذاتی ہے۔ اور وہ چونکہ ضرب المثل سے ایک طور سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے یہ ضرب المثل اس کے حسن کی ایک صورت ہے۔ جیسا کہ علم اگر عالم مثال میں دود کی صورت میں ظاہر ہو۔ تو یہ دود کی صورت معنیٔ علم کی ایک صورت ہے۔ جس پر اس کو حمل کیا گیا ہے۔ ایسا ہی ہر مثل جس میں ممثل بہ ظاہر ہوتا ہے۔ ممثل بہ کی ایک صورت ہوتی ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ کہ طاق۔ چراغ۔ قندیل شجرہ۔ تیل جو نہ شرق کی جانب ہے۔ اور نہ غرب کی جانب اور اس کا روشنی دینا اور آگ اور وہ نور جس کی صفت نور علے نور ہے۔ یہ سب اپنے ظاہر مفہوم سے جمال الٰہیہ کی ذاتی صورتیں ہیں۔ اور وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ مراد اس علم سے اس جمال کے معنی ہیں۔ اس لئے کہ علم وہ معنی ہیں۔ جو کسی شے کے عالم میں ہوتے ہیں۔ اس کو خوب طور سمجھ۔ اللہ تعالےٰ حق بولتا ہے۔ اور وہ زیادہ جاننے والا ہے۔

بارھواں باب

تجلّی افعال میں

اپنے افعال میں حق سبحانہٗ وتعالےٰ کی تجلّی سے وہ مشہد مراد ہے۔ جس میں [illegible] جمیع اشیاء میں قدرت کا جریان ملاحظہ کرتا ہے۔ اور اس امر کا شاہد ہوتا ہے۔ کہ خدا ہی ان چیزوں کا محرک و ممکن بندہ سے فعل کی نفی کرتا ہے۔ اور اس کو حق کے لئے ثابت کرتا ہے۔ بندہ اس حالت میں اپنی قوت حول۔ ارادت سے مسلوب کیا جاتا ہے۔ اس مشہد کے آدمیوں کی چند قسمیں ہیں۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ جو اوّلاً ارادۂ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پھر اس کے فعل کا۔ اور اس حالت میں حول۔ قوت۔ ارادت تینوں چیزیں اس سے چھینی جاتی ہیں۔ اور یہ مشہد تجلیات افعال کے جمیع مشاہد سے ہے۔ اور بعض ارادۂ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن مخلوقات میں اس کے تصرفات اور [illegible] یہ کہ سلطانِ قدرت کے ماتحت وہ سب چل رہے ہیں۔ اور بعض ان میں سے تعاقب سے فعل کو صادر ہوتے دیکھ کر پھر آخر میں حق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یعنی اس فعل کو حق کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ اور بعض مخلوق سے فعل کے صادر ہونے کے بعد ایسا کرتے ہیں۔ لیکن اس شہود والے کا مشہود جب افعال غیر کے متعلق ہو۔ تو مسلم ہے۔ اور جب اپنے افعال کے متعلق ہو۔ تو اسی صورت

Marfat.com

میں مسلّم ہے۔ جبکہ ظاہر شریعت کے موافق ہو۔ بخلاف اس شخص کے جو اولاً ارادۂ حق کو مشاہدہ کرتا ہے پھر قبل صدورِ فعل یا صادر ہوتے وقت یا بعد صدور کے ارادۂ حق سے تصرف حق کو دیکھتا ہے۔ اسکی بابت ہم تسلیم کرلیں گے۔ کہ یہ مشہد اس کو صحیح ہو گیا ہے۔ اور ظاہر شریعت سے ہم اس کا مطالبہ کریں گے اگر صادق ہو گا۔ تو وہ ان امور میں مخلص سمجھا جائیگا۔ جو اللہ اور اس کے مابین ہیں۔ میرے اس قول کا فائدہ یہ ہے۔ کہ بہرحال یہ مشہد اس کے لئے تسلیم کیا جائیگا۔ اور پہلا شخص جو صدورِ فعل کے بعد جریانِ قدرت کو دیکھتا ہے۔ اس مشہد میں اس کا صادق ہونا ہم تسلیم نہیں کرینگے۔ اس لئے کہ ان دونوں میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں۔ کہ ان باتوں میں جو خلافِ امر و نہی ہیں۔ قدرت سے جھگڑا کرے۔ بلکہ ان دونوں کو ظاہر شریعت کے حکم کا امتثال لازم ہے۔ پھر جس سے ایسی حرکت صادر ہو گی۔ جس پر شرع میں حد مقرر ہے۔ اس پر حد قائم کی جائیگی۔ اس لئے کہ اس نے کہا۔ جو حکم خدا سے اس کو لازم تھا۔ اور ہمارے لئے بھی یہ مشہد تقاضا کرتا ہے۔ کہ ہم بھی اس پر اس حکم خدا کو جاری کریں۔ جو اس فعل کو لازم ہے۔ اور جو شخص صدورِ فعل کے بعد جریانِ قدرت کو مشاہدہ کرتا ہے۔ فعل غیر کے مشاہدہ میں تو اس کے شہود کی تصدیق کی جائیگی لیکن اپنے نفس کے فعل میں اس کی وہی بات مقبول ہو گی۔ جو کتاب و سنت کے موافق ہو گی۔ اس لئے کہ زندیق بھی جب کسی معصیت کا مرتکب ہوتا ہے۔ تو کہدیتا ہے۔ کہ یہ فعل اللہ کے ارادہ اور اس کی قدرت سے مجھ سے وقوع میں آیا ہے۔ اور یہ اسی کا فعل ہے۔ پھر زندقہ اور اس مقام میں کوئی فرق نہ رہا۔ اور بعض ایسے ہیں جو فعل اللہ کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور تبعاً اپنے نفس کے فعل کو بھی دیکھتے ہیں۔ ایسے اشخاص اطاعت الٰہی کے کاموں میں طائع اور معصیت کے کاموں میں عاصی سمجھے جاتے ہیں۔ اور وہ ان دونوں حالتوں میں مسلوب الحول والقوت والارادت ہوتے ہیں۔ اور بعض ارباب مشاہدہ ایسے ہیں۔ جو اپنے نفس کے فعل کو نہیں دیکھتے۔ فقط اللہ کے فعل کو دیکھتے ہیں۔ پھر وہ اپنے نفس کے لئے کوئی فعل مقرر نہیں کرتے۔ نہ اطاعت کے کاموں میں اپنے آپ کو مطیع اور نہ معصیت میں اپنے آپ کو عاصی خیال کرتے ہیں۔ اس مشہد کی باتوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اس مقام کا آدمی کسی کے ساتھ کھانا کھاتا ہے۔ پانی پیتا ہے۔ پھر حلفاً کہہ دیتا ہے۔ کہ میں نے نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا۔ حتیٰ کہ اس بات پر بھی حلف اٹھا بیٹھتا ہے۔ کہ میں نے کوئی قسم نہیں اٹھائی۔ حالانکہ وہ اللہ کے ہاں نیک اور سچے ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک نکتہ ہے۔ جس کو وہی سمجھتا ہے۔ جس نے اس مشہد کا مزا چکھا ہو۔ اور عین الیقین سے اسے مشاہدہ کیا ہو۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو اللہ کے فعل کو مشاہدہ نہیں کرتے۔ مگر اس کے غیر کے ساتھ۔ اور ان افعال میں جو اس کے نفس سے مخصوص ہیں۔ اپنے نفس کو نہیں دیکھتا۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو اللہ کے فعل کو نہیں دیکھتے۔ مگر اپنے نفس میں۔ اور غیر میں اس کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ یہ مقام پہلے سے اعلیٰ و ارفع ہے اور بعض اطاعات میں فعل اللہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن معاصی میں نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بہ حیثیت اس تجلی افعال کے جو اطاعات میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی اس پر رحمت ہے۔ کہ معاصی

Marfat.com

میں اپنے فعل کو اس سے چھپا رکھا ہے۔ تاکہ وہ معصیت میں نہ پڑ جائے۔ اور یہ اس کے ضعف کی دلیل ہے۔ ورنہ اگر وہ قوی ہوتا۔ تو معاصی میں بھی خدا تعالےٰ کے فعل کو مشاہدہ کرتا۔ جیسا کہ وہ اطاعات میں کرتا ہے۔ اور ظاہر شرع کو بھی محفوظ رکھتا۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جن پر خدا تعالےٰ اپنا فعل معاصی میں ظاہر کرتا ہے۔ اور یہ حق کی طرف سے اس کے لئے ابتلاء ہے۔ کہ وہ معصیت میں خدا تعالےٰ کے فعل کو دیکھتا ہے۔ اور اطاعت میں نہیں دیکھتا۔ اس وصف کے دو آدمی ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو نیکیوں کا حریص ہوتا ہے۔ اور دوسروں پر اطاعات میں سبقت لے جانی چاہتا ہے۔ پس خدا تعالےٰ اطاعات کی جہت سے اس سے چھپ جاتا ہے۔ اور معاصی میں ظاہر ہوتا ہے۔ تاکہ معاصی میں وہ حق کو مشاہدہ کرے۔ اور اس سے کمال الٰہی اس کو حاصل ہو۔ اور اس کی علامت یہ ہے۔ کہ وہ ہمیشہ اس حالت میں نہیں رہتا۔ انجام کار اطاعات کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اور دوسرا وہ آدمی ہے۔ جو استدراج میں مبتلا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ معاصی میں اُسے رسوخ حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر حق اس سے چھپ جاتا ہے۔ اور اس کو اسی حالت میں چھوڑا جاتا ہے نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو اطاعت و معصیت دونوں میں اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پھر کبھی وہ مشاہدہ فی الطاعت کی حالت میں ہوتے ہیں۔ اور کبھی مشاہدہ فی المعصیت کی حالت میں ؎

اسیر الی نجدٍ اذا انزلت بہ   وارحل نحو الغور ان حلت فیہ

ترجمہ۔ معشوق جب نجد میں نازل ہوتا ہے۔ تو میں نجد کو چل پڑتا ہوں۔ اور جب غور میں اترتا ہے۔ تو میں غور کی جانب کوچ کرتا ہوں

اور بعض ان میں سے ایسے نہیں۔ جو فعلِ خدا کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور جب معصیت سے کچھ ان پر جاری ہوتا ہے۔ تو اس پر سکون نہیں کرتے۔ مضطرب ہوتے ہیں۔ رو پڑتے ہیں۔ گڑگڑاتے ہیں۔ غمگین ہوتے ہیں۔ استغفار کرتے ہیں۔ اور اس سے محفوظ رہنے کی درخواست کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ معصیت اسی سے صادر ہوتی ہے۔ بہ سبب اس کے کہ قدرت وجوبی اس میں جاری ہے۔ یہ اس کے صدق اور اس کے مشہد کے خالص ہونے اور شہوت نفسیہ سے اس کے بری ہونے کی دلیل ہے۔ ان امور میں جو بطریق فضل اس پر وارد ہوتے ہیں۔ اور بعض کا حال ان مذکورہ اشخاص کے برعکس ہوتا ہے۔ وہ نہ گڑگڑاتے ہیں۔ نہ غمگین ہوتے ہیں نہ اس سے حفظ طلب کرتے ہیں۔ جریانِ قدرت کے ماتحت صبر و سکون سے بدھر پھراتا ہے۔ [illegible] ہیں۔ اور یہ اس مشہد میں انکی قوتِ کشف کی دلیل ہے۔ اور یہ مقام پہلے سے بلند رتبہ ہے۔ [illegible] سے سلامت و محفوظ رہے۔ اور بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ کہ اللہ ان کی معصیت [illegible] ہے۔ پھر وہ معاصی وغیرہ میں جریانِ قدرت کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ ان [illegible] ہونے کو دیکھتا ہے۔ اور وہ معصیت اللہ کے ہاں اطاعت لکھی جاتی ہے۔ اور اسم معصیت [illegible] ہوتا۔ اور بعض ان میں سے وہ ہیں۔ جن کی معصیت فی نفسہ اطاعت ہوتی ہے۔ بہ سبب ارادہ [illegible] موافقت کرنے کے اگرچہ اس کا امر اس کے ارادہ کے خلاف ہو۔ چہ اس حالت میں [illegible]

Marfat.com

عاصی اور موافقتِ ارادہ کی جہت سے مطیع ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ قبل صدورِ فعل ارادۂ حق کی شہادت دیتا ہے۔ پھر جو کچھ اس سے وقوع میں آتا ہے۔ ارادۂ الٰہی کے موافق ہوتا ہے۔ اور وہ اس کے ساتھ جریانِ قدرت کا ملاحظہ کرتا ہے۔ تقلیبِ حق کو دیکھتا ہے۔ کہ وہی اسے اُلٹ پلٹ کر رہا ہے۔ اور بعض ابتلاء میں ڈالے جاتے ہیں۔ پھر خدا ان امور میں ان پر تجلی فرماتا ہے۔ جو حقیقۃً و شرعاً مذموم ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی ضلالت و خذلان میں تقلبِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور وہ اپنا گمراہ و مخذول ہونا بھی جانتے ہیں۔ یہ اسلئے ہے۔ کہ حکمِ مشہد نے اس فعل میں ظہورِ حق کا تقاضا کیا ؎

وقائلة لا تشتکی الصدّ من علوی ... ولکن صابراً فیہا علی الصدّ والبلوی

نقلت وعینی ما دعتنی زینب ... الی غیر خذلانی طریقاً ولا ماوی

نصیبی منہا تحققت قبحہ ... ومن قبح ما حققتہ ھذہ الشکوی

ترجمہ۔ میری معشوقہ زینب کہتی ہے کہ میرے علوے باز رہنے کی شکایت نہ کر۔ باوجود باز رہنے اور مبتلا ہونے کے صابر رہ۔ میں نے اُسے کہا۔ کہ مجھ کو چھوڑ دے۔ لیکن زینب نے سوائے میرے گمراہی اور خذلان کے میرے لئے کوئی راہ اور کوئی جائے پناہ نہ چھوڑی۔ اس سے میرا حصہ ہے۔ مجھ پر اس کی برائی ثابت نہیں ہوئی۔ اور جس برائی کو میں نے تحقیق کیا ہے۔ وہ بھی شکوی ہے۔

ایک غیبی فقیر اس مشہد کے فقیر سے ملا۔ اور اُسے کہنے لگا۔ کہ اگر تو حفظ آداب شریعت سے ادب کو ملحوظ رکھتا اور اس سے سلامتی کو طلب کرتا۔ تو اللہ تعالےٰ کے معاملہ میں یہ بات تیرے حق میں اچھی تھی۔ اس نے جواب دیا۔ کہ جناب من۔ اگرچہ میں نے ضلالت و خذلان کا لباس پہنا ہے۔ لیکن اس کے ارادہ کے میں موافق ہوں۔ کیا ارادۂ الٰہی کی موافقت میں معصیت کے گاتے کو زیب تن کرنا ادب میں داخل ہے۔ یا کہ اسم طاعت کی ملابست۔ اور اس کے ارادہ کی مخالفت۔ اور ہوتا وہی ہے۔ جو اس کا ارادہ ہوتا ہے۔ اس نے کہا۔ میرا ساتھ چھوڑ دے۔ اور چلا جا۔

جان۔ کہ اس مقام کے لوگ اگرچہ ان کا مقام اور ان کا مقصد بزرگ و بلند ہے۔ حقیقت الامر سے محجوب ہوتے ہیں۔ جو کچھ وہ حق سے گنواتے ہیں۔ وہ قدر و وزن میں اس سے زیادہ ہوتا ہے۔ جس کو وہ حق سے پاتے ہیں۔ تجلیاتِ افعال تجلیاتِ اسماء و صفات کے لئے حجاب ہیں۔ اور ہم تجلیات افعال کے متعلق اسی مذکورہ بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کتاب میں اختصار و طوالت کے مابین رہنے کا قصد کیا ہے۔

Marfat.com

تیرھواں باب ۱۳

تجلّیٔ اسماء میں

جب حق تعالےٰ اپنے کسی بندہ پر اپنے کسی اسم میں تجلّی فرماتا ہے۔ تو اس اسم کے انوار میں بندہ کا اپنا وجود بیخ و بن سے اکھیڑا جاتا ہے۔ جب حق کو کوئی اس اسم سے پکارتا ہے۔ تو بندہ بول اُٹھتا ہے۔ اس لئے کہ اس اسم کا اس پر وقوع ہوتا ہے۔ اور تجلیاتِ اسماء کا پہلا مشہد یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ اسم موجود میں تجلی فرماتا ہے۔ پھر بندہ پر اس اسم کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اس سے اعلےٰ درجہ کی تجلّی اسم واحد کی تجلّی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اسم اللہ کی تجلی ہے۔ کہ اس تجلی میں بندہ کا وجود بیخ و بن سے اکھیڑا جاتا ہے۔ اور یہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے حق کو بطور حقیقت پکارا جاتا ہے۔ اس حالت میں اللہ اسم عبد کو مٹا کر اسم اللہ کو اس کے لئے ثابت کرتا ہے۔ جب کوئی یَا اَللّٰہُ کہکر پکارتا ہے۔ تو وہ بندہ اس کے جواب میں لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ کہتا ہے۔ پھر جب اس مقام سے ترقی کرتا ہے۔ اور اللہ اس کو قوت دیتا ہے۔ اور اس سے فناء کے بعد ایک دوسری بقا حاصل کرتا ہے تو پھر جو اس بندہ کو پکارتا ہے۔ خدا اس کا جواب دیتا ہے۔ مثلاً اگر تو کہے یَا مُحَمَّدُ تو خدا اس کے جواب میں کہیگا لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ پھر اس کے آگے اسم رحمٰن کی تجلی ہے۔ پھر اسم رَبّ کی۔ پھر اسم مَلِکْ کی۔ پھر اسم عَلِیْمٌ کی۔ پھر اسم قادر کی۔ اور بہ ترتیب ہر تجلی دوسری سے بزرگ ہوتی ہے۔ کیونکہ پہلی تجلی دوسری سے اجمالی ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ تفصیل اجمال سے زیادہ عزیز القدر ہے۔ اسم رحمٰن میں اس کا ظہور اسم اللہ کے ظہور کی تفصیل ہے۔ اور اسم رب میں ظہور اسم رحمٰن کے ظہور کی ایسا ہی باقی اسماء کو قیاس کر لو۔ بخلاف تجلیاتِ ذاتیہ کے۔ اس لئے کہ ذات ان مراتب مذکورہ میں سے جب کسی مرتبہ کے حکم میں تجلی فرماتی ہے تو اُم کا رتبہ اخص کے اوپر ہوتا ہے۔ چنانچہ رحمٰن کے رب کے اوپر اور ان دونوں کے اوپر اللہ کی ذاتی تجلی ہے۔ سو اس کو سمجھ۔ اور یہ بات تجلیات اسمائیہ مذکورہ کے برخلاف ہے۔ جب بندہ ان تجلیاتِ اسمائیہ میں جو حقیقت [illegible] رکھتے ہیں اس درجہ کو پہنچتا ہے۔ کہ جمیع اسماء الٰہیہ اس سے وقوع کا مطالبہ کریں۔ جیسا کہ اسم مسمّی کا مطالبہ کرتا ہے۔ تو اس وقت بندہ کا طائر انس قدس کی شاخوں پر بیٹھ کر یوں نغمہ سرائے ہوتا ہے ؎

ینادی المنادی باسمہا فاجیبہ ۔۔۔ فادعی فلیتنی عن ندائی تجیب

وما ذلک الا اننا روح واحد ۔۔۔ تداولنا جسمان وھو عجیب

کشخص لہ جسمان ولذات واحد ۔۔۔ بای تنادی اللذات منہ نصیب

Marfat.com

فذاتی لهاذات واسمی فاسمها　　وحالی بها فی الاتحاد غریب
وسنا علی التحقیق ذاتی لواحدٍ　　وَلٰکنّہ نفس المحب حبیب

ترجمہ۔ پکارنے والا اس کا نام لیکر پکارتا ہے۔ تو میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ اور میں پکارا جاتا ہوں۔ تو میری طرف سے لیلی جواب دیتی ہے۔ ہم دو قالب اور ایک جان ہیں۔ اور یہ ایک عجیب بات ہے۔ یا ہم دونوں مثل اس شخص کے ہیں۔ جس کے دو نام ہیں۔ اور ذات ایک ہے۔ جس نام سے ذات کو پکارا جاتا ہے۔ وہ نام اسی کو پہنچتا ہے۔ میری ذات اس کی ذات ہے اور میرا نام اس کا نام ہے۔ اس سے اتحاد میں میرا حال عجیب و غریب ہے علے التحقیق ہم دو ذاتیں نہیں ہیں۔ کہ دونوں مل کر ایک ہو گئی ہوں۔ بلکہ خود نفسِ محب ہی حبیب ہے۔

تجلیات اسمائیہ میں عجیب بات یہ ہے۔ کہ متجلّی لہٗ یعنی جس کے لئے تجلی ہوتی ہے۔ وہ صرف ذات محض کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اسم کو نہیں دیکھتا۔ لیکن تمیز کرنے والا ان اسماء کی بادشاہت کو جانتا ہے۔ جن کی تجلیات میں وہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اسی اسم سے اس نے ذات کی طرف رہنمائی حاصل کی ہے مثلاً اس سے یہ جانا جاتا ہے۔ کہ وہ اللہ ہے۔ یا رحمٰن ہے۔ یا علیم ایسا ہی کوئی اور اسم لے لو۔ پھر یہ اسم اپنے وقت پر حاکم ہے۔ اور ذات سے اس کا مشہد ہے۔"

تجلیاتِ اسماء میں لوگوں کی چند قسمیں ہیں۔ ان میں سے بعض کا ہم ذکر کرتے ہیں اس لئے کہ اسماء بیشمار ہیں۔ پھر ہر اسم جس میں حق کی تجلی ہوتی ہے۔ لوگوں کی حالت اس میں مختلف ہوتی ہے۔ اور وصول کے طریقے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ پس ان سب کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ میں ہر اسم کے مختلف طریقوں میں سے بھی انہی طریقوں کا ذکر کروں گا۔ جو خاصتہً میرے سلوک فی سبیل اللہ میں آئے ہیں۔ بلکہ تمام جن کا ذکر میں نے اپنے غیر سے بطریق حکایت یا اپنی طرف سے اس کتاب میں کیا ہے۔ وہ وہ باتیں ہیں۔ جو میرے زمانہ سلوک میں بطریق کشف و معائنہ مجھ پر کھولی گئی ہیں۔ اب ہم تجلیات اسماء میں لوگوں کی مختلف اقسام کے بیان کے درپے ہوتے ہیں۔ بعض وہ ہیں۔ جن پر حق بہ حیثیت اپنے اسم قدیم کے تجلی فرماتا ہے۔ اور اس تجلی کا طریق یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ وہ حالت اس پر منکشف فرماتا ہے۔ اور اُس علمی وجود کی کیفیت اس پر طاری کرتا ہے۔ جو پیدائش عالم سے پہلے اس کی تھی۔ اس حالت میں اس کا خارجی وجود سلب کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس علمی وجود سے موجود ہوتا ہے جو ازل میں علم الٰہی میں ثابت تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ حق سبحانہ و تعالےٰ کا علم قدیم ہے۔ پھر معلوم جس کے ساتھ علم متعلق ہے۔ وہ بھی قدیم ہوگا۔ پس وہ شخص متجلی لہٗ بھی اس حالت میں قدیم ہوتا ہے۔ اور اس اعتبار سے جو موجودات علم الٰہی میں قدیم ہے۔ اپنے اسی اسم قدیم سے بندہ حق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب اس قِدَم کی کیفیت اُس پر طاری ہوتی ہے۔ تو وہ اپنے حدوث سے فانی ہو جاتا ہے۔ اور بصورت اپنے عین ثابتہ علمیہ قدیم رہ جاتا ہے۔ اور بعضے ایسے ہیں۔ جس پر وہ بہ حیثیت اپنے اسم حق کے متجلی ہوا۔ اور اس تجلی کا طریق یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ اس حقیقت کا راز اس پر منکشف فرماتا ہے۔ جس کی طرف خدا تعالےٰ کے اس قول

Marfat.com

میں اشارہ ہے۔ کہ ہم نے آسمان۔ زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ پھر جس کے لئے اس کی ذات بہ حیثیت اپنے اسم حق کے تجلی فرماتی ہے۔ تو خلق اس سے فانی ہو جاتی ہے۔ اور محض ذات مقدس مُنزّہ الصّفات باقی رہ جاتی ہے۔ اور بعض پر حق سبحانہٗ و تعالےٰ بہ حیثیت اس کے اسم واحد تجلی فرماتا ہے۔ اور اس تجلّی کا طریق یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ عارف پر عالم کی اصلیّت اور مثل دریا کی موج کے ذاتِ حق سے اس کا بروز کشفی طور پر ظاہر فرماتا ہے۔ پھر وہ بحکمِ واحدیّت متکثّر و متعدّد مخلوق میں ظہورِ حق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس وقت اس کا کوہِ وجود گر پڑتا ہے۔ اس کا کلیم بیہوش ہو جاتا ہے۔ کثرتِ وحدت گم ہو جاتی ہے۔ اور مخلوق کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کہ گویا وہ نہ تھی۔ اور حق کی یہ کہ گویا ہمیشہ سے اس کی یہی شان چلی آتی ہے۔ اور بعض پر خدا تعالےٰ اپنے اسم قدوس کی حیثیت سے تجلی فرماتا ہے۔ اور اس تجلّی کا طور یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ کشفی رنگ میں سالک کو وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ یعنی میں نے اپنی روح اس میں پھونک دی کے راز پر آگاہ کرتا ہے۔ اور اُسے سمجھا دیتا ہے کہ اس کی روح اس کا نفس ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں۔ اور اللہ کی روح مقدس و منزّہ ہے۔ پھر اس وقت حق تعالےٰ اپنے اسم قدوس میں اس پر تجلی فرماتا ہے۔ جس سے نقائصِ خلق و کون بندہ سے فانی ہو جاتے ہیں۔ اور وہ حق کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے۔ جو وصف حدوث سے منزہ ہے۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جن پر حضرت باری تعالےٰ کی تجلّی بہ حیثیت اسم ظاہر کے ہوتی ہے۔ اور اس کا یہ طریقہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ عالمِ کون و خلق کی کثیف چیزوں میں سرِ ظہورِ نورِ الٰہی کا انکشاف فرماتا ہے۔ جس سے سالک کو ھُوَ الظاھر کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر اس حالت میں حق ظاہر اور بندہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ظہورِ ہستیٔ حق سے دوسری مخلوق پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اور بعض پر بہ حیثیت اسم باطن تجلی فرماتا ہے۔ اور اس کا طریق یہ ہے۔ کہ سالک پر یہ بات کھولی جاتی ہے۔ کہ تمام چیزوں کا قیام اللہ کے ساتھ ہے۔ تا معلوم ہو جائے۔ کہ وہ ان کا باطن ہے۔ پھر جب بہ حیثیت اسم باطن ذات کی تجلی ہوتی ہے۔ تو نورِ حق سے اس کا ظہور مٹ جاتا ہے۔ حق اس کا باطن اور وہ حق کا ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی بندہ کی اپنی ہستی کوئی نہیں رہتی۔ نورِ حق بمنزلہ قالب اور حق بمنزلہ جان کے ہوتا ہے۔ اور بعض پر وہ بہ حیثیت اسم اللہ متجلی ہوتا ہے اور اس تجلی کے طریقوں کی کوئی حد نہیں۔ بلکہ دوسرے اسماء جو پہلے مذکور ہوئے۔ انکی تجلیات کے طریقوں کا بھی یہی حال ہے۔ اس لئے کہ اختلافِ مظاہر کی وجہ سے جو اختلاف قوابل سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان طریقوں کا [illegible] نہیں ہو سکتا۔ پھر جب حق اپنے کسی بندہ پر بہ حیثیت اپنے اسم اللہ کے متجلی ہوتا ہے۔ تو [illegible] ہو جاتا ہے۔ اور اللہ اس میں اس کے لئے اس کا نفس ہو جاتا ہے۔ اور اس کی [illegible] محدثات کی غلامی سے خلاص ہو جاتی ہے۔ اور قیدِ اکوان سے وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ پھر وہ [illegible] الصفات [illegible] باپوں کو جانتا ہے۔ نہ ماؤں کو۔ جس نے اللہ کا ذکر کیا۔ اس نے اس کا ذکر کیا۔ جس نے خدا کو دیکھا۔ اس نے اس کو دیکھا۔ اس وقت وہ زبانِ حال سے اپنی عجیب گفتگو سے یوں گویا ہوتا ہے ؎

خبتنی فکانت فی عینی نیابۃً ۔۔۔ اجل عوضا بل عین ما انا واقع

Marfat.com

فکنت انا هی وهی کانت انا — وما لهما فی وجود مفرد من ینازع
بقیت بها فیها ولا تاء بیننا — وحالی بها ماضٍ کذا ومضارع
ولکن رفعت النفس فارتفع الحجاب — نبهت من نومی فما انا ضاجع
وشاهدتنی حقًا بعین حقیقتی — فلی فی جبین الحسن تلک بطلائع
جلوت جمالی فاجتلیت مرائیا — لیطبع فیها للکمال مطابع
فاوصافها وصفی وذاتی ذاتها — واخلاقها لی فی الجمال مطابع
واسمی حقًا اسمها واسم ذاتها — لی اسم ولی تلک النعوت توابع

ترجمہ - میں نے اپنا وجود کھو دیا۔ پھر وہ میری طرف سے مجھ میں قائم مقام ہوا۔ یہ عوض جلیل القدر تھا۔ بلکہ بعینہ میں ہی تھا۔ پس میں وہ تھا۔ اور وہ میں تھا۔ وجود مفرد تھا۔ جس کے لئے کوئی جھگڑا کرنے والا نہ تھا۔ میں اس کے ساتھ اس میں باقی رہا۔ اور فرق ہمارے درمیان سے اٹھ گیا۔ اور میرا حال اس کے ساتھ ماضی و مضارع میں ایک ہی جیسا ہو گیا۔ لیکن میں نے اپنے نفس کو بلند کیا۔ پھر حجاب اٹھ گیا۔ اور میں اپنی نیند سے بیدار ہوا۔ گویا کہ میں لیٹا ہی نہ تھا۔ میں نے اپنی چشم حقیقت سے اپنے آپ کو حق دیکھا۔ پھر میرے حسن کی پیشانی میں یہ روشنیاں موجود ہیں۔ میں نے جلی شیشے منگائے تاکہ ان میں کمال کی صورتیں چھپ جائیں۔ پھر اس کے اوصاف میرا وصف اور میری ذات اس کی ذات ہے۔ اور اس کے اخلاق میرے جمال کے مطلع ہیں۔ اور بالتحقیق میرا نام اس کا نام ہے۔ اور اس کی ذات کا نام میرا نام ہے۔ اور یہ تمام اوصاف میرے توابع ہیں۔

اور بعض پر حق تعالیٰ بہ حیثیت اپنے اسم رحمٰن کے تجلی فرماتا ہے۔ اور اس کا طور یہ ہے۔ کہ جب حق بحیثیت اپنے اسم اللہ کے اس پر متجلی ہوتا ہے۔ تو اپنے مرتبہ علیا کبریٰ پر جو جمیع اوصاف بزرگی کو شامل ہے۔ اور جمیع موجودات میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس کو رہنمائی کرتا ہے۔ اور یہ اس تجلی ذاتی کے قریب پہنچنے کی سبیل ہوتی ہے۔ جو بحیثیت اس کے اسم رحمٰن کے ہوتی ہے۔ اور اس تجلی کی شان یہ ہے۔ کہ اس میں اسماء الٰہیہ ایک ایک ہو کر بندہ پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر وہ برابر علےٰ قدر نورِ ذات جو خدا نے اس بندہ میں رکھا ہوتا ہے۔ ان کا اثر قبول کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اسم رب کا اس پر نزول ہوتا ہے۔ جب وہ اس کو قبول کر لیتا ہے۔ اور حق اس کے لئے اس میں متجلی ہوتا ہے۔ تو اسماء نفسیہ مشترکہ جو اسم رب کی رقابت میں ہیں۔ مثل علیم و قدیر اور اس جیسے اور نام اس بندہ پر اتر پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسم ملک کا اس پر ورود ہوتا ہے۔ جب اس کو قبول کر لیتا ہے۔ اور حق اس کی ذات میں تجلی فرماتا ہے۔ تو باقی اسماء اپنے کمال کے ساتھ ایک ایک ہو کر اس پر اتر پڑتے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ اس کے اسم قیوم تک پہنچتا ہے۔ پھر جب اللہ اس کو قوت دیتا ہے۔ اور اپنے اسم قیوم میں اس کے لئے تجلی فرماتا ہے۔ تو تجلیات اسماء سے تجلیات صفات کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

Marfat.com

چودھواں باب ۱۴

تجلّیٔ صفات میں

جب حق تعالےٰ اپنی کسی صفت میں اپنے بندہ پر تجلّی فرماتا ہے۔ تو بندہ اس صفت کے فلک میں یہاں تک تیرتا ہے۔ کہ بطریق اجمال نہ بطریق تفصیل اس کی حد کو پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے کہ صفاتیوں کے لئے کوئی تفصیل نہیں ہے۔ صفات کی ان کو سیر بطریق اجمال ہوتی ہے۔ پھر جب بندہ اس صفت کے فلک میں تیز چکتا ہے۔ اور بحکم اجمال اس کا کمال حاصل کر لیتا ہے۔ تو اس صفت کے عرش پر قیام کرتا ہے۔ اور اس سے موصوف ہوتا ہے۔ اس وقت اس سے ایک دوسری صفت آ ملتی ہے۔ پھر یہ سلسلہ برابر لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جمیع صفات کا کمال حاصل کر لیتا ہے۔ پھر اے میرے برادر تجھ کو یہ مذکورہ بیان مشکل میں نہ ڈالے۔ حلِ اشکال کی صورت یہ ہے۔ کہ جب حق سبحانہ و تعالےٰ اپنے کسی اسم یا صفت سے بندہ پر متجلی ہونا چاہتا ہے۔ تو اس بندہ کو فنا کر دیتا ہے۔ ایسی فناء کہ اس کو اپنے نفس سے معدوم کر ڈالتا ہے۔ اور وجود سے اس کو سلب کر لیتا ہے۔ پھر جب نور عبدی مٹ جاتا ہے۔ اور روح خلقی فنا ہو جاتا ہے۔ تو حق تعالےٰ بندہ کی ہیکل میں بدوں حلول اپنی ذات کا ایک لطیفہ اس چیز کے بدلے قائم کر دیتا ہے۔ جو اس سے اس نے چھینی ہے۔ وہ لطیفہ اس بندہ سے نہ جدا ہوتا ہے۔ نہ اُس سے متصل۔ اس لئے کہ اپنے بندوں پر اس کا تجلی کرنا بطور اس کے فضل وجود کے ہے۔ اگر وہ ان کو فناء کر کے اس کا عوض ان کو نہ دے۔ تو یہ ایک قسم کا عذاب ہے۔ جو شایانِ شانِ باری نہیں۔ اس لطیفہ کا نام روح القدس ہے۔ پھر جب بندہ کے عوض میں خدا اپنی ذات کا ایک لطیفہ قائم کر دیتا ہے۔ تو تجلی اس لطیفہ پر واقع ہوتی ہے پس حق کی تجلّی اپنے ہی نفس پر ہوتی ہے۔ لیکن اس لطیفہ الٰہیہ کا نام ہم بندہ اس اعتبار سے رکھتے ہیں۔ کہ وہ بندہ کے عوض میں ہے۔ ورنہ نہ بندہ ہے۔ نہ رب۔ اس لئے کہ مربوب یعنی بندہ کی نفی سے اسم ربّ کی بھی نفی ہو جاتی ہے پھر وہاں سوائے اللہ واحد احد کے اور کوئی نہیں ہے۔ اس کے متعلق میں کہتا ہوں۔ ؎

ما للخلیفۃ الّا اسم الوجود علی — حکم المجاز وفی الحقیقۃ ما حد

فعند ما ظہر انوارہ سلبوا — ذاک التسمی فلا کانوا ولا فقدوا

افناہم وہم فی عینہم عدم — وفی الفناء وہم باقون ما جحدوا

فعند ما عدموا صار الوجود لہ — وکان ذا حکمہ من قبل ما وجدوا

فالعبد صار کما ان لم یکن ابدا — والحق کان کما ان لم یزل احدوا

Marfat.com

لكنه عند ما ابداء ملاحته　　كسى الخليفة نور الحق فاتحدا
افنى فكان عن الفانى بها عوضًا　　وقام عنهم ففى التحقيق ما فقدوا
كالموج حكمهم فى بحر وحدته　　والموج فى كثرة بالبحر متحدوا
فان تحرك فالامواج اجمعه　　وان تسكن لا موج ولا عدد

ترجمہ۔ مخلوق پر اسم وجود کا اطلاق مجازی طور پر ہوتا ہے۔ اور حقیقت میں کوئی نہیں۔ جب اس کے انوار ظاہر ہوئے۔ تو اس نام رکھنے کو وہ کھو بیٹھے۔ پھر نہ وہ موجود ہیں۔ اور نہ مفقود۔ اس نے ان کو فنا کر دیا۔ حالانکہ وہ اپنی حقیقت اور اپنی شخصیت میں پہلے ہی معدوم تھے۔ اور باوجود فانی ہونے کے پھر وہ باقی ہیں۔ جس سے ان کو انکار نہیں۔ جب وہ معدوم ہو گئے۔ تو وجود اس کے لئے ثابت ہو گیا۔ اور ان کے موجود ہونے سے پہلے بھی اس کا یہی حکم تھا۔ پھر اس مقام فنا عن النفس والخلق وبقاء بالحق میں بندہ ایسا ہو گیا۔ کہ گویا وہ کبھی تھا ہی نہیں۔ اور حق ایسا کہ گویا اس کی شانِ احدیت میں جو اسم۔ صفت۔ کون و خلق وغیرہ جمیع اعتبارات سے بالاتر ہے۔ کوئی فرق نہیں آیا۔ یعنی وہ جیسا کہ ازل الازال میں تھا۔ کہ اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔ اس کی وہی شان بندہ پر طاری ہو جاتی ہے۔ مترجم۔ لیکن جب میں اس کی ملاحت ظاہر کرتا ہوں۔ تو مخلوق نورِ حق کا لباس پہن کر ایک ہو جاتی ہے۔ اس نے فنا کیا۔ پھر وہ فانی کی طرف سے خود عوض بنا۔ اور ان کی طرف سے وہ قائم ہوا۔ حالانکہ وہ حقیقت میں پہلے ہی نہ تھے۔ یعنی یہ فنا۔ قیام۔ قعود۔ عوض وغیرہ سب اعتباری چیزیں ہیں۔ ورنہ جس کی حقیقت کی آنکھ روشن ہوتی ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ کون قائم اور کون قاعد۔ مترجم۔ اس کے دریائے وحدت میں مخلوق کا حکم مثل موج کے ہے۔ اور موج باوجود کثرت دریا سے ملی ہوئی ہے۔ اگر دریا متحرک ہو۔ تو وہ سب موج بن جاتا ہے۔ اور جب ساکن ہوتا ہے۔ تو نہ موج ہے۔ اور نہ عدد۔

جان۔ کہ تجلیات صفات سے مراد یہ ہے۔ کہ ذاتِ عبد صفاتِ رب سے متصف ہونے کو اصلی۔ حکمی۔ قطعی طور پر قبول کرے۔ جیسا کہ موصوف صفت کے اتصاف کو قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ کہ لطیفہ الہیہ جو بہ ہیکل عبدی بندہ کی طرف سے قائمقام ہوتا ہے۔ اوصافِ الٰہیہ سے اس کا اتصاف اصلی۔ حکمی اور قطعی ہوتا ہے۔ پس حق اسی چیز سے متصف ہوا۔ جو پہلے ہی اس کے لئے ثابت تھی۔ اور بندہ کے لئے یہاں کچھ نہیں ہے[1]۔ اور تجلیاتِ صفات میں لوگوں کا حال ان کی قابلیتوں کے اندازہ پر ہوتا ہے۔ اور ان کے وفورِ علم و قوتِ عزم کے موافق ہوتا ہے

بعض پر خدا اتعالےٰ اپنی صفتِ حیات سے متجلی ہوتا ہے۔ پھر اس وقت بندہ جمیع عالم کی حیات بن جاتا ہے جمیع موجودات اجسام و ارواح میں وہ اپنی زندگی کو سرایت کئے ہوئے دیکھتا ہے۔ معانی اور ان کی صورتوں کو دیکھتا ہے۔ کہ اسی سے انکی زندگی ہے۔ جس کے ساتھ وہ قائم ہیں۔ پھر وہاں مثل اقوال و اعمال کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ اور مثل ارواح کے کوئی صورت لطیفہ نہیں ہے۔ یا مثل اجسام کے کوئی صورت کثیفہ نہیں ہے۔ جس کی زندگی

[1] یعنی لطیفہ الہیہ جو نفسِ عبد میں حق کا نمونہ ہے۔ اوصاف الہیہ سے اس کا اتصاف عین حق کا اتصاف ہے۔ پس سوائے حق کے یہاں کوئی چیز متصف نہیں ہوئی۔ مترجم

Marfat.com

یہ بندہ نہ ہو۔ اور جو اس سے مدد نہ لیتی ہو۔ وہ انکی مدد لینے کی کیفیت کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اور بدوں کسی واسطہ کے بلکہ بطریق ذوق الٰہی۔ کشفی۔ غیبی۔ عینی کے وہ اس بات کو خود اپنے نفس سے جانتا ہے۔ میں ایک مدت تک اس تجلی میں رہا۔ کہ موجودات کی زندگی اپنے اندر دیکھتا رہا۔ اور میں اپنی حیات کی اس مقدار کو بھی دیکھتا تھا۔ جو حسب اقتضاء ذات ہر موجود کو مجھ سے حاصل تھی۔ اور میں اس حالت میں ایک ہی زندگی تھا۔ جو بالذات منقسم نہ تھی۔ حتیٰ کہ عنایت الٰہی کا ہاتھ مجھے اس تجلی سے ایک اور تجلی کی طرف لے گیا۔ جو اس تجلی سے غیر تھی۔ اور تو غیر۔

اور بعض پر اللہ تعالیٰ اپنی صفت علمیہ سے متجلی ہوتا ہے۔ اور یہ اس طور پر کہ خدا جب اپنی صفت حیات سے اس پر تجلی فرماتا ہے۔ جو جمیع موجودات میں ساری ہے۔ تو یہ بندہ اس حیات کی قوت احدیت سے تمام ان چیزوں کا مزا چکھ لیتا ہے۔ جو ممکنات میں ہیں۔ پھر اس وقت ذات صفت علمیہ سے اس پر تجلی فرماتی ہے۔ اور وہ جمیع عوالم کی تفریعات کو مبدء سے معاد تک جان لیتا ہے۔ اور ہر شے کی بابت اسے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کیسی تھی کیسی ہے۔ اور کیسی ہوگی۔ اور جان جاتا ہے۔ اس چیز کو جو نہ تھی۔ اور اس بات کو کہ وہ کیوں نہ ہوگی۔ اور اگر ہوگی۔ تو کس طرح ہوگی۔ یہ تمام علوم اس کے لئے ذاتی۔ اصلی۔ حکمی۔ کشفی۔ ذوقی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بطور علم اجمالی۔ تفصیلی۔ کلی۔ جزئی کے جمیع معلومات میں سرایت کئے ہوتا ہے۔ اپنے اجمال میں مفصل ہوتا ہے۔ لیکن غیب الغیب میں اور علم لدنی و ذاتی بہ تفصیل غیب الغیب سے شہادۃ الشہادۃ تک پہنچتا ہے۔ وہ اس کے اجمال کی تفصیل غیب میں دیکھتا ہے۔ اور غیب الغیب میں اجمال کلی کو جانتا ہے۔ اور صفاتی کو بجز غیب الغیب میں اس پر واقع ہونے کے علم سے کچھ حصہ نہیں ہے۔ اور اس کلام کو نادر اشخاص ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور وہ اس کا مزا چکھ سکتے ہیں جو مؤدب و امین ہیں۔

اور بعض پر خدا صفت بصر سے متجلی ہوتا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب وہ صفت بصریہ علمیہ احاطیہ کشفیہ سے بندہ پر متجلی ہوتا ہے۔ تو صفت بصر سے اس پر تجلی فرماتا ہے۔ پھر اس بندہ کی آنکھ اس کے علم کا محل بن جاتی ہے۔ پھر وہاں ہر علم جو حق اور خلق کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اس پر اس بندہ کی آنکھ [illegible] پھر وہ تمام موجودات کو جس طرح کہ وہ ہیں۔ غیب الغیب میں [illegible] میں ان سے جاہل رہتا ہے۔ پھر اس مشہد عالی اور منزلہ جلی کو [illegible] کی وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ عبد صفاتی کے کوئی اور خلقی ہاتھ میں ان چیزوں [illegible] ہوتی۔ جو اس کے حقی ہاتھ میں ہوتی ہیں۔ اور یہاں دوئی نہ سمجھ لینا۔ میری مراد خلقی ہاتھ سے [illegible] شہادت [illegible] اس کا ظاہر ہے۔ اور حقی ہاتھ سے اس کا غیب۔ اور میرے قول کا مطلب یہ ہے کہ [illegible] کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ جس پر اس کا غیب ہے۔ مگر نادر طور پر بعض چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جن کو بطور اکرام کے حق تعالیٰ اس پر ظاہر کرتا ہے۔ بخلاف عبد ذاتی کے کہ اس کی شہادت اس کا غیب اور اس کا غیب اس کی شہادت ہے۔ پس چاہئے کہ تو اس کو سمجھے۔

Marfat.com

اور بعض پر صفتِ سمع سے اس کی تجلی ہوتی ہے۔ پھر وہ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات کی بولی اور کلامِ ملائکہ اور مختلف بولیوں کو سنتا ہے۔ اور یہ اس کے لئے مثل قریب کے ہوتا ہے۔ اور یہ اس طرح کہ جب اللہ صفت سمع میں اس کے لئے متجلی ہوتا ہے۔ تو وہ اس صفت کی قوتِ احدیت سے ان مختلف بولیوں اور جمادات و نباتات کی نرم پست اور دبی آوازوں کو سنتا ہے۔ اس تجلی میں میں نے رحمٰن سے رحمانیت کے علم کو سُنا۔ اور قرأتِ قرآن کو سیکھا۔ پھر میں رطل تھا۔ اور وہ ترازو تھا۔ اس کو بجز اہل القرآن کے جو اہل اللہ ہیں۔ اور کوئی نہیں سمجھتا۔ اور بعض پر وہ صفت کلام سے متجلی ہوتا ہے۔ پھر تمام موجودات اس بندہ کی کلام بن جاتی ہے۔ اور یہ اس طرح کہ جب خدا نے صفت حیات سے تجلی فرمائی۔ پھر صفت علمیہ سے اس چیز کو اس نے جانا۔ جو سرِ حیات سے اس میں تھی۔ پھر اس کو دیکھا۔ پھر اس کو سنا۔ تو اپنی حیات کی قوتِ احدیت سے وہ کلام کرنے لگا۔ اور تمام موجودات اس کی کلام ہو گئی۔ اس وقت اس نے اس کی ازلی کلام کو مشاہدہ کیا۔ جیسا کہ وہ ابد تک اس پر ہے۔ کیونکہ خدا کی باتیں ختم نہیں ہوتیں۔ اور اس تجلی سے خدا تعالےٰ اپنے بندوں سے بدوں حجاب اسماء کلام کرتا ہے۔ قبل تجلی اسماء کے۔ پھر بعض کلام کرنے والے ایسے ہیں جس سے حقیقتِ ذاتیہ اس کے نفس سے اس کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے۔ پھر وہ بغیر جہت اور بغیر جارحہ کے کلام کو سنتا ہے۔ اور کلام کو اس کا سننا اپنی کلیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ نہ کان سے۔ پھر اس کو کہا جاتا ہے تو میرا حبیب ہے۔ تو میرا محبوب ہے۔ تو مراد ہے۔ عباد میں میرا منہ ہے۔ تو مقصدِ اسنیٰ اور مطلب اعلیٰ ہے۔ اسرار میں تو میرا سرّ ہے۔ انوار میں تو میرا نور ہے۔ تو میرا عین تو میری زینت تو میرا جمال تو میرا کمال ہے۔ تو میرا اسم تو میری ذات تو میری نعت تو میری صفات ہے۔ میں تیرا اسم میں تیری رسم میں تیری علامت میں تیری نشانی ہوں۔ تو موجودات کا خلاصہ اور وجود و حدوث کا مقصود ہے۔ تو میرے شہود کی طرف قریب ہوتا ہے۔ میں اپنے وجود سے تجھ سے قریب ہوتا ہوں۔ تو دور نہ ہو۔ پھر میں ہی وہ ہوں۔ جو میں نے کہا۔ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ ہم اس کو اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اسم عبد سے مفید نہ ہے۔ پھر اگر رب نہ ہوتا۔ تو بندہ بھی نہ ہوتا۔ تو نے مجھے ظاہر کیا۔ جیسا کہ میں نے تجھے ظاہر کیا۔ اگر تیری عبودیت نہ ہوتی۔ میری ربوبیت ظاہر نہ ہوتی۔ تو نے مجھے موجود کیا۔ جیسا کہ میں نے تجھے موجود کیا۔ پھر اگر تیرا وجود نہ ہوتا۔ تو میرا وجود بھی نہ ہوتا۔ میرے حبیب قرب کو لازم پکڑ۔ میرے حبیب علوّ کو اختیار کر۔ میرے حبیب میں نے اپنے وصف کے لئے تجھے چاہا۔ اور اپنے لئے تجھے بنایا۔ پھر اپنے نفس کو میرے غیر کے حوالے نہ کر۔ اور نہ میرے غیر کو اپنے میں لگا۔ میرے حبیب سونگھنے کی چیزوں میں مجھے سونگھ۔ میرے حبیب کھانے کی چیزوں میں مجھے کھا۔ موہوم میں میرا تخیل کر۔ معلوم میں مجھے سمجھ۔ میرے حبیب محسوس میں مجھے دیکھ۔ ٹٹولنے کی چیزوں میں مجھے ٹٹول۔ پہننے کی چیزوں میں مجھے پہن۔ میرے حبیب مجھ سے تو ہی مراد ہے۔ اور تو ہی مجھ سے کنایہ کیا گیا ہے۔ اور تو ہی وہ چیز ہے۔ جس سے میرا کنایہ لیا جاتا ہے۔ اسکی شفقتوں سے کوئی چیز زیادہ لذیذ نہیں۔ اور اس کی مہربانیوں سے کوئی چیز زیادہ شیریں نہیں۔

بعض کلام کرنے والے ایسے ہیں۔ جن سے حق لسانِ خلق پر کلام کرتا ہے۔ پھر وہ ایک جہت سے کلام

Marfat.com

کو سنتا ہے۔ لیکن جانتا ہے کہ بغیر جہت کے ہے۔ وہ خلق کی جانب سے اُسے آواز دیتا ہے۔ لیکن وہ اُسے حق سے سنتا ہے۔ اسی کے متعلق میں کہتا ہوں ؎

شغلت بلیلی عن سواھا فلواری　　جماداً فخاطبت الجماد خطابھا

ولا عجب انی اخاطب غیرھا　　جماداً ولکنّ العجیب جوابھا

ترجمہ:۔ "میں ماسوا لیلیٰ کو چھوڑ کر لیلیٰ میں مشغول ہو گیا۔ پھر اگر میں جماد کو دیکھتا ہوں۔ تو اسے لیلیٰ سمجھ کر اس سے مخاطب ہوتا ہوں۔ اور یہ کوئی عجب نہیں۔ کہ میں اس کے غیر یعنی جماد سے کلام کرتا ہوں۔ لیکن عجیب یہ ہے۔ کہ وہ اس کا جواب دیتا ہے"

اور بعض کلام کرنے والے ایسے ہیں۔ جن کو حق عالم اجسام سے عالم ارواح کی طرف لے جاتا ہے۔ اور یہ بلند رتبہ کے مُکلّم ہیں۔ بعض ایسے ہیں۔ کہ ان سے قلب میں خطاب کرتا ہے۔ اور بعض وہ جو اپنی روح سے آسمان دنیا کی طرف چڑھتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے دوسرے آسمان کی طرف اور بعض تیسرے آسمان کی طرف ہر ایک کا صعود اس کے مقسوم کے موافق ہوتا ہے۔ بعض ان میں سے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچتے ہیں۔ پھر وہ وہاں اس سے کلام کرتا ہے ہر مکلم سے حق کا مکالمہ اسی قدر ہوتا ہے۔ جس قدر کہ حقائق میں اس کو دخل ہوتا ہے۔ اسلئے کہ حق تعالےٰ ہر چیز کو وہاں ہی رکھتا ہے۔ جہاں اس کے رکھنے کی جگہ ہے۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جن کے لئے مکالمہ کے وقت نوروں میں سے کسی نور کا سراپردہ لگایا جاتا ہے۔ اور بعض کے لئے نور کا منبر قائم کیا جاتا ہے۔ اور بعض اپنے باطن میں نور دیکھتے ہیں۔ پھر اس نور کی جہت سے کلام کو سنتے ہیں۔ کبھی اس نور کو کثیر کبھی اکثر کبھی گول کبھی دراز دیکھتے ہیں۔ اور کوئی ان میں سے صورت روحانیہ کو دیکھتا ہے۔ جو اس سے سرگوشی کرتی ہے۔ ان سب باتوں کا نام خطاب نہیں رکھا جاتا مگر اس صورت میں جبکہ اللہ تعالےٰ جتا دے۔ کہ وہی متکلم ہے۔ اور یہ بات اس میں دلیل کی محتاج نہیں ہے بلکہ اس کے متعلق پہلی ہی دفعہ اطمینان نازل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ کلام الٰہی کی خاصیت مخفی نہیں رہتی۔ اور یہ باتیں خطاب میں داخل نہیں ہوتیں۔ مگر یہ کہ جانے۔ کہ جو کچھ سن رہا ہے۔ خدا کا کلام ہے۔ پھر وہ وہاں [illegible] دلیل کا ہوتا ہے۔ نہ بیان کا۔ بلکہ بمجرد سننے کلام کے جان جاتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کا کلام ہے۔ جس کا صعود سدرۃ المنتہیٰ پر ہوتا ہے۔ اسے کہا جاتا ہے۔ کہ میرے حبیب تیری انیت یعنی تیرا کونی وجود اس کی طرف لفظ انا سے اشارہ کیا جاتا ہے تیری ہویت ہے۔ یعنی وہ میں ہی ہوں۔ انت ہو کا عین ہے۔ اور ہو وہی انا ہے۔ میرے [illegible]

بساطت میری ترکیب ہے۔ اور تیری کثرت میری واحدیت۔ بلکہ تیری ترکیب [illegible] جہل میری درایت۔ تجھ سے میں ہی مراد ہوں۔ میں تیرے لئے ہوں۔ نہ اپنے لئے۔ [illegible] تو ہی مراد ہے۔ تو میرے لئے ہے۔ نہ اپنے لئے۔ میرے حبیب تو ایک نقطہ ہے۔ جس پر وجود کا دائرہ ہے۔ پھر اس دائرہ میں تو ہی صاحب اور تو ہی معبود۔ تو نور ہے۔ تو ظہور ہے۔ تو حسن و زینت ہے۔ تو مثل آنکھ کے ہے۔ جو انسان کے لئے [illegible] مثل انسان کے ہے۔ جو آنکھ کے لئے ہے ؎

Marfat.com

ویاروح روح الروح والغایۃ الکبریٰ　　ویاسلوۃ الاخران للکبد الحرا

ویامنتہی الآمال یاغایۃ المنیٰ　　حدیثک ما احلاہ عندی ما امرا

ویاکعبۃ التحقیق یا قبلۃ الصفا　　وعرفات الغیب یاطلعۃ الغرا

اتیناک اخلفناک فی ملک ذاتنا　　تصرف لک الدنیا جمیعاً مع الاخریٰ

فلولاک ما کنا ولولای لم تکن　　فکنت وکنا والحقیقۃ لاتدریٰ

فایای نعنی بالمعزۃ والغنی　　وایاک نعنی بالفقیر والافقرا

ترجمہ۔ اے روح کی روح اور آیت کبریٰ۔ اور اے گرم جگر کے غمناکوں کی تسلی۔ اے امیدوں کی نہایت آرزو کی غائت تیرے نزدیک تیری گفتگو کیسی میٹھی ہے۔ اور کیسی کڑوی ہے۔ اے تحقیق کے کعبہ۔ اے صفا کے قبلہ اور اے غیب کے عرفات۔ اے روشن چہرے ہم تیرے پاس آئے ہیں۔ اور اپنی ذات کے ملک میں تجھے چھوڑ آئے ہیں۔ تیرے لئے تمام دنیا مع آخرت پھر رہی ہے۔ پھر اگر تو نہ ہوتا۔ ہم نہ ہوتے۔ اور اگر میں نہ ہوتا۔ تو نہ ہوتا۔ پس تو تھا اور ہم تھے۔ اور حقیقت کو کوئی نہیں جانتا ہم بزرگی اور تونگری سے تیرا ہی وجود مراد لیتے ہیں۔ اور فقیر سے بھی ہماری مراد تو ہی ہے۔ حالانکہ فقر کوئی نہیں ہے۔

بعض کلام کرنے والے ایسے ہیں۔ جن کو غیبی امور پر اطلاع دی جاتی ہے۔ ان غیبی امور میں وہ خبریں بھی داخل ہیں۔ جو قبل از وقوع بتائی جاتی ہیں۔ پھر کبھی تو یہ اس سے بطریق سوال کے ہوتا ہے۔ اور اس طریق سے غیب کی خبر دیانت کرنے والے لوگ اکثر ہیں۔ اور کبھی خود حق تعالےٰ کی طرف سے بطریق ابتدا کے ہوتا ہے۔ اور بعض متکلم کرامات کے خواستگار رہتے ہیں۔ خدا کرامتوں سے ان کو مشرف فرماتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے محسوس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو وہ کرامات اس بات کی دلیل ہوتی ہیں۔ کہ اس کا مقام اللہ کے ساتھ صحیح ہو گیا ہے۔ متکلمین کا اتنا ہی ذکر کافی ہے اب ہم پھر تجلیات صفات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بعض صفاتیوں پر خدا تعالےٰ اپنی صفت ارادہ سے تجلی فرماتا ہے اس تجلی میں مخلوق اس کے ارادہ کے موافق ہوتی ہے۔ اور یہ اس طرح کہ جب حق تعالےٰ صفت متکلم سے تجلی کرتا ہے۔ تو اس متکلم کی احدیت سے بندہ اس چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ جس پر کہ مخلوق ہے۔ پھر چیزیں اس کے ارادہ کے موافق ہوتی ہیں۔ اور اس تجلی کے بہت سے اصلیوں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ الٹے پاؤں لوٹتے ہیں۔ پھر حق سے جو دیکھتے ہیں اس کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب حق سبحانہ و تعالےٰ اس کو بطریق شہود عینی غیب الٰہی کے عالم میں یہ دکھا دیتا ہے۔ کہ سب چیزیں اسی کے ارادہ سے ہو رہی ہیں۔ تو بندہ اس بات کو اپنے عالم شہادت میں اپنی ذات میں تلاش کرتا ہے۔ پھر یہ بات اس کو حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ذاتیوں کی خصوصیات سے ہے۔ وہ اس مشہد عینی کا انکار کر دیتا ہے۔ اور الٹے پاؤں لوٹ آتا ہے۔ اور اس کے قلب کا شیشہ ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ بعد شہود کے حق کا انکار کر دیتا ہے۔ اور اس کے پانے کے بعد اس کو کھو بیٹھتا ہے۔ اور بعض پر اللہ تعالےٰ صفت قدرت سے تجلی فرماتا ہے۔ پھر عالم غیبی میں چیزیں اس کی قدرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان کا وہی نمونہ ہوتا ہے۔ جو عالم عینی میں ہے۔ پھر سب وہ اس میں ترقی کرتا ہے۔ تو اسی النموذج میں وہ بات اس پر ظاہر ہوتی ہے۔ جو اس عالم عینی میں ہے

Marfat.com

اس سے پوشیدہ ہوتی ہے۔ اور اس تجلی میں میں نے صلصلۃ الجرس یعنی گھنٹہ کی سی چھنکار کو سنا۔ پھر میری ترکیب درہم برہم ہوگئی۔ میرا نقش جاتا رہا۔ اور میرا نام مٹ گیا۔ اور اس چیز کی شدت سے جو مجھ پر وارد ہوئی میں اس پرانے چیتھڑے کی مانند ہوگیا جو کسی بلند درخت سے لٹکا ہوا ہو۔ پھر متنبہ ہوا اس کو تھوڑا تھوڑا کرکے اڑا لے جاتی ہے اس حالت میں میں کیا دیکھتا ہوں۔ بجلیاں ہیں۔ گڑگڑیں ہیں۔ بادل ہے۔ جو زور برساتا ہے۔ دریا ہیں۔ جن سے آگ کی موجیں اٹھتی ہیں۔ آسمان اور زمین مل گئے۔ اور میں ایسی تاریکیوں میں پڑ گیا۔ کہ بعض انکی بعض پر ہیں۔ پھر قدرت برابر میرے لئے قوی سے قوی چیزیں پیدا کرتی رہی۔ اور مجھ میں ہو کر عجیب عجیب چیزیں بناتی رہی حتی کہ حضرت جلال نے مجھ پر بلند سر پردے تان دیئے۔ اور جمال کا اونٹ سوزن خیال کے سوراخ میں داخل ہوگیا۔ پھر دانے ہاتھ کو جو بند تھا۔ منظر اعلےٰ میں کھول دیا۔ اس وقت چیزیں پیدا ہوگئیں۔ اور عمار جاتا رہا۔ اور جب کشتی کوہ جودی پر ٹھہر گئی۔ تو آواز دی گئی۔ کہ اے آسمان اور زمین خوشی سے یا ناخوشی سے ہمارے پاس آؤ۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔ اسی کے متعلق کہا ؎

تصرف فی الزمان کما تریدُ ... فمولی انت نحن لہ العبیدُ

وسلّ السّیف فی عنق الاعادی ... فسیفک فی العدی ذکر حمید

فهب مَا شِئْتَ وامنع لا لبخل ... ولکن کی تجود بما تریدُ

فمن اسعدتہ بالقرب یدنو ... ومن اشقیتہ فهو البعیدُ

وملکٌ من تریدُ من الامانی ... وحظّ من ارادت فلا یسعدُ

وابرم ما عقدتہ فلیس یحلّ ... واعقد ما برمت هو العقیدُ

ولا تخش العقاب علی قضاءٍ ... فکل قضیت سیفک لا یمینُ

لک الملکوت ثم الملک ملکٌ ... لک الجبروت والملاء السدیدُ

لک العرش المجید وکان عرشٌ ... علی الماء الذی هو للوریدُ

ترجمہ۔ جیسے تو چاہتا ہے زمانہ میں تصرف کر۔ پھر تو مولا ہے۔ ہم تیرے بندے ہیں۔ تلوار کو تیری تلوار ان کے حق میں ایک تیز آبدار شے اور لوہا ہے۔ جس کو تو چاہے کاٹ دے۔ وجہ سے نہیں۔ لیکن تاکہ تو اپنے ارادہ کے موافق بخشش کرے۔ جس کو تو نے نزدیک کیا ہے۔ اور جس کو بدبخت کیا ہے۔ وہی بدبخت ہے۔ جس کو تو نے حقیر ہوگیا۔ پھر وہ سردار نہیں بنتا۔ جس کو تو نے چاہا۔ وہ چیز ہے۔ جس کو تو نے حکم کیا۔ کہ وہ ہو جائے۔ تو وہ ہوگئی۔ ہر چیز تیری تلوار کے نیچے ہے۔ تیرا ملک ملکوت ہے۔ تیری ہی سلطنت ہے۔ جبروت اور بلا اعلےٰ تیرے لئے مخصوص ہے۔ عرش مجید تیرا ہے۔ اور عرش پانی پر تھا۔ جو تیری مخلوق کا آبپاشی ہے۔

Marfat.com

کرتا ہے۔

اور اس تجلی سے ایک اہل ہمت کے تصرفات ہیں۔ اور اس تجلی سے ایک عالم خیال ہے۔ اور وہ چیزیں ہیں۔ جو عجیب و غریب اختراعات سے اس میں متصور ہوتی ہیں۔ بلند رتبہ سحر بھی اسی تجلی سے ہے۔ اہل جنت کی رنگا رنگ نعمتیں جن کو وہ چاہتے ہیں۔ اسی تجلی سے ہیں۔ اور اسی تجلی سے سمسمہ کے عجائبات ہیں۔ جو طینت آدم کا بقیہ تھی۔ اور جس کا شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔ سمسمہ عربی لغت میں سرخ چیونٹی کو بھی کہتے ہیں۔ مترجم)۔ پانی پر چلنا۔ ہوا میں اڑنا۔ تھوڑی چیز کو بہت کر دینا اور بہت کو تھوڑا اور اس قسم کے اور خوارق یہ سب اسی تجلی سے ہیں۔ اے میرے بھائی۔ یہ بات تجھ پر مخفی نہ رہے۔ کہ یہ تمام چیزیں ایک ہی قسم ہیں۔ باختلافِ وجوہ مختلف ہو گئی ہیں۔ پھر سعید اس کے سبب سے نیکبخت ہو گیا۔ اور راندہ اس کے سبب سے بدبخت بن گیا۔ پس اس کو سمجھ۔ میں نے اس تھوڑے سے بیان میں تیرے لئے اشارہ کر دیا ہے۔ اور اس چیستان میں وہ اسرار مخفی رکھے ہیں۔ کہ اگر تو ان پر واقف ہو گا۔ تو تجھے اس سرِ قدرت پر اطلاع ہو جائیگی۔ جو محفوظ و مکنون ہے۔ پھر اس وقت جس چیز کے لئے تو کہیگا ہو جا۔ وہ ہو پڑیگی۔ یہ وہ اللہ ہے۔ جس کا حکم کاف و نون کے درمیان ہے۔

اور بعض ان میں سے وہ ہیں۔ جس پر اللہ تعالےٰ صفت رحمانیت سے تجلی فرماتا ہے۔ اور یہ امر اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ اس کے لئے عرشِ ربوبیت قائم ہو گیا۔ پھر وہ اس پر استیلا پاتا ہے۔ اور اس کے لئے اقتدار کی کرسی اسی کے دونوں قدموں کے نیچے رکھی جاتی ہے۔ پھر اس کی رحمت تمام موجودات میں سرایت کر جاتی ہے۔ وہ ذات کی کرسی ہے۔ صفات کی قیومی ہے۔ اور یہ آیات پڑھتا ہے قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ترجمہ یعنی کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اے اللہ میرے تو مالک ملک کا ہے۔ جس کو تو چاہتا ہے۔ ملک دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے۔ چھین لیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے۔ ذلیل کرتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔ اور دن کو رات میں اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ اور مردہ کو زندہ سے اور جس کو تو چاہتا ہے۔ بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

یہ سب باتیں اس کے عالم غیب میں ہوتی ہیں۔ جو شک و شبہ سے منزہ ہے۔ جو کچھ اس کی گریبان میں ہے اس کو دیکھتا ہے۔ اور یہ اہل الصفات اور اہل الذات کے مابین وہی فرق ہے۔ جو پہلے دو تین دفعہ مذکور ہو چکا۔ اور بعض پر اللہ تعالےٰ الوہیت سے تجلی فرماتا ہے۔ پھر وہ ضدیں جمع ہوتی ہیں۔ سیاہی سفیدی کو عام ہوتا ہے۔ ادنےٰ و اعلےٰ کو شامل ہوتا ہے۔ مٹی اور موتیوں کو احاطہ کرتا ہے۔ اس وقت اسم اور وصف کو سمجھتا ہے

Marfat.com

لف ونشر کا انکار کرتا ہے[1]۔ اور جانتا ہے۔ کہ یہ امر پیاسے کے واسطے سراب ہے۔ جس کو وہ پانی گمان کرتا ہے حتّٰی کہ جب اس کے قریب آتا ہے۔ اس کو کوئی چیز نہیں پاتا۔ وہاں اللہ کو پاتا ہے۔ جو اس کے حساب کو پورا کرتا ہے پھر اپنے سیدھے اور الٹے ہاتھ سے اس کی کتاب کو لپیٹ لیتا ہے۔ اور کہا گیا بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ظالموں کی قوم کے لئے دوری ہے[2]۔

جان۔ کہ نور کتاب مسطور ہے۔ ہدایت دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے۔ گمراہ کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اس کی طرف سے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ گمراہ کرتا ہے۔ اس سے بہتوں کو اور ہدایت کرتا ہے۔ اس سے بہتوں کو۔

اور جان کہ اس کے سوا کوئی راہ بھی نہیں ہے۔ وہ اللہ کی راہ ہے۔ اس کے لئے ہدائت ہے۔ اور اس کے غیر کیلئے گمراہی۔ پھر جب دو امروں سے خطاب کیا گیا۔ اور دو حکموں کا اعتبار کیا گیا۔ اور دو نام رکھے گئے۔ چمکتے ستارے غروب ہو گئے۔ حالانکہ وہ اپنے فلکوں میں روشن اور گردش کر رہے ہیں۔ اور اس تجلی کی خصوصیتوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ بندہ جمیع اہل مذاہب کے خیالات کی تصدیق کرتا ہے۔ اور ان کے اصل ماخذ کو جانتا ہے۔ اور اس بات کی شہادت دیتا ہے۔ کہ حوان میں سے سعید ہوا۔ کس طرح ہوا۔ اور جو شقی بنا۔ وہ کس طرح بنا۔ حالانکہ وہ سب اہل مذاہب باطلہ شقی ہوتے ہیں۔ اور نیز اس بات کو جانتا ہے۔ کہ ان جملہ مذاہب میں گمراہی نے کیونکر دخل پائے۔ اور اس کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اس مقام والا جمیع اہل مذاہب کی باتوں کو غلط بھی کرتا ہے۔ حتّٰی کہ مسلمین۔ مومنین۔ محسنین۔ عارفین کو بھی خطا پر سمجھتا ہے۔ کامل محققین کے سوا کسی کی رائے کی تصدیق نہیں کرتا۔ اور نیز اس تجلی کے خصائص میں سے ہے کہ بندہ کی نہ نفی ممکن ہے۔ نہ اثبات۔ نہ اس کو وصف کہتا ہے۔ نہ ذات۔ نہ اسم پر زبان موڑتا ہے۔ نہ اسم پر حجت لیتا ہے میں اس تجلی میں ملائکہ محافظین کے ساتھ جمع ہوا۔ پھر میں نے باوجود ان کے مشاہد و مناظر کے مختلف ہونے کے ان کو دیکھا۔ کہ وہ اپنی اصلوں یعنی مقامات میں حیران و سرگشتہ تھے۔ پھر بعض حیران تھے۔ کہ جمال نے ان کو حیرت میں ڈال رکھا تھا۔ اور بعض خاموش تھے۔ کہ جلال نے ان کے منہ پر لگام لگائی ہوئی تھی۔ اور بعض ناطق تھے۔ کہ کمال نے بولنے میں ان کو آزاد کیا ہوا تھا۔ اور بعض اس کی ہویت میں جس کی طرف لفظ ھُوَ سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ غائب تھے۔ اور بعض اس کی انیت میں جس کی طرف لفظ انا سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ حاضر تھے۔ بعض مفقود الوجود اور بعض شہود میں موجود تھے۔ بعض اس کی دہشت میں حیران اور بعض اس کی حیرت میں مدہوش تھے۔ بعض [illegible] گداز اور بعض اس کی بقا میں راغب تھے۔ بعض عدم محض میں مسابد اور بعض وجود فنا کے وجوب میں [illegible] بعض وجود میں محو اور بعض شہود میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بعض نار احدیت میں سوختہ اور بعض بحار صمدیت سے [illegible]

[1] لف۔ نشر کا انکار کرتا ہے۔ لف کے معنی لپیٹنے اور نشر کے معنی پھیلانے کے ہیں۔ چونکہ حضرت الوہیت میں یہ جمع ہے۔ نہ تفریق اس لئے لف ونشر کا انکار صحیح ہوا واللہ اعلم بالصواب [2] چونکہ اس مقام کے ظہور سلطان میں بعض شریعت کے پاس ادب کو چھوڑ کر اشکالات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لہذا مصنف علیہ الرحمۃ نے اس وعید سے ان کو آگاہ کیا۔

Marfat.com

لینے والے تھے۔ بعض انس کو گم کرنے والے بعض قدس کو پانے والے تھے اور بعض انس کو پانے والے اور قدس کو گم کرنے والے تھے۔ ناظر ان کے احوال میں حیران رہ جاتا تھا۔ اور حیرت زدہ ان کے اقوال سے ہدایت پاتا تھا۔ پھر میں اس شخص کی طرف مائل ہوا۔ جس کا مقام ان سب سے اکمل و ارفع تھا۔ میرا یہ میلان اطلاع پانے والے کا سا میلان تھا نہ کہ حیران۔ قناعت کرنے والے کا سا میلان۔ پھر میں نے اس کو کہا۔ اے کامل قریب۔ اور اے باادب روح اقدس اپنے سخت سیاہ مشہد میں۔ یعنی مشہد حیرت میں مجھے اپنے حال سے خبر دے۔ اپنے اسم کی باتیں کر۔ اور اپنے اسم کی تصریح کر۔ پھر اس نے اس شخص کا سا اعراض کیا۔ جو تصریح سے جھجکتا ہے۔ اور فصیح مخبر کی توجہ کی مانند اس نے توجہ کی۔ پھر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ اور اپنی حیرت میں منہمک ہوا۔ میں نے حال اس سے دریافت کیا۔ تو اس نے اپنے حال کا ترجمہ کیا اور کہا۔ کہ اسم سے سوال نہ کر۔ پھر تو اسم کی قید میں بند رہ جائیگا۔ اور اس کو چھوڑنا بھی نہ۔ ورنہ اپنے حق کو مٹا دے گا۔ رخساروں کو نہ پھیر۔ ورنہ اپنے آسمانوں کے رب سے محجوب رہ جائیگا۔ اور نہ ذات سے منہ موڑ۔ ورنہ تو بوسیدہ عدم کا طالب ٹھہریگا۔

نفی کفران نعمت وجود ہے۔ اور اثبات زیان کاری۔ یہ دو بحر ہیں۔ اور حق ان دونوں کے درمیان برزخ ہے جس سے وہ اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ اگر تو نے میرا اثبات کیا۔ تو تو نے مجھے اپنا غیر بنایا (کیونکہ یہ تثلیث ہے نہ توحید۔ اس سے تین چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک مثبت دوسری مثبت تیسری مثبت بہ۔ مترجم) اور اگر تو نے میری نفی کی۔ تو تو اپنے باطن کی حقیقت سے محجوب رہا۔ اگر تو نے کہا۔ کہ تو میں ہوں۔ تو تیرا طور اور فن میرے طور اور فن سے علیحدہ کہاں رہا۔ اور اگر تو نے کہا۔ کہ تو میرا غیر ہے۔ تو میری غیر کے ہر معنی تجھ سے فوت ہو گئے۔ اور اگر تو متحیر ہوا۔ تو تو فقیر بنا۔ اگر تو عجز کا قائل ہوا۔ تو وصف عزت کو تو نے گنوا دیا۔ پھر اگر تو نے غائت اور کمال کا دعویٰ کیا۔ تو تیرا معاملہ ابتدا میں ہے۔ نہ نہایت میں۔ اور اگر تو نے سب کو چھوڑ دیا۔ اور خواب اور نیند کا قائل ہوا۔ تو تجھ پر افسوس ہے۔ کہ سب کچھ تو گنوا بیٹھا۔ اور اگر تو نے اپنی ذات میں اپنے عرش صفات پر قیام کیا۔ تو پھر دیکھ۔ کہ تیرے اور میرے کمال میں کتنا فرق ہے۔ ع ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ اور کیا تیرے لئے وہ چیز ہے۔ جو میرے لئے ہے (اسی کے متعلق میں کہتا ہوں ؎

تحیرت من حیرتی مم ھی — فقد حار وھمی فی وھمہ
فلم ادر ھذا التحیر من — تجاھل قلبی ام علمہ
فان قلت جھلا فاکذب بہ — وان قلت علما فمن اھلہ

ترجمہ۔ میں اپنی حیرت میں متحیر ہوا۔ کہ وہ کس چیز سے ہے۔ میرا وہم اس کے وہم میں حیران ہوا۔ پھر میں نے نہ جانا۔ کہ یہ تحیر میرے قلب کے تجاہل عارفانہ سے ہے یا کہ اس کے علم سے۔ پھر اگر میں کہوں کہ یہ حیرت جہل سے ہے۔ تو میں اس کی تکذیب کرتا ہوں۔ اور اگر علم سے کہوں۔ تو میں اس کے اہل سے ہوں۔ یعنی وہ حیرت ٹھیک مجھ میں موجود ہے۔ ؎

کچھ نہیں کھلتا مجھے میں کون ہوں — صورت حیرت ہوں یا شکل جنوں

Marfat.com

میرا ہی فلک فلکِ اعلےٰ ہے۔ اور میری ہی مسجد مسجد اقصیٰ ہے۔ وفدوں سے اس کے گرد برکت دی گئی ہے۔ اور وارد ہونے والوں کے لئے بہنے والا شیریں پانی ہے۔ جو میرے دریا کا شناور بنا۔ میں نے اسے موتی سمجھ کر اپنے سینے کے ہار میں پرویا۔ اور جو میرے تیز گھوڑے پر سوار ہؤا۔ میں نے اسے اپنے شہر طے کرا دیئے۔ اور جس نے اپنی حد سے تجاوز کیا۔ اور اس چیز کا دعویٰ کیا۔ جو اس کے پاس نہ تھی۔ اس کی سزا ہمیشہ کا جواب ہے۔ حالانکہ میں نے کہہ دیا ہے۔ کہ افترا نہ کر۔ خدا کی ذات کذب سے بلند و برتر ہے۔ پھر وہ تم کو عذاب سے ہلاک کریگا۔ میں صراط مستقیم ہوں۔ ٹیڑھا اور سیدھا میں ہوں حادث اور قدیم میں ہوں۔ پھر تو حضرتِ وجود اور ہمکلام ہونے میں ہمیشہ بایکدیگر شراب نوشی کے ساغر طلب کرتا رہا۔ حتےٰ کہ ایک جنبش کرنے والے نے جنبش کی۔ اور ایک دامنِ کوہ سے بجلی کوندی۔ پھر میں نے اس رکن کے متعلق اس سے سوال کیا۔ جو نگاہ رکھا گیا ہے۔ اور اس بڑی بھاری خبر کی بابت پوچھا۔ جس میں لوگ مختلف ہو رہے ہیں۔ اس نے کہا۔ میں سُن رہا ہوں۔ جو تو کہہ رہا ہے۔ یہ اسماء جن کی بابت تو نے دریافت کیا ہے۔ اپنی نہایت بلند درجہ کی چوٹی پر واقع ہیں۔ پس یکایک وہ فصیح زبان اور صریح بیان سے مجھ سے راز کی باتیں کہنے لگا۔ درآنحالیکہ اس کا ارادہ تھا۔ کہ جو کچھ اس کے پاس ہے۔ مجھے بتا دے۔ اور کچھ چھپا نہ رکھے۔

پھر میں نے کہا کیا ہے یہ۔ یعنی کون سا مشہد ہے۔ اس نے جواب دیا۔ الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ یہ رحمٰن کا دربار ہے۔ جس نے قرآن سکھلایا۔ پھر میں نے حضرت قدیر کو کہا۔ کہ اے فلاں میری بابت مجھ سے بات کر۔ اس نے کہا خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوُضِعَ الْمِيْزَانَ ترجمہ۔ انسان کو پیدا کیا۔ اور بات کرنی اس کو سکھلائی۔ آفتاب اور چاند ایک مقررہ حساب کے موجب چلتے ہیں۔ ستارے اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔ آسمان کو بلند کیا۔ اور ترازو کو اتارا۔ میں نے مرید کو کہا۔ کہ اے قدیم جدید یعنی باعتبار ذات قدیم اور باعتبار صفت ارادہ متجددہ کے جدید میری بابت مجھے خبر دے۔ اور مجھے مجھ سے میری طرف پھیر اس نے جواب میں کہا۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ترجمہ۔ جب آفتاب لپیٹا جائیگا۔ اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔ اور جب پہاڑ چلائے جائینگے۔ اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنی کا حمل چھن جائیگا۔ اور جب جانور ایک جا اکٹھے کئے جائینگے۔ اور جب دریا بھڑکائے جائینگے۔ اور جبکہ روحیں اپنے بدنوں سے ملائی جائیں گی۔ یعنی اے اپنی بابت خبر پوچھنے والے۔ یہ تیری ہی خبر ہے۔ اس کو سمجھ اور سوچ۔ کہ تو کیا ہیں۔ جو تیرے ساتھ آئیں۔ کہاں سے تم نے سفر کیا۔ اور کہاں جاؤ گے۔ اور یوں سمجھ۔ کہ میں ایک فلاں ہوں۔ جس کو میں نے خود ہی پھیلایا۔ اور پھر خود ہی لپیٹ لیا۔ مترجم۔ پھر علیم اپنی باحکمت زبان سے بولا۔ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ۔ اور جب زندہ گاڑی لڑکی پوچھی جائیگی۔ کہ کس گناہ کے پیچھے قتل کی گئی۔ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ۔ اور جب صحیفے پھیلائے جائینگے۔ اور جب آسمان کا پوست اتارا جائیگا۔ اور جب دوزخ بھڑکائی جائیگی۔ اور جب جنت

Marfat.com

نزدیک کی جائیگی۔ مرنے کی جان لیگا۔ جو حاضر کیا گیا ہے"۔ پھر میں نے کہا۔ اے تعجب میں لانے والے حکیم۔ غنقاء مغرب کا کچھ حال بیان کر۔ اور اس خزانہ کا مجھے پتہ دے۔ جو کاف اور نون کے درمیان نگاہ رکھا گیا ہے کہا۔ تجھے مجھ سے کفائت کرتا ہے۔ جو میری طرف سے قدیم کو حادث بناتا ہے۔ یعنی وہ خزانہ میں ہی ہوں جو کاف و نون کے درمیان قدیم تھا۔ اور پھر حادث بنا۔ میں نے اُسے کہا۔ یہ کفائت نہیں کرتا۔ کہا کیا میں تجھے زیادہ دوں۔ میں نے کہا۔ ہاں مجھے زیادہ دے۔ پھر اس نے کہا۔ کہ مزید تیرے پاس میری طرف سے بچی خبر اور رحمت لے کر آیا۔ میں نے کہا۔ کہ اس کا سمجھنا مجھ پر مشکل تھا۔ پھر اے ہمارے مولا و آقا تو کون ہے۔ کہا۔ میں نفس العبید یعنی بندوں کی روح ہوں۔ پھر اس نے یہ آیت پڑھی وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ انما اَمْرُنَا شَيْءٌ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ نَقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ اور وہ نہیں سنتے کہ جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو صرف یہی کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہو جا۔ کہ پھر وہ ہو پڑتی ہے۔

یہ مذکورہ حضرات ہمیشہ مجھ سے رازداری کی باتیں کرتے رہے اور انکی نیک۔ پسندیدہ کنواریاں میرے سامنے آتی رہیں۔ حتیٰ کہ تجھ سعادت چل پڑی۔ اور سرداری کا علم و نشان اس کو ثابت ہو گیا۔ پھر میں نے اس کی پھیلنے والی خوشبو کو سونگھا۔ درانحالیکہ اس کا پھیلنا ذات کے ساتھ ذات کے لئے ذات میں تھا۔ اس نے مجھے گھیر لیا۔ یعنی اس سے مجھ پر ایک بودگی طاری ہوئی۔ اور میں نے اس کو اپنے آپ سے اپنی طرف کھینچا۔ میرے قویٰ کھل گئے۔ اور میرا اندوہ اور میری سوزش جاتی رہی۔ ممکن و ممتنع کا نشان نہ رہا۔ رجوع کرنے والا اور جو بجائے خود ساکن تھا۔ پس گیا۔ حیّ کا نقش و نشان جاتا رہا۔ حتیٰ کہ خیال لَا مَيِّتَ وَلَا حَيَّ بھی باقی نہ رہا۔ پھر میں اُس وقت ابدی طور پر مر چکا۔ اور سرمدی طور پر پس گیا۔ پھر اس کے بعد نہ بعث ہے نہ نشور۔ نہ غیبت ہے۔ نہ حضور۔ پس جس وقت حیّ فنا ہو گیا۔ اور گھر میں ہلاک ہونے والا ہلاک ہو گیا۔ تو خود اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔ آج کے دن ملک کس کے لئے ہے"۔ پھر خود ہی جواب دیا۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ "فقط واحد قہار کے لئے ہے"۔

۱۵
پندرھواں باب

مجلّیٔ ذات میں

لِلذَّاتِ فِيْكَ بِصَرْفِ الرَّاحِ لِلذَّاتِ وَكُلُّ جَمْعٍ سِوَاهَا فَهُوَ شَتَّاتُ

Marfat.com

تجلی منزهة عن وصف واصفها — بلا اعتبار ولا فیها اضافات
کالشمس تبدو فیخفی وصف انجمها — تفنی ولکن لها فی الحکم اثبات
هی الظلام ولا صبح ولا شفق — ودون منزلها للوفد تیهات
وکم دلیل حدا للرکب یقصدها — فحار فیها ولم تجر الشمالات
خفیة السبل لا رسم ولا علم — ابیة الوصل تحمیها الابیات
لها دمیس طریق دارس حرج — ودونه لسری الموهوم وقفات
کالجهل امست علوم العالمین لها — سیان فی حیها رشد وغیات
لم یظفر العقل یوما من صرافتها — مزجا ولیس لفکر ثم نشوات
ولا لنار الهدی فی سبلها علم — ولا النور التقی فیها اضاءات
طرق واول من حارت ادلتها — فیها فلا حیوا فیها ولا ماتو
اوصافها غرقت فی بحر عزتها — دون الوفا فهی عند الکنه اموات
فلا سبیل الی استیفاء ماهیة — باسم وقعت تعالت ذلک الذات

ترجمہ — ذات کے لئے تجھ میں مئے صرف و خالص کی لذتیں ہیں۔ اس کے سوا ہر جمعیت میں تفریق ہے۔ اس نے تجلی کی۔ درآنحالیکہ وہ وصف واصف سے منزہ ہے۔ نہ اعتبار ہے۔ نہ کوئی اضافت۔ مثال اسی کی آفتاب ہے کہ جب ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس کے ستاروں کا وصف مخفی ہو جاتا ہے۔ وہ آفتاب کی روشنی کے سبب سے مخفی ہو جاتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ حکم اثبات کا رکھتے ہیں۔ وہ تاریکی ہے۔ صبح اور شفق نہیں ہے۔ اور اس کی منزل کے قریب آنے جانے والوں کے لئے جنگل ہیں۔ جن میں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ سالک کے لئے جو اس کی تعریف کا قصد کرتا ہے۔ کتنی ہی دلیلیں ہیں۔ پھر وہ اس میں حیران رہ گیا۔ اور اس نے دامن نہ کھینچے۔ اس کے رستے [illegible] ہیں۔ نہ پتہ ہے۔ نہ نشان۔ وصل کو وہ قبول نہیں کرتا۔ حالانکہ انکار کرنے والے بھی بسبب لحاظ ہونے کے اس کو اپنے ساتھ لئے ہوئے ہیں۔ اس کی راہ مٹی ہوئی ہے۔ تنگ اور پرانی ہے۔ اور اس کے [illegible] سرایت کرنے کے لئے ٹھہرنے کی جگہیں ہیں۔ مثل جہل کے ہے۔ کہ دنیا کے تمام علوم نے اس کو [illegible] اس کے وجود میں اشد اور گمراہیاں برابر ہیں۔ عقل کسی دن بھی اس کی صرافت سے [illegible] نہیں ہوئی۔ اور نہ فکر کو وہاں نشے ہیں۔ اور نہ نار ہدایت کو [illegible] روشنیاں ہیں۔ ایسے رستے ہیں۔ کہ اول جو چیز ان میں حیران ہوئی۔ وہ ان راہوں کو بنانے والے ہیں۔ کہ وہ تو ان میں زندہ ہوئے۔ اور نہ مرے۔ اس کے اوصاف اس کی عزت کے بحر میں غرق ہو گئے۔ انہوں نے وفا نہیں کی۔ پھر وہ کنہ کے وقت مردے ہیں۔ پورے طور پر اس کی ماہیت معلوم کرنے کے لئے اسم اور لغت سے کوئی راہ نہیں ہے۔ وہ ذات متعالی ہے۔

Marfat.com

جان۔ کہ ذات وجود مطلق سے عبارت ہے۔ اس طرح پر کہ تمام اعتبارات۔ اضافات۔ نسب وجہات ساقط کر دیئے جائیں۔ مگر اس طرح پر نہیں۔ کہ وجود مطلق سے ان کو خارج سمجھا جائے۔ بلکہ اس طرح پر کہ یہ تمام اعتبارات اور وجود مطلق سے جو چیزیں ان کی طرف منسوب ہیں۔ وہ سب وجود مطلق میں ہیں۔ نہ بالذات اور نہ اپنے اعتبار سے۔ بلکہ بعینہ وہ چیز ہے۔ جس پر وجود مطلق ہے۔ اور یہ وجود مطلق ذات سازج ہے۔ جس میں نہ اسم کا ظہور ہے۔ نہ نعت کا نہ نسبت کا نہ اضافت کا اور نہ کسی اور چیز کا۔ پھر جب مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز اس میں ظاہر ہوتی ہے۔ تو یہ منظر اپنے مظہر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ نہ کہ ذات محض کی طرف۔ اس لئے کہ ذات کا حکم فی نفسہ جمیع کلیات وجزئیات نسب واضافات کو شامل ہوتا ہے بحکم ان چیزوں کی بقاء کے اور غایۃ احدیت الذات میں ان کے نیست و نابود ہونے کے۔ پھر جب کسی وصف یا اسم یا نعت کا اس میں اعتبار کیا جاتا ہے۔ تو یہ اعتبار بحکم اُس معتبر کے مشہد کے ہوتا ہے۔ نہ ذات کے لئے اسی لئے ہم نے کہا ہے۔ کہ ذات وجود مطلق ہے۔ اور نہیں کہا۔ کہ وجود قدیم ہے اور نہ یہ کہ وجود واجب ہے۔ تاکہ اس سے ذات کا مقید کرنا لازم نہ آئے۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ مراد یہاں ذات سے ذات قدیم واجب الوجود ہے۔ اور وجود مطلق سے میری مراد وہ وجود مطلق بھی نہیں ہے۔ جس میں اطلاق کی قید پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ مفہوم مطلق میں کسی طرح کی قید نہیں پائی جاتی۔ یہ ایک بہت باریک بات ہے۔ اس کو سمجھ۔ اور جان۔ کہ ذات وصف۔ سازج جب اپنی سنداجت وسادگی اور صرافت سے تنزل ہوتی ہے۔ تو اس کے تین مظہر ہوتے ہیں۔ جو صرافت وسنداجت سے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ پہلا مظہر احدیت ہے۔ جس میں اعتبارات اضافات۔ اسماء وصفات سے کسی چیز کا ظہور نہیں ہے۔ وہ ذات صرف ہے۔ لیکن احدیت اس کی طرف منسوب کیگئی ہے۔ اسی لئے اس کا حکم سنداجت سے تنزل سمجھا جاتا ہے۔ دوسرا مظہر ہویت ہے۔ احدیت کے سوا تمام مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز کا اس میں ظہور نہیں ہے۔ پھر وہ سنداجت سے ملحق ہے۔ لیکن اس کا طوق احدیت کے طوق سے کمتر ہے اس لئے کہ اس میں بطریق اشارہ غیبوبیت سمجھی جاتی ہے۔ جو لفظ ہُوَ سے غیب کی طرف کیا جاتا ہے۔ پس اس کو سمجھ تیسرا مظہر انیت ہے۔ وہ بھی ایسا ہی ہے۔ ہویت کے سوا اس میں کسی چیز کا ظہور نہیں ہے۔ ملحق بہ سنداجت ہے لیکن اس کا طوق بہ سبب اس میں متکلم۔ حضور اور حاضر کے سمجھے جانے کے ہویت کے طوق سے کمتر ہے۔ اور متکلم رتبہ میں اس غائب سے ہم کو زیادہ قریب ہے۔ جو سمجھا جاتا ہے۔ اور پوشیدہ ہے۔ پس اس کو سمجھ اور اس میں غور و تامل کر۔

نوٹ۔ اس عبارت کے سمجھنے کیلئے معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ لفظ انیت لفظ انا سے ماخوذ ہے۔ جو ضمیر متکلم ہے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ پس انا احدیت کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ وہ اثبات محض ہے۔ اس میں کسی قسم کی قید نہیں۔ ایسا ہی احدیت ذات محض ہے۔ مطلق ہے۔ وہ دوسری کو چھوڑ کر ایک چیز سے مختص و مقید نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ قول اِنَّنِیْ میں ضمیر غائب ہُوَ ہویت لحقہ بالاحدیت کی طرف اشارہ ہے۔ اسی لئے وہ اَنَا سے مرکب ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اَنَا اس ہویت کی طرف اشارہ ہے۔ جو احدیت متصف بہ انیت سے ملحق ہے۔ اسی لئے اخبار بہ لفظ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ میں مسند و مرجع وہی ہوتا ہے۔ خبر اللہ کی اسناد انا کی طرف ہے۔ کہ انیت کی ہویت واحدیت کے مرتبہ

Marfat.com

میں متنزل کیا گیا ہے۔ اور یہ تمام ذات ساذج صرف سے مراد ہے۔ اور ان ہر سہ مظاہر کے پرے بجز مظہر واحدیت کے کوئی مظہر نہیں ہے۔ جو مرتبہ الوہیت سے معبّر ہے۔ جس کا حق دار اسم اللہ ہے۔ اور مذکورہ آیت انہ انا اللہ نے بہ ترتیب ان مراتب پر دلالت کر دی ہے۔ پس اس میں تامل کرنا چاہیئے۔ پھر جب تو نے سمجھ لیا۔ جو ہم نے کہا ہے۔ تو جان کہ اہل الذات سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جن میں لطیفہ الٰہیہ مضمر ہے۔ اس چیز کے متعلق جو ہم نے کہا۔ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ کہ حق جب اپنے بندہ پر تجلی فرماتا ہے۔ اور اسے اپنے نفس سے فانی کرتا ہے۔ تو اس میں ایک لطیفہ الٰہیہ قائم ہو جاتا ہے۔ اور یہ لطیفہ کبھی ذاتی ہوتا ہے۔ اور کبھی صفاتی۔ جب وہ ذاتی ہوتا ہے۔ تو ہیکل انسانی اس وقت ایک فرد کامل اور غوث جامع ہوتا ہے۔ جس پر وجود کا امر و امر ہوتا ہے۔ اس کے لئے رکوع اور سجود ہوتا ہے۔ اور دنیا کو خدا اس سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور وہ مہدی اور خاتم سے ملقب ہوتا ہے۔ اور وہ خلیفہ ہے۔ جس کی طرف حق تعالےٰ نے قصۂ آدم میں اشارہ فرمایا۔ اس کے امتثال امر میں حقائق موجودات کا انجذاب ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ لوہے کو مقناطیس کی جانب۔ عالم اس کی عظمت میں مقہور ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی قدرت سے جو چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ اور یہ اس طرح پر کہ چونکہ اس ولی میں یہ لطیفہ الٰہیہ ذات ساذج ہوتا ہے۔ اور کسی مرتبہ سے مقید نہیں ہوتا۔ نہ مرتبہ حقیہ الٰہیہ سے اور نہ مرتبہ خلقیہ عبدیہ سے۔ اس لئے ہر مرتبہ موجودات کو اس کا حق عطا کرتا ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی ایسی چیز نہیں۔ جو حقائق عالم کو ان کا حق عطا کرنے سے مانع ہو۔ سوائے کسی رتبہ یا اسم یا نعت حقیہ یا نعت خلقیہ کے ساتھ مقید ہونے کے ذات کے لئے کوئی شے مانع نہیں ہے۔ اور یہاں وہ مانع موجود نہیں ہے۔ اور یہاں وہ مانع موجود نہیں۔ اس لئے کہ وہ ذات ساذج ہے۔ جو کسی سے مقید نہیں۔ بلکہ اس کا فیضان عام ہے۔ عدم مانع کی وجہ سے ہر شے وہاں بالفعل ہے نہ بالقوہ۔ اور بہ سبب پائے جانے موانع کے اشیاء و ذات میں کبھی بالقوہ ہوتی ہیں۔ اور کبھی بالفعل۔ اور ان موانع کا اٹھنا یا تو ذات پر کسی وارد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور یا اس سے کسی صادر کی وجہ سے۔ اور کبھی ارتفاع مانع کسی حال یا وقت یا صفت یا ان کی مانند کسی اور چیز پر موقوف ہوتا ہے۔ اور ذات ان تمام سے منزہ ہے۔ اس نے ہر چیز کو ایک صورت عطا فرمائی۔ پھر اس کو ہدایت دی۔ تجلی ذات سے روکا جانا تو درکنار اہل اللہ تجلی احدیت سے بھی روکے گئے ہیں۔ کہ ان کے متعلق عوام میں کوئی بات بیان کریں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو ہم ذات کے متعلق عجیب و غریب تجلیات و تدلیات الٰہیہ ذاتیہ محضہ کو بیان کرتے کسی اسم و وصف وغیرہ کو ان میں مجال دخل نہیں ہے۔ بلکہ ہم غیب کی کنجیوں سے اس کے پوشیدہ [illegible] نہایت عمدہ عبارت اور لطیف اشارہ میں صفحات شہادت پر ظاہر کرتے ہیں۔ پھر ان کنجیوں سے اقلوں کے بند شدہ قفل کھولے جاتے ہیں۔ تاکہ عبد کا اونٹ وصول کی سوئیوں کے ناکے سے گذر کر جنت ذات میں داخل ہو۔ جو صفات کے نورانی و ظلمانی حجابات سے محفوظ ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

Marfat.com

سولھواں باب ۱۶

حیات میں

اپنے نفس کے لئے کسی شے کا وجود اس کی حیات تامہ ہے۔ اور اپنے غیر کے لئے کسی شے کا وجود اسکی حیات اضافیہ ہے۔ پس حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے نفس کے لئے موجود ہے۔ پھر وہ حی ہے۔ اور اس کی حیات حیات تامہ ہے کہ موت اس کو لاحق نہیں ہوتی۔ اور تمام مخلوق اللہ کے واسطے موجود ہے۔ انکی حیات حیات اضافیہ ہے۔ اسی لئے فنا اور موت اس کو لاحق ہوتی ہے۔ پھر خلق میں اللہ کی حیات واحدہ تامہ ہے۔ لیکن وہ اس میں مختلف درجے رکھتے ہیں۔ بعض میں حیات اپنی صورت تامہ پر ظاہر ہوئی ہے۔ اور وہ انسان کامل ہیں۔ اسلئے کہ وہ اپنے نفس کیلئے موجود بوجود حقیقی ہے۔ نہ بوجود مجازی و اضافی۔ اور وہ مساوی جلالہ کے قریب ہے۔ پھر وہ حی ہے۔ اسکی حیات تامہ ہے اس کے غیر کا یہ حال نہیں۔ اور ملائکہ علوی کہ مہیمنہ ہیں۔ اور جو چیزیں ان کے ساتھ ملحق ہیں یعنی جن کا وجود عناصر سے نہیں۔ مثلاً قلم اعلیٰ و لوح محفوظ وغیرہ پس وجود میں یہ چیزیں انسان کامل کے مشابہ ہیں اس کو سمجھ۔ اور بعض چیزوں میں حیات اپنی صورت پر ظاہر ہوئی ہے۔ لیکن وہ حیات غیر تامہ ہے۔ اور وہ انسان حیوانی اور ملائکہ سفلیہ اور جن ہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے نفس کے لئے موجود ہے۔ اور جانتا ہے کہ وہ موجود ہے۔ اور یہ کہ وہ ایسا ویسا ہے لیکن اس کا یہ وجود غیر حقیقی ہے۔ کیونکہ اس کا قیام مبدء کے قریب نہیں ہے۔ وہ حق کے لئے موجود ہے نہ کہ اپنے لئے پھر بموجب اپنے مرتبہ قرب کے اس کی حیات قرب غیر تامہ ہے۔ اور بعض میں حیات ظاہر ہوئی ہے۔ لیکن اپنی صورت پر ظاہر نہیں ہوئی۔ اور وہ باقی حیوان ہیں۔ اور بعض میں حیات باطل ہو گئی۔ پس وہ اپنے غیر کے لئے موجود ہیں۔ نہ کہ اپنے نفس کے لئے۔ مثلاً نبات و معدن۔ حیوان اور اس جیسی اور چیزیں۔ اس مذکورہ بیان سے معلوم ہوا کہ ہر چیز میں حیات ہے۔ پھر وہاں موجودات کی کوئی ایسی چیز نہیں۔ جو زندہ نہ ہو۔ اس لئے کہ وجود شے عین حیات شے ہے۔ حیات اشیاء میں سوائے تام یا غیر تام ہونے کے کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ وہاں یعنی عالم معنی میں اگر نظر ڈالو۔ تو ہر چیز کی حیات حیات تامہ ہے کہ تقاسیم حسیہ سے فرق مراتب ہر شے کے حصے میں آئی ہے اگر اس میں کمی یا زیادتی ہو۔ تو وہ مرتبہ معدوم اور ضائع ہو جائے۔ حیات ایک چشمہ ہے۔ اور ایک جوہر فرد ہے۔ اپنے کمال ذاتی سے ہر شے میں موجود ہے۔ نہ اس میں کمی ہو سکتی ہے۔ اور نہ وہ انقسام پذیر ہے۔ کیونکہ جوہر فرد کی تجزی محال و ممتنع ہے۔ مترجم کہتا ہے۔ کہ اس تمام مذکورہ بیان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حیات عین وجود ہے۔ پھر جو چیز بذات خود موجود ہے۔ اسکی حیات حیات تامہ ہے۔ اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور جو موجود بالغیر ہے۔ اس کی حیات حیات اضافیہ ہے۔ اور وہ تمام مخلوق کی حیات ہے

Marfat.com

پھر جو حیات تامہ یعنی مبدء جل جلالہ کے زیادہ قریب ہے۔ اس کی حیات مشابہ بحیات تامہ ہے۔ اور جو بعید ہے۔ اسکی حیات اضافیہ۔ بلکہ درحقیقت سب کی حیات تامہ ہے۔ اس لئے کہ حیات ایک جوہر لاینحل ہے جس میں تمام مخلوق علے فرقِ مراتب متعین ہوئی ہے۔ اور ہر مرتبۂ وجود نے کچھ نہ کچھ اس سے حصہ پایا ہے۔ کسی کو تھوڑا اور کسی کو زیادہ۔ اور وہ سب حیات تامہ ہے۔ مترجم)

پس ہر شئے کی شیئیت اس کی حیات ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کی حیات ہے جس میں تمام چیزیں قائم ہوئیں۔ اور یہ بطریق اسم حیّ حق کے لئے اشیاء کی تسبیح ہے۔ اسلئے کہ ہر چیز کی تسبیح ہر اسم کی راہ سے جداگانہ ہے۔ بہ حیثیت اس کے اسم علیم کے اشیاء کی تسبیح اس اسم کے تحت میں ان کا داخل ہونا ہے۔ پھر اس جہت سے کہ ہر شے نے اپنے نفس سے ذاتِ حق کو علم عطا کیا ہے۔ جس سے وہ اس پر حکم لگاتا ہے۔ کہ وہ ایسی ہے۔ اور ایسی ہے۔ بزبانِ حال ہر شے اس کو یا عالم کہکر پکار رہی ہے۔ اور بحیثیت اس کے اسم قدیر کے اشیاء کا تسبیح کرنا قدرت کی تحت میں ان کا داخل ہونا ہے۔ اور بحیثیت اسم مرید کے انکی تسبیح یہ ہے۔ کہ اپنے ارادہ سے جس حال میں اس نے ان کو مخصوص و متعین فرمایا وہ اسی پر ہیں۔ اس حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ اور بہ حیثیت اسم سمیع کے ان کی تسبیح یہ ہے۔ کہ وہ اپنا کلام اسکو سناتے ہیں۔ اور ان کا کلام بطریقِ حال ان کے حقائق کا استحقاق ہے۔ لیکن جو معاملہ خدا اور ان کے درمیان ہے۔ اس میں ان کا کلام بطریق مقال ہوتا ہے۔ یعنی ملکوتِ عالم میں زبانِ حال زبانِ مقال کا لباس پہنے ہوئے ہے جیساکہ بکثرت آیات و احادیث اسکی مؤید ہیں۔ جن میں سے بعض اس باب میں بھی مذکور ہونگی۔ مترجم۔ اور بہ حیثیت اس کے اسم بصیر کے انکی تسبیح اس کی بصر کی تحت میں ان کا متعیّن ہونا ہے۔ کہ اس کی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتیں وہ اسی طرح اس کی بصر کے ماتحت ہیں۔ جس طرح کہ وہ ہیں۔ اور بہ حیثیت اس کے اسم متکلم کے انکی تسبیح یہ ہے۔ کہ وہ اس کے کلمۂ کن سے موجود ہوگئیں۔ موجود ہونے سے انہوں نے کچھ انحراف نہیں کیا۔ اور ایسا ہی باقی اسموں کو قیاس کرلو۔ جب تو نے یہ سمجھ لیا۔ تو اب جان۔ کہ اشیاء کی حیات اپنی نسبت کے لحاظ سے حادث اور خدا کی نسبت کے لحاظ سے قدیم ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کی حیات ہیں۔ اور حیات اس کی صفت ہے۔ اور اسی صفت سے اس کے ساتھ ہے۔ اور وہ خود قدیم ہے۔ جب تو اس کو سمجھنا چاہئے۔ تو اپنی حیات اور اپنے ساتھ اس کے مقید ہونے کی طرف دیکھ پھر تو اسے نہیں پائیگا۔ مگر ایک روح جو تیرے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ مخصوص روح حادث ہے۔ اور جب تو اس اختصاصی حیات سے نظر بلند کرکے عالمِ شہود سے ذوق اندوز ہوگا۔ اور دیکھیگا۔ کہ ہر حی [illegible] میں قائم ہے۔ اور اس حیات مطلقہ کو جمیع موجودات میں ساری پائیگا۔ تو جان لیگا۔ کہ وہ حیات [illegible] ساتھ تمام دنیا قائم ہے۔ اور یہ حیات حیات قدیمہ الہیہ ہے۔ پس جس پیرا کی طرف میں نے ان عبارات میں اشارہ کیا ہے بلکہ اپنی تمام کتاب میں اس کو خوب سمجھ لے۔ کیونکہ اس کتاب کے اکثر مسائل مصطلحات سے بھرے ہوئے ہیں۔ اسلئے کہ ہر علم کی گفتگو اسی بولی میں کی جاسکتی ہے۔ جس کو اس علم کے اہل سمجھ سکتے ہیں۔ ورنہ بہت سی باتیں میں نے اس کتاب میں ایسی رکھی ہیں۔ جن کی نسبت جہاں تک میرے علم ہے مجھ سے پیشتر کسی شخص نے ان کو اپنی کسی کتاب میں

Marfat.com

نہیں رکھا۔ اور نہ ہی کسی سے میں نے کوئی ایسا کلام سنا ہے جس میں میں نے ان باتوں کو سمجھا ہو۔ بلکہ خدا نے مجھے ان باتوں کا علم دیا ہے۔ اس طور پر کہ میں نے اس چشم شہود سے جس سے زمین آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی اور جو وہ کتاب مبین ہے۔ جس میں ہر چھوٹی بڑی چیز مکتوب ہے۔ میں نے ان باتوں کو معلوم کیا ہے۔

جان۔ کہ معانی۔ ہیئات۔ اشکال۔ صُوَر۔ اقوال۔ اعمال۔ معدن۔ نبات وغیرہ جن پر اسم وجود کا اطلاق ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر شے فی نفسہ مثل انسان کے حیاتِ تامہ رکھتی ہے۔ لیکن چونکہ اکثر اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اس لئے ہم نے انکو اپنے درجہ سے تنزل کر کے ان کو اپنے غیر کے لئے موجود بنایا ہے۔ ورنہ ہر شے فی نفسہ اپنے لئے وجود رکھتی ہے۔ اور حیات تامہ رکھتی ہے۔ جس سے وہ بولتی ہے۔ سمجھتی ہے۔ سنتی ہے۔ دیکھتی ہے۔ قادر ہے۔ مرید ہے۔ کرتی ہے۔ جو چاہتی ہے۔ اور اس امر کے معلوم کرنے کی بجز کشف کے کوئی راہ نہیں۔ ہمنے بر اُمی العین ان سب باتوں کو مشاہدہ کیا ہے۔ اور وہ اخبار الٰہیہ جو بذریعہ نقل ہم کو پہنچیں۔ وہ بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ کہ اعمال قیامت کے دن ایسی صورتوں میں ظاہر ہونگے۔ کہ اپنے صاحب سے مخاطب ہو کر کہینگے۔ کہ میں تیرا عمل ہوں۔ پھر اس کے پاس اس کا غیر آئیگا۔ اس سے سرگوشی کریگا۔ اور وہ اس کو ہٹا دیگا۔ اور ایسا ہی آنحضرتؐ کا قول کہ کلمہ حسنہ ایسی اور ایسی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اور کلمہ قبیحہ ایسی اور ایسی صورت میں۔ اور خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ کوئی شے نہیں۔ جو اسکی حمد و تسبیح نہ کرتی ہو۔ سب چیزیں بلسانِ مقال اسکی حمد و تسبیح کرتی ہیں۔ جن کو اربابِ کشف ہی سُن سکتے ہیں۔ اور بلسانِ حال جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ اور لسان مقال سے اشیاء کا حمد و تسبیح کرنا حقیقی طور پر ہے۔ نہ کہ مجازی طور پر۔ پس اس کو سمجھ اعضاء و جوارح کا بولنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ یہ سب باتیں ہمنے کشف میں پائی ہیں۔ پس ان امور کے متعلق اب ہمارا ایمان تحقیقی ہے۔ تقلیدی نہیں۔ اور ہمارے نزدیک ان مذکورہ باتوں میں سے کوئی بات غیب میں داخل نہیں۔ مگر اس دنیوی موطن کی نسبت سے وہ غیب میں داخل ہیں۔ ورنہ ہمارا غیب وہی ہماری شہادت ہے۔ اور ہماری شہادت یعنی ہمارا ظاہر وہی ہمارا غیب ہے۔ اور ہمنے یہ نقلی شہادت مخاطب کیلئے پیش کی ہے۔ نہ اسلئے کہ ہمنے اس کشف کو ان مذکورہ اخبار کی تائید سے پایا ہے۔ پس اس میں غور و تامل کر۔ انشاء اللہ تو ہدایت پائیگا۔ اور اللہ جو فرماتا ہے سچ فرماتا ہے وہی راہ دکھاتا ہے

سترھواں باب

علم میں

العلم درك الحق للاشياء لوانّه من وجهه بفناء

Marfat.com

لكنّها الاسم العليم المدرك ... امر الوجود بشرط الاستيفاء
فيكون علام القديم وعالما ... للمحدثات بغير ما اخفاء
وحقيقة العلم المقدس واحد ... من غير ما كل ولا اجزاء
هو مجمل فى الغيب وهو مفصل ... فى عالم المشهود والايماء
لكن جملته هناك فقد حوى ... التفصيل تحقيقا بغير مراء
وبه فتعلم ذاته خلاقنا ... وبه فيعلمنا على الاهواء
وبه فتعلمه ونعلم ذاتنا ... فاعجب لفرد جامع الاشياء

ترجمہ ۔علم اشیاء کی حقیقت ثابتہ کے ادراک کا نام ہے۔اگرچہ وہ حق کی ایک جہت سے فانی ہیں۔لیکن اسم علیم بشرط استیفاء امر وجود کا ادراک کرتا ہے۔کسی بات کو نہیں چھوڑتا۔پھر وہ قدیم وجدید کا جاننے والا ہے۔کوئی امر اس سے مخفی نہیں۔اور علم مقدس کی حقیقت ایک ہے۔نہ وہ کل ہے۔اور نہ اجزاء ہیں۔وہ غیب میں مجمل۔عالم شہود وایماء میں مفصل ہے۔لیکن وہاں اس کے اجمال نے تفصیل کو بلا شک وشبہ احاطہ کیا ہوا ہے۔اسی کے ذریعہ تو اس کی ذات کو جانتا ہے۔کہ وہ ہمارا خلاق ہے۔اور اسی کی وجہ سے وہ ہم کو ہماری خواہشوں کے موافق جانتا ہے۔اور اسی علم کے ذریعہ تو علم کو جانتا ہے۔اور ہم اپنی ذات کو جانتے ہیں۔پس میں تعجب کرتا ہوں اُس فرد سے جو سب چیزوں کا جامع ہے۔"

جان۔کہ علم صفت نفسیہ ازلیہ ہے۔اور حق تعالےٰ کا علم جو اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔اور جو مخلوق سے تعلق رکھتا ہے۔ایک ہی علم ہے۔جو منقسم نہیں ہوا۔اور نہ متعدد ہوا ہے۔لیکن وہ اپنے نفس کو جانتا ہے جیسا کہ وہ ہے۔اور خلق کو جانتا ہے جس طرح پر کہ وہ ہے۔یہ کہنا جائز نہیں۔کہ معلومات نے اپنے نفس سے اس کو علم عطا کیا ہے۔تاکہ اس سے اپنے غیر سے اس کا استفادہ لازم نہ آئے۔بیشک علامہ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھول گئے ہیں۔جو یہ کہدیا۔کہ معلومات نے اپنے نفس سے حق کو علم عطا کیا ہے۔ہم انکو معذور جان کر یہ کہنا روا نہیں سمجھتے۔کہ یہ ان کا مبلغ علم ہے (مصنف علیہ الرحمۃ نے حضرت الوہیت کے بیان میں فرمایا ہے۔کہ یہ مشہد دو ضدوں کو شامل ہے۔پھر علم حضوری جو ذات حق کا علم ہے۔اور علم حصولی جو مخلوق کا خاصہ ہے۔یہ بھی دو متقابل چیزیں ہیں۔جو حضرت الوہیت کی شمولیت میں داخل ہیں۔اور علامہ محی الدین ابن عربی بھی حضرت الوہیت میں ان دونوں قسم کے علم کے قائل ہوئے ہیں۔پھر ہیں کا ہو کیسا [illegible] ہم نے اس کے بعد اس بات کو پایا ہے۔کہ حق تعالےٰ علم اصلی سے اشیاء کو جانتا ہے۔معلومات کی شیا سے اس کا علم مستفادہ نہیں ہے۔تاکہ اس پر یہ حکم نہ لگایا جائے۔کہ وہ معلومات کو جانتا ہے۔جیسا کہ معلومات نے اپنے حقائق کے مطابق اپنے نفس سے اس کا تقاضا کیا۔جب نہ کور رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔کہ حق نے معلومات کو وہی حکم دیا ہے۔جس کا معلومات نے اپنے نفس سے اس سے تقاضا کیا ہے۔تو گمان کیا۔کہ علم حق اقتضاء معلومات سے مستفاد ہے۔اور کہہ دیا۔کہ معلومات نے اپنے نفس سے حق کو علم عطا کیا ہے۔یہ نہ جانا۔کہ

Marfat.com

معلومات نے اس سے اسی چیز کا تقاضا کیا۔ جس کو اس نے ایجادِ عالم سے پہلے اپنے علم کلّی اصلی نفسی سے جان لیا تھا۔ اسلئے کہ علمِ الٰہی میں کوئی چیز متعیّن نہیں ہوئی۔ مگر اُسی طور پر جس طرح کہ اس نے جان لیا۔ اور جس طرح کہ ان کی ذوات نے اس سے تقاضا کیا۔ پھر اس کے بعد ان کی ذوات نے اپنے نفس سے ایسے امور کا تقاضا کیا۔ جو ان چیزوں کے سوا تھے۔ جن کو اوّلاً اس نے جان لیا تھا۔ پھر دوبارہ ان چیزوں پر ان کے اقتضایات کے موافق ان پر حکم لگایا۔ اور نہ حکم لگایا ان کو۔ مگر اسی چیز کا جس کا علم پہلے ہی اس پر واجب تھا۔ پس اس میں تامل کر۔ اس لئے کہ یہ ایک نہایت باریک مسئلہ ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو اس کے متعلق یہ بات صحیح نہ ہوتی۔ کہ وہ عالمین سے بے نیاز ہے۔ اس لئے کہ معلومات نے جب اپنے نفس سے اس کو علم عطا کیا۔ تو علم کا اس کو حاصل ہونا معلومات پر موقوف ٹھہرا۔ اور جس کا کوئی وصف کسی چیز پر موقوف ہو۔ وہ اس وصف میں اس چیز کا محتاج ہوگا۔ اور اس کا وصفِ علم وصفِ ذاتی ہے۔ اس میں اس کے محتاج ہونے سے فی نفسہ اس کا کسی چیز کا محتاج ہونا لازم آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی شان اس سے بہت بلند و بزرگ ہے۔

اور اس کا نام علیم اس وجہ سے ہے۔ کہ مطلق علم کی اس کی طرف نسبت ہے۔ اور اس کا نام عالم اس وجہ سے ہے۔ کہ اشیاء کی معلومیّت کی نسبت اس کی طرف ہے۔ اور علم اور معلومیّت اشیاء ان ہر دو نسبتوں کے لحاظ سے اس کا نام علاّم ہے۔ علیم اس کی صفت نفسیہ کا نام ہے۔ کیونکہ اس میں سوائے اس کے کسی چیز کی طرف نظر نہیں ہے۔ اس لئے کہ علم وہ شے ہے۔ کہ نفس اپنے کمال ذاتی میں اس کا مستحق ہوتا ہے۔ اور عالم صفت فعلیہ کا نام ہے۔ اور یہ نام بلحاظ اس صفت کے ہے۔ جو اشیاء سے تعلق رکھتی ہے۔ خواہ اس کا تعلق اپنے نفس سے ہو خواہ غیر سے۔ اور فعلیہ اس طرح ہے۔ کہ تو کیا کرتا ہے۔ کہ وہ عالم بنفسہٖ ہے۔ یعنی اپنے نفس کو جانتا ہے۔ اور عالم بغیرہ ہے۔ یعنی اپنے غیر کو جانتا ہے پس حسبِ عرف ضروری ٹھہرا کہ عالم کو صفت فعلیہ قرار دیا جائے۔ اور علاّم بنظر نسبت علمیہ کے صفت نفسیہ کا نام ہے۔ جیسا کہ اسم علیم۔ اور بنظر نسبت معلومیّۃ الاشیاء کے صفت فعلیہ کا نام ہے جیسے عالم۔ اسی لئے مخلوق اکثر عالم کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ نہ علیم اور علام کے نام سے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص عالم ہے۔ علیم اور علاّم مطلقاً کسی کو نہیں کہا جاتا۔ ہاں توسع اور مجاز کے طور پر کسی قید کے ساتھ کبھی مخلوق پر ان ناموں کا استعمال ہوتا ہے۔ نہ کہ مطلقاً۔ مثلاً کہا جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص فلاں امر میں علیم ہے۔ اور فلاں فن میں علاّم ہے۔ اور اسم علاّمہ کا اطلاق جو مطلقاً انسان پر ہوتا ہے۔ تو وہ بھی اسم عالم کی قبیل سے ہے۔ خدا پر اس کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ پس اس کو سمجھ۔

جان۔ کہ علم سب وصفوں سے حیّ کو زیادہ قریب ہے۔ جیسا کہ حیات دیگر اوصاف کی نسبت ذات کو زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے باب میں ہم ذکر کر آئے ہیں۔ کہ کسی شے کا اپنے نفس کے لئے وجود اسکی حیات ہے۔ اور اس کا وجود اس کی ذات سے الگ نہیں ہے۔ پس ذات کو وصفِ حیات سے زیادہ قریب کوئی چیز نہیں

Marfat.com

ہے۔اور حیات کو علم سے زیادہ قریب کوئی چیز نہیں۔اس لئے کہ ہر زندہ شے کو کسی نہ کسی علم سے چارہ نہیں ہے۔خواہ وہ علم الہامی ہو۔جیسے حیوانات وحشرات کا علم کہ ان کو جو باتیں چاہئیں۔اور جو نہ چاہئیں یعنی کھانا۔رہنا۔حرکت اور سکون اور یہ علم ہر زندہ کے لئے ضروری ہے۔اگرچہ وہ بدیہی ضروری یا تصدیقی ہو۔جیسا کہ انسان۔ملائکہ اور جنوں کا علم۔پس اس تقریر کا حاصل یہ ہے۔کہ علم حیات کو سب چیزوں سے زیادہ قریب ہے۔اسی لئے اللہ تعالےٰ نے علم سے حیات کا کنایہ لیا ہے۔چنانچہ فرمایا اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ۔کیا جو شخص مردہ تھا۔پھر ہم نے اس کو زندہ کیا فَعَلَّمْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ پھر ہم نے اس کو علم دیا۔اور اس کے لئے نور رکھا۔جس سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔یعنی بمقتضاء اس علم کے وہ کرتا ہے۔جو کرتا ہے كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے۔جو تاریکیوں میں ہے یعنی طبیعت کی ظلمت میں ہے۔جو کہ عین جہل ہے۔اور جس سے وہ نکل نہیں سکتا۔اسلئے کہ ظلمت ظلمت ہی کا راہ بتاتی ہے۔پس وہ اس جہل طبیعی سے علم کے ساتھ پیوند نہیں پا سکتا۔اور نہیں ممکن ہے۔کہ جاہل جہالت کے ذریعہ جہالت سے نکل سکے۔كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ایسا ہی کافروں کے لئے ان کے اعمال آراستہ کئے گئے ہیں۔یہاں کافرین سے مراد اللہ کے وجود کو اپنے وجود میں چھپانے والے ہیں۔پھر وہ اپنے نفسوں اور موجودات کی بابت سوائے ان کی مخلوقیت کے کسی بات کی شہادت نہیں دیتے۔اور اس سے وہ اللہ کی ذات کو چھپاتے ہیں۔اور اس کا وصف بیان کرتے ہیں۔کہ وہ نہ تو مخلوق ہے۔اور نہ مسبوق بالعدم یعنی عدم اس سے پہلے نہیں ہے۔یہ نہ جانا۔کہ حق سبحانہ وتعالےٰ اگرچہ اپنی مخلوقات میں ظاہر ہوا ہے۔لیکن اس کا ظہور اسی وصف کے ساتھ ہوتا ہے۔جس کا کہ وہ اپنے نفس کے لئے مستحق ہے۔مخلوق کے نقائص میں سے کوئی چیز اس کو لاحق نہیں ہوتی۔اگر نقائص مخلوق سے کوئی شے اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔تو اس کا کمال ان نقائص میں ظاہر ہوتا ہے۔اور ان سے نقص کا حکم اٹھ جاتا ہے۔پھر وہ نقائص اس کی طرف منسوب ہونے سے کامل بن جاتے ہیں۔اس لئے کہ کامل سے وہی چیز وقوع میں آتی ہے۔جو کامل ہے۔اور کامل کی طرف وہی چیز منسوب کی جاتی ہے۔جو ناقص ہوتی ہے اور وہ اسے کامل بنا دیتا ہے ؎

يكمل نقصان القبيح جماله　　اذا لاح فيه فهو للقبح رافع
ويرفع مقدار الوضيع جلاله　　فما ثمّ نقصان ولا ثمّ واضع

ترجمہ۔اس کا جمال قبیح کی کمی کو پورا کرتا ہے۔جبکہ وہ اس میں ظاہر ہوتا ہے۔پھر وہ اسے خوبصورت بنا کر قبیح کا نام ہی ختم کر دیتا ہے۔اور اس کا جلال خسیس وادنےٰ کی قدر کو بلند کر دیتا ہے۔پھر وہاں نہ نقصان ہے۔اور نہ کوئی پست وخسیس۔

اور جب علم حیات کو لازم ہے۔جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔تو حیات بھی علم کو لازم ہے۔کیونکہ ایسے عالم کا وجود محال ہے جس میں حیات نہ ہو۔ان میں سے ہر ایک لازم وملزوم ہے۔اور جب تو سنے یہ جان لینا تو کہدے۔کہ وہاں نہ لازم ہے نہ ملزوم۔اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کی ہر صفت بذات خود مستقل ہے۔نہ لازم آتا ہے۔کہ بعض صفتیں بعض سے یا تمام صفات سے مرکب ہوں۔حالانکہ ایسا نہیں ہے۔اللہ تعالےٰ کی اس سے نہایت درجہ کی بلند برتر ہے۔مثال کے

Marfat.com

طور پر صفت خالقیت کو لو۔ کہ وہ قدرت۔ ارادت کلام سے مرکب نہیں ہے۔ اگرچہ مخلوق اِن صفات ثلاثہ کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی۔ بلکہ صفتِ خالقیت اللہ تعالےٰ کی ایک صفتِ واحدہ ہے۔ بذاتِ خود مستقل ہے۔ کسی دوسری صفت سے مرکب نہیں ہے۔ نہ اپنے غیر کے لئے لازم ہے نہ ملزوم۔ ایسا ہی باقی صفات کا حال ہے۔ اس میں تامل کرنا چاہیئے

جب حق تعالےٰ کے حق میں یہ بات صحیح ہوگئی۔ تو مخلوق کے حق میں بھی ایسی ہی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ پس یہ بات لابدی ہے۔ کہ انسان رحمٰن کی ہر صفت کا نسخہ ہو۔ پھر وہ ہر بات جو رحمٰن کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ انسان میں بھی پائی جاتی ہے۔ حتی کہ تو بوساطتِ انسان محال و ممتنع کو وجوب کا حکم دیتا ہے کیا تو نے اپنے آپ کو نہیں دیکھتا۔ جب تو فرض کر لیتا ہے۔ مثلاً تو اس امر محال کو فرض کرتا ہے۔ کہ وہاں ایک زندہ ہے جس کو علم نہیں۔ اور عالم ہے۔ جو زندہ نہیں۔ یہ زندہ جس کو علم نہیں۔ یا یہ عالم جس کو زندگی نہیں۔ تیرے عالم فرض میں موجود ہے۔ اور میرے خیال میں ہے۔ جو تیرے رب کی مخلوق ہے۔ اس لئے کہ خیال اور جو کچھ اس میں ہے۔ اللہ کی مخلوق ہے۔ پس بذریعہ انسان عالم میں وہ چیز پائی گئی۔ جو اس کے غیر یعنی محال و ممتنع میں متصور تھی۔

جان۔ کہ عالم محسوس عالم خیال کی فرع ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کا ملکوت ہے۔ پھر جو چیز ملکوت میں پائی جاتی ہے۔ لامحالہ وہ عالم ملک میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا ظہور بقدر ان قوابل یعنی قابلیتوں اور وقت اور حال کے ہوتا ہے۔ جن کا اس موجود کے لئے عالم ملکوت میں نسخہ ہوتا ہے۔ اِن کلمات کی تحت میں بہت سے اسرار الٰہیہ ہیں۔ جن کی شرح ممکن نہیں۔ ان کو مہمل نہ سمجھ۔ اس لئے کہ وہ غیب کی کنجیاں ہیں۔ اگر وہ تیرے ہاتھ میں آگئیں۔ تو ان کنجیوں سے وجود کے تمام اعلےٰ و ادنےٰ قفل کھل جائینگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس کتاب میں عالم ملکوت کا بیان اپنے محل میں مذکور ہوگا۔

پس اگر تو چاہے۔ تو علم و حیات اور ان کے سوا دوسری صفات میں تلازم کا قائل ہو جا۔ کہ وہ ایک دوسری کو لازم و ملزوم ہیں۔ اور اگر چاہے۔ تو عدم تلازم کا قائل ہو۔ کہ ان میں کوئی لزوم کی نسبت نہیں ہے۔ یہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ جنابِ حق میں توسع ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے نبی کی زبان پر فرمایا۔ اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنَ۔ میری زمین وسیع ہے۔ پس میری ہی بندگی کرو۔ انہی معنوں کے متعلق کہنے والے نے خدا اس پر رحم کرے۔ یوں کہا ہے ؎

عجب لبحر هاج فی زخراته	متلاطم الامواج فی طفحاته
من کل رکن تهتوی ارياحه	فیقیم طرد الموج فی جنباته
والرعد فیه کانه متواتر	مثل الصدی للموج فی زجراته
والبرق یخطف کل مقلة ناظر	کالسیف یلمع فی مدی هزاته
والسحب ترکم بعضها فی بعضها	والمزن تمطر من هواصفحاته
ظلمات بعض فوق بعض قطرة	ممّا حوی ذا البحر فی ظلماته

Marfat.com

كيف السلامة فيه للصب الذي ... غرقت مراكب وصفه في ذاته

او كيف يصنع سابح قطعت قوا ... ئمه ومن يقضي له بنجاته

الله اكبر ما بها من سالم ... هيهات في هيهاته

ترجمہ۔ اس دریا کو دیکھ کر تعجب آتا ہے۔ جو اپنے لبالب پانی سے جوش مار رہا ہے۔ اس کی اوپر آنے والی چیزوں میں ایک موجیں ہیں۔ جو تلاطم بپا کر رہی ہیں۔ اس کی ہوائیں ہر رکن کو گرا دیتی ہیں۔ پھر وہ قائم ہوتا ہے۔ تو موج اسے کناروں میں پھینک دیتی ہے۔ اور رعد اپنی متواتر گرجوں کی وجہ سے گویا اس آواز کی مانند ہیں۔ جو موج کے زاجرہ جوشوں سے پیدا ہوتی ہے۔ بجلی ہر دیکھنے والے کی آنکھ کو اچک لے جاتی ہے۔ وہ مثل تلوار کے ہے۔ جو اپنی نہایت جنبشوں میں چمکتی ہے۔ بادل اس کثرت سے ہیں کہ بعض بعض پر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور اس کے پہلوؤں کی ہوا سے مینہ برس رہا ہے۔ اس عاشق کے لئے اس میں سلامتی کیسے ہو سکتی ہے۔ جس کی وصف کی کشتیاں اس کی ذات میں ڈوب گئیں۔ وہ تیراک کیا کر سکتا ہے۔ جس کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ اور کون اس کے لئے نجات نجات کا حکم لگا سکتا ہے۔ اللہ اکبر اس میں کوئی سلامت نہیں رہتا۔ یہ امر کہ کوئی اس میں سلامت رہے۔ نہایت بعید ہے۔ اور اس کے بُعد کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے ۔

اٹھارھواں باب

ارادت کے بیان میں

ابیات

ان الارادة اول العطفات ... كانت لنا وله من النفحات

ظهر الجمال بها من الكنز الذي ... قد كان في التعريف كالنكرات

فبدت محاسنه على اعطافه ... وهو الخليفة صورة الجلوات

لولاه اي لولا محاسنه اقتضت ... من نفسها ايجاد مخلوقات

ماكان مخلوق ولولا كونهم ... ماكان منعوتا بحسن صفات

ظهروا به وبهم ظهور جماله ... كل تكمل مظهر الحسنات

والمؤمن الفرد الوحيد لمؤمن ... فيما روى المختار كالمرآت

وهو مومن والفرد منا مؤمن ... كمرآتان تتقابلا بالذات

Marfat.com

فبدت محاسنه بنا وبدت — محاسننا به من غير ما اثبات
وبنا تسمّى بل تسمّينا به — كلّ لكلّ نسخة الآيات
لولا ارادته التعرف لم يكن — للكنز ابراز من الخفيات
فلذالك المعنى تقدم حكمها — عن سائر الاوصاف والنسبات

ترجمہ۔ ارادہ سب مہربانیوں سے پہلی مہربانی ہے۔ ہمارے لئے اور اس کے لئے خوشبوئیں ہیں۔ اس سے جمال اس خزانہ سے ظاہر ہوا۔ جو شناسائی میں اجنبیوں کی مانند تھا۔ یعنی جو بالکل شناخت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر اُس کنزِ مخفی کے محاسن اس کی مہربانیوں پر ظاہر ہوئے۔ اور وہ اس کنزِ مخفی کا خلیفہ ہے۔ کہ جلووں کی صورت اس کو عطا کرتا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا۔ یعنی اس کی وہ خوبیاں نہ ہوتیں۔ جن سے مخلوق وجود میں آئی۔ تو کوئی شے پیدا نہ ہوتی۔ اور اگر مخلوق نہ ہوتی۔ تو حسنِ صفات سے کوئی شے موصوف نہ ہوتی۔ مخلوق اس سے ظاہر ہوئی۔ اور مخلوق کے وجود سے اس کا جمال ظاہر ہوا۔ ہر یک ایک دوسرے کے لئے مظہرِ حسنات ہے یعنی ایک دوسرے کا مُحسن ہے۔ اس روایت میں جو مختار یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے۔ مومن فرد وحید مومن کے لئے مثل آئینہ کے ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ المومن مراۃ المومن مومن مومن کا آئینہ ہے۔ وہ یعنی کنزِ مخفی بھی مومن ہے۔ اور ہمارا فرد بھی مومن ہے۔ یعنی وہ ہماری نسبت کے لحاظ سے غیب ہے اور ہم اس کی نسبت کے لحاظ سے غیب ہیں۔ اس لئے ہم دونوں مومن ہیں۔ کہ ذات کے لئے مثل دو متقابل آئینوں کے ہیں اس کی خوبیاں ہم سے اور ہماری خوبیاں اس سے ظاہر ہوئیں۔ اور یہ امر محتاج ثبوت نہیں۔ اس نے ہم سے نام حاصل کیا۔ اور ہم نے اُس سے نمود پایا۔ ہر ایک دوسرے کے لئے آیات کا نسخہ ہے۔ اگر شناسا کرنے کا اس کا ارادہ نہ ہوتا۔ تو پوشیدگیوں سے وہ خزانہ ہرگز ظاہر نہ ہوتا۔ انہی معنوں سے ارادہ کا حکم تمام اوصاف ونسبات سے متقدم ہے۔

جان۔ کہ ارادہ صفت ہے۔ علمِ حق نے بمقتضاء ذات تجلی فرمائی۔ یہی مقتضاء ارادہ ہے۔ اور وہ حق تعالےٰ کا معلومات کو وجود سے مخصوص کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کا علم تقاضا کرتا ہے۔ پس یہ وصف اس میں ارادہ کے نام سے موسوم ہے۔ اور ہمارا ارادہ مخلوقہ ارادۂ حق سبحانہ وتعالےٰ کا عین ہے۔ لیکن جب ہماری طرف نسبت کیا جاتا ہے۔ تو حدوث جو ہم کو لازم ہے۔ ہمارے وصف کو بھی لازم ہوتا ہے۔ پھر کہہ دیا ہم نے کہ ارادہ مخلوق ہے یعنی ہمارا ارادہ۔ ورنہ وہ اللہ تعالےٰ کی نسبت کے لحاظ سے عین وہی ارادۂ قدیمہ ہے۔ جو ذاتِ حق کو ثابت ہے حسبِ مطلوب ارادہ کے ساتھ چیزوں کے ظاہر کرنے سے کوئی امر مانع نہیں ہے۔ مگر ارادہ کی یہی نسبت جو ہماری طرف ہے۔ اور یہ نسبت مخلوق ہے۔ پھر جب یہ نسبت اٹھ گئی۔ جو ارادہ کو ہمارے ساتھ ہے۔ اور حق کی طرف اس کی نسبت دی۔ جس طرح کہ وہ نسبت قدیم سے اس کو ثابت ہے۔ تو اشیاء اس سے ضرور اثر پذیر ہونگی پس اس کو سمجھ۔ ارادہ کا مخلوق وقدیم ہونا بھی ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ ہمارا وجود ہماری نسبت کے لحاظ سے مخلوق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نسبت کے لحاظ سے قدیم۔ اور یہ نسبت وہ ضروری شے ہے۔ جس کو کشف وذوق یا وہ علم جو آنکھ کے قائم مقام ہے۔ عطا کرتا ہے۔ اور نہیں ہے۔ وہاں مگر یہ۔ اس کو سمجھ۔

Marfat.com

جان ہے کہ مخلوقات میں ارادہ کے نو مظہر ہیں۔ پہلا مظہر میل و رغبت ہے۔ اور وہ مطلوب کی طرف قلب کا کھینچا جانا ہے۔ پھر جب یہ میلان ہمیشہ رہتا ہے۔ ذرا قوی ہو جاتا ہے۔ تو اس کا نام ولع یعنی حرص ہوتا ہے۔ اور وہ ارادہ کا دوسرا مظہر ہے۔ اور جب زور پکڑ کر اس سے بڑھ جاتا ہے۔ تو اس کا نام صبابت ہوتا ہے۔ اور صبابت کے معنی لغت عرب میں گرنے کے ہیں۔ چونکہ اس حالت میں قلب اپنے محبوب پر ایسا ہی گر پڑتا ہے جیسا کہ پانی کہ جب اسے گرایا جائے۔ تو وہ ضرور گر پڑتا ہے۔ اس لئے یہ نام ہوا۔ اور یہ ارادہ تیسرا مظہر ہے۔ اور جب محبوب کے لئے کلی طور پر فارغ ہو جاتا ہے۔ اور محبوب کا خیال اس میں جاگزیں ہو جاتا ہے تو اس کا نام شغف رکھا جاتا ہے۔ اور یہ ارادہ کا چوتھا مظہر ہے۔ پھر جب فؤاد میں اس کو رسوخ ہوتا ہے۔ اور اشیاء سے اسے غافل کر کے محبوب میں ڈبا دیتا ہے۔ تو اس کا نام ہوی ہوتا ہے۔ اور وہ پانچواں مظہر ہے۔ پھر اس کا حکم تمام جسم کو پورے طور پر احاطہ کر لیتا ہے۔ اس وقت اس کا نام غرام ہوتا ہے۔ اور وہ چھٹا مظہر ہے۔ پھر جب ترقی کرتا ہے۔ اور وہ اسباب اور وہ علتیں دور ہو جاتی ہیں۔ جو میل و رغبت کا باعث تھیں اور بدوں علت محبوب کی طرف ذاتی میلان رہ جاتا ہے۔ تو اس وقت اس کا نام حب ہوتا ہے۔ اور وہ ساتواں مظہر ہے۔ پھر جب جوش مارتا ہے۔ حتیٰ کہ محب اپنے نفس سے فانی ہو جاتا ہے۔ تو اس کا نام وُدّ رکھا جاتا ہے۔ اور وہ آٹھواں مظہر ہے۔ پھر جب اس سے اوپر جاتا ہے حتیٰ کہ محب اور محبوب دونوں فنا ہو جاتے ہیں تو اس کا عشق نام رکھا جاتا ہے۔ اس مقام میں عاشق اپنے معشوق کو دیکھتا ہے۔ اور اس کو پہچانتا نہیں ہے اور نہ اسے دیکھ کر چلاتا ہے۔ جیسا کہ لیلیٰ کے مجنوں کی بابت روایت ہے۔ کہ ایک دن وہ اس کے پاس سے گذری۔ اور اس سے باتیں کرنے کے لئے اسے اپنی طرف بلایا۔ تو اس نے کہا۔ مجھے چھوڑ۔ کہ میں تجھے بھولکر لیلےٰ میں مشغول ہوں۔ اور یہ مقاماتِ وصول و قرب کا آخری مقام ہے۔ اس میں عارف اس چیز کا انکار کر دیتا ہے جس کو اس نے شناخت کیا ہے۔ پھر نہ عارف باقی رہتا ہے۔ نہ معروف۔ نہ عاشق۔ نہ معشوق۔ صرف عشق باقی رہ جاتا ہے۔ اور عشق ذات محض کا نام ہے۔ جو نہ رسم کے تحت میں داخل ہے۔ اور نہ رسم کے تحت میں اور نہ لغت اور وصف کے تحت میں۔ میں اس سے وہ عشق مراد لیتا ہوں۔ جس کے ظہور کی ابتداء ہی میں عاشق فانی ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اسم۔ رسم۔ لغت۔ وصف کچھ باقی نہیں رہتا۔ جب عاشق مٹ جاتا ہے تو عشق معشوق اور عاشق دونوں کی فنا میں مصروف ہوتا ہے۔ پھر ہمیشہ وہ فنا میں رہتا ہے۔ پھر فانی ہوتا ہے۔ پھر وصف پھر ذات پھر نہ عاشق باقی رہتا ہے نہ معشوق۔ پھر اس وقت عاشق دو صورتوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور دو صفتوں سے متصف ہوتا ہے۔ عاشق اور معشوق دونوں سے متمی ہوتا ہے۔ اسی متعلق میں کہتا ہوں ؎

العشق نار اللہ اعنی الموقدہ　　تاقوبہا فطبوعہا فی الافئدہ
بنا عظیم اھلہ ھم فیہ مختلفون　　اعنی فی المکانۃ والجدۃ

Marfat.com

فتراهم فی نقطۃ العشقِ الَّذِیْ ھو واحد متفرقین علی حدۃ

ترجمہ۔ عشق سے میری مراد نار اللہ الموقدۃ ہے۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے۔ اور جس کے معنی اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ کے ہیں۔ پھر اس کا طلوع و غروب دلوں میں ہوتا ہے۔ وہ بناء عظیم یعنی ایک بڑی بھاری خبر ہے۔ جس میں اس کے اہل مختلف ہو رہے ہیں۔ محلِ اختلاف سے میری مراد مرتبہ اور طریق و علامت کا اختلاف ہے۔ پھر تو ان کو نقطۂ عشق میں جو ایک ہے۔ اپنی اپنی حدِ استعداد کے بموجب متفرق دیکھ رہا ہے۔

جان۔ کہ یہ فناء عدم شعور سے مراد ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ عاشق پر ماسوی محبوب کے بھول جانے کا حکم غالب آتا ہے۔ پس اپنے نفس سے اس کا فانی ہونا یہ ہے۔ کہ اسے اپنے نفس کا شعور نہیں رہتا اور نہ ہی لوازم نفس میں سے کسی شے کا اسے ادراک رہتا ہے۔ جب تو نے یہ سمجھ لیا۔ تو جان۔ کہ ارادہ الٰہیہ جو مخلوق سے مخصص ہے ہر حالت اور ہر ہیئت میں بدوں کسی علت اور بغیر کسی سبب کے صادر ہوتا ہے۔ بلکہ وہ محض اختیار الٰہی ہے۔ اس لئے کہ ارادہ احکامِ عظمت سے ایک حکم ہے۔ اور اوصافِ الوہیت سے ایک وصف ہے۔ اور اس کی الوہیت اور اس کی عظمت اس کا ذاتی وصف ہے۔ نہ کہ کسی علت کا معلول۔ اور یہ قول شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے قول کے خلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ خدا کا مختار نام رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ اختیار سے کسی چیز کو نہیں کرتا۔ بلکہ وہی کرتا ہے۔ جس کا اس نفس سے عالم تقاضا کرتا ہے۔ اور عالم نے اس سے تقاضا نہیں کیا۔ مگر اسی طور پر جس پر کہ وہ ہے۔ پس وہ مختار نہ رہا۔ یہ امام مذکور نے فتوحات مکیہ میں فرمایا ہے۔ بے شک تجلی ارادہ کے ایک سر کو بھی اس نے بیان کیا ہے۔ جس سے وہ کامیاب ہوا ہے۔ لیکن جس سے وہ کامیاب ہوا ہے۔ اس کی نسبت وہ چیز زیادہ ہے۔ جس کو اس نے فوت کر ڈالا ہے۔ اور یہ جو امام مذکور نے فرمایا۔ عظمت اللہ کے مقتضیات سے ہے۔ بیشک ہم نے بھی وہ چیز پائی۔ جس کو اس نے پایا۔ لیکن اس کی تجلی عزت میں ہم اس بات پر مطلع ہوئے۔ کہ وہ اختیار عالم میں مختار و متصرف ہے۔ بحکم اختیار مشیت صادرہ کے نہ بحکم ضرورت کے اور نہ بحکم اپنے اسم مرید کے بلکہ ایک شانِ الٰہی ہے۔ اور ایک وصف ذاتی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے نفس کے متعلق فرمایا وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ تیرا رب جو چاہتا ہے۔ پیدا کرتا ہے اور اختیار کرتا ہے۔ اور وہ قادر مختار عزیز۔ جبار متکبر قہار ہے۔ باب ختم ہوا۔

مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ کلیات کمالاتِ الٰہی چار ہیں۔ کمالِ خلق۔ کمالِ تدبیر۔ کمالِ تدلی۔ کمالِ ابداع اس مؤخر الذکر کمال کا جس شخص پر انکشاف ہوتا ہے۔ وہ ارادہ اور اختیار کو بھی ایجاب کے رنگ میں دیکھتا ہے۔ اور اس مشہد میں وہ ارادہ و اختیار کا انکار کر دیتا ہے۔ علامہ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ میں اسی مشہد سے خبر دی ہے۔ لیکن بعض اپنے دوسرے کواشف میں وہ مرید و مختار ہونے کے بھی قائل ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مترجم)

Marfat.com

انیسواں ۱۹ باب

قُدرت میں

قدرت قوت ذاتیہ کا نام ہے۔ جو سوائے اللہ کے کسی کے لئے نہیں۔ اور معلومات کو عالم عینی کی طرف نکالنا ہے جیسا کہ تجلّی علمیہ کا مقتضاء ہے۔ اور وہ تجلّی علمیہ اعیانِ معلومات کا مظہر ہے۔ جو عدم سے موجود ہوئے۔ اسلئے کہ وہ جانتا ہے۔ کہ وہ اس کے علم میں عدم سے وجود میں آئے۔ پھر قدرت عدم سے موجودات کو ظاہر کرنے والی قوت کا نام ہے اور وہ صفتِ نفسیہ ہے۔ جس سے ربوبیت ظاہر ہوئی۔ اور وہ یعنی قدرت عین اس قدرت کا ہے۔ جو ہمارے اندر موجود ہے۔ پھر ہماری طرف اس کی نسبت قدرت حادثہ کے نام سے موسوم ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف اس کی نسبت قدرت قدیمہ کے نام سے۔ اور قدرت اپنی اس نسبت میں جو ہماری طرف ہے۔ اختراعات سے عاجز ہے۔ اور ہو بہو وہی قدرت اپنی اس نسبت میں جو اللہ سے رکھتی ہے۔ چیزوں کو اختراع کرتی ہے۔ اور کتم عدم سے منصۂ شہود میں ظاہر کرتی ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ کہ یہ ایک سرِ جلیل ہے۔ اہل الذّات کے سوا اس کے کشف کی کوئی صلاحیّت نہیں رکھتا ہمارے نزدیک قدرت ایجاد المعدوم کا نام ہے۔ اور یہ قول حضرت محی الدین ابن عربی کے قول کے برخلاف ہے۔ کہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اشیاء کو عدم سے پیدا نہیں کیا۔ صرف ان کو وجود علمی سے وجود عینی میں ظاہر کر دیا ہے۔ اور یہ کلام اگرچہ عقل میں ایک وجہ رکھتی ہے۔ مگر تاہم ایسی بات کو خدا کی طرف منسوب کرنا اس کے ضعف کی دلیل ہے۔ ہم اپنے پروردگار کو اس بات سے منزّہ جانتے ہیں۔ کہ اس کی قدرت اختراعِ معدوم سے عاجز آجائے اور عدم محض سے وجود محض میں اس کو نہ لا سکے (اگر طموح نظر سے دیکھا جائے۔ تو شیخ محی الدین ابن عربیؒ کا یہ قول بھی مصنف علیہ الرحمۃ کے قول کے برخلاف معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ خود مصنفؒ نے ابواب احدیت و واہیت وغیرہ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ معدوم و موجود دونوں ذات بحت کے مظہر ہیں۔ پس جو کچھ نکلا۔ ذات بحت سے [illegible] اور یہی شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے کواشف کا مفہوم ہے۔ ہاں اعیان ثابتہ علمیہ کے متعلق شیخ [illegible] قول امام محی الدین ابن عربیؒ کے قول کے برخلاف ہے۔ جس کو تحقیق کا شوق ہو وہ ان ہر دو بزرگوں کی تصنیفات کو دیکھے۔ (مترجم)

جان۔ کہ جو کچھ امام مذکور نے کہا ہے۔ اس کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ اس سے ان کا مطلب یہ ہے۔ کہ اوّلاً اپنے علم میں اس نے اشیاء کو پیدا کیا۔ پھر جب وجود عین کی طرف ان کو نکالا۔ تو یہ ابرز وجود علمی سے وجود عینی کی طرف تھا۔ اور یہ بات ان کو معلوم نہ ہوئی۔ کہ فی نفسہ اللہ تعالےٰ کے لئے وجود کا حکم اعیان ثابتہ

Marfat.com

علمیہ کے وجود کے حکم سے پہلے تھا۔ پس اس حکم میں موجودات معدوم ہے۔ اور اس حکم میں کسی کا وجود نہیں ہے۔ مگر صرف اللہ تعالےٰ کے لئے۔ اور اسی سے قدم ذات حق کے لئے صحیح ثابت ہوا۔ ورنہ ہر طور میں اس کے قدم میں موجودات کی سیر لازم آتی۔ حالانکہ اس کی ذات اس سے برتر ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا۔ کہ اس نے اعیان علمیہ کو عدم سے ایجاد فرمایا۔ یعنی وہ اپنے علم میں ان کی بابت جانتا ہے۔ کہ وہ عدم سے موجود ہوئے۔ پس اس میں تامل کرنا چاہئے پھر علم سے ان کو عین میں ظاہر کر کے وجود کا جامہ ان کو پہنایا۔ اور وہ دراصل عدم محض سے علم میں موجود تھے پس حق تعالےٰ نے اشیاء کو پیدا نہیں کیا۔ مگر عدم محض سے۔ نوٹ۔ اعیان کو علم سے عین میں لانے کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ وہ علم سے نکال کر خارج میں لائے گئے۔ بلکہ اس کے معنی خارج میں ان کے موجود کر دینے کے ہیں۔ اور اب بھی وہ علم میں اسی طرح ثابت ہیں۔ جس طرح پہلے تھے۔ (مترجم)

جان۔ کہ حق تعالےٰ کا علم بنفس خود اور علم بہ مخلوقات ایک ہی علم ہے۔ وہ علم بہ نفس خود سے ہی اپنی مخلوقات کو جانتا ہے۔ لیکن اس کا علم باوجود قدم کے غیر قدیم ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنی مخلوق کو اس کی صفت حدوث کے ساتھ جانتا ہے۔ پس وہ اس کے علم میں بنفس خود بحکم حدوث موجود ہے۔ اور اپنے عین خارجی میں عدم کے بعد وجود میں آئی اور اس کا علم قدیم ہے۔ عدم اس سے پہلے نہ تھا۔ اور ہمارا یہ کہنا۔ کہ خدا کے لئے وجود کا حکم اعیان علمیہ کے لئے وجود کے حکم سے پہلا تھا۔ تو یہاں قبلیت سے ہماری مراد قبلیت حکمیہ ہے۔ نہ زمانیہ۔ اس لئے کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ بذات خود مستقل ہے۔ اس کا وجود رتبۃً وجود اول ہے۔ اور مخلوق اس کی محتاج ہے۔ لہٰذا اس کا وجود رتبۃً وجود ثانی ہے پس مخلوق وجود اوّل کے حکم میں معدوم ہے۔ اور حق تعالےٰ نے اپنے علم میں اس کو عدم محض سے پیدا کیا ہے۔ اور یہ پیدا کرنا اس کا بطور اختراع الٰہیہ کے ہے۔ پھر اپنی قدرت سے خارج میں ان کو موجود کر دیا۔ اور اس کا ایجاد کرنا یہ ہے کہ وہ عدم سے علم میں اور علم سے عین میں ان کو لایا۔ اس کے سوا اور کوئی راہ نہیں ہے۔ یہ کہا نہیں جا سکتا۔ کہ اپنے علم میں ایجاد کرنے سے پہلے اُن سے اس کا جہل لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ وہاں کوئی زمانہ نہیں ہے۔ سوائے حکمی قبلیت کے جس کو الوہیت نے واجب کر دیا ہے۔ وہاں کوئی قبلیت نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات میں بزرگ ہے۔ اوصاف مخلوق سے مستغنی ہے۔ پس علم الٰہی میں اشیاء کے موجود ہونے اور اس کے عدم اصلی کے مابین کوئی زمانہ نہیں ہے۔ کہ اس سے مذکورہ اعتراض لازم آسکے تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً۔ پس اس کو سمجھ۔ کیونکہ یہ وہی چیز ہے۔ جو کشف الٰہی سے اس کے نفس سے ہم کو حاصل ہوئی۔ اور اس کتاب میں اس واسطے ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔ کہ اس سے حق اللہ وحق الرسول وحق المومنین پر تنبیہ ہو۔ اور امام مذکور یعنی شیخ محی الدین ابن عربی پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنے قول میں ایک حد تک جس کا ہم نے ذکر کیا ہے صواب پر ہیں۔ اگرچہ وہ اس امر میں خطا پر ہیں جس کو ہم نے بیان کیا۔ اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔

جب تو نے یہ سمجھ لیا۔ تو جان کہ قدرت الٰہیہ ایک صفت ثابتہ ہے۔ جس سے ہر حال میں عجز منتفی ہے۔ کسی جہت سے بھی عجز اس کو لاحق نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

بیسواں باب

کلام میں

ان الکلام ھو الوجود البارز — فیہ جری حکم الوجود الجائز
کلا وھی فی العلم کانت احرفًا — لا تنفری اذ لیس ثمہ مائز
فتمیّزت عند الظھور فعبروا — عنھا بلفظۃ کن لیدری الفائز
واعلم بان اللہ حقا ان یقل — للشیئ کن فیکون ما ھو عاجز
فلہ الکلام حقیقۃ ولہ مجا — زا کل ذلک کان وھو الجائز

ترجمہ۔ کلام وجود بارز ہے۔ یعنی اس فیض کا نام ہے۔ جو کلام کے رنگ میں ذاتِ حق سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور ذات سے جدا ہوتا ہے۔ یہاں کلام سے ذات حق کی صفت نفسیہ مراد نہیں ہے۔ مترجم) کلّا ایسا نہیں ہے علم میں وہ حرف ہیں عیب مت لگا۔ کیونکہ وہاں کوئی جدا ہونے والی چیز نہیں ہے۔ پھر جب وہ حرف ظہور میں متمیز ہوئے تو انہوں نے اسے لفظ کُن سے تعبیر کیا۔ تاکہ جس کی وہاں رسائی ہو۔ اصل مقصود کو سمجھ لے (مراد حروف سے اعیانِ موجودات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب)

جان۔ کہ اللہ تعالےٰ بہ تحقیق جس چیز کو کہتا ہے۔ ہو جا۔ وہ ہو پڑتی ہے۔ وہ عاجز نہیں ہے۔ کلام حقیقی اور کلام مجازی دونوں اس کو ثابت ہیں۔ اور یہ جائز ہے۔

جان۔ کہ کلام بہ تمامہ وہی علمی تجلی ہے۔ اس اعتبار سے کہ اس نے اس کو ظاہر کیا۔ خواہ وہ کلمات خواہ [illegible] موجودہ ہوں۔ یا وہ معانی جن کو اس کے بندے سمجھتے ہیں۔ بطریق وحی ہو۔ یا بطریق مکالمہ یا اس کی مانند کسی اور طریق سے۔ اس لئے کہ فی الجملہ کلام اللہ تعالےٰ کی صفت واحدہ نفسیہ ہے۔ لیکن اس کی دو جہتیں ہیں [illegible] وقسموں پر ہے۔ پہلی نوع یہ ہے۔ کہ کلام مقام عزت سے صادر ہو۔ یہ صدور امر الوہیت سے [illegible] کے اوپر ہے۔ اور یہ ایک بلند رتبہ امر ہے۔ جس کی مخالفت ہو نہیں سکتی۔ لیکن موجودات اس کی اطاعت کرتی ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ اس امر سے جاہل ہے۔ اور اس کو جانتی نہیں ہے [illegible] کہ حق تعالےٰ اس مجلی میں اس کے کلام کو [illegible] جس کے وجود کی [illegible] وہ کون اس کی عنایت و رحمت [illegible] اس کے امر کے مطابق جاری ہو جاتا ہے [illegible] نے اسم اطاعت صحیح ہو جائے [illegible] اسی کی طرف خدا تعالےٰ نے [illegible]

Marfat.com

فرمایا ہے۔ جس میں زمین و آسمان کو اس نے مخاطب کیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے ان دونوں نے کہا۔ کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔ پس موجودات پر اطاعت کا حکم لگایا جائیگا۔ اس لئے کہ وہ اسکی مہربانی وعنائیت سے خوشی سے آئی۔ اسی لئے فرمایا۔ سبقت رحمتہ غضبہ۔ اس کی رحمت غضب پر سبقت لیگئی اس واسطے کہ اس نے اس پر اطاعت کا حکم لگایا۔ اور مطیع مرحوم ہوتا ہے۔ اگر یہ حکم لگاتا۔ کہ وہ ناخوشی سے آئے۔ تو یہ حکم بھی بجا تھا۔ اس لئے کہ قدرت کون کو وجود پر مجبور کرتی ہے۔ مخلوق کا اس میں کچھ اختیار نہیں ہے۔ اس صورت میں غضب رحمت سے سابق ہو جاتا۔ لیکن اس نے مہربانی فرمائی۔ اطاعت کا حکم لگایا۔ اور اس بات کا ثبوت دیا۔ کہ اس کی رحمت غضب پر سابق ہے۔ پس موجودات بہ تمامہ مطیع ہے اور بہیئت مجموعی حقیقت میں وہاں کوئی عاصی نہیں۔ سب مطیع ہیں۔ اور درحقیقت بجز رحمت وہاں کوئی چیز نہیں اس لئے دوزخ کا مآلِ کار بھی ہوگا۔ کہ جبار اس میں اپنا قدم رکھیگا۔ اور اُسے کہیگا۔ بس بس۔ پھر نار جہنم فرد ہو جائیگی اور وہاں اس کی بجائے درختِ جرجیر آگ پڑ دیگا۔ جیسا کہ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی جا چکی ہے۔ جو اپنے محل پر مذکور ہو گی۔ اور یہ کلام قدیم سے جہت اولیٰ کی پہلی نوع ہے۔ اور جہت اولیٰ کی دوسری نوع یہ ہے۔ کہ کلام مقام ربوبیت سے انسانوں کی بولی میں جو خدا اور مخلوق کے درمیان ہے۔ صادر ہوتی ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی کتب منزلہ اور ان کے مکالمے۔ اور اولیاء کرام کے مکالمے جو ان سے ہوئے ہیں۔ اسی لئے مخلوق سے ان اوامر میں طاعت و معصیت دونوں باتیں وقوع میں آئیں۔ اس لئے کہ جو کلام انسانوں کی بولی میں نازل ہوئی۔ وہ اس کی اطاعت میں مثل مجبوروں کے ہیں۔ میری مراد یہ ہے۔ کہ اختیار فعل کی نسبت انکی طرف کی گئی تاکہ از راہِ عدل عذاب کی معصیت میں جزاء صحیح ہو۔ اور از راہِ فضل اطاعت میں ثواب ہو۔ اسلئے کہ نسبتِ اختیار کا ان میں پیدا کر دینا اس کے فضل سے ہے۔ اور یہ نسبت ان کو بدوں اس کے پیدا کرنے کے حاصل نہیں ہوئی۔ اور اس کو نہیں بنایا۔ مگر اس لئے کہ ثواب ان کے لئے صحیح ہو۔ اور اس کا ثواب فضل ہے۔ اور اس کا عقاب عدل۔

اور کلام کی دوسری جہت کے متعلق جانا چاہئے۔ کہ حق کا کلام خود اعیانِ ممکنات ہیں۔ اور ہر ممکن حق کے کلموں میں سے ایک کلمہ ہے۔ اسی لئے ممکن کا ختم ہونا ممکن نہیں۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا **ترجمہ**۔ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کو دریا سیاہی بن جائیں۔ تو دریا ختم ہو جائینگے۔ قبل اس کے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں۔ اگرچہ بطور مدد ان کی مانند اور دریا لائے جائیں۔ پس ممکنات حق کے کلمے ہیں۔ اس لئے کہ کلام اپنی جملہ صورتوں میں علم متکلم کے ان معنوں کی صورت ہے۔ جس کے ظاہر کرنے کا متکلم نے ارادہ کیا ہے۔ پھر وہ اس معنی کے سننے والے ہوتے ہیں۔ پس موجودات اللہ تعالےٰ کے [illegible] اور وہ صورت عینیہ محسوسہ و معقولہ موجودہ ہے۔ اور یہ سب ان معانی کی صورتیں ہیں [illegible] اس کے علم میں موجود تھے۔ اور وہ اعیان ثابتہ ہیں۔ چاہے۔ تو تو ان کو حقائق الانسان کہدے۔ اور چاہے ترتیبِ الوہیت اس کا نام رکھے۔ بساط الوجود۔ التفصیل الغیب۔ صور الجمال۔ آثار الاسماء والصفات۔ معلوماتِ

Marfat.com

الحق۔ حروفِ عالیہ۔ یہ سب اسی کے نام ہیں۔ ان میں سے جو تو چاہے۔ کہدے۔

پھر جیسا کہ کلام میں متکلم کو حرکت ارادیہ سے اور نیز اس بات سے کہ سینے کے غیب سے ہونٹوں کے ظاہر تک سانس کے ذریعہ حروف کو نکالے۔ چارہ نہیں ہے۔ ایسا حق تعالےٰ عالمِ غیب سے عالمِ شہادت تک اپنی خلقت کے ظاہر کرنے میں ابتداءً ارادہ کرتا ہے۔ پھر قدرت اس کو ظاہر کرتی ہے۔ پس ارادہ حرکت ارادیہ کے مقابل ہے۔ جو نفسِ متکلم میں ہوتی ہے۔ اور قدرت سانس کے مقابل ہے۔ جو سینے سے ہونٹوں تک حروف کو نکالتا ہے۔ اور قدرت بھی مخلوق کو غیب سے شہادت میں لاتی ہے۔ اور تکوین نفس متکلم میں ہیئت مخصوصہ پر کلمہ کو ترکیب دینے کے مقابل ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے انسان کو ایک کامل نسخہ بنایا۔ اگر تو اپنے اندر دقتِ نظر سے دیکھے۔ تو تو حق کی ہر صفت کا نسخہ خود اپنے نفس میں پائیگا۔ اپنی ہویت۔ اپنی انیت۔ اپنی روح۔ اپنی عقل۔ اپنی فکر۔ اپنے خیال اپنی صورت۔ اپنے عجیب وہم۔ اپنی بصر۔ اپنے حافظہ۔ اپنے کان۔ اپنے علم۔ اپنی حیات۔ اپنی قدرت۔ اپنے کلام۔ اپنی ارادت۔ اپنے قلب۔ اپنے قالب۔ ان میں سے ہر ایک کو دیکھ۔ کہ اس کے کمال سے کونسی چیز کا نسخہ ہیں۔ اور اس کے جمال سے کون سے حسن کی صورت ہیں۔ اگر عہد مربوط اور شرط مشروط کا لحاظ نہ ہوتا۔ تو میں اس سے زیادہ کھول کر بیان کرتا۔ جو ارباب صحو وسکر دونوں کے لئے غذا و نقل کا کام دیتا۔ لیکن اسی قدر اشارہ کافی ہے۔ اس شخص کے لئے جس کو تھوڑی سی بھی بصارت حاصل ہے مجھ سے پہلے کسی کو ان اسرار کے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دیگئی میری کتاب کا اکثر حصہ اسی قبیل سے ہے۔ لیکن میں نے مغز پر پوست چڑھا دیا ہے۔ جس کو وہی سمجھ سکتے ہیں جو مغز رکھتے ہیں۔ اور جو حجاب دور کرکے ان میں وقوف کریگا۔ تو وہ ان کے سوا اور اسرار پر بھی واقف ہوگا۔ اللہ تعالےٰ حق کہتا ہے۔ اور راہِ راست کی ہدایت کرتا ہے۔

اکیسواں باب ۲۱

سمع میں

قال رحمہ اللہ ؎

السمع علم الحق للاشیاء ۔۔۔ من حیث منطقها بغیر مراء

والنطق فیها قد یکون تلفظا ۔۔۔ ویکون حالا وهو نطق دعاء

والحال عند الله ینطق بالذی ۔۔۔ هو یقتضیه منطق الفصحاء

Marfat.com

ترجمہ۔ بہ حیثیت اشیاء کی نطق و گویائی کے اشیاء کا جو علم خدا کو حاصل ہے۔ اُسے سمع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور اشیاء کا کلام کبھی تو بول کر ہوتا ہے۔ اور کبھی حال سے۔ اور یہ حال و مقال سے اشیاء کا بولنا دعاء کے طور پر ہوتا ہے۔ اور حال اللہ تعالےٰ کے نزدیک ایسا فصاحت و بلاغت سے بولتا ہے۔ جیسا کہ فصحاء کے کلام کا مقتضا ہے۔

جان۔ کہ سمع تجلی حق سے مراد ہے۔ جس سے معلوم کو فائدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ حق سبحانہ و تعالےٰ جانتا ہے۔ ہر اس چیز کو جس کو وہ سنتا ہے سننے سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی۔ پس نہیں ہے وہاں۔ مگر اس کے علم کی تجلی۔ ایسے طور پر جس سے معلوم کو فائدہ پہنچے۔ خواہ وہ معلوم۔ خود نفس حق ہو۔ خواہ مخلوقات۔ اس کو سمجھ۔ وہ اللہ تعالےٰ کا ذاتی وصف ہے۔ جس کا فی نفسہ اس کا کمال تقاضا کرتا ہے۔ اور وہ اپنے نفس اور اپنی شان کا کلام ایسا ہی سنتا ہے۔ جیسا کہ بہ حیثیت مخلوق کی بولیوں اور ان کے حالات کے مخلوق کا کلام سنتا ہے۔ پس کلام کی حیثیت سے اپنے نفس کے لئے اس کا سننا تو معلوم ہے۔ اور بہ حیثیت شئوں کے اس کا سننا اس کے اسماء و صفات کا تقاضا ہے۔ جو بلحاظ ان کے اعتبارات و طلب مؤثرات کے ہوتا ہے۔

پھر اپنے نفس کے لئے اس کی اجابت اُن مقتضیات کا ظاہر کرنا ہے۔ اور اسماء و صفات کے ان آثار کا ظہور ہے۔ اور اس دوسرے استماع سے خدا کی تعلیم قرآنی مراد ہے۔ جو اپنے خاص بندوں کیلئے ہوتی ہے۔ جو اسکی ذات سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ اور جن کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول سے خدا نے آگاہ فرمایا ہے۔ کہ اہل القرآن اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں۔ اور وہ بندہ جو ذات کی سیر میں ہوتا ہے۔ اسماء و اوصاف و ذوات کا کلام سنتا ہے۔ پھر ان کو جواب دیتا ہے۔ جیسا کہ موصوف صفات کو جواب دیتا ہے۔ اور یہ دوسری قسم کا سماع سماع کلامی سے عزیز تر ہے۔ اسلئے کہ حق تعالےٰ جب بندہ کو صفت سمعیہ عاریتاً دیتا ہے۔ تو یہ بندہ اللہ تعالےٰ کا کلام اس کی صفت سمع سے سنتا ہے۔ اور ان اوصاف و اسماء کو نہیں جانتا ہے۔ جو ذات کے ساتھ ذات میں ہیں۔ اور نہ یہ سماع متعدد ہوتا ہے۔ بخلاف دوسری قسم کے سماع کے۔ جس میں رحمٰن اپنے بندوں کو قرآن سکھلاتا ہے۔ اسلئے کہ وہاں صفت سمعیہ حقیقت ذاتیہ ہوتی ہے۔ مستعار و مستفاد نہیں ہوتی۔ جب یہ تجلی سمعی بندہ کے لئے صحیح ہو جاتی ہے۔ تو عرش رحمانیت اس کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ پھر اس عرش پر قیام فرما کر اس کا رب تجلی فرماتا ہے۔ اگر شان سے اولاً اس کا سماع نہ ہوتا۔ تو ذات حاکم و غالب سے اسماء و صفات اس کا تقاضا نہ کرتے۔ اور بندہ کے لئے ممکن نہ ہوتا۔ کہ وہ دربار رحمٰن میں آداب قرآن سے متادب ہو۔ اور اس کلام کو بجز ادیب امین غریب کے کوئی نہیں سمجھ سکتا اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اس کلام ثانی کے سماع سے محقق ہوتے ہیں۔ جس کی کوئی نہایت نہیں ہے۔ اسلئے کہ خدا کی باتوں کی کوئی نہائت نہیں ہے۔ اور یہ ان کے حق میں گوناگوں تجلیات ہیں۔ پھر ہمیشہ ذات ان سے اسماء و صفات کی بولی میں مخاطب ہوتی ہے۔ اور وہ حقیقت ذات سے ان باتوں کا برابر جواب دیتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ موصوف صفتوں کو جواب دیتا ہے۔ اور یہ اسماء و صفات نہیں ہیں۔ جو اس چیز سے مخصوص ہیں۔ جو اوصاف و اسماء

Marfat.com

حق کی شناخت سے ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ بلکہ وہاں ان کے علاوہ اسماء و صفات ہیں۔ جو علم حق میں اس شخص کے لئے چنے گئے ہیں۔ جو وہاں اس کے قریب پہنچتا ہے۔ پھر یہ مختار اسماء وہ شئون ہیں۔ جن کے ساتھ اپنے بندہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ وہ احوال ہیں۔ جن کے ساتھ بندہ اپنے رب کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور احوال بندہ کی نسبت کے لحاظ سے مخلوق ہوتا ہیں۔ اور شئون خدا کی نسبت کے لحاظ سے قدیم ہیں۔ اور یہ شئون اسماء و اوصاف سے جو کچھ بندہ کو عطا کرتے ہیں۔ یہ وہی چیز ہے۔ جو غیب حق میں بندہ کے لئے پسند کی گئی ہے۔ پس اس نکتہ کو سمجھ۔ کہ وہ نادرات وقت سے ہے۔ اس آیت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی کلام ثانی کی قرأت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔ یہ قرأت اہل خصوصی یعنی اہل القرآن کی قرأت ہے۔ اور میری مراد ان سے محمدی اہل الذات ہیں۔ جو اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں۔ لیکن کلام الٰہی کی قرأت اور سمع الٰہی سے ذات حق سے اس کا سننا قرأت فرقان ہے۔ اور وہ برگزیدہ بندوں کی قرأت ہے۔ اور وہ نفسی موسوی ہیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی بابت خدا کا ارشاد ہے وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ۔ میں نے اپنے نفس کے لئے تجھے بنایا ہے۔ یہیں سے اس طائفہ کا نام موسوی نفسی ہے بخلاف بقیہ اہل الذات کے طائفہ کے کہ محمد صلعم کو خدا نے فرمایا وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ۔ پس سبع مثانی وہ سات صفتیں ہیں۔ جیسا کہ ہمنے اپنی کتاب مسمی بالکہف والرقیم میں اس کو بیان فرمایا ہے۔ اور قرآن عظیم ذات باری سے مراد ہے۔ آنحضرت صلعم نے اپنے قول میں انہی معنوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ اہل القرآن اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں۔ پس اہل القرآن ذاتی ہیں اور اہل الفرقان نفسی۔ اور ان دونوں کے درمیان وہی فرق ہے۔ جو حبیب اور کلیم کے مقام میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سچ کہتا ہے۔ اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

پانچواں باب

جس میں

بحر ہیں اک نفس انسان کا ۔۔۔ وہ بھی سوا نفسہ والعالمین
جمع ہیں سب اس میں جن و بشر ۔۔۔ وہ بھی جمیع ذالک دائم
فالعالمین باعتبار بروزہ ۔۔۔ ھذا الشھود وذالک مرلازم

Marfat.com

فیشاھد المعلوم منه لذاته وشھودہ ھو علمہ المتحاظم
وھما لہ وصفان ھذا غیر ذا اذ ما البصیر بواحد والعالم

ترجمہ۔ خدا کی بصر ایک محل ہے۔ کہ وہ عالم نہیں ہے یعنی اس کا محل علم کے محل سے ایک جداگانہ چیز ہے۔ اور وہ دیکھتا ہے۔ اور اس دیکھنے میں اس کا نفس اور عالم مساوی ہے۔ یعنی وہ دونوں کو دیکھتا ہے۔ پس تمام وہ چیزیں جو اس کو معلوم ہیں۔ اس کا عین ہیں۔ اور ان سب کو اس کا دیکھنا ہمیشہ سے ہے۔ علم باعتبار مشہود میں ظہور کرنے کے آنکھ ہے۔ اور یہ امر لازمی ہے۔ یعنی جو چیزیں غیب میں علم الٰہی میں تھیں بعینہ وہی چیزیں جب مشہد وجود میں آئیں۔ تو اس مشہد میں علم کا ظہور بصر کہلاتا ہے پھر وہ اس سے یعنی صفت بصریہ سے اپنی ذات کے لئے معلوم کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس کا شہود وہی اس کا علم عظیم ہے۔ وہ دونوں یعنی علم و بصر اس کے دو وصف ہیں۔ جو ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں۔ اس لئے کہ بصیر و عالم ایک شے نہیں ہیں

جان۔ کہ خدا ہم کو اور تجھے توفیق بخشے۔ کہ حق تعالیٰ کی صفت بصریہ باعتبار شہودِ معلومات اس کی ذات سے عبادت ہے۔ اور علم بھی اس کی ذات سے عبادت ہے۔ لیکن باعتبار اس کے مبدء علم کے یعنی تجلی علمیہ جو مبدء کائنات ہے۔ وہ صفت علمیہ کا ذات سے ذات میں ظہور ہے۔ اور تجلی عینیہ جو عالم خارجی کا نام ہے۔ وہ صفت بصریہ کا منظر ہے۔ اور یہ دونوں مشہد یعنی علمی و عینی عین ذات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ خلاصہ یہ کہ علم و بصر میں فرق باطن و ظاہر کا ہے۔ (مترجم)

ان دونوں وصفوں کا معتبر بالذات ہونا اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ اپنی ذات سے ہی جانتا ہے۔ اور اپنی ذات سے ہی دیکھتا ہے۔ اور اس کی ذات میں کوئی تعدد نہیں۔ پس اس کے علم کا محل وہی اس کی بصر کا محل ہے۔ پھر وہ دو صفتیں ہیں۔ اگرچہ حقیقت میں وہ ایک ہی شے ہیں۔ پس نہیں ہے مراد اس کی بصر سے مگر وہی تجلی علمیہ جو اس مشہد عینی میں جلوہ گر ہے۔ اور نہیں ہے مراد اس کے علم سے مگر اُس نظر سے اس کا ادراک کرنا جو عالم عینی میں ہے پس وہ اپنی ذات کو اپنی ذات سے دیکھ رہا ہے۔ اور مخلوقات کو بھی اپنی ذات سے دیکھ رہا ہے۔ پس اپنی ذات کو اس کا دیکھنا عین مخلوقات کو اس کا دیکھنا ہے۔ اس لئے کہ بصر ایک ہی وصف ہے۔ فرق صرف مناظر و مرئیات میں ہے۔ وہ ہمیشہ چیزوں کو دیکھتا ہے۔ لیکن کسی چیز کی طرف نہیں دیکھتا۔ مگر اسی وقت جبکہ چاہتا ہے۔ اور یہاں ایک لطیف نکتہ ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ اشیاء کبھی بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہوتیں۔ لیکن کسی شے پر اس کی نظر نہیں پڑتی۔ مگر اسی وقت جبکہ وہ اُس پر نظر ڈالنی چاہتا ہے۔ اسی قبیل سے ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ ہر روز اللہ تعالیٰ اتنی اور اتنی دفعہ قلب کی طرف دیکھتا ہے۔ اور انہی معنوں کی اور باتیں اور حق تعالیٰ کا یہ قول نہ ان کی طرف دیکھیگا۔ اور نہ ان سے کلام کریگا۔ اس قبیل سے نہیں ہے۔ بلکہ یہاں نظر سے رحمت اللہ مراد ہے۔ جس سے اس شخص پر اس نے رحم کیا۔ جس نے اعمالِ مقربہ سے اس کا قرب حاصل کیا بخلاف اس نظر کے جو قلب کی طرف ہوتی ہے۔ پس اس کی صفت وہی ہے۔ جو حدیث میں وارد ہوئی۔ یہ بات صرف صفت نظریہ سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے اوصاف کا بھی یہی حال ہے۔ کیا تو خدا تعالیٰ کے

Marfat.com

اس قول کی طرف نگاہ نہیں ڈالتا۔ کہ ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں۔ تاکہ تم میں سے مجاہدین کو ہم جان لیں۔ یہ گمان نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ ابتلاء سے پہلے ان سے جاہل تھا۔ خدا کی شان اس سے بلند ہے۔ ایسا ہی قلب کی طرف نظر ڈالنے سے بھی یہ لازم نہیں آتا۔ کہ قلب کسی وقت اس کی نظر سے اوجھل بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن اس میں ایسے اسرار ہیں۔ جن کا بجز اس تنبیہ کے بیان کرنا ناممکن ہے۔ جس نے حقیقت الامر کو پہچان لیا۔ وہ اس کو لازم پکڑے۔ اور جو تاویل کی طرف گیا۔ وہ ایک قسم کی تعطیل میں پڑا۔ فہم والے اس کو سمجھ۔

جان۔ کہ انسان کی آنکھ وہ مدرکہ بصریہ ہے۔ جو آنکھ کی پتلی سے اشیاء کو دیکھتی ہے۔ پھر وہ مدرکہ بصریہ جب محل قلب سے اشیاء کو دیکھتی ہے۔ تو اس کا نام بصیرت ہوتا ہے۔ اور وہ بعینہا اللہ تعالےٰ کی نسبت کے لحاظ سے بصر قدیمہ ہے۔ جب یہ راز تجھ پر کھل گیا۔ جو سوائے اللہ تعالےٰ کے کھولنے کے نہیں کھلتا۔ تو اس وقت حقائق اشیاء کو تو بعینہ اسی طرح دیکھیگا۔ جس طرح کہ نفس الامر میں وہ ہیں۔ یہ سر عجیب ہے۔ جس سے میں نے تیری طرف اشارہ کیا۔ پردوں کے دامن اس کے معانی کے غرض سے اٹھا۔ اور اپنا معاملہ خدا کے حوالہ کر۔ اور اَنْتَ بِلَا اَنْتَ یعنی تو بلا تو کے ہو جا۔ اور تو نہ رہے۔ بلکہ تمہی تیرے لئے تدبیر ہو۔ جس طرح کہ وہ چاہے۔ یعنی جیسا کہ اس کے اسماء و اوصاف تقاضا کریں۔ پھر اس مغز کو چھپانے والے چھلکے کو پھینک دے۔ اور مغز کو کھا۔ جو روشن ہے اور آیت وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ کی حقیقت کو سمجھ

۲۳

تیئیسواں باب

جمال میں

جان۔ جمال الٰہیہ سے مراد اس کے اوصاف کمالیہ ہیں۔ یہ بطور عموم کے ہیں لیکن بالخاص ہر صفت جمالیہ صفت حیات، صفت علم، صفت لطف، صفت نعمت، صفت قدرت، صفت ارادہ، صفت سمع، صفت بصر، صفت تکلم، صفت خلق، صفت رزق، صفت احیاء، صفت امانت، صفت قبض، صفت بسط، صفت خفض، صفت رفع، صفت عز، صفت اذلال، صفت اعطاء، صفت منع، صفت ضر، صفت نفع، صفت ہدایت، صفت اضلال، صفت توبہ، صفت مغفرت، صفت رحمت، صفت رضا، صفت حلم، صفت صبر، صفت شکر، صفت عفو، صفت ستر، صفت غفور، صفت رحیم، صفت ودود، صفت صبور، صفت شکور، صفت علی، صفت کبیر، صفت حفیظ، صفت مقیت، صفت حسیب، صفت جلیل، صفت کریم، صفت رقیب، صفت مجیب، صفت واسع، صفت حکیم، صفت ولی، صفت حمید، صفت مجید، صفت باعث، صفت شہید، صفت حق، صفت وکیل، صفت قوی، صفت متین، صفت ولی، صفت حمید، صفت مبدی، صفت معید، صفت محیی، صفت ممیت، صفت حی، صفت قیوم، صفت واجد، صفت ماجد، صفت واحد، صفت احد، صفت صمد، صفت قادر، صفت مقتدر، صفت مقدم، صفت مؤخر، صفت اول، صفت آخر، صفت ظاہر، صفت باطن، صفت والی، صفت متعالی، صفت بر، صفت توّاب، صفت منتقم، صفت عفو، صفت رؤف، صفت مالک الملک، صفت ذوالجلال والاکرام، صفت مقسط، صفت جامع، صفت غنی، صفت مغنی، صفت مانع، صفت ضار، صفت نافع، صفت نور، صفت ہادی، صفت بدیع، صفت باقی، صفت وارث، صفت رشید، صفت صبور۔ یہ سب صفات جمال ہیں۔ یہ صفات ذات کی ایک شعاع ہیں۔ ان کا ظہور ہر ایک عالم میں ہے۔ جلال کی طرف سے مثل اسم رب۔ کہ باعتبار تربیت و افضال وہ اسم جمال ہے۔ اور باعتبار ربوبیت و قدرت اسم جلال ہے۔ اسم رحمٰن بھی اسی کی مانند ہے۔ بخلاف اسم رحیم کے۔ وہ اسم جمال خالص ہے۔ باقی اسماء کو قیاس کر لینا چاہئے۔ جمال الٰہی اگرچہ ذات سے قسمیں رکھتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو مخلوق ہے۔ اور وہ اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کے معانی ہیں۔ اور یہ نوع متکثر مشہود حق ہے۔ جس میں وہ اپنے جمال کو خود ہی دیکھتا ہے۔ دوسری نوع

Marfat.com

صُوری ہے۔اور وہ یہ عالم مطلق ہے۔جو معبّر بہ مخلوقات ہے۔باوجود فروعات وانواع کے وہ حسن مطلق ہے۔جو مناظر ومجالیٔ ہیئت میں ظاہر ہوا۔یہ مظاہر ومجالی خلق کے نام سے موسوم ہیں۔اور یہ نام رکھنا بھی منجملہ حسنِ الٰہی کے ہے پس عالم کی قبیح شے بھی اس کی ملیح کی مانند ہے۔اس اعتبار سے کہ وہ جمال الٰہی کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔نہ باعتبار جمال کی قسموں کے۔اس لئے کہ جنسِ قبیح کو قباحت کے رنگ میں دکھانا بھی حسن میں داخل ہے۔تاکہ وجود میں اس کو اپنے مرتبہ پر رکھا جائے۔اسی طرح جنس حسن کو علے وجہِ حسن دکھانا بھی حسنِ الٰہی میں شمار کیا جاتا ہے۔تاکہ وجود میں اس کا مرتبہ بھی محفوظ ہو جائے۔

جان۔کہ اشیاء میں برائی بلحاظ کسی اعتبار کے ہوتی ہے۔فی نفسہ اس شے میں کوئی برائی نہیں ہوتی۔ پس وجود سے مطلق برائی کا حکم اُٹھ گیا۔اور نہ باقی رہا۔مگر حسنِ مطلق۔کیا تو گناہوں کی برائی کی طرف نہیں دیکھتا۔کہ وہ باعتبار نہی کے برائی ہے۔اور خراب بو کی برائی اس اعتبار سے برائی کہلائی۔کہ وہ موافق و ملائم طبع نہیں۔ورنہ اپنی ذات بناوٹ کے لحاظ سے وہ جس کی طبیعت کے موافق ہے۔محاسن میں داخل ہے کیا تو آگ کے جلانے کی طرف نہیں دیکھتا۔کہ بہ اعتبار اس شخص کے جو اس میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ایک قبیح شے ہے۔لیکن وہ سمندر کے نزدیک جو آگ کا ایک کیڑا ہے۔ایک نہایت خوب شے ہے۔پس ثابت ہوا کہ عالم میں کوئی شے قبیح نہیں۔اصل میں ہر شے ملیح ہے۔اور اس کے حسن وجمال کی ایک صورت ہے۔اور اشیاء میں کوئی شے قبیح نہیں۔مگر کسی نہ کسی اعتبار سے۔کیا تو بعض اوقات میں کلمۂ حسنہ کی طرف نہیں دیکھتا کہ وہ بعض اعتبارات سے قبیح ہوتا ہے۔حالانکہ فی نفسہ وہ اچھا ہوتا ہے۔پس ان مقدمات سے جانا گیا۔کہ وجود اپنے کمال میں اس کے حسن کی صورت ہے۔اور اس کے جمال کے مظاہر ہیں۔اور ہمارا یہ کہنا۔کہ وجود کے کمال محسوس۔معقول۔موہوم۔خیال۔اول۔آخر۔ظاہر۔باطن۔قول۔فعل۔صورت معنی سب داخل ہیں۔اس قول سے ہمارا یہی مطلب ہے۔کہ یہ تمام اس کے جمال کی صورتیں اور اس کے کمال کی تجلیات ہیں۔انہی معنوں کے متعلق میں نے اپنے قصیدہ عینیہ میں کہا ہے ؎

تجلیت فِی الْاَشیاء حین خلقتها ۔۔۔ فما هی میطت عنك فیها البراقع
قطعتِ الوری من ذاتحسنك قطعة ۔۔۔ ولم تنك موصولاً ولا فصل قاطع
ولکنها احکام ربتبتك اقتضت ۔۔۔ الوهیة للضدّ فیها التجامع
فانت الوری حقًا وانت اماما ۔۔۔ وانت الّذی یعلو وما هو واضع
وما الخلق فی التمثال الا کثلجة ۔۔۔ وانت بها الماء الذی هو تائع
وما الثلج فی تحقیقنا غیر مائة ۔۔۔ وغیران فی الحکم وعتهِ الشرائع
ولکن بذوب الثلج یرفع حکمه ۔۔۔ ویوضع حکم الماء والامر واقع
تجمعت الاضداد فی واحد البها ۔۔۔ وفیه تلاشت وهو عنهن ساطع

Marfat.com

وکل بھاء فی ملاحۃ صورۃ — علی کل قد شابہ الغصن یاصع
وکل اسود او فی تصافیف طرۃ — وکل احمرار فی العوارض ناصع
وکل کحیل الطرف یقتل صبہ — بماض کسیف الھند حالاً مضارع
وکل اسمرار فی القوائم کالقنا — علیہ من الشعر الرسیل شرائع!
وکل ملیح باالملاحۃ قد زھا — وکل جمیل باالمحاسن بارع!
وکل لطیف جل او دق حسنہ — وکل جلیل فھو باللطف صادع!
محاسن من انشاہ ذلک کلہ — فوحد ولا تشرک بہ فھو واسع
وایاک ان تلفظ بغیر ایۃ البھا — الیھا الیھا والقبح باالذات راجع
فکل قبیح ان نسبت لفعلہ — اتتک معانی الحسن فیہ تسارع
یکمل نقصان القبیح جمالہ — فما ثم نقصان ولا ثم باشع
ویرفع مقدار الوضیع جلالہ — اذا لاح فیہ للوضیع رافع!
واطلق عنان الحق فی کل ما تری — فتلک تجلیات من ھو صانع!

ترجمہ۔ جب تو نے اشیاء کو پیدا کیا۔ تو خود ان میں جلوہ گر ہوا۔ پھر لو۔ ان میں تجھ سے برقع دور کئے گئے ہیں۔ تو نے اپنی ات حسن سے مخلوق کے ٹکڑے کو کاٹا۔ کہ نہ وہ پیوند پائے ہوئے ہے۔ اور نہ ہی بالکل کاٹ کر جدا رکھا ہوا ہے لیکن الوہیت ں میں ضدیں جمع ہیں۔ اس نے تیرے رتبہ کے احکام کا تقاضا کیا۔ پھر بہ تحقیق تو ہی مخلوق اور تو ہی ہمارا امام ہے۔ تو ی وہ چیز جو بلند ہوتی ہے۔ اور تو ہی وہ چیز ہے۔ جو پست ہوتی ہے۔ خلقت کی مثال بجز برف کے نہیں۔ اور تو اس میں نے والے پانی کی مانند ہے۔ ہماری تحقیق میں برف پانی کے سوا کچھ نہیں۔ بجز اس کے کہ وہ اس حکم میں ہے جس کا قوانین رت تقاضا کرتے ہیں۔ لیکن جب برف پگھل جاتی ہے۔ تو اس کا حکم اٹھ جاتا ہے۔ اور اس کی بجائے پانی کا حکم رکھا جاتا ہے ر یہ ایک واقعی امر ہے۔ ایک ہی حسن میں ضدیں جمع ہو گئیں۔ اور اسی میں مٹ گئیں۔ اور وہ ان سے روشن ہو پڑتا ہے س ہر خوبی صورت میں ملیح ہے۔ اور ہر چیز میں اس کی خوبی ایسی ہی ہے۔ جیسے کہ شاخ درخت میں پکے ہوئے میوے لگے وں۔ طرہ کی قطاروں میں ہر سیاہی اور رخساروں کی ہر خالص سرخی اور ہر سرمگین آنکھ جو اپنے عاشق کو [illegible] ٹنے والی تلوار سے قتل کرتی ہے۔ جیسے کہ ہندی تلوار حال میں مضارع یعنی پچھاڑنے والی ہوتی [illegible] تل نیزے کے بازوؤں اور ٹانگوں میں ہے۔ اور جس پر چھوٹے ہوئے بالوں کے رستے ہیں۔ اور ہر [illegible] جو ملاحت روشن و تر و تازہ ہے۔ اور ہر جمیل جو محاسن میں فوقیت لیجانے والا ہے۔ اور ہر لطیف جس کا حسن بزرگ و دقیق ہے ہر جلیل جو لطف و شفقت میں زمین کے اندر گڑ جانے والا ہے۔ یعنی جس کی مزاج میں انکساری و فروتنی ہے۔ یہ سب اس کے سن ہیں۔ جس نے ان کو پیدا کیا۔ اس کی توحید کر۔ اور اس کا کوئی شریک نہ بنا۔ اور جان رکھ کہ اس [illegible] یسے الفاظ سے بچ۔ جس سے حسن اور خوبی کی غیریت ثابت ہو۔ حسن و قبح بالذات اسی کی طرف [illegible]

Marfat.com

تو اس کے فعل کی طرف منسوب کرے۔ اس میں معانیٔ حسن تیرے پاس دوڑتے ہوئے آئینگے۔ اس کا جمال قبیح کی کمی کو پورا کرتا ہے۔ پھر وہاں نہ نقصان ہے۔ اور نہ کوئی قبیح شے۔ اس کا جلال کمین کی قدر کو بلند کرتا ہے۔ جبکہ وہ اس میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ پستی کو بلند کرنے والا ہے۔ ہر وہ چیز جس کو تو دیکھتا ہے۔ حق کی باگ اس میں چھوڑ دے۔ کہ وہ اس شخص کی تجلیات ہیں۔ جو ان کو بنانے والا ہے۔

جان۔ کہ جمال معنوی جو اس کے سماء و صفات سے مراد ہے۔ ان کے کمال کا شہود جس پر کہ وہ ہیں حق تعالےٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ لیکن مطلق شہود صرف حق کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہر اہل مذہب کو اپنے رب کی بابت کوئی نہ کوئی اعتقاد ہوتا ہے۔ جس کا وہ اس کے اسماء حسنیٰ و صفات علیا یا ان کے سوا کسی اور چیز سے مستحق ہوا ہے۔ اُسے اپنے اعتقاد کی صورت دیکھنے سے چارہ نہیں ہے۔ اور وہ صورت بھی جمال الٰہی کی صورت ہے۔ پس اس میں جمال کا ظہور ضروری ہوا نہ معنوی۔ اور یہ بات محال ثابت ہوئی۔ کہ جمال معنوی اپنے کمال کے ساتھ کسی ایسے شخص کے لئے پایا جائے۔ جو اس کا غیر ہے۔ خدا نہایت بلند و برتر ہے۔ اُس چیز سے جو وہ کہتے ہیں۔

۲۴ چوبیسواں باب

جلال کے بیان میں

جان۔ کہ اللہ تعالےٰ کا جلال بہ اعتبار اسماء و صفات میں اس کے ظہور کے اس کی ذات سے مراد ہے جیسا کہ بطریق اجمال وہ اس پر ہے۔ لیکن تفصیل کے طور پر جلال صفات عظمت و کبریا۔ مجد و ثنا سے عبارت ہے اور ہر جمال جس کا شدت سے ظہور ہوتا ہے۔ جلال کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جیسا اس کا ہر جلال خلق پر اپنے ابتدائی ظہور میں جمال کہلاتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا ہے۔ جس نے کہا ہے کہ ہر جمال کے لئے جلال ہے۔ اور ہر جلال کے لئے جمال۔ اور بجز اس کے خلقت کے ہاتھوں میں کچھ نہیں یعنی جمال الٰہی سے ان پر سوائے جمال الجلال اور جلال الجمال کے کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور جمال مطلق اور جلال مطلق کا شہود سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کو نہیں ہوتا خلق اس میں قدم نہیں رکھ سکتی۔ ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کا جلال بہ اعتبار اسماء و صفات میں اس کے ظہور کے اس کی ذات سے مراد ہے۔ اور جمال کی بابت یہ کہ وہ اس کے اسماء حسنیٰ و اوصاف علیا سے عبادت ہے۔ اور خلق کے لئے یہ امر محال ہے۔ کہ اس کے اسماء و اوصاف کا پورے طور پر مشاہدہ کر سکے۔ اس لئے کہ وہ

Marfat.com

ایسے اسماء و صفات بھی ہیں۔ جو خاص اسی کے لئے ہیں۔ اور وہ بھی جمال میں داخل ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہوا کہ جمال مطلق اور جلال مطلق کا ظہور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

جب تو نے یہ سمجھ لیا۔ تو جان کہ اسماء و صفاتِ حق اپنے حقائق کے اقتضاء کے بموجب چار قسموں پر ہیں پہلی قسم صفاتِ جمال۔ دوسری قسم صفاتِ جلال۔ تیسری قسم جو جلال و جمال میں مشترک ہیں۔ اور وہ صفاتِ کمال ہیں۔ چوتھی قسم اسماء و صفات واحدیہ۔ چنانچہ وہ بتفصیل ذیل ہیں۔

(۱) اسماء و صفاتِ جمالیہ۔ اَلْجَمِیْلُ۔ اَلرَّحِیْمُ۔ اَلسَّلَامُ۔ اَلْمُؤْمِنُ۔ اَلْبَارِیُ۔ اَلْمُصَوِّرُ۔ اَلْغَفَّارُ اَلْوَهَّابُ۔ اَلرَّزَّاقُ۔ اَلْفَتَّاحُ۔ اَلْبَاسِطُ۔ اَلرَّافِعُ۔ اَللَّطِیْفُ۔ اَلْخَبِیْرُ۔ اَلْمُعِزُّ۔ اَلْحَفِیْظُ۔ اَلْمُقِیْتُ اَلْحَسِیْبُ۔ اَلْجَمِیْلُ۔ اَلْحَلِیْمُ۔ اَلْکَرِیْمُ۔ اَلرَّقِیْبُ۔ اَلْحَمِیْدُ۔ اَلْمُبْدِیُ۔ اَلْمُحْیِیُ۔ اَلْمُصَوِّرُ۔ اَلْوَاجِدُ اَلدَّائِمُ۔ اَلْبَاقِیْ۔ اَلْبَارِیُ۔ اَلْبَرُّ۔ اَلْمُنْعِمُ۔ اَلْعَفُوُّ۔ اَلْغَفُوْرُ۔ اَلرَّؤُفُ۔ اَلْمُغْنِیْ۔ اَلْمُعْطِیْ۔ اَلنَّافِعُ اَلْهَادِیْ۔ اَلْبَدِیْعُ۔ اَلرَّشِیْدُ۔ اَلْجَمِیْلُ۔ اَلْقَرِیْبُ۔ اَلْمُجِیْبُ۔ اَلْکَفِیْلُ۔ اَلْجَنَّانُ۔ اَلْمَنَّانُ۔ اَلْکَامِلُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ اَلْکَافِیْ۔ اَلْجَوَادُ۔ ذُو الطَّوْلِ۔ اَلشَّافِیْ۔ اَلْمُتَعَالِیْ

(۲) اسماء و صفاتِ مشترکہ یعنی کمالیہ۔ اَلرَّحْمٰنُ۔ اَلْمَلِکُ۔ اَلرَّبُّ۔ اَلْمُهَیْمِنُ۔ اَلْخَالِقُ۔ اَلسَّمِیْعُ اَلْبَصِیْرُ۔ اَلْحَکَمُ۔ اَلْعَدْلُ۔ اَلْحَکِیْمُ۔ اَلْوَلِیُّ۔ اَلْقَیُّوْمُ۔ اَلْمُقَدِّمُ۔ اَلْمُؤَخِّرُ۔ اَلْاَوَّلُ۔ اَلْاٰخِرُ۔ اَلظَّاهِرُ اَلْبَاطِنُ۔ اَلْمُتَعَالِیْ۔ اَلْبَرُّ۔ اَلتَّوَّابُ۔ اَلْمُنْتَقِمُ۔ اَلْعَفُوُّ۔ اَلرَّؤُفُ۔ مَالِکُ الْمُلْکِ۔ اَلْمُقْسِطُ۔ اَلْجَامِعُ۔ اَلْغَنِیُّ۔ اَلَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ اَلْمُغْنِیْ۔ اَلْمَانِعُ۔ اَلضَّارُّ۔ اَلنَّافِعُ۔ اَلْمُتَعَالِیْ۔

(۳) اسماء و صفاتِ جلالیہ۔ اَلْکَبِیْرُ۔ اَلْمُتَعَالُ۔ اَلْعَزِیْزُ۔ اَلْعَظِیْمُ۔ اَلْجَلِیْلُ۔ اَلْقَهَّارُ۔ اَلْقَاهِرُ اَلْمُقْتَدِرُ۔ اَلْمُجِیْدُ۔ اَلْوَلِیُّ۔ اَلْجَبَّارُ۔ اَلْمُتَکَبِّرُ۔ اَلْقَابِضُ۔ اَلْخَافِضُ۔ اَلْمُذِلُّ۔ اَلرَّقِیْبُ۔ اَلْوَاسِعُ اَلشَّهِیْدُ۔ اَلْقَوِیُّ۔ اَلْمُمِیْتُ۔ اَلْمُعِیْدُ۔ اَلْمُنْتَقِمُ۔ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ اَلْمَانِعُ۔ اَلضَّارُّ۔ اَلْوَارِثُ اَلصَّبُوْرُ۔ ذُو الْبَطْشِ۔ اَلْبَصِیْرُ۔ اَلدَّیَّانُ۔ اَلْمُعَذِّبُ۔ اَلْمُفْضِلُ۔ اَلْمَجِیْدُ اَلَّذِیْ لَمْ یَکُنْ لَهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ذُو الْقَوْلِ الشَّدِیْدِ۔ اَلْقَهَّارُ اَلْغَفُوْرُ۔ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔

(۴) اسماء و صفاتِ ذاتیہ۔ اَللّٰهُ۔ اَلْاَحَدُ۔ اَلْوَاحِدُ۔ اَلْفَرْدُ۔ اَلْوِتْرُ۔ اَلصَّمَدُ۔ اَلْقَادِرُ۔ اَلنُّوْرُ۔ اَلْحَقُّ۔

بیان۔ کہ ہر اسم و صفت کا ایک اثر ہے۔ اور وہ اثر اس اسم و صفت کے جمال کا مظہر ہے یا جلال کا۔ یا اس کے کمال کا۔ مثلاً معلومات عام طور پر اسم علیم کا مظہر ہیں۔ اور وہ علم حق کے مظاہر ہیں۔ ایسا ہی رحمت کی کئی چیزیں رحمت کا اور سلامتی حق کی چیزیں اسم سلام کا مظہر ہیں۔ اور وہاں کوئی شے نہیں۔ جسے عدم محض سے سلامت نہ رکھا گیا ہو۔ اور کوئی چیز نہیں جو رحمت سے خالی ہو۔ رحمت ایجاد ہو یا اس کے بعد کوئی اور رحمت خاصہ۔ اور وہاں کوئی موجود نہیں۔ جو اللہ کو معلوم نہ ہو۔ یہاں تک کہ وجودات ممکنہ میں سے ہر شے الاطلاق ذہنی۔ خارجی کا

Marfat.com

مظہر ہیں۔اس لئے کہ وہاں اسماء واوصاف جمالیہ سے کوئی اسم وصف نہیں جس کا اثر عام وخاص پر نہ ہو۔پس تمام موجودات جمالِ حق کی مظہر ہے۔ایسا ہی ہر صفت جلالیہ بھی اثر رکھتی ہے۔مثلاً قادر۔رقیب واسع کہ ان کا اثر عالم میں مشہود ہے۔بعض صفاتِ جلالیہ ایسی ہیں۔کہ جمیع موجودات ان سے اثر پذیر ہے۔جلالِ حق کی صورت ہے۔اس کا مظہر ہے۔اور بعض صرف بعض موجودات سے مختص ہیں۔مثلاً منتقم۔معذب۔ضار۔مانع اور ان جیسے اور اسماء بخلاف اس کے اسماء جمال کہ ان میں سے ہر ایک جمیع موجودات کو شامل ہے۔اس میں سرِ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ کو کہ میری رحمت یعنی جمال میرے غضب یعنی جلال پر سبقت لے گیا ہے۔سمجھ۔

اور اسماء کمالیہ مشترکہ۔سو بعض ان میں سے مرتبہ کے لئے ہیں۔مثلاً یہ اسماء رَحْمٰنُ۔مَلِكُ۔رَبّ۔مَالِكَ الْمُلْكُ۔سُلْطَانُ۔وَلِیّ ان سب کا ظہور عام ہے۔وجود بہ تمامہ ان میں سے ہر ایک کا مظہر وصورت ہے۔یعنی ہر جہت اور ہر اعتبار سے بخلاف اسماء جمال وجلال کے کہ وجود ان میں سے ہر اسم کا مظہر ہے۔لیکن کسی ایک جہت سے یا چند وجوہات سے جو کسی ایک یا چند اعتبارات میں منحصر ہیں۔اس کو سمجھ۔اور بعض اسماء مشترکہ کا یہ تقاضا ہے۔کہ تمام وجود ان کا مظہر ہو۔لیکن ہر جہت سے نہیں۔مثلاً اسم بَصِیْرُ۔سَمِیْعُ۔خَالِقُ۔حَكِیْمُ اور اس جیسے اور اسماء۔اور بعض اسماء مشترکہ اپنی صورت پر ظہور موجودات کا تقاضا نہیں کرتے۔مثلاً غَنِیٌّ۔عَدْلُ۔قَیُّوْمُ اور انکی مانند اور۔اس لئے کہ یہ اسماء ذاتیہ سے ملحق ہیں۔لیکن چونکہ ان میں جمال وجلال کی بو پائی جاتی ہے۔لہذا قسم مشترک میں ہم نے ان کو داخل فرمایا ہے۔

اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔کہ کامل بندہ ان تمام اسماء کا مظہر ہے مشترکہ ہوں یا غیر مشترکہ۔ذاتیہ ہوں یا جلالیہ یا جمالیہ جنت جمال مطلق کا اور دوزخ جلال مطلق کا مظہر ہے۔اور دنیا وآخرت کے دونوں گھر اور انسان کامل کو چھوڑ کر جو کچھ ان میں ہے۔اسماء مرتبہ کے مظہر ہیں۔بخلاف اسماء ذاتیہ کے کہ ان کا اور ان کے سوا دوسرے اسماء کا مظہر صرف ایک انسان ہی ہے۔اس کے سوا دوسری موجودات قطعاً ان سے لگاؤ نہیں رکھتی۔اس کی طرف خدا تعالےٰ کے اس قول میں اشارہ ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیۃ ترجمہ۔ہم نے اپنی امانت آسمان۔زمین۔پہاڑوں کے آگے پیش کی۔اس کے اٹھانے سے وہ انکار کر بیٹھے۔اور ڈر گئے۔پھر انسان نے اس کو اٹھالیا۔اور وہ ظلوم وجہول ہے۔سوائے ذات حق اور اس کے اسماء وصفات کے وہاں کوئی امانت نہ تھی۔انسان کامل کے سوا وہاں کوئی شے نہ تھی۔جس کو بہ تمامہ وہ امانت صحیح مسلم ہوتی۔انہی معنوں کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔کہ مجھ پر ایک ہی دفعہ قرآن نازل کیا گیا ہے۔مراد قرآن سے امانت ہے۔جو نہ کورہوئی پس آسمان اور اس کے اوپر اور نیچے کی چیزیں اور زمین اور اس کے اوپر اور نیچے کی چیزیں جمیع اسماء وصفات حق سے متحقق ہونے سے عاجز ہیں۔پھر وہ اپنی عدم قابلیت سے انکار کر بیٹھے۔اور اپنے قصور وضعف کی وجہ سے ڈر گئے اور انسان کامل نے اسے اٹھالیا۔بیشک وہ اپنے نفس کے حق میں ظلوم ہے۔اس لئے کہ وہ اپنے نفس کو اس کا حق عطا نہیں کر سکتا۔وہ امانت اس بات سے منوط تھی۔کہ وہ اللہ تعالےٰ کی ثنا کرے۔جیسا کہ اس کی ثناء کا حق ہے

Marfat.com

اور خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔ انہوں نے خدا تعالےٰ کی قدر نہیں کی۔ جیسا کہ اس کی قدر کا حق ہے۔ پس اس حیثیت سے انسان ظلوم ٹھہرا۔ اور اپنے نفس پر اس نے ظلم کیا۔ کہ اس کی قدر نہ کی۔ جیسا کہ اس کی قدر کا حق ہے۔ اور یہ نہ جانا۔ کہ یہ نفس عین اس امانت کا ہے۔ جو مذکور ہوئی۔ پھر حق نے لفظ جہول سے اس کا وصف کر کے اس کا عذر قبول کر لیا۔ کہ بیشک اس کی قدر عظیم ہے۔ اور وہ اس سے جاہل ہے۔ ہاں معذور ہے۔ اس لئے کہ حق قدر کی بجا آوری پر قدرت نہیں رکھتا۔ کہ وہ اپنے نفس کی شناخت سے خدا کی ثنا کرے۔ جیسا کہ اس کی ثنا کا حق ہے۔ اور اس مذکورہ آیت کی ایک اور توجیہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ ظلوم کو اسم مفعول کے معنوں میں لیا جاوے۔ یعنی مظلوم کے معنوں میں۔ اور انسان کامل ان معنوں کے لحاظ سے مظلوم ہے۔ کہ اس کی جلالت قدر و عظمت منصب کی وجہ سے کوئی اس بات پر قدرت نہیں رکھتا۔ کہ اس کے حقوق کا ایفاء کرے۔ وہ ان باتوں میں مظلوم ہے۔ جن میں مخلوق اس سے معاملہ کرتی ہے۔ اور جہول کو بھی مفعول کے معنوں میں لو یعنی مجہول کے معنوں میں کہ باوجود غور کے اس کی حقیقت سمجھی نہیں جا سکتی۔ اور یہ انسان کامل کی بابت جمیع مخلوقات کی طرف سے حق کی عذر خواہی ہے۔ تاکہ وہ ظلم کے وبال سے چھوٹ جائیں۔ پھر وہ اس دن ان کا عذر قبول کرلے۔ جبکہ انسان کی اس قدر و حقیقت سے پردہ اٹھایا جائیگا۔ جس سے مراد انسان میں ظہور ذات و اسماء و صفات الٰہیہ ہیں۔ مراتب انسان کامل، انشاء اللہ تعالیٰ اپنے محل پر مذکور ہوں گے +

پچیسواں باب

کمال کے بیان میں

جان۔ کہ کمال الٰہی ماہیتِ ذاتِ انہی سے مراد ہے۔ اور اس کی ماہیت ادراک کو قبول نہیں کرتی۔ اور نہ غایت کو اس لئے کہ اس کے کمال کی کوئی حد و غائت نہیں ہے۔ اور وہ سبحانہ و تعالےٰ اپنی ماہیت کا ادراک کرتا ہے۔ اور اس بات کا بھی کہ وہ ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ خدا اور غیر خدا کے حق میں اس کی کوئی غائت نہیں ہے میری مراد یہ ہے۔ کہ وہ اس کا ادراک کرتا ہے۔ بعد اس کے کہ وہ جانتا ہے۔ کہ اسے وہ نہ خود سمجھ سکتا ہے اور نہ اس کا ہمارا یہ کہنا کہ وہ اپنی ماہیت کا ادراک کرتا ہے۔ سو اپنے کمال احاطت و عدم جہل سے وہ اس وصف کا بھی مستحق ہے۔ اور ہمارا یہ کہنا کہ وہ جانتا ہے۔ کہ نہ وہ خود اپنی ماہیت کا ادراک کر سکتا ہے۔ اور نہ اس کا غیر۔ تو وہ اپنی کبریائی و عدم نہایت کی وجہ سے اس لغت کا بھی مستحق ہے۔ اس لئے کہ وہ اسی پر اپنے ادراک سے احاطہ کر سکتا ہے

Marfat.com

جوئی حدِّ ذاتہ محدود و متناہی ہے۔ حالانکہ اس کی کوئی نہایت نہیں ساور جس کی نہائت نہ ہو۔ اس کا ادراک محال ہے۔ پس اس کی ماہیّت کا ادراک حکمی ہے۔ اس لئے کہ وہ بہ لفظ شمولِ علم و عدمِ جہل کا استحقاق رکھتا ہے۔ نہ یہ کہ کسی وجہ و اعتبار سے اس کی ماہیت نے ادراک قبول کر لیا ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھ۔ یہ نہایت غامض اور باریک مسئلہ ہے۔ اور اس سے بچ۔ کہ تیرا پاؤں یہاں لغزش کھا جائے۔ کیونکہ یہ مقامِ حیرت ہے ؎

أأحطت خبرا بجملة ومفصلا ۔۔۔ بجميع ذاتك يا جميع صفاته

امرجل وجهك ان يحاط بكنهه ۔۔۔ فاحطته ان لا يحاط بذاته

خاشاك من غاى وحاشا ان يكن ۔۔۔ بلك جاهلا ويلاه من حيرته

ترجمہ ذات کے باب میں مذکور ہوا۔

جان۔ کہ حق کا کمال مخلوق کے کمال کے مشابہ نہیں ہے۔ اسلئے کہ کمالِ خلق اُن معنوں کے رو سے ہے جو اُنکی ذوات میں موجود ہیں۔ لیکن اُنکی ذات سے غیر ہیں۔ اور حق تعالےٰ کا کمال بذاتہٖ خود ہے۔ نہ یہ کہ کمال کے معنی اس پر ایک زائد شے ہیں۔ خدا کی ذات اس سے بلند و برتر ہے۔ اس کا کمال عین اس کی ذات ہے۔ اسی لئے غناءِ مطلق و کمال تام اسی کو ثابت ہے۔ خدا کی شان یہ ہے۔ کہ اگر معانیٔ کمالیہ اس سے تعلق پائیں۔ تو وہ اسکے غیر نہیں ہوتے۔ پس پورے کمال کی معقولیّت و معنویّت ایک امرِ ذاتی ہے۔ نہ ذات پر کوئی زائد شے۔ نہ اس سے مغائر نہ وہ نفسِ معقول ہے۔ اور نہ سوا اس حکم کے یعنی نہ نفس معقول ہونے سے اُسے انکار ہے۔ بخلاف اس کے موجودات کی ہر شے کا یہ حال ہے۔ کہ جب کسی وصف سے تو اس کا وصف کرے۔ تو وہ چاہتی ہے۔ کہ وہ وصف اس کا غیر ہو۔ اس لئے کہ مخلوق قابلِ انقسام و تعدد ہے۔ اور نیز چاہتی ہے۔ کہ وہ وصف اس کا عین نہ ہو۔ اس لئے کہ اس کا حکم ہے جس پر اس کی ذات مترتب ہے ساور جس کے وجود نے انہی اوصاف سے ترکیب پائی ہے۔ ہمارا یہ کہنا کہ انسان حیوان ناطق ہے۔ اس کے ایک معنی تو یہ ہو سکتے ہیں۔ کہ حیوانیت فی نفسہا ایک شے ہے ساور اس کی معقولیت مغائرِ انسان ہے۔ اور نطق بالذات ہر انسان حیوانیت کی مغائر ہے۔ اور غیر معنی بھی ہیں۔ کہ حیوانیت و نطقیت عین انسان ہیں۔ اس لئے کہ وہ ان دونوں سے مرکب ہے۔ اور بجز ان دونوں کے اس کا کوئی وجود نہیں۔ پھر وہ ان دونوں کا مغائر نہیں ہوگا۔ پس باعتبار انقسام کے مخلوق کا وصف اس کی ذات سے غیر ہو گا ساور ترکیب کی جہت سے اس کی ذات کا عین۔ اور حق کی ماہیت میں یہ بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ انقسام و ترکیب اگر کے حق میں محال ہے۔ اس کی صفات کی بابت نہیں کہا جاتا کہ وہ اس کا عین نہیں ہیں ساور نہ وہ غیرِ ذات ہیں۔ مگر بہ حیثیت تعدد اوصاف اور باہم ان کے متضاد ہونے کے وہ مغائر ذات سمجھے جاتے ہیں۔ اور وہ یعنی صفات اس کی ماہیّت اور اس کی ہویّت کی جہت سے جس پر کہ وہ بالذات ہے۔ عین ذات ہیں پس حکمِ مخلوق سے اس کا حکم جدا ہو گیا۔ کہ مخلوق کی صفت نہ عین ذات ہے۔ نہ غیرِ ذات۔ اور حق کا یہ حکم نہیں ہے۔ بلکہ اس کی صفات عین ذات ہیں۔ اور ان کا غیرِ ذات ہونا علےٰ سبیل المجاز ہے۔ نہ علےٰ سبیل

Marfat.com

الحقیقت۔ اور اس مسئلہ میں اکثر متکلمین ٹھوکر کھا گئے ہیں۔ اور امام محی الدین ابن عربیؒ نے اپنی تحقیق میں ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ لیکن اس عبادت اور اس جہت سے نہیں۔ جیسے ہم نے بیان کیا ہے۔ بلکہ ایک اور عبادت اور ایک اور معنوں سے۔ کہ اکثر متکلمین جو اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ صفاتِ حق نہ عین ذات ہیں۔ نہ غیر ذات وہ خطا پر ہیں۔ اور امام مذکور نے اس کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کہ یہ بات خدا کی ذات کے حق میں ٹھیک نہیں ہے۔ اور ہم کو کشفِ الٰہی سے معلوم ہوا ہے۔ کہ صفاتِ حق عین ذات ہیں۔ لیکن نہ باعتبار تعدد کے اور نہ باعتبار غیریت و کے بلکہ اس امر کو میں نے ایک ضرب المثل میں مشاہدہ کیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی صفت بلند ہے۔ وہ ضرب المثل یہ ہے۔ کہ ایک نقطہ ہے۔ کہ وہ ہر کمال جمال و جلال کے کمالات تامہ جامعہ کی معقولیت کا نفس ہے۔ اُس وجہ اور دستور پر جو مرتبہ الٰہیہ کے لائق ہے۔ اور میں اس سے وہ کمالات مراد لیتا ہوں۔ جو نقطہ کے وجود میں نیست۔ نابود و مستہلک ہیں۔ اور نقطہ وجودِ کمالات میں مستہلک ہے۔ اور وہ جسے نقطہ اور کمالات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی احدیت میں ان کا غیر متناہی ہونا سمجھا جاتا ہے اور اُن میں اوّلیتِ ابتدا محال ہے۔ اور وہاں نہایت غامض۔ باریک۔ عزیز و جلیل باتیں ہیں۔ جن کا بیان نہیں ہو سکتا ؎

وَکَانَ مَا کَانَ مِمَّا لَسْتَ اذْکُرُہٗ ۔ فَظُنَّ خَیْرًا وَلَا تَسْأَلْ عَنِ الْخَبَرِ

ترجمہ۔ ہے جو ہے۔ اس چیز سے جس کا میں ذکر نہیں کر سکتا۔ پس تو نیک گمان رکھ اور خبر کی بابت نہ پوچھ۔

جان۔ کہ یہ مثال اُس ذات عالیہ کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے کہ مثال فی نفسہ مخلوق ہے۔ اور وہ اس امر کی غیر ہے۔ جس کے لئے وہ بطور ضرب المثل پیش کی گئی ہے۔ کیونکہ حق قدیم ہے اور مخلوق حادث۔ عبادت فہوانیہ معانیٔ ذوقیہ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ہاں جو پہلے ذوق سے بہرہ ور ہو چکا ہے۔ اس کو یہ عبادت سواری کا کام دیگی۔ اس لئے کہ تو حقیقت الامر کے اٹھانے کی جس طرح کہ وہ ہے۔ طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن کچھ حصہ تو اس سے اخذ کر لیگا۔ اور جو شخص حزن میں مثل یعقوب علیہ السلام کے ہے۔ اس کی کوری چشم کے زائل کرنے میں یہ عبادت قمیصِ یوسف علیہ السلام کا کام دیگی۔ جس کو بشیر نے اس کی طرف پھینکا۔ اور جسے پیشتر ذوقِ تحقیق حاصل نہیں ہوا۔ اس سے توقع نہیں۔ کہ وہ مطلوب تک پہنچ سکے۔ مگر اس صورت میں کہ وہ صاحب ایمان و تصدیق ہو۔ اور جو اس کے پاس ہے۔ اسے ترک کر دے۔ اور تحقیق سے جو حق اس کی طرف جاتا ہے۔ اُسے اخذ کرے۔ اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مَنْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ وہو شہید کے معنی یہ ہیں۔ کہ ایمان سے اس بات کی شہادت دیتا ہے۔ جو اسے کہی جاتی ہے۔ گویا کہ وہ ایمانی طور پر اپنی قوت ایمانی سے اُسے دیکھ رہا ہے۔ پھر اوّلاً وہ شخص مکاشف ہے جو قلب رکھتا ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ **ترجمہ** فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ اس میں اس شخص کے لئے سمجھوتی ہے جو قلب رکھتا ہے۔ اور جس نے حضورِ قلب سے اپنے کان لگا دیئے

Marfat.com

۲۶

چھبیسواں باب

ہوّیت کے بیان میں

حق کی ہوّیت وہ غیب ہے۔ جس کا ظہور ممکن نہیں۔ لیکن باعتبار جملہ اسماء و صفات کے اسکے ظہور کی ایک صورت ہو سکتی ہے۔ گویا کہ وہ واحدیّت کے باطن کی طرف اشارہ ہے۔ اور میرا یہ قول گویا کہ کسی اسم وصف۔ لغت۔ مرتبہ یا بلا اعتبار اسماء و صفات مطلق ذات سے اختصاص نہ پانے کی وجہ سے ہے۔ بلکہ ہوّیت۔ علی سبیل الجملہ والانفراد ان تمام کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کی شان بطون اور غیبوبیّت پر آگاہ کرنا ہے۔ اور وہ لفظ ہو سے ماخوذ ہے۔ جو غائب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مقرر ہو چکا ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کے حق میں باعتبار اسماء و صفات کے جن میں اس کی غیبوبیت بھی سمجھی جاتی ہے۔ اس کی کنہ ذات کی طرف اشارہ ہے اسی قبیل سے میرا یہ قول ہے ؎

اِنَّ الھویّت غیب ذات الواحد ۔۔۔ ومن المحال ظھورھا فی الشاھد

فکانّھا لغت وقد وقعت علی ۔۔۔ شأن البطون وما لذا من جاحد

ترجمہ۔ ہوّیت ذات واحد کا غیب ہے۔ اور حاضر و شاہد میں اس کا ظہور محال ہے۔ گویا کہ وہ لغت ہے۔ حالانکہ اس کی شان بطون ہے۔ اور اس بات کا کوئی انکار کرنے والا نہیں ہے۔

جان کہ یہ اسم اسم اللہ سے اخصّ ہے۔ اور اسم اللہ کا سرّ ہے۔ جب تک اللہ میں یہ اسم یعنی ہائے ہوّیت جو اسم اللہ کے آخر میں ہے۔ موجود رہتی ہے۔ اس کے کچھ معنی ہوتے ہیں۔ جو حق کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ جب وہ اس سے جدا کی جاتی ہے۔ تو اس کے باقی حروف مفید مطلب نہیں رہتے۔ مثلاً جب الف اُڑا دیا جائے۔ تو باقی لِلّٰہ رہتا ہے۔ اور وہ بھی فائدہ بخش ہے۔ اور جب لام اول بھی اڑا دیا جائے۔ تو لَہٗ رہ جاتا ہے اور اس میں بھی فائدہ ہے۔ اور جب دوسرا لام بھی اڑا دیا جائے۔ تو باقی ہٗ رہ جاتی ہے۔ اور ہُوَ بھی اصل میں ہاء بلا واو ہے۔ واؤ من قبیل اشباع اس کے ساتھ لگائی گئی ہے۔ اور استمرار عادی نے ان کو ایک شے بنا دیا ہے جس اسم ھُوَ سب اسماء سے افضل ہے۔ میں نے ۷۹۹ھ میں بعض اللہ والوں کے ساتھ خدا ان کے شرف کو [illegible] اس اسم اعظم کے متعلق گفتگو ہوئی۔ جس کی نسبت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے [illegible] کہ وہ سورۂ بقر کے آخر اور سورۂ آل عمران کے اوّل ہے۔ اس اہل اللہ نے کہا کہ وہ کلمہ ھُوَ ہے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہر کلام سے مستفاد ہوتا ہے۔ اسلئے کہ ہاء ان کے قول یعنی لفظ سورۂ بقر کا اخیر ہے

Marfat.com

اور واؤ ان کے قول واوّل سورۃ آل عمران کا اوّل ہے۔ اور یہ کلام اگرچہ مقبول ہے۔ لیکن میں اسم اعظم سے بو پاتا ہوں۔ اور میں نے اس عارف کا قول اس واسطے نقل کیا ہے۔ کہ اس اسم کے شرف پر تنبیہ ہو۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اشارۃ جو جہت مذکورہ سے اس پر واقع ہوتی ہے۔ اس اسم کے جلیل القدر اور اعظم الاسماء ہونے پر دلالت کرتی ہے جان۔ کہ اسم ھُوَ حاضر فے الذہن سے عبادت ہے۔ جس کی طرف غائب خیال میں شاید جس سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور یہ غائب اگر خیال سے غائب ہوتا۔ تو لفظ ھُوَ سے اس کی طرف اشارہ صحیح نہ ہوتا۔ پس لفظ ھُوَ سے اشارہ بجز حاضر کے کسی اور طرف صحیح نہیں ہوتا۔ کیا تو ضمیر کی طرف نہیں دیکھتا کہ نہیں راجع ہوتی۔ مگر مذکور کی طرف۔ یا لفظ سے یا قرینہ سے اور یا حال سے مثل ضمیر الشان والقصہ اور اس بیان کا فائدہ یہ ہے۔ کہ ھُوَ کا وقوع وجود محض ہوتا ہے جس میں عدم بالکل نہیں۔ اور جو نہ غیبوبیت و فناء سے عدم سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ غائب جہت سے معدوم ہے یعنی جہت میں وہ مشہود نہیں ہوتا۔ اور یہ بات اس غیب میں صحیح نہیں ہوتی جس کی طرف لفظ ھُوَ سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ پس اس کلام سے ثابت ہو گیا۔ کہ ہویت وجود محض صریح ہے۔ جس میں ہر کمال وجودی و شہودی پورے طور پر موجود ہے۔ لیکن حکم جس پر غیبت واقع ہوئی۔ وہ اس وجہ سے ہے۔ کہ اس کا پورے طور پر لینا ممکن نہیں۔ پس اس کا استیفاء ممکن ہے۔ اور نہ اس کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔ یعنی اسم ھُوَ پر جو غائب کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ ھُوَ غَائِبٌ۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وجود محض کا استیفاء ممکن نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اور کہا گیا ہے کہ ہویت عدم ادراک کی وجہ سے غیب میں داخل ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کا غیب اس کی شہادت کا غیر نہیں۔ اور اس کی شہادت اس کے غیب کا غیر نہیں۔ بخلاف انسان کے اور ہر مخلوق کا بھی ایسا ہی حال ہے کہ اس کے لئے شہادت اور غیب ہے۔ لیکن اس کی شہادت ایک وجہ اور اعتبار سے ہے۔ اور اس کا غیب ایک وجہ اور اعتبار سے ہے۔ اور حق کی یہ شان نہیں۔ اس کا غیب عین شہادت اور شہادت عین غیب ہے۔ پس اس کے نفس سے کوئی شے غیب نہیں۔ اور نہ کوئی شہادت ہے۔ بلکہ فی نفسہ اس کے لئے غیب و شہادت ہے جو اس کو لائق ہے۔ جیسا کہ وہ اس کو اپنے نفس کے لئے جانتا ہے۔ اور جس کو ہم صحیح طور پر سمجھ نہیں سکتے۔ اس لئے کہ اس کے غیب و شہادت کو جس طور پر کہ وہ ہے۔ سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا۔

ستائیسواں باب

انیت میں

حق کی انیت ساتھ اس چیز کے اس کی تحدی یعنی چیلنج ہے جو اس کو [illegible]

Marfat.com

اشارہ ہے۔ اس اعتبار سے کہ اس کا ظہور اس کے بطون کو شامل ہے۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے اِنَّہٗ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی بے شک ہوّیت جس کی طرف لفظ ھَاءِ ھُوَ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ عین انیّت ہے جس کی طرف لفظ انا سے اشارہ کیا گیا ہے۔ پس ہوّیت انیّت میں سمجھی جاتی ہے رکہ اس نے لفظ انا سے اپنی ہوّیت کا چیلنج دیا ہے۔ مترجم) یہی معنی ہیں۔ ہمارے اس قول کے کہ ظاہر حق اس کے باطن کا عین ہے۔ اور اس کا باطن عین اسکے ظاہر کا ہے۔ نہ یہ کہ وہ ایک جہت سے باطن ہے۔ اور ایک دوسری جہت سے ظاہر۔ کیا تو حق سبحانہ و تعالےٰ کے قول کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ اس نے لفظ انّ سے جملہ کو کیسا مؤکد فرمایا۔ اس لئے کہ ہر وہ کلام جس میں ذہن سامع متردد ہو تاکید اس میں بھلی معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہر وہ کلام جس کا سامع انکار کرتا ہو۔ تاکید اس میں واجب ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے اگر سامع خالی الذہن ہو۔ تو اس میں تاکید کی کوئی حاجت نہیں ہوتی۔ چونکہ ظہور و بطون کے ایک کرنے کے اعتبار میں عقل کو تردد پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ اس بات کو پورا کرنا چاہتی ہے۔ کہ یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ کہ اس کا باطن اس کا ظاہر ہے۔ اور اس کا ظاہر اس کا باطن۔ اور عینیّت کی صورت میں ظاہر و باطن کی تقسیم کا فائدہ کیا ہے۔ پس نفس کے لئے اس مسئلہ میں یا تو تردد ہے یا انکار۔ اسی لئے بلفظ اِنّ خدا نے تاکید فرمائی۔ اور موسےٰ علیہ السلام کو کہا۔ کہ وہ یعنی احدیتِ باطنہ جس کی طرف ہوّیت سے اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ عین انیّتِ ظاہرہ ہے۔ جس کی طرف لفظ انا سے اشارہ کیا گیا ہے پس کسی وجہ سے ان دونوں میں تغائر یا انفصال یا انفکاک گمان نہ کر۔ پھر اسم عَلَم یعنی اللہ کو جو اس کا ذاتی نام ہے بطور بدل کے لا کر اس بات کی تفسیر فرمائی۔ کہ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا جمع و شمول سے الوہیّت تقاضا کرتی ہے۔ یعنی ہوّیت و انیّت ظہور و بطون اس حقیقت سے عبادت ہے۔ جو معبّر باسمِ اَللّٰہ ہے۔ اس لئے کہ الوہیت بذاتِ خود شمولِ نقیضین و جمعِ ضدّین کا تقاضا کرتی ہے۔ اور یہ تقاضا اس کا بحکمِ احدیّت اور باوجود حصولِ مغائرت کے عدمِ تغائر سے ہوتا ہے۔ اور یہ مسئلہ حیرت ہے۔ پھر اپنے اس قول سے جملہ کی تفسیر فرمائی۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا یعنی الٰہیّہ معبودہ میرے سوا کوئی نہیں۔ میں ہی ان بتوں۔ افلاک۔ طبائع اور ہر اُس چیز میں جس کی اہل مَلَل و نحل پرستش کرتے ہیں۔ ظاہر ہوں۔ پھر یہ تمام معبود جن کی پرستش کی جاتی ہے میں ہی ہوں۔ اسی لئے لفظ اٰلِھَہ جو اِلٰہ کی جمع ہے۔ ان معبودوں کے لئے ثابت کیا۔ اور اس لفظ سے ان کا نام رکھنا اس حقیقت کی جہت سے ہے۔ جس پر کہ وہ ہیں۔ یعنی یہ تسمیہ حقیقی ہے۔ نہ مجازی۔ ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ اہل ظاہر گمان کرتے ہیں۔ کہ خدا نے اس لئے یہ نام رکھا۔ کہ ان کے پجاری خود اس نام سے ان کو پکارتے تھے۔ ایسا سمجھنے والوں کی غلطی ہے۔ اور حق پر ان کا یہ افترا ہے۔ اس لئے کہ ذاتِ الٰہی کی جہت سے یہ تمام معبود بلکہ تمام موجودات حقیقتہً یہ نام رکھتی ہے۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ عین اشیاء کا ہے۔ اگر یہ تسمیہ مجازی طور پر ہوتا۔ تو یوں کہا جاتا۔ کہ یہ پتھر ستارے۔ طبائع۔ اور وہ چیزیں جن کو وہ پوجتے ہیں۔ معبود نہیں ہیں۔ میں ہی معبود ہوں۔ میری عبادت کرو۔ لیکن حق نے یہ ارادہ کیا۔ کہ ان پر یہ ظاہر کرے۔ کہ یہ معبود جن کو تم پوج رہے ہو۔ مظاہرِ حق ہیں۔ اور الوہیت کا حکم ان میں حقیقی طور پر ہے۔ اور یہ کہ درحقیقت ان سب کی عبادت اسی کی عبادت ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا یعنی یہاں

Marfat.com

جس چیز پر لفظ اِلٰہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ وہ میں ہی ہوں۔ اور میرے غیر کی پرستش کرنے والا دنیا میں کوئی آدمی نہیں ہے۔ اور وہ میرے غیر کی پرستش کس طرح کر سکتے ہیں۔ حالانکہ میں نے اپنی عبادت کے لئے انہیں پیدا کیا ہے۔ اور وہی ہو رہا ہے جس کے لئے میں نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اسی کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کل میسر لما خلق لہ کہ جس چیز کے لئے کوئی پیدا کیا گیا ہے۔ وہ اس کے لئے آسان کی گئی ہے یعنی عبادتِ حق جس کے لئے لوگوں کو پیدا کیا گیا ہے۔ لوگ طبعًا اس کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ اور حسبِ خلقت آسانی سے اسے بجا لا رہے ہیں۔ فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ میں نے جنوں اور انسانوں کو محض عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ہر شے اس کی حمد و تسبیح کرتی ہے۔ یہ آیات دلیل ہیں۔ کہ جو کچھ کوئی کر رہا ہے۔ وہ سب عبادت ہے۔ اس مذکورہ قول سے موسٰے علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے۔ کہ ان معبودوں کے پجاری ان چند مظاہر سے خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے یہ چاہتے ہیں۔ کہ جمیع مظاہر سے تو ہماری پرستش کرے۔ ہر وہ چیز جسے اسم اِلٰہ سے وہ پکارتے ہیں سو وہ میں ہی ہوں بعد اس کے کہ اس نے موسٰے علیہ السلام کو بتا دیا۔ کہ انا عین ھُوَ ہے۔ جو اس کے اس مرتبہ کی طرف ہے۔ جس کا نام اَللّٰہُ ہے اے موسٰیؑ اس انیت کی جہت سے میری پرستش کر۔ جو تمام اُن مظاہر کی جامع ہے۔ جو عینِ ہوّیت ہیں اور یہ اپنے نبی موسٰیؑ پر حق تعالےٰ کی عنایت ہے۔ تاکہ وہ ایک جہت کو چھوڑ کر دوسری جہت سے اسکی عبادت نکرے پھر اس جہت سے جس سے اس نے پرستش کی۔ حق اس سے فوت نہ ہو جائے۔ اور اس کی عبادت فضول نہ جائے۔ اگرچہ ایک جہت سے اس نے ہدایت پائی بھی ہو۔ جیسا کہ ارباب مذاہب متفرقہ خدا کی راہ کو بھول گئے۔ بخلاف اس کے اگر وہ اس انیّت کی جہت سے عبادت کرتے۔ جس پر اُن تمام مظاہر۔ تجلیات۔ شئون مقتضیاتُ کمالات سے تنبیہ کی گئی ہے۔ جو وصف کئے گئے ہیں۔ ہوّیت میں معقول انیّت میں مندرج اسم اللہ سے مُفسّر و مشروح ہیں۔ کہ وہاں سوائے میرے کوئی معبود نہیں ہے۔ تو پھر اس وقت جیسا کہ چاہئے تھا اس کی عبادت ہوتی سا نہی معنوں کی طرف خدا تعالےٰ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ عَنْ سَبِيْلِهٖ ترجمہ یہ ہے میری سیدھی راہ۔ اس پر چلو۔ مختلف راہیں اختیار نہ کرو۔ وہ اس کی راہ سے تمہیں جدا کر دینگی۔ متفرق راہوں پر چلنے والے لوگ اگرچہ اللہ کی راہ پر ہیں۔ پھر جب بندہ اللہ کی راہبر ہوتا ہے۔ تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کا راز اس پر روشن ہو جاتا ہے۔ یعنی اس قول کے یہ ہیں۔ کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ بیشک اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ پھر وہ اس کے بعد چاہتا ہے۔ کہ عبادت کرے۔ جیسا کہ عبادت کا حق ہے۔ اور وہ حقائق اسماء و صفات سے متحقق ہونا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ اس طور پر عبادت کریگا۔ جان لیگا۔ کہ وہ اشیاء ظاہرہ و باطنہ کا عین ہے۔ اور اس وقت وہ جان لیگا۔ کہ وہ اُس عین کی انیت ہے۔ جسے موسٰےؑ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر موسٰےؑ حق سے وہ چیز اس کے لئے مطلب کرینگے۔ جو حق تعالےٰ نے ان کو بتائی سا اس لئے کہ وہ ان کمالات سے جو اسماء و صفات کے مقتضی ہیں۔ موسٰےؑ کی اس دعا کا مستحق ہے

Marfat.com

تاکہ وہ ان کو پاکر اس وقت حق کی عبادت کرے۔ جیسا کہ اس کی عبادت کا حق ہے۔ اور اس کا استیفاء ممکن نہیں ہے۔ پھر حقِ عبادت کا ادا کرنا بھی۔ اس سے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ غیر متناہی ہے۔ اور اس کے اسماء و صفات کی کوئی نہائیت نہیں۔ اور اسی طرح اس کے حقِ عبادت کی بھی کوئی حد نہیں۔ اس مقام میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے مَا عرفناك حقّ مَعْرِفَتِكَ ہم نے تجھے نہیں پہچانا۔ جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق ہے وَلَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ الحدیث۔ اور نہ ہی ہم نے تیری بندگی کی ہے۔ جیسا کہ تیری بندگی کا حق ہے۔ تو ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ تو نے خود اپنی ثناء کی۔ اور صدیق اکبرؓ نے فرمایا العجز عن درك الادراك ادراك درک ادراک سے عجز کا اعتراف ہی ادراک ہے یعنی جس نے اس بات کا اعتراف کر لیا کہ میں اس کی یافت کی یافت سے عاجز ہوں۔ تو اس نے اسے پا لیا۔ میں نے اپنے مذکورہ ذیل قول میں انہی معنوں کو نظم کیا ہے ؎

یَا صورۃ حیّر الالباب مَعْنَاك	یا دھشۃ اذھل الاکوان منشاك
یَا غایۃ الغایۃ القصویٰ واٰخر ما	یلقی الرشید ضلالا بین مغناك
علیك انت کما اثنیت کرم	نزھت فی الحمد عن ثان واشراك
فلیس یدرك منك المرء بِغَیَّتِہٖ	حاشاك عن غایۃ فی المجد حاشاك
فبالقصور اعترافی فیك معرفتی	فالعجز عن درك الادراك ادراك

ترجمہ۔ اے صورت کہ عقلمند تیرے معنوں میں حیران رہ گئے۔ اور اے دہشت و حیرت کہ مخلوق تیری منشاء کو بھول گئی۔ اے انتہا درجہ کی غائیت اور آخر اُس چیز کے جس میں ہدائیت یافتہ گمراہی میں پڑتا ہے۔ جبکہ وہ تیری منزل کے درمیان ہوتا ہے۔ جیسی کہ اپنی مہربانی سے تو نے تعریف کی۔ وہی تعریف تیرے لئے واجب ہے۔ تو اپنی حمد میں دوئی اور شرک سے منزّہ ہے۔ آدمی اپنی گمراہی کی وجہ سے تیرا ادراک نہیں کر سکتا۔ تو پاک ہے۔ اس بات سے کہ تیری بزرگی کی کوئی حد بیان کی جائے۔ تیری بابت میرا اپنے قصور کا اعتراف ہی میری معرفت ہے۔ پس تیری یافتِ یافت سے عجز کا اعتراف ہی یافت ہے۔

کبھی قوم انیّت کا اطلاق معقولِ عبد پر کرتی ہے۔ مراد معقولِ عبد سے انا عبد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم۔ اس لئے کہ انیّتِ عبد مشاہدِ حاضرہ اور ہر مشہود امر پر آگاہ کرتی ہے پھر ہویّت اس کا غیب ہے۔ قوم نے ہویّت کا اطلاق غیب پر کیا ہے۔ اور وہ ذاتِ حق ہے۔ اور انیّت کا اطلاق شہادت پر کہ وہ معقول عبد ہے۔ اس نکتہ کو سمجھ۔

Marfat.com

اٹھائیسواں باب

ازل میں

مراد ازل سے بطور معقول کے سب چیزوں سے اس کا اوّل ہونا ہے۔ خدا تعالےٰ کے لئے یہ حکم اس طور سے ہے۔ جس طور سے کہ وہ اپنے کمال میں اس کا تقاضا کرتا ہے۔ نہ اس حیثیت سے کہ کئی متطاول زمانوں سے جن کی کوئی ابتداء نہیں۔ وہ مخلوق سے پہلے تھا۔ پھر اس کو ازل سے تعبیر کیا جائے۔ جیسا کہ ان لوگوں کو متبادر ہوتا ہے۔ جن کو خدا کی معرفت نہیں۔ اور ان کے ذہنوں میں یہ بات سمائی ہوئی ہے۔ کہ ازل لا ابتداء زمانہ کا نام ہے۔ اور یہ نہیں سمجھتے۔ کہ زمانہ مخلوق و حادث ہے۔ جس سے خدا تعالےٰ کی ذات نہایت بلند و برتر ہے۔ اس کی ازلیّت اب بھی موجود ہے۔ جیسا کہ ہمارے وجود سے پہلے موجود تھی۔ اسکی ازلیت میں کوئی تغیّر پیدا نہیں ہوا۔ ابدالآباد تک اس کی یہ ازلیت برقرار رہیگی۔

وجود حادث کے لئے بھی ازل ہے۔ اور وہ اس وقت سے مراد ہے۔ جس میں حادث کا وجود نہ تھا۔ ہر حادث کے لئے ازل ہے۔ جو دوسرے حادثات کی ازلیت کی مغائر ہے۔ پس معدن کی ازل نبات کی ازل سے ایک الگ شے ہے۔ اس لئے کہ وہ اس سے پہلے ہے۔ اور نبات کا وجود اسکے بعد۔ پس نبات کی ازلیت معدن کے وجود کی حالت میں تھی۔ نہ یہ کہ وہ معدن سے پہلے تھی۔ اور معدن کی ازلیت وجود جوہر کی حالت میں تھی۔ اور جوہر کی ازلیت وجود ہیولی کی حالت میں۔ اور ازلیت ہیولی عبارت ہے اجزاء دیمقراطیسی کے وجود کی حالت میں اور طبائع کی ازلیت وجود عناصر کے حال میں اور ازلیت عناصر قابلین من قلم اعلےٰ۔ عقل۔ فلک معتمی بالروح وغیرہ کے وجود کی حالت میں تھی۔ اور وہ تمام عالم ہے۔ اور ان کی ازلیت کلمۂ حضرت ہے۔ اور وہ اس کے قول لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُنْ کے معنے ہیں۔ لیکن ازل مطلق صرف خدا تعالےٰ کا ہی حق ہے۔ اس سے مخلوق کو کچھ بہرہ نہیں۔ حکماء نے یونان۔ اعتبار اور کلدانی وغیرہ کہ ایسا [illegible] موجود تھے۔ جان۔ کہ وہ بجز ازلیت ظلی کے کچھ نہیں۔ ازلیت حق ہی ان کا وجود کمال۔ پس ازل حق ازل الآزال ہے۔ اور اس کا حکم ہے۔ واسع کے کمال [illegible]

جان۔ کہ ازل نہ وجود [illegible] کہ وہ ایک حکمی امر ہے۔ کہ [illegible] محض سے پہلے ہے۔ پس وہ نسبت او [illegible]

Marfat.com

کشیدہ رہا۔ پس حق کی ازلیّت اس کی ابدیّت اور اس کی ابدیّت اس کی ازلیت ہے۔ جان کہ حق کی ازلیت جو اس کے نفس کو ثابت ہے۔ اس میں مخلوق کی گنجائش نہیں۔ نہ بطور حکم کے اور نہ بطور عین کے۔ اس لئے کہ اس سے مراد قبلیّتِ حق ہے۔ اور قبلیّت حق میں کسی وجہ سے بھی خلق کا حکم متصور نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ قبلیّتِ حق میں خلق کا وجود تعیین علمی کی جہت سے تھا۔ نہ تعیینِ وجودی کی جہت سے۔ اس لئے کہ اگر اس کے لئے وجود علمی کا حکم لگایا جائے۔ تو اس سے لازم آئیگا۔ کہ حق کے ساتھ خلق بھی موجود تھی حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام مقدس میں خبر دی ہے۔ کہ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا "کہ انسان پر ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے۔ کہ وہ کوئی ایسی چیز نہ تھا۔ جس کا ذکر کیا جاوے"۔ مراد دہر سے اللہ ہے۔ اور حِيْنٌ اس کی تجلیات میں سے ایک تجلی ہے۔ جس میں انسان کا کوئی وجود نہ تھا۔ نہ وجود عینی کی حیثیت سے اور نہ وجود علمی کی حیثیت سے۔ اسلئے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کا ذکر کیا جاوے۔ پس وہ معلوم نہ تھا۔ اور یہ تجلّی حق کی ازلیّت ہے۔ جو اس کا ذاتی وصف ہے۔ اور حدیث میں جو آیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ازل میں ارواح کو کہا۔ کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو وہ بولے۔ کہ کیوں نہیں۔ تو یہ ازل ازلِ مخلوقات سے ہے۔ دیکھو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ان کو پشتِ آدم سے مثل چیونٹی کے نکالا۔ اور یہ عالم علمی میں تعیّنِ معلومات کے حال سے مراد ہے۔ کہ ان کی لطافت غیر موضوعیت کی وجہ سے چیونٹی سے ان کو تشبیہ دی۔ اور ان کو اس کا یہ کہنا۔ کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ استعدادِ الٰہی ان میں رکھی گئی۔ اور جواب میں ان کے بَلٰی کہنے سے مراد ان کی وہ قابلیّت ہے۔ جس سے انہوں نے قبول کیا۔ کہ وہ اس کے مظہر ہوں گے۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے اپنے رب ہونے کی نسبت ان سے سوال نہیں کیا۔ مگر اس حال میں کہ وہ جانتا تھا کہ ان میں اعترافِ ربوبیت کی استعداد رکھی گئی ہے۔ اور وہ اس قابلیّت پر مفطور ہیں۔ کہ وہ اس کی ربوبیت کو ثابت کرینگے۔ اس کا انکار نہیں کرینگے۔ انہوں نے بھی اقرار کر لیا۔ کہ ہاں کیوں نہیں۔ ان کی بابت خدا نے اپنی کتاب میں اپنی شہادت دی۔ تا قیامت کے دن ان کو اس بات پر گواہ کرے۔ کہ وہ اس کی ربوبیت کے قائل اور اس کی توحید کرنے والے ہیں۔ اس لئے کہ ہم شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ یعنی لوگوں پر گواہ ہیں۔ پس اس دن ان کی بابت فرشتوں کی شہادت بہ سبب ان کے کفر و انکار کے جو آدم کے خلیفہ بنانے کے وقت ان سے وقوع میں آیا۔ قبول نہیں کی جائیگی۔ اس لئے کہ ان کو اس چیز کے باطن پر اطلاع الٰہی حاصل نہیں ہوئی جس کو وہ کفر گمان کرتے تھے۔ پس انکی شہادت بلا تحقیق ہے۔ اور ہماری شہادت تحقیق سے اس لئے کہ اس نے اس پر ہمیں مطلع کر دیا ہے۔ پس ہماری شہادت کامل ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کی حجت ہے۔ اپنی خلق کیلئے سعادت کے ساتھ۔ اور فرشتوں کی حجت باطل و ناچیز ہے۔ کہ انہوں نے ظاہر پر حکم لگایا اور سوائے ظاہر کے ان کے پاس کچھ نہیں۔ کیا تو قصۂ آدم میں ان کا حال نہیں دیکھتا۔ کہ بنی نوع انسان پر انہوں نے زمین میں فساد کرنے کا حکم لگایا۔ اور یہ جان کر کہ ہم اس کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ خود مصلح ہونے

Marfat.com

کے مدعی بنے۔ اُس امر کا باطن انہیں معلوم نہ ہوا۔ جس پر آدم علیہ السلام تھے یعنی حقائقِ رحمانیہ وصفاتِ ربانیہ پھر جب حق کی صفتیں آدم پر ظاہر ہوئیں۔ اور اس نے فرشتوں کو ان کے اسماء سے خبر دی۔ اس وجہ سے کہ صفت علمیہ الٰہیہ ان کو محیط تھی۔ تو وہ بول اٹھے۔ کہ پاک ہے تو۔ ہم کو علم نہیں۔ مگر وہی جو تو نے ہم کو سکھلایا۔ فرشتوں کا یہ علم تخصیصی و تقییدی تھا۔ بخلاف آدم علیہ السّلام کے کہ وہ علی الاطلاق علم الٰہی سے اشیاء کو جانتے تھے۔ کیونکہ علم الٰہی سے وہی مراد ہیں۔ اور حق کی صفتیں انہی کی صفتیں ہیں۔ اور حق کی ذات انہی کی ذات ہے۔ پس اس کو سمجھ اور اللہ ہی سے مدد لی جاتی ہے۔

۲۹
انتیسواں باب

اَبدیت

اللہ تعالےٰ کی ابدیت سے مراد یہ ہے۔ کہ معقولی طور پر اس کے بعد کوئی شے نہیں۔ اور یہ حکم اس کے لئے اس طور سے ہے۔ جس طور سے کہ اس کا وجود وجوبی ذاتی اس کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا ذاتی وجود قائم بالذات خود ہے اسی لئے بقاء و حقیقت اسی کو ثابت ہے۔ کہ عدم اس سے پہلے نہیں۔ پس قائم بالذات ہونے کی وجہ سے قبل از ممکن و بعد از ممکن اسی کے لئے بقاء کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنی بقاء میں کسی غیر کا محتاج نہیں ہے۔ بخلاف اس کے ممکن کہ اگرچہ وہ غیر متناہی ہے۔ لیکن اس وجہ سے کہ اس سے پہلے عدم تھا۔ وہ انقطاع کا حکم لگایا جائیگا۔ ورنہ لازم ہوگا۔ کہ وہ اپنی بقاء میں حق تعالےٰ کی برابری کرے۔ اور یہ محال ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالےٰ کے لئے بعدیت صحیح نہ ہوتی۔ جان کہ اللہ تعالےٰ کے حق میں قبلیت و بعدیت دو حکمی امر ہیں۔ زمانی اس لئے کہ اس پر زمانہ کا گذرنا محال ہے۔ اس بات کو سمجھ۔ جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

پس حق کی ابدیت اس کی ذاتی شان ہے۔ اس اعتبار سے کہ بعد انقطاع وجود ممکن اس کا

جان کہ ہر ممکن شے کے لئے بھی ابد ہے۔ دنیا کا ابد آخرت کی طرف اس کا چلا جانا ہے۔ اور آخرت کا ابد حق کی طرف اس کے امر کا بدل جانا ہے۔ یہ امر ضروری و لابدی ہے۔ کہ آباد مخلوق پر انقطاع کا حکم لگایا جائے۔ اہل جنت و آباد اہل نار اگرچہ ایک گونہ ان میں ہمیشگی ہوگی۔ اور ان کی بقاء کا حکم دراز ہوگا۔ لیکن پھر بھی ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونے سے ان پر انقطاع کا حکم لگایا جائیگا۔ مخلوق کا یہ کوئی حق نہیں کہ وہ اپنی بقاء میں حق کی برابری کرے۔ اگرچہ اس امر کو ہم نے معقول کے رنگ میں بیان کیا ہے۔ لیکن ہمارا یہ کشفی امر ہے۔

Marfat.com

چاہتا ہے۔ اِسے مان لے۔ اور جو نہیں چاہتا۔ انکار کر دے۔

جان۔ کہ احوالِ آخرت میں سے ہر حال خواہ وہ جنتیوں کا ہو۔ خواہ دوزخیوں کا بذاتِ خود ازلیّت و ابدیّت کا حکم رکھتا ہے۔ یہ ایک قابلِ قدر راز ہے۔ جسے اربابِ ذوق ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کبھی ان کو انقطاع نہیں۔ وہ ایک ہی حالت ہے۔ لیکن کبھی وہ اس حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ اور کبھی نہیں ہوتی۔ جب منتقل ہوتی ہے۔ تو اس کا پہلا حکم بھی باقی رہتا ہے۔ وہ منقطع نہیں ہوتا۔ اور نہ دوسرے منتقل الیہ حالات سے اس میں کوئی تغیر و خلل پیدا ہوتا ہے۔ یہ ایک شہودی امر ہے۔ بندہ کے لئے اس میں کوئی مجال نہیں۔ اس لئے کہ وہ اس کا محل ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ جنّت دوزخ کے ذکر میں پھر اس کا بیان آئیگا۔ پس اس مذکورہ ابد کی نسبت کے لحاظ سے حق کا ابد الآباد ہے۔ اور اس کا ازل ازل الازال

جان۔ کہ اس کا ابد اس کی ازل کا اور اس کا ازل اس کے ابد کا عین ہے۔ اور یہ اسکی دو اضافی طرفوں (قبلیّت و بعدیّت کے) ٹوٹنے سے مراد ہے۔ تاکہ وہ اپنی بقاء ذاتی میں منفرد ہو۔ اس لئے کہ اضافتِ اوّلیّہ کے سمجھنے کا نام ازل ہے۔ اور اس کا وجود اولیّت ازلی کے سمجھنے سے پہلے تھا۔ اور اضافتِ آخریّت کے اس سے منقطع ہونے کا نام ابد ہے۔ اور اس کی بقاء آخریت کو ابد سمجھنے کے بعد بھی ہے۔ اور یہ دونوں یعنی ازل و ابد اللہ تعالےٰ کے دو وصف ہیں جن کو وجوب وجود کے سمجھنے کے لئے اضافتِ زمانیّہ نے ظاہر کر دیا ہے۔ ورنہ نہ ازل ہے نہ ابد۔ تھا اللہ اور اسکے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ پس اس کیلئے کوئی وقت نہیں ہے۔ سوائے ازل کے کہ وہ ابد ہے۔ جو اس کا وجود واجبی ہے باعتبار زمانہ کے اس پر نہ گذرنے کے اور زمانہ کے حکم کے منقطع ہونے کے نہ بلحاظ زمانہ کی اُس درازی کے جس میں وہ اس کی برابری کرے۔ پس اس کی بقاء جس میں زمانہ نہ ہو۔ اور امتداد میں زمانہ اس کے ساتھ برابر نہ چلے وہی ابد ہے۔ اس بیان کو سمجھ۔

تیسواں باب

قدم میں

قِدَم وجوبِ ذاتی کے حکم سے عبارت ہے۔ اور وجوب ذاتی وہ ہے۔ جس کو اس کے اسم قدیم نے ظاہر کیا ہے اس لئے کہ بذاتِ خود جس کا وجود واجبی ہوتا ہے۔ عدم اس سے پہلے نہیں ہوتا۔ اور جو مسبوق بالعدم نہ ہو۔ لازم ہے کہ وہ قدیم کا حکم رکھے۔ ورنہ وہ قِدَم سے بالاتر ہے۔ اس لئے کہ قِدَم مسمّی بہ پر ایک نہایت لمبی مدّت گذرنے کا نام ہے

Marfat.com

جس سے خدا کی شان بلند ہے۔ پس اس کا قِدَم بجز اس کے نہیں۔ کہ وہ وجوب ذاتی کے لئے ایک لازمی حکم ہے۔ ورنہ خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی زمانہ نہیں ہے۔ اور نہ کوئی وقت جامع ہے۔ بلکہ مخلوق کے وجود پر اس کے وجود کے حکم کا تقدم اسی کا نام قِدَم کی حاجت ہے۔ اور مخلوقِ موجد کے محتاج ہونے کی وجہ سے کہ اسے ایجاد کرے۔ حدوث کے نام سے موسوم ہے۔ اگرچہ حدوث کے ایک اور معنی بھی ہیں۔ اور وہ اس کے وجود کا ظہور ہے بعد اس کے کہ وہ کوئی ایسی شے نہ تھا۔ جس کا ذکر کیا جاوے۔ پس حدوث جو حقِ مخلوق میں لازم وشائع ہے۔ وہ موجد کی طرف اس کی احتیاج وافتقار ہے۔ کہ وہ اسے پیدا کرے یہ وہ امر ہے۔ جس نے مخلوق پر اسم حدوث کو واجب کر دیا ہے۔ پھر مخلوق اگرچہ قدیم سے علم الٰہی میں موجود ہے۔ اپنے ذاتی وجود میں حادث ہے۔ اس لئے کہ وہ موجد کی احتیاج رکھتی ہے۔ جو اسے ایجاد کرے۔ پس مخلوق اسمِ قدیم کی مصداق نہیں ٹھہر سکتی۔ اگرچہ وہ اپنے ظہور سے پہلے علم الٰہی میں موجود تھی۔ اس لئے کہ اس کا حکم یہ ہے۔ کہ وہ موجود بغیر ہو۔ اور اس کا وجود وجودِ حق پر مرتب ہو۔ یہی معنی ہیں۔ حدوث کے۔ اسی جہت واعتبار سے اعیانِ ثابتہ علم الٰہی میں حادث قرار دیئے گئے ہیں۔ اس مسئلہ سے ہمارے امام غافل رہے ہیں۔ کہ کسی کی کلام میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ ہاں ان کا کلام اعیانِ ثابتہ کو قِدَم کا حکم عطا کرتا ہے۔ اور اعیانِ ثابتہ کا قدیم ہونا بھی ایک وجہ رکھتا ہے۔ جو ایک دوسرے اعتبار سے ہے۔ لو میں اس کو بھی تیرے لئے واضح کر دیتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب علم الٰہی قدیم ہے یعنی قدم کا اس پر حکم لگایا گیا ہے۔ کہ وہ حکم وجوب ذاتی ہے۔ اس لئے کہ جو احکام الٰہیہ جناب الٰہی کو لائق ہیں۔ صفات بھی ان احکام میں ملحق بذات ہیں یعنی صفات بھی وہی حکم رکھتی ہیں۔ کیونکہ علم کو علم نہیں کہا جاتا۔ لیکن اس صورت میں جبکہ معلوم بھی اس کے ساتھ ہو۔ ورنہ درآنحالیکہ معلوم نہ ہو۔ علم کا وجود محال ہے۔ جیسا کہ جب عالم یعنی صاحب علم نہ ہو۔ تو دونوں کا وجود محال ہو جاتا ہے۔ معلومات کہ وہ اعیانِ ثابتہ ہیں۔ حکمِ قِدَم میں علم کے ساتھ ملحق ہیں اور معلوماتِ حق اس کے لئے قدیم ہیں۔ اور بذاتِ خود حادث ہیں۔ پس خلقت حق سے حکمی طور پر ملتحق ہے۔ اس لئے کہ حق کی طرف وجودِ خلقی کا رجوع واقعہ کے لحاظ سے عینی ہے۔ اور ذات کی جہت سے حکمی۔ اور جو کچھ ہم نے کہا ہے اسے افراد کمل کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ اذواقِ الٰہیہ کی ایک قسم ہے۔ جو محقق عارفوں سے مخصوص ہے نہ کہ دوسرے عارفوں سے۔ مترجم کہتا ہے۔ کہ معلومات کا وجود علم کے ساتھ ضروری نہیں۔ علم ایک صفت قدیمہ ذاتیہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے اس کا ظہور فرمایا۔ اور اپنے ارادہ سے علمی تجلی فرما کر اعیانِ ثابتہ کو تنیہ کو اس [illegible] کر دیا۔ تو اس وقت علم کا تعلق معلومات سے ہو گیا۔ ورنہ اگر معلومات کو علم الٰہی میں قدیم سمجھا جائے۔ تو آیت لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَذْکُوْرًا کا مضمون صحیح نہیں رہ سکتا۔ اور نیز احدیت الذات کا بھی یہی تقاضا ہے۔ کہ اسمیں کسی اسم وصفت۔ تعین، اعتبار وغیرہ کا ظہور نہ ہو۔ جیسا کہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے اسے مصرح طور پر بیان فرمایا ہے۔ پس ایک وقت ایسا بھی تھا۔ کہ وہ اپنی شانِ احدیت سے موجود تھا۔ اگرچہ صفات اس میں مخفی تھیں۔ لیکن صفات اور انکے مقتضیات کا اصلاً ظہور نہ تھا۔ پھر معلومات کا قِدَم کس طور پر صحیح سمجھا جا سکتا ہے۔ محقق عارفین سے سمجھے

Marfat.com

ایسا ہی مستفاد ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مترجم)

چونکہ اعیانِ ثابتہ کا یہ قِدَم مخلوقات کے حق میں ایک حکمی امر ہے۔ اور حدوث ایک امر عینی ہے۔ لہذا اس چیز پر جو حکمی طور پر ان کو ثابت ہے۔ ہم نے اس چیز کو مقدم رکھا۔ جس کے وہ بہ حیثیت اپنی ذوات کے مستحق ٹھہرتے ہیں یعنی ان کے حدوث عینی کو ان کے حکم قِدَم پر ہم نے ترجیح دی۔ جس کا تعلق علم الٰہی کی جہت سے ان پر حکم لگایا گیا ہے پس حق تعالےٰ کی قدامت اس کے لئے ایک حکمی ذاتی وجوبی امر ہے۔ اور حدوثِ خلق مخلوقات کے لئے ایک امر ہے حکمی ذاتی وجوبی۔ مخلوقات کو بہ حیثیت اپنی ہوّیت کے حق نہیں کہا جا سکتا۔ مگر حکمی طور پر جبکہ اُسے اپنے مرتبۂ ہوّیت سے تنزّل کیا جائے۔ ورنہ حق بذاتِ خود اس بات سے منزّہ ہے۔ کہ من حیث الذات کوئی شے اس سے ملحق ہو۔ الّا حکمی طور پر طوق جائز ہے۔ اور یہ لحوق جو عارف صاحب کشف پر لحوق ذاتی کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے تو یہ امر علےٰ قدرِ استعدادِ عارف ہوا کرتا ہے۔ نہ اُس امر کے موافق کہ جس کو اللہ تعالےٰ بالذات اپنے نفس کے واسطے جانتا ہے۔ سنن و شرائع میں اسی بات کی تصریح ہے۔ جو مخصوص بہ حق ہیں۔ اور یہ تشریع اس امر کی بنا پر ہے۔ جو ایک امر واقعی ہے۔ نہ کہ اس شخص کے گمان کے موافق جو حقیقۃ الحقائق سے نابلد ہے۔ کہ کوئی شے اس پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور حق کی کئی چیزیں اس سے مخفی رہتی ہیں۔ وہ شریعت کو پوست خیال کرتا ہے۔ اور یہ نہیں جانتا کہ وہ حقیقت الامر کے پوست و مغز دونوں کی جامع ہے۔ آنحضرت صلعم نے امت کی خیر خواہی فرمائی۔ امانت کو ادا کر دیا۔ اور ہدایت کی کوئی بات نہیں چھوڑی۔ مگر اس پر مطلع فرمایا۔ اور کوئی معرفت نہیں جس کی طرف آنحضرتؐ نے رہنمائی نہیں فرمائی۔ پھر وہ کیسے اچھے امین کامل اور ایک باعمل عالم الٰہیات ہیں۔ پس قِدَم ذات واجب الوجود کے لئے ایک امر حکمی ہے۔ اور ازل و قدم میں یہ فرق ہے۔ کہ ازل سے اللہ تعالےٰ کی قبلیت سمجھی جاتی ہے۔ اور قِدَم سے یہ کہ اس پر کوئی ایسا وقت نہیں آیا جس میں وہ معدوم ہو۔

ابیات

انّ القدیم ھو الوجود الواجب — والحکم للباری بذلک واجب
لا تعتبر قدم الاله بمدة — او از من معقوله تتعاقب
فانسب له القدم الّذی ھو شانه — من کون ذالک حکم من ھو واجب
معناه ان وجوده لا مسبق — بالا نعدام ولا قطیع ذاھب
بل انّه لغنائه فی ذاته — یسمّی قدیما وھو حکم ثابت

ترجمہ۔ قدیم وہی ذات واجب الوجود ہے۔ اور ذات باری کے لئے یہ حکم واجب ہے۔ قِدَم الٰہی میں مدت کا اعتبار نہیں۔ اس میں زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ جو پے در پے آتا رہتا ہے۔ قِدَم کو اس کی طرف منسوب کر جو اسکی شان کو لائق ہے۔ اس لئے کہ وہ اس ذات کا حکم ہے۔ جو واجب بالذات ہے۔ قدم سے مراد یہ ہے۔ کہ اس کا وجود مسبوق بالعدم نہیں۔ اور نہ اس کا کوئی شریک۔ مُسائر یعنی اس کے ساتھ برابر چلنے والا ہے (لفظ تطبیع کے معنی شریک رہنا کے بھی ہیں یعنی قِدَم سے مراد قِدَم زمانی نہیں۔ کہ زمانہ اس میں شریک ہو۔ اور ازلیت و قدامت میں اس کے ساتھ برابر چلے۔ مترجم) بلکہ وہ اپنی غناء ذاتی کی

Marfat.com

وجہ سے کہ وہ اپنے وجود میں کسی علّت فاعلی کا محتاج نہیں۔ قدم کے نام سے موسوم ہے اور یہ حکم اس کے لئے موافق دستور کے ہے

اکتیسواں[۳۱] باب

ایام اللہ میں

ایامِ حق سے مراد اس کی تجلّیات ہیں۔ اور بمقتضاء ذات گوناگون کمالات میں اس کا ظہور کرنا ہے۔ ہر تجلّی الٰہی کے لئے ایک حکم ہے۔ جسے شان کہا جاتا ہے۔ اور اس حکم کے لئے وجود میں ایک اثر ہے۔ جو اُس تجلّی کے لائق ہوتا ہے۔ ہر زمانہ میں وجود کا اختلاف و تغیر اس شانِ الٰہی کے اثر سے ہوتا ہے۔ جس کا وہ تجلّی تقاضا کرتی ہے۔ جو ادلنے بدلنے میں وجود پر حاکم ہے۔ اس کے قول کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ کے یہی معنی ہیں۔

جان۔ کہ اس آئت کے ایک اور معنی بھی ہیں۔ جو حق کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ اس کی تقریر یہ ہے۔ کہ جیسا کہ تجلّی کی ایک شان ہوتی ہے۔ اور اس شان کا وجود حادث میں ایک اثر ہوتا ہے۔ ایسا ہی اس تجلّی کا ایک مقتضا بھی ہوتا ہے۔ من حیث الذات ذات حق میں اُس مقتضاء کے لئے ایک تنوع ہے۔ اس لئے کہ ذاتِ حق گو بذاتِ خود تغیر پذیر نہیں ہے۔ لیکن ہر تجلی میں اس کے لئے تغیر ہے۔ جس سے مراد صورتوں میں اس کا تبدل ہے۔ پس عدم تغیر اس کا ایک حکم ذاتی ہے۔ اور تنوع فی التجلیات ایک امر وجودی عینی ہے۔ پس وہ متغیر لا متغیر بمعنی متنوع لا متنوع ہے یعنی صورتوں میں وہ متبدل ہے لیکن بذاتِ خود جیسا کہ اس کا کمال تقاضا کرتا ہے۔ متبدل نہیں۔ وہ اسی طرح ہے۔ جیسا کہ ہے۔ اور جس حالت میں وہ ہے۔ اس میں تغیر نہیں آسکتا۔ یعنی باینہمہ تغیر جس طرح وہ ہے۔ اسی طرح ہے۔ اس کا کمال ذاتی جو گوناگوں تجلیات اور لا انتہا تغیراتِ وجودی کا مقتضی ہے۔ اس میں کچھ تغیر پیدا نہیں ہوا۔ مترجم) اس کے قول کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ کا یہی سر ہے۔ جو مذکور ہوا۔

جاننا چاہئے۔ کہ حق سبحانہ و تعالےٰ جب کسی بندہ پر تجلی فرماتا ہے۔ تو حق کی نسبت کے لحاظ سے اس تجلی کا نام شان الٰہی ہوتا ہے۔ اور بندہ کی نسبت کے لحاظ سے حال۔ یہ ضروری امر ہے۔ کہ اسماء الٰہی سے کوئی اسم یا کوئی وصف اس تجلی پر حاکم ہو۔ وہ حاکم اس تجلی کا نام ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ اُن اسماء الٰہی کی قبیل سے نہیں ہوتا۔ جو ہمارے ہاتھوں میں ہیں یعنی جن کو ہم جانتے ہیں۔ ولی جس پر تجلی کی جاتی ہے۔ اس کے اسم کا حال عین اس اسم کا ہوتا ہے۔ جس سے حق نے اس پر تجلی فرمائی۔ آنحضرت صلعم کے اس قول کے یہی معنی ہیں۔ جو انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے دن میں خدا کی حمد کروں گا۔ ان صفات سے جن سے اس روز سے پیشتر میں نے خدا

Marfat.com

تعالیٰ کی حمد نہیں کی ہوگی۔ اور آپ کا یہ ارشاد کہ اے باری تعالیٰ میں تجھ سے ہر اسم کا سوال کرتا ہوں۔ جس سے تو نے اپنی ذات کو موسوم کیا ہے۔ یا علم غیب میں اپنے لئے اسے اختیار فرمایا ہے۔ اور اپنے ہاں اسے چُن رکھا ہے تو اس ارشاد میں وہ اسماء جن سے اس نے اپنی ذات کو موسوم کیا ہے وہ وہی ہیں۔ جن کو تو اس کے بندوں میں شناخت کرتا ہے۔ اور جن کو اس نے اپنے غیب میں مختار فرمایا ہے۔ یہ وہ نام ہیں۔ جن پر ہم نے تنبیہ فرمائی ہے۔ کہ وہ اُن احوال کے اسناد ہیں۔ جن سے وہ اپنے بندوں میں سے کسی پر تجلی فرماتا ہے۔ اور اب کا یہ کہنا کہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ دعا مانگتا ہوں۔ اس سے مراد اس ادب کے قیام کی درخواست ہے۔ جو اس تجلی کو واجب ہے۔ اس بات کو وہی پہچانتا ہے۔ جو اس مشہد کا ذائقہ چکھ چکا ہے۔ ورنہ عقل من طریق نظر و فکر وہاں پہنچ نہیں سکتی۔ بار خدایا۔ مگر یہ کہ ایمان عقل کا ساتھ دے۔ اور فضل کو کھولے۔

ان مقدمات سے سمجھا گیا۔ کہ یوم سے مراد تجلی الٰہی ہے۔ نہ ایام مخلوقہ کا اس پر گذرنا۔ کیونکہ یہ امر شایانِ شانِ الٰہی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ یہ ارشاد باری اَلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰہِ جو ایام الٰہی کی توقع نہیں رکھتے اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو اس بات کی امید نہیں رکھتے۔ کہ وہ ان پر تجلی فرمائیگا۔ اسلئے کہ وہ سرے سے اس کے وجود کے بھی منکر ہیں۔ اور اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ جو کسی چیز کا منکر ہو۔ وہ اس کے ظہور کی کیسے توقع رکھ سکتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں۔ جن کی بابت ایک اور مقام میں فرمایا ہے۔ کہ وہ لقاءِ الٰہی کی امید نہیں رکھتے۔ اسلئے کہ لقاءِ الٰہی اس کی قربت ہے۔ اور ان پر اس کا متجلی ہونا ہے۔ خواہ دنیا میں ہو۔ خواہ آخرت میں۔ اس کو سمجھ۔ اور جان کہ اللہ تعالیٰ حق بولتا ہے۔ اور وہی راہ بتاتا ہے۔

۲۲
بتیسواں باب

صلصلۃ الجرس میں

صلصلۃ الجرس سے مراد بطریق تجلّی ساق سے صفت قادریّہ کا برہنہ ہونا ہے۔ جس میں ایک قسم کی عظمت بھی ہو۔ اور وہ بہ نسبت قاہرہ کے ظہور روبرو ز سے مراد ہے۔ یہ اس طور پر ہوتا ہے۔ کہ ظاہری عالم سے بندہ پر ایک ربودگی طاری ہوتی ہے۔ تاکہ حقیقتِ قادریّہ سے وہ متحقق ہو۔ ابتداء میں گھنٹہ کی سی جھنکار کی مانند اس کو ایک آواز آنے لگتی ہے۔ پھر وہ ایک ایسا امر پاتا ہے۔ جو بطریق قوتِ عظموتیہ اس کو مقہور و مغلوب کر لیتا ہے۔ پھر بعض حقائق کے بعض کے ساتھ ٹکرانے سے بالائے شش

Marfat.com

کے چرچرانے کی سی آواز سنتا ہے۔ گویا کہ دوزخ میں ایک گھنٹہ کے بجنے کی آواز آرہی ہے۔ یہ ایک ایسا مشہد ہے۔ جو حضرت عظموتیہ میں داخل ہونے کی جرأت سے قلوب کو مانع ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے ساتھ اتصال پانے والے کے لئے اس میں ایک قہری قوت ہوتی ہے۔ یہ ایک حجاب اعظم ہے۔ جو مرتبۃ الہیہ اور قلوبِ عباد کے مابین حائل ہو جاتا ہے۔ مرتبۃ الہیہ کا انکشاف نہیں ہوتا۔ مگر صلصلۃ الجرس کے سنائی دینے کے بعد۔ جس رات مجھے بلند آسمانوں کی طرف اٹھا کر لے گئے۔ اور اس نہایت روشن مقام اور خوبصورت و تروتازہ منظر میں میری رسائی ہوئی۔ اُس رات میں نے اس مقام کی ایسی ہیبت محسوس کی۔ کہ میری قوتوں کے بند کھل گئے۔ اور میرے وجود کی ترکیبیں درہم برہم ہوگئیں۔ میرے اجزاء پس گئے۔ میری پسلیاں چور چور ہوگئیں۔ اس وقت میں ایک آواز سنتا تھا جس سے مارے ہیبت کے پھپھاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے تھے۔ اور جن و انس اس کی عزت کے آگے سر جھکائے ہوئے تھے۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک پُرانوار بادل ہے۔ جو آگ برسا رہا ہے۔ میں باوجود اس کے تاریکیوں میں مبتلا تھا۔ جو ایک دوسری کے اوپر تھیں۔ وہ تاریکیاں کیا تھیں۔ ذات کے دریاؤں کی تاریکیاں تھیں۔ وہاں نہ کسی آسمان کا وجود تھا۔ نہ زمین کا۔ پہاڑ جو اپنی جگہ پر ڈٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ چلائے گئے۔ ایک نئی زمین کو میں نے ظاہر ہوتے دیکھا۔ اُس وقت مجھے حَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا کا نظارہ نظر آیا۔ اور میں نے ایسا محسوس کیا۔ کہ ازل و ابد میں اس کا یونہی حال ہے۔ یعنی اس قول کے یہ ہیں۔ کہ ہم نے ان کو جمع کیا۔ اور کسی کو ان میں سے نہ چھوڑا۔ اور وہ صف باندھ کر اپنے رب کے سامنے پیش کئے گئے۔ پھر میں نے کہا۔ کہ آسمان کو کیا ہوا۔ جواب ملا۔ لپیٹ گیا۔ اور اپنے رب کے لئے اس نے کان لگا دیئے۔ اور وہ اسی لائق تھا۔ زمین کی بابت سوال کیا۔ تو اس کی بابت کہا گیا۔ کہ وہ کھینچی گئی۔ اور جو کچھ اس میں تھا۔ اس کو باہر پھینک دیا۔ اور خالی ہوگئی۔ آفتاب کی بابت جواب ملا۔ کہ وہ لپیٹا گیا اور نجوم کی بابت یہ کہ وہ تاریک ہوگئے۔ پہاڑوں کی بابت یہ کہ وہ چلائے گئے۔ دس ماد کی گیابن اونٹنیوں کی بابت یہ کہ وہ بیکار ہوگئیں۔ اور جانوروں کی بابت یہ کہ وہ ایک جا اکٹھے کئے گئے۔ دریاؤں کی بابت یہ کہ وہ بھڑکائے گئے۔ روحوں کی بابت یہ کہ وہ اپنے قالبوں کے ساتھ جوڑ دی گئیں۔ زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سوال کیا جائیگا۔ کہ وہ کس گناہ کے پیچھے قتل کی گئی۔ اعمال نامے پھیلائے گئے۔ آسمان کھینچا گیا۔ دوزخ بھڑکائی گئی۔ جنت نزدیک لائی گئی۔ پھر میں نے کہا۔ کہ مجھے کیا ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے جمال کی قسم ہر نفس جان لیگا۔ جو اس کے لئے حاضر کیا گیا ہے۔ یہ قیامت صغریٰ تھی۔ جس کو حق تعالیٰ نے قیامت کبریٰ کے لئے مثال کے طور پر میرے سامنے قائم کر دیا۔ تاکہ میں اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی اور روشن دلیل پر ہو جاؤں۔ اور اپنی جماعت کی رہنمائی کروں۔ اسی اثناء میں ایک سائل تدقیق نے ترجمان تحقیق سے سوال کیا۔ پھر باوجود خود جاہل ہونے کے میں نے ذات و صفات کی بابت اس

Marfat.com

سے پوچھا۔ اور اس مقام الٰہی کی بابت سوال کیا۔ جو اس کے بعد آتا ہے۔ کہ وہاں کا پورا حال بیان کرے۔ اور انسان کی بابت پوچھا۔ کہ کس جہت سے اس کی کتاب یعنی کتابِ وجود قرآن ہے۔ اور اس مہر کی کیفیت کیا ہے جو حضرت ذوالجلال والاکرام کے پاس ہے۔ پھر وہ مسکرا کر ہنس پڑا۔ اور قسمیہ اشارات میں ان عبارتوں کا جواب مرموز و مخفی رکھا۔ اور کہا۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ۔ مَطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ "ترجمہ۔ میں پیچھے ہٹ جانے والے۔ چلنے والے۔ غائب ہو جانے والوں کی قسم اٹھاتا ہوں۔ رات کی قسم جبکہ اس کی اٹھان ہوتی ہے۔ اور صبح کی قسم جبکہ وہ دم بھرتی ہے۔ بے شک وہ ایک رسول بزرگ قدر کا قول ہے۔ جو صاحب عرش کے ہاں ایک ذی رتبہ اور ذی قوت شخص ہے۔ اور وہاں یعنی عالم ملکوت میں وہ امین اور مطاع تسلیم کیا گیا ہے"۔ پھر میں نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور جس چیز کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا۔ اس کو پورا کیا ؎

فکان للوصل حال لا ابوح بہ ۔۔۔ فظن ما شئت ان الامر متسع

صب ومحبوبہ فی اوج خلوتہ ۔۔۔ ملک وما لکہ والجند مجتمع

جلت عروس التدانی فوق مرتبۃ ۔۔۔ من الجلال کما لاً ظل منہمع

فالافق دائرۃ والسحب ماطرۃ ۔۔۔ والرعد زاجرۃ والبرق ملتمع

فالبحر فی زخر والریح فی ھدر ۔۔۔ والنار فی شرر والماء یندفع

وسائر الفلک الدوار قام علی ۔۔۔ ساق ذلیلا لعز العز ینخضع

ترجمہ۔ وصل کا ایک حال تھا۔ جسے میں بیان نہیں کر سکتا۔ پھر جیسا تو چاہے۔ خیال کر۔ یہ امر نہایت وسیع ہے۔ عاشق و معشوق اپنی خلوت کی بلندی میں ہیں۔ ملک ہے۔ اور اس کا مالک ہے۔ اور لشکر جمع ہے۔ عروسِ قرب مراتب وجود سے بالاتر رتبہ میں اتر پڑی۔ جلال سے کمال برسنے لگا۔ جیسے شبنم برستی ہے۔ افق نے گھومنا شروع کیا۔ اور بادل برسنے لگے۔ رعد کڑکنے لگی۔ بجلی چمکنے لگی۔ دریا لبالب بھرا ہوا ہے۔ ہوا تباہی پیدا کر رہی ہے۔ آگ شرر انگیز ہے۔ پانی اچانک آنے والا ہے (اندفاع داشدن و ناگاہ رسیدن) تمام گھومنے والے آسمان اس غالب کی عزت کے آگے ساق پر خاشع و خاضع کھڑے ہیں۔

تینتیسواں باب ۳۳

ام الکتاب کے بیان میں

اُمّ الکتاب فکنہہ فی ذاتہ ۔۔۔ ھی نقطۃ منہا انتشا صفاتہ

Marfat.com

هی کالدواۃ لاحرف تبدو اعلی ورق الوجود بحکم ترتیباته
فالمهملات من الحروف اشارۃ فیما تعلق بالقدیم بذاته
والمعجمات عبارۃ عن حادث من انه طار علی نقاطه
ومتی ترکبت الحروف فانها کلم فتکلم محض مخلوقاته

ترجمہ۔ ام الکتاب اس کی کُنہِ ذات ہے۔ وہ ایک نقطہ ہے۔ جو منشاءِ صفات ہے۔ وہ حرفوں کے لئے مثل دوات کے ہے۔ کہ علے الترتیب وجود کے ورقوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر حروفِ مہملات سے اشارہ اس چیز کی طرف ہے۔ جو اس کی ذات قدیم سے متعلق ہے۔ اور حروفِ معجمات سے مراد حادث چیزیں ہیں۔ اس جہت سے کہ حدوث ان کے لفظوں پر طاری ہے۔ جب حروف ترکیب پاتے ہیں۔ تو کلمے بن جاتے ہیں۔ پھر مخلوق محض بول اٹھی۔

جان۔ کہ ام الکتاب کنہِ ذات کی ماہیت سے مراد ہے۔ جو اپنے بعض وجوہات سے ان حقائق کی ماہیتوں سے تعبیر کی گئی ہے۔ جن پر اسم۔ لغت۔ وصف۔ وجود۔ عدم۔ حق و خلق کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ کتاب وجود مطلق ہے جس میں عدم نہیں۔ اور ماہیتِ کنہ اس کتاب کی ماں یعنی اصل ہے۔ اس لئے کہ وجود اس میں اسی طور پر مندرج ہے جیسے حروف دوات میں مندرج ہوتے ہیں۔ پھر اسماء حروف میں سے کوئی نام اس دوات پر نہیں بولا جاتا۔ خواہ حروف مہملہ ہوں یا معجمہ۔ عنقریب اسی باب میں حروف کا بیان آئیگا۔ ایسا ہی ماہیتِ کنہ پر اسم وجود کا اطلاق نہیں ہوتا اور نہ اسم عدم کا۔ اس لئے کہ وہ عقل و ادراک میں نہیں آسکتی۔ اور ایسی چیز پر کسی چیز کا حکم لگانا محال ہے۔ نہ اس کو حق کہا جا سکتا ہے۔ نہ خلق۔ نہ غیر۔ نہ عین۔ لیکن وہ ایک ایسی ماہیت ہے۔ جو کسی ایسی عبادت میں منحصر نہیں جس کی ہر جہت سے ضد بھی اس پر صادق نہ آئے۔ وہ ایک وجہ و اعتبار سے الوہیت ہے۔ وہ اشیاء کا محل ہے۔ مصدر وجود ہے۔ اور وجود اس میں مثل کلی منطقی کے عقلی ہے۔ اگرچہ عقل تقاضا کرتی ہے۔ کہ وجود حقائق کی ماہیت میں بالقوہ موجود ہو۔ جیسا کہ درخت کا گٹھلی میں وجود ہوتا ہے۔ لیکن شہود بالفعل اس سے وجود عطا کرتا ہے۔ نہ بالقوہ۔ یہ اس کا ذاتی الٰہی مقتضا ہے۔ لیکن اجمال مطلق ہے۔ جس نے عقل پر یہ حکم لگایا ہے۔ کہ وہ کہدے۔ کہ وجود ماہیت حقائق میں بالقوہ ہے۔ بخلاف اسکے شہود کا یہ حال ہے۔ کہ وہ تجھے ایک امر مجمل مفصل عطا کرتا ہے۔ جو باوجود تفصیل کے خود اس تفصیل میں اپنے اجمال پر باقی رہتا ہے۔ یہ ایک ذوقی کشفی شہودی امر ہے جس کا من حیث النفا عقل ادراک نہیں کر سکتی۔ لیکن جب وہ اس محل میں پہنچتی ہے۔ چیزیں اس پر ظاہر ہوتی ہیں۔ تو وہ ان کو کرتی ہے۔ اور ان کا ادراک کرتی ہے۔ اسی طور پر جس طور پر کہ وہ ہیں۔

جب تو نے جان لیا۔ کہ کتاب وجود مطلق ہے۔ تو تجھ پر یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ وہ امر جس پر نہ وجود کا حکم دیا جاتا ہے۔ نہ عدم کا۔ وہی ام الکتاب ہے۔ اور وہ ماہیت الحقائق کے نام سے موسوم ہے۔ اسلئے کہ وہ مثل اس چیز کے ہے۔ جس سے کتاب پیدا ہوئی۔ کنہِ ماہیت کی دو وجہوں میں سے کتاب صرف ایک وجہ رکھتی ہے۔ اس لئے کہ وجود اس کی ایک طرف ہے۔ اور عدم اس کی دوسری طرف۔ اسی لئے عبادت نے نہ اسے وجود کے ساتھ قبول کیا

Marfat.com

نہ عدم کے ساتھ۔ کیونکہ ان وجوہ میں سے اس میں کوئی وجہ نہیں۔ جس کی وہ ضد نہ ہو۔ اور وہ کتاب جو حق تعالےٰ نے
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر نازل فرمائی۔ وہ وجود مطلق کے احکام سے مراد ہے۔ جو ماہیت الحقائق کی وجوہ
میں سے ایک وجہ ہے۔ پس وجود مطلق کی معرفت ام الکتاب ہے۔ چنانچہ خدا نے اس قول میں اسی بات کی طرف
اشارہ فرمایا ہے وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ہر چیز ہم نے امام مبین یعنی لوح محفوظ میں گن رکھی ہے
وقولہ لَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ کوئی خشکی اور تری نہیں۔ جو کتاب مبین میں نہ ہو۔ وقولہ وَكُلَّ
شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا۔ بعد اس کے کہ ہم نے تجھ پر ظاہر کر دیا۔ کہ ام الکتاب ماہیت کنہ سے عبادت ہے
اور کتاب وجود مطلق ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ کتاب سورتیں ہیں۔ آیات ہیں۔ کلمات ہیں۔ حروف ہیں۔ پھر سورتیں تو صُوَر ذاتیہ ہیں
وہ تجلیاتِ کمال ہیں۔ اور ہر سورت کے لئے فارق معنوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جن سے وہ ایک دوسری سے
متمیز ہوں۔ پھر اس صورت میں ہر صورت الٰہیہ کمالیہ کو شان سے چارہ نہیں ہے۔ جس سے ایک صورۃ دوسری سے
متمیز ہو۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا۔ تو ان میں سے ہر صورت پر ہم تجھے آگاہ کرتے۔ اور آیات حقائق جمع سے عبادت
ہر آیت ایک مخصوص معنوں کی جہت سے جمعِ الٰہی پر دلالت کرتی ہے۔ وہ جمعِ الٰہی آیت متلوہ کے مفہوم سے معلوم
جاتی ہے۔ اور ہر جمع کے لئے ایک اسم جمالی و جلالی کا بھی ہونا ضروری ہے۔ تجلّی الٰہی اس جمع میں اسی اسم کی حیثیت
سے ہو گی۔ مراد جمع سے آیت ہے۔ اس لئے کہ مختلف کلموں کے ملنے سے وہ ایک عبارت بن گئی ہے۔ اور جمع بجز
متفرق اشیاء کے شہود کے اور کچھ نہیں۔ جو عین واحدیت الٰہیہ حقیقیہ میں متعین ہیں۔ اور کلمات حقائق مخلوقات عینیہ
سے مراد ہے۔ جو عالم شہادت میں متعین ہیں۔ حروف منقوطہ اعیان ہیں۔ جو علم الٰہی میں ثابت ہوئے۔ اور حروف مہملہ
دو قسمیں ہیں۔ پہلی نوع وہ معلل حروف ہیں۔ جن سے دوسرے حروف تعلق پاتے ہیں۔ اور وہ ان سے تعلق نہیں
اور وہ پانچ ہیں۔ الف۔ دال۔ راء۔ واو۔ لام مشابہ بالالف اور وہ اشارہ ہے۔ مقتضیاتِ کمال کی طرف اور وہ پانچ ہیں
ذات۔ حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادت۔ ذات ان پانچوں میں اس لئے شمار کی گئی ہے۔ کہ یہ پچھلی چار مذکورہ چیزیں بجز ذات
کے وجود پذیر نہیں ہو سکتیں۔ اور ذات کا کمال ان چاروں کے سوا ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ دوسری نوع وہ حروف
مہملہ ہیں۔ جن سے دوسرے حروف تعلق پاتے ہیں۔ اور وہ بھی ان سے تعلق پاتے ہیں۔ اور وہ نو ہیں۔ اور ان سے
انسان کامل کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ انسان کامل حقائق الٰہیہ و حقائق خلقیہ کا جامع ہے۔ اور ان حروف
میں سے بھی پانچ الٰہیہ ہیں۔ اور چار خلقیہ۔ وہ چار خلقیہ اربعہ عناصر ہیں۔ جن کے ساتھ وہ چیزیں بھی ہیں۔ جو آ
پیدا ہوئیں۔ انسان کامل کے حروف کے غیر منطوقہ ہونے کی یہ وجہ ہے۔ کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا
ہے۔ اور خدا کی ذات بھی مجرد ہے۔ لیکن حقائق مطلقہ الٰہیہ حقائق مقیدہ انسانیہ سے متمیز ہیں۔ اس لئے کہ انسان
محتاج موجد ہے۔ جو اس کو پیدا کرتا ہے۔ اگرچہ وہ خود بھی موجد ہے۔ مگر اس کا حکم یہی ہے۔ کہ وہ منسوب و مستند
الی الغیر ہے۔ اسی لئے اس کے حروف دوسرے حروف سے تعلق پاتے ہیں۔ اور دوسرے حروف ان سے تعلق پاتے

Marfat.com

ں۔ حروف کی حقیقت اور الف سے ان کے پیدا ہونے اور الف کے نقطہ سے پیدا ہونے کی کیفیت ہمنے اپنی کتاب مسمّٰی
لکہف والرقیم میں بیان کردی ہے۔ جس کو اس کا شوق ہو۔ وہ کتاب مذکور کا مطالعہ کرے۔

چونکہ واجب الوجود قائم بالذات ہے۔ اپنے وجود میں غیر کا محتاج نہیں۔ اور سب چیزیں اس کی محتاج ہیں۔ لہذا
حروف جو کتاب کے ان معنوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مہملہ ہیں۔ کہ حروف ان سے تعلق پاتے ہیں۔ اور وہ کسی حرف
ے تعلق نہیں پاتے۔ اور وہ یہ پانچ مذکورہ حروف ہیں۔ الف۔ دال۔ راء۔ واو۔ لام مشابہ بالالف اور یہ نہیں کہا جاسکتا
لام الف دو حرف ہیں۔ اس لئے کہ حدیث نبویؐ نے تصریح کردی ہے۔ کہ لام الف ایک حرف ہے۔ فافہم

جان۔ کہ حروف کلمے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اعیانِ ثابتہ کلمۂ کن کی تحت میں داخل نہیں ہوئے۔ مگر اس وقت
لکہ وہ عین خارجی میں موجود ہوں۔ وہ اپنے اوجِ تجرّد اور تعیّن علمی میں۔ اسم تکوین ان پر داخل نہیں ہوسکتا۔ پس وہ
ں ہیں۔ خلق نہیں۔ اس لئے کہ خلق سے مراد وہ چیزیں ہیں۔ جو کلمۂ کُن کی تحت میں داخل ہوں۔ اور اعیانِ ثابتہ علم
ں اس مذکورہ وصف کے ساتھ حادث نہیں ہیں۔ ہاں اُن کا حدوث ایک حکمی امر ہے۔ اسلئے کہ انکی ذوات فی نفسہ محتاج
یم ہیں۔ جیسا کہ اسی کتاب میں مذکور ہوچکا۔ اعیانِ موجودہ جو حروف سے تعبیر کئے گئے ہیں۔ عالم علمی میں علم سے ملحق
ں۔ اور علم عالم یعنی صاحب علم سے متعلق ہے۔ پس وہ اس دوسرے اعتبار سے قدیم ہیں۔ چنانچہ باب قدم میں اس کا
فصل ذکر ہوچکا۔ جب تو یہ سمجھ چکا۔ کہ کتاب وجود مطلق ہے۔ جو حروف۔ آیات۔ سُوَر کی جامع ہے۔ جیسا کہ ہر
ب کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے۔ تو اب جاننا چاہئے۔ کہ لوح اس چیز سے مراد ہے۔ جو ترتیب حکمی کے بموجب
دمیں اس کتاب کی تعیین کا تقاضا کرتی ہے۔ نہ بمقتضاء الٰہی جو کسی ایک بات میں منحصر نہیں۔ اسلئے کہ لوح میں
ں کا وجود ناممکن ہے۔ مثلاً جنتیوں اور دوزخیوں کے احوال کی تفصیل اور ارباب تجلیات اور انکی مانند اور چیزوں
ی تفصیل کہ لوح میں ان کا وجود ناممکن ہے۔ ہاں یہ سب باتیں کتاب میں موجود ہیں۔ کتاب ایک کلی عام ہے۔
ر لوح اس کی ایک جزئی خاص۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس کا بیان آیندہ مذکور ہوگا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی
السبیل +

چونتیسواں باب

قرآن میں

قرآن ذات محض + احدیتہا حق فرض + ھی مشھدہ فیہ ولہ + من حیث ھویتہ غمض

Marfat.com

یتلو ما یطلبه منه ÷ وهو المطلوب له الفرض ÷ فقرأته هی حلیة ÷ بحلاه وذاك فناء محض ÷ لکن من حیث الذّات له ÷ لا کل هناك ولا بعض ÷ هی لذته فی الذّات به ÷ من حیث الذوق ولا غرض ÷ والفهم لتلك اللذة قرآن ÷ هی هو هذا الفرض۔

ترجمہ۔ قرآن ذات محض ہے۔ اس کی احدیت اس کا لازمی کا حق ہے۔ وہ اس میں اس کا مشہد ہے۔ اور بحیثیت اسکی ہوئیت کے اس کو غموض و پوشیدگی ہے۔ اس کو پڑھتا ہے۔ جو اس سے اس کا طالب ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ مطلوب ہے۔ اور طالب اس کا ایک فرضی نام ہے۔ پس اس کی قرأت اس کے زیوروں میں سے ایک اس کا زیور ہے۔ حالانکہ وہ یعنی قرأت فناء محض کا نام ہے لیکن من حیث الذات اس کے لئے وہاں نہ کل ہے۔ نہ بعض۔ وہ من حیث الذوق ذات میں اس کی لذت ہے۔ جو اسی کے ساتھ ہے اور اس لذت میں تروتازگی نہیں۔ کیونکہ سیر ذات میں حیرت در حیرت ہے۔ اس لذت کے فہم کا نام قرآن ہے۔ اور یہی وہ فرض ہے جان۔ کہ قرآن مراد ذات سے ہے جس میں تمام صفات مضمحل ہیں۔ وہ ایک مشہد ہے۔ جس کا نام احدیت ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اسے نازل کیا ہے۔ تاکہ عالم کون میں اس کے لئے احدیت کا مشہد ہو۔ اور اس انزال کے معنی یہ ہیں۔ کہ حقیقتِ احدیت جس کی چوٹی نہایت بلند ہے۔ اپنے اوج منزلت سے اتر کر آنحضرتؐ جسدِ مبارک میں مع اپنے کمال کے ظاہر ہوئی۔ باوجود اس کے کہ عروج و نزول اس میں محال ہے۔ لیکن چونکہ آنحضرتؐ کا جسدِ مبارک جمیع حقائق الٰہیہ سے متحقق تھا۔ اسلئے یہ استحالہ لازم نہیں آتا۔ آنحضرتؐ اپنے جسم پاک سے اسم واحد کے مظہر تھے۔ جیسا کہ وہ اپنی ہوئیت سے احدیت کے مظہر ہیں۔ اور اپنی ذات سے عین ذات ہیں۔ اسی لئے آپ نے فرمایا۔ کہ قرآن یکبارگی مجھ پر نازل ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان کا وجود مبارک ان تمام امور سے متحقق ہوا۔ اور یہ تحقق ذاتی۔ کلی۔ جسمانی تھا۔ قرآن کریم سے اشارہ اسی طرف ہے۔ اس لئے کہ اس نے یہ سب چیزیں اس کو عطا کیں۔ اور یہی کامل رحمت اور کرم تام ہے۔ اس لئے کہ اس نے کوئی چیز پیچھے نہیں چھوڑی۔ بلکہ بطور اپنے ذاتی الٰہی کرم کے سب چیزوں کا فیضان کر دیا۔ اور قرآن حکیم سے مراد بمقتضاء حکمت الٰہیہ جس پر ذات متترتب ہے۔ حقائق الٰہیہ کا تھوڑا تھوڑا اترنا ہے۔ اس وقت جبکہ بندہ ذات میں ان سے متحقق ہونے کے لئے عروج کرتا ہے۔ سوائے اس کے اس کی اور کوئی سبیل نہیں۔ اس لئے کہ بندہ کی حیثیتِ امکانی کی جہت سے یہ جائز نہیں ہے۔ کہ شروع پیدائش میں ہی کوئی شخص جمیع حقائق الٰہیہ سے متحقق ہو۔ لیکن جو شخص الوہیت پر منظور ہوتا ہے۔ وہ اس میں ترقی کرتا ہے۔ اور ساتھ اس چیز کے اس سے متحقق ہوتا ہے۔ جو تھوڑی تھوڑی ہو کر اس سے اس پر منکشف ہوتی ہے۔ اور ترتیب الٰہی سے ترتیب یافتہ ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ کے اس قول میں کہ ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔ اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ نہ یہ حکم منقطع ہوتا ہے۔ اور نہ یہ فیضان ختم ہوتا ہے۔ بلکہ بندہ ہمیشہ اسی طور پر ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور حقتعالےٰ ہمیشہ تجلی میں ہوتا ہے۔ اسلئے کہ غیر متناہی شے کا استیفاء ممکن نہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی ذات غیر متناہی ہے۔ اگر تو یہ اعتراض کرے۔ کہ آنحضرتؐ کے اس قول کا فائدہ کیا ہے۔ کہ قرآن یکبارگی مجھ پر نازل ہوا۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ فائدہ دو وجہوں سے ہے۔ ان میں سے ایک وجہ حکمی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب حق تعالےٰ

Marfat.com

اپنے کسی کامل بندہ کے لئے اپنی ذات سے تجلی فرماتا ہے۔ تو جو کچھ وہ دیکھتا ہے۔ اس پر حکم لگایا جاتا ہے۔ کہ وہ تمام ذات غیر متناہی ہے۔ حالانکہ وہ بدوں اپنے محل سے مفارقت کرنے کے جس کا نام مکانت ہے۔ اس میں یکبارگی اتر چکا ہوتا ہے۔ دوسری وجہ بقیاتِ بشریہ کے استیفاء اور اس کے کمال میں رسوم خلقیہ کے اضمحلال کی جہت سے ہے۔ اسلئے کہ حقائق الٰہیہ مع اپنے آثار کے جسم کے ہر عضو میں ظہور کئے ہوئے ہیں۔

پس اس دوسری وجہ پر یہ تمام ان کے قول جملۃ واحدۃ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور اسکے معنی حقائق الٰہیہ سے متحقق ہونے سے جملہ نقائص خلقیہ کا دور ہونا ہے۔ حدیث میں آچکا ہے۔ کہ ایک ہی دفعہ سماء دنیا میں قرآن کا نزول ہوا۔ پھر حق تعالےٰ نے مجھ پر بعد اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آئتیں نازل کیں۔ یہ ان اسماء و صفات کے آثار کے ظہور کی طرف اشارہ ہے۔ جو ذات کے ساتھ بندہ کے متحقق ہونے سے تھوڑے تھوڑے ہو کر اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ و قولہ تعالےٰ وَلَقَدْ اٰتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ قرآن سے یہاں مراد ذات مجملہ ہے نہ باعتبار نزول اور نہ باعتبار مکانت بلکہ وہ مطلق احدیت ذاتیہ و ہویتِ مطلقہ ہے۔ کہ جمیع مراتب و صفات۔ شیون و اعتبارات کی جامع ہے۔ اور ذات ساذج بجمیع کمالات سے تعبیر کی جاتی ہے۔ اسی عظمت کی وجہ سے لفظ عظیم قرآن کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اور سبع مثانی اس چیز سے مراد ہے۔ جو آپ کے وجود جسدی کے صفات ہفتگانہ کے ساتھ متحقق ہونے سے آپ پر ظاہر ہوئی۔ و قولہ تعالےٰ الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ پر جب رحمٰن تجلّی فرماتا ہے۔ تو بندہ اپنے نفس میں ایک لذت محسوس کرتا ہے۔ جس سے وہ ذات کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ پھر وہ صفاتِ کی حقیقتوں سے متحقق ہوتا ہے۔ پس بجز رحمٰن کے کسی نے اس کو قرآن نہیں سکھلایا ورنہ بدوں تجلی رحمٰن کے جو جملہ اسماء و صفات سے مراد ہے۔ وصول الی الذات کی کوئی راہ نہیں۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ کی معرفت کی راہ بجز اسماء و صفات کے اور کوئی نہیں۔ فافہم۔ یہ ایک چیز ہے۔ جس کو نادر اشخاص ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور وہ افراد کامل بزرگ قدر ہیں۔ جو بندگان خدا میں سے حق کی نظر کرنے کی جگہ ہیں۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۔

پینتیسواں باب ۳۵

فرقان میں

صِفَاتُ اللّٰهِ فرقان ۔ وَذَاتُ اللّٰهِ قرآن ۔ وفرق الجمع تحقیق ۔ وجمع اسرق وحرمان ۔ وتفرقۃ

Marfat.com

الصفات علی اختلافِ النعت جمعان ٭ وَحُکمُ الذّاتِ فی احدیت التوحید فرقان ٭ لان الوصف لا ینفك وَھُوَ لذاتہ شان ٭

ترجمہ ۔ صفاتِ الٰہی فرقان ہے ۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات قرآن ۔ اور جمع میں فرق ایک امر ہے ۔ تحقیقی اور فرق میں جمع ایک شے ہے وجدانی ۔ اور باوجود اختلافِ نعت تفرقۂ صفات دو جامع امر ہیں (ایک جلال دوسرے جمال کہ ان میں سے ہر ایک جامع صفات متفرقہ ہے) اور توحید کی احدیت میں ذات فرقان کا حکم رکھتی ہے ۔ اس لئے کہ وصف جدا نہیں ہوتا ہے ۔ اور وہ اس کی ذات کی ایک شان ہے ۔

جان کہ فرقان باوجود اختلاف تنوع کے حقیقتِ اسماء و صفات سے مراد ہے ۔ پھر بہ سبب اپنے اعتبارات کے ہر اسم و صفت اپنے غیر سے متمیز ہے ۔ پس اسماء حسنیٰ کی حیثیت سے اور اس کی صفات کی جہت سے نفسِ حق میں فرق ثابت ہوا ۔ اس لئے اس کا نام رحیم اس کے اسم شدید کا غیر ہے ۔ اور اس کا اسم منعم اس کے اسم منتقم کا اور صفتِ رضاء صفت غضب کی غیر ہے ۔ حدیث قدسی سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ میں اسی کی طرف اشارہ ہے ۔ ظاہر ہے کہ سابق مسبوق سے افضل ہے ۔ ایسا ہی اسماء مرتبہ میں فرق و تفضیل ہے ۔ چنانچہ مرتبۂ رحمانیت مرتبۂ ربیت اور مرتبۂ الوہیت جمیع مراتب سے اعلےٰ ہے ۔ پس بعض اسماء بعض سے متمیز ہوگئے ۔ اور ان میں فرق ثابت ہوگیا ۔ ہر اعلےٰ اپنے محکوم علیہ سے افضل ہے ۔ اسم اللہ اس کے اسم رحمٰن سے اور اسم رحمٰن اسم ربیت اور اسم رب اسم ملک سے افضل ہے ۔ ایسا ہی باقی اسماء و صفات کو قیاس کرلو کہ فضلیت ان کے اعیان میں ثابت ہے ۔ نہ اس اعتبار سے کہ ان میں سے کسی شے میں نقص ہے ۔ اور نہ مفضولیت ہے ۔ پر اسی وجہ سے جس نے اعیان اسماء و صفات میں افضلیت کا تقاضا کیا ۔ اسی لئے بعض نے بعض پر حکم کیا اور کہا گیا ۔ اعوذ بمعافاتك من عقوبتك و اعوذ برضاك من سخطك و اعوذ بك منك لا احصی ثناء علیك ۔ ترجمہ ۔ میں پناہ مانگتا ہوں ۔ تیری عقوبت سے تیرے عفو کی پناہ لیتا ہوں ۔ اور تیرے غضب سے تیری رضا کی ۔ اور تجھ سے تیری پناہ لیتا ہوں ۔ میں تیری تعریفیں شمار نہیں کرسکتا" ۔ پس یہ فرق ہے ۔ نفس ذات میں ۔ کہ عفو نے عقوبت سے پناہ دی ۔ معافات باب مفاعلہ سے ہے ۔ فعل عفو فعل عقوبت سے افضل ہے ۔ اس لئے کہ فعلِ مزید کے باب یعنی باب مفاعلہ سے لایا گیا ۔ اسی افضلیت کی وجہ سے اس نے عقوبت سے پناہ دی اور رضا نے غضب سے پناہ دی ۔ جس سے ثابت ہوا ۔ کہ رضا غضب سے افضل ہے ۔ ذات سے ذات نے پناہ دی ۔ جیسا کہ افعال و صفات میں فرق ہے ۔ ایسا ہی نفس واحدیت الذات میں اگرچہ کوئی فرق نہیں ۔ لیکن ذات کی عجیب و غریب شانوں نے فرق دکھادیا ہے ۔ اور نقیضین مثل محال و واجب کو جمع کردیا ہے ۔ پھر ہر چیز جو عقل میں محال ہے ۔ اور عبارت و نقل میں آسکتی ہے ۔ ذات میں تو اسے مشاہدہ کریگا ۔ کہ وہ احکامِ واجبیہ ہے ۔ مترجم کہتا ہے ۔ کہ مثلاً اس کی مثلیت محال ہے ۔ اور یہ امر ممتنع ہے ۔ کہ وہ اپنی مثل بنانے پر قادر ہو لیکن عالمِ شہود میں انسان کامل کو دیکھو ۔ کہ وہ ایک نسخہ کامل ہے ۔ حدوث و قدم ۔ حق و خلق کا جامع ہے ۔ جیسا کہ

Marfat.com

خود مصنف علیہ الرحمت نے اپنے کواشف و مشاہدات میں اسی کتاب میں اس کی تصریح کردی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب اسی کی طرف امام ابوسعید خراز نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ میں نے اللہ کو جمع ضدین سے پہچانا۔ یہ گمان نہ کر۔ کہ وہ اوّل۔ آخر۔ ظاہر و باطن بلکہ حق و خلق۔ تفاضل و عدم تفاضل محال و واجب۔ معدوم و موجود محدود و غیر محدود وغیرہ نقیضوں اور ضدوں کا مطلق طور پر جامع ہے۔ نہ بلکہ وہ اپنی شان ذاتی سے ان سب کا جامع ہے۔ اور اس کی ہویت ان تمام سے عبادت ہے۔ ابوسعید خراز کے قول کے یہی معنی ہیں۔ پس اس کو سمجھ۔ اور جب تو نے سمجھ لیا۔ تو اس کو لازم پکڑ۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ وَالَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ

چھتیسواں باب ۳۶

توریت میں

اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت کی نو تختیاں نازل کیں۔ جن میں سے سات کی تبلیغ کا حکم دیا۔ اور دو لوحوں کی تبلیغ سے روک دیا۔ اس لئے کہ جو کچھ ان دو لوحوں میں تھا عقول اس کو قبول نہیں کر سکتے۔ اگر موسےٰ ان کو ظاہر کرتے۔ تو مطلب ثابت نہ رہتا۔ اور کوئی اس پر ایمان نہ لاتا۔ پس وہ دونوں لوحیں موسےٰ علیہ السلام سے مخصوص تھیں۔ ان کے سوا اس زمانہ کے کسی شخص کا ان میں حصہ نہ تھا۔ وہ لوحیں جن کی تبلیغ کا حکم دیا۔ ان میں اولین و آخرین کے علوم جمع تھے۔ مگر علم محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و علم ابراہیمؑ و علم عیسےٰؑ و علم ورثاء محمد صلعم کہ یہ علوم توریت میں نہ تھے۔ آنحضرت صلعم اور ان کے ورثاء کی خصوصیت اور ابراہیم و عیسےٰ علیہما السلام کے اکرام کی جہت سے خدا نے ان علوم کو ان سے مستثنےٰ رکھا سو وہ سات لوحیں جن کی تبلیغ کا حکم ہوا۔ سنگ مرمر کی تھیں۔ اور باقی کی دو لوحیں نور کی تھیں۔ اسی لئے ان کے دل سخت ہو گئے۔ کہ ان کی لوحیں پتھر کی تھیں۔ وہ تمام علوم جن پر وہ سات لوحیں متضمن تھیں سو وہ الواح کے موافق سات قسم کے تھے۔ جو سب مقتضیات الٰہیہ کی قبیل سے تھے۔ پس لوح اول نور اول کے نام سے موسوم تھی۔ قال اللہ تعالےٰ اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَاۃَ فِیْھَا ھُدًی وَّنُوْرٌ یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ ہم نے توریت کو نازل کیا۔ اس میں ہدایت و نور ہے۔ جس سے نبی حکم کرتے ہیں۔ اور لوح ثالث حکمت ہے۔ اور لوح رابع یعنی چوتھی لوح قوی اور پانچویں حکم چھٹی عبودیت ہے۔ ساتویں میں طریق سعادت کو شقاوت سے واضح کر دیا ہے۔ اور یہ بیان کر دیا ہے۔ کہ ان میں سے بہتر کونسی راہ ہے۔ اور یہ سات لوحیں ہیں جنکی تبلیغ کا موسےٰ کو حکم دیا گیا۔

اور وہ دو لوحیں جو موسےٰ علیہ السلام سے مخصوص تھیں۔ ان میں سے ایک لوح ربوبیت تھی۔ دوسری لوح قدرت

Marfat.com

چونکہ سب لوحیں موسےٰؑ نے اپنی قوم پر ظاہر نہیں کیں۔ اس لئے ان کے بعد کوئی ان کی قوم سے کامل نہیں ہوا۔ اور ان کا وارث نہیں بنا۔ بخلاف اس کے آنحضرت صلعم نے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ سب کی تبلیغ کر دی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔ ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں رکھی۔ اور فرمایا۔ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تفصیلاً ہر چیز کو ہم نے کھول کر بیان کر دیا۔ اسی لئے آپ کی اُمت سب اُمتوں سے بہتر ہے۔ اور ان کا دین جمیع ادیان کا ناسخ ہے۔ اس لئے کہ وہ سب ان چیزوں کو لائے۔ جن کو پہلے نبی فرداً فرداً لا چکے ہیں۔ اور زیادہ کیا اس چیز کو جو انبیاء سابقہ کے علوم میں نہ تھی۔ پس کمی کی وجہ سے ان کے دین منسوخ ہو گئے۔ اور آپ کا دین اپنے کمال کی وجہ سے شہرت پا گیا۔ قال اللہ تعالےٰ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔ میں نے آج کے دن تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ آنحضرت صلعم کے سوا کسی نبیؑ پر یہ آیت نازل نہیں ہوئی۔ اگر کسی پر نازل ہوتی۔ تو وہی خاتم النّبیین ہوتا۔ حالانکہ آپ کے سوا اور کوئی خاتم نبوت نہیں۔ آپ خاتم النّبیین اس لئے ٹھہرے۔ کہ آپ نے کوئی حکمت۔ ہدایت۔ علم اور سر نہیں چھوڑا۔ جس سے آگاہ نہ کیا ہو۔ اور جس کی طرف اشارہ نہ کیا ہو۔ ایسے بیان سے اس سر کو ظاہر کیا۔ جو اس کے لائق تھا۔ تصریح سے تلویح سے اشارہ سے کنایہ سے استعارہ سے محکم۔ مفسّر۔ مؤوّل۔ متشابہ وغیرہ مختلف انواع بیان سے اس راز کا افشاء کیا۔ غیر کا اس میں دخل باقی نہ رہا۔ یہ امر مستقل ہو گیا۔ نبوت ختم ہو گئی۔ اس لئے کہ آپ نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس کی حاجت باقی ہو۔ مگر اس حال کہ وہ سب کی سب لا چکے۔ آپ کے بعد نفوسِ کاملہ میں سے کوئی انسان ایسی چیز نہیں پاتا۔ اور اس پر آگاہ نہیں کرتا۔ جو آنحضرت صلعم عمل میں نہ لا چکے ہوں۔ اور اس پر تنبیہ نہ کر چکے ہوں۔ پس وہ کامل جیسا کہ آپ نے متنبہ فرمایا ہے۔ آپ کی پیروی کرتا ہے۔ اور اس پیروی میں آپ کا تابع ہے۔ پس آپ کے بعد نبوت تشریع کا حکم بند ہو گیا۔

اگر موسےٰؑ کو اُن دو مخصوص لوحوں کی تبلیغ کا بھی حکم ہوتا۔ تو عیسےٰ علیہ السلام ان کے بعد مبعوث نہ ہوتے۔ اس لئے کہ عیسےٰؑ نے انہی دو لوحوں کا راز اپنی قوم کو بتایا ہے۔ چنانچہ پہلی ہی دفعہ حضرت عیسےٰؑ قدرت و ربوبیت کی صفت سے ظاہر ہوئے۔ اور وہ بھنگوڑے میں ان کا کلام کرنا ہے۔ اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنا ہے۔ مُردوں کو زندہ کرنا ہے۔ انہوں نے موسیٰؑ کے دین کو منسوخ کیا۔ اس لئے کہ وہ اس چیز کو لائے۔ جو موسےٰؑ نہیں لائے تھے۔ لیکن جب انہوں نے اس علم کے احکام ظاہر کئے۔ تو ان کے بعد انکی قوم گمراہ ہو گئی۔ اور ان کی پرستش کرنے لگ گئے اور ان کو تین معبودوں میں سے ایک معبود ماننے لگے۔ وہ تین معبود باپ۔ ماں۔ بیٹا ہیں۔ جن کا نام انہوں نے اقانیم ثلثہ رکھا۔ اور اس پر ان کی قوم متفرق ہو گئی۔ پھر بعض تو ان کو ابن اللہ کہنے لگے۔ اور ملائکہ کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور بعض نے کہا۔ کہ وہ خدا ہے۔ جو زمین میں اُترا۔ ابن آدم کا نام پایا۔ اور پھر لوٹ گیا۔ یعنی آدم کی صورت میں متصوّر ہوا۔ اور پھر اپنے عالم قدس کی طرف چلا گیا۔ قوم عیسےٰؑ میں اس فریق کا نام یعاقبہ ہے۔ اور بعض نے کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ بذاتِ خود ان تین چیزوں سے مراد ہے۔ یعنی باپ ہے اور وہ روح القدس ہے۔ اور ماں سے اور

Marfat.com

مریمؑ ہے۔ اور بیٹے سے اور وہ عیسےٰ علیہ السلام ہیں۔ پس عیسوی قوم گمراہ ہوگئی۔ اس لئے کہ ان کے عقائد اس چیز کے مطابق نہ تھے۔ جو عیسےٰؑ ان کے پاس لائے تھے۔ ان کے گمراہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ عیسےٰ علیہ السلام کے کلام کا ظاہر مفہوم وہی تھا۔ جو انہوں نے سمجھا۔ اس بات کی دلیل کہ ان کا اعتقاد اپنے پیغمبر کے فرمودہ کے مطابق نہ تھا۔ یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے عیسےٰ علیہ السلام سے سوال کیا۔ کہ تو کہہ آیا تھا۔ کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ۔ تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔ سُبْحَانَكَ تیری ذات پاک ہے اس تشبیہ میں تنزیہہ کو مقدم رکھا۔ کہ مجھے یہ سزاوار نہیں ہے۔ کہ میں ایسی چیز کہوں۔ جس کے میں لائق نہیں ہوں۔ یعنی میں تیرے اور اپنے درمیان مغائرت کس طرح ثابت کروں۔ کہ ان کو یہ کہہ دوں۔ کہ خدا کو چھوڑ کر میری عبادت کرو۔ حالانکہ تو عین تو میری حقیقت اور ذات ہے۔ اور میں عین تیری حقیقت اور ذات ہوں۔ پس میرے اور تیرے درمیان مغائرت نہیں ہے۔ پس عیسےٰ نے اپنے نفس کو اس چیز سے منزّہ کیا۔ جو ان کی قوم کا انکی بابت اعتقاد تھا۔ اس لئے کہ ان کا اعتقاد بغیر تنزیہہ کے مطلق تشبیہ کی صورت میں تھا۔ اور یہ بات شایانِ شانِ الٰہی نہیں۔ پھر کہا یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے کہ اگر میں نے یہ بات ان کو کہی ہوتی۔ یعنی حقیقت عیسویہ کی نسبت ان کو یہ کہا ہوتا۔ کہ وہ اللہ ہے۔ تو تجھے بھی یہ بات معلوم ہوتی۔ یعنی میں نے بجز تنزیہہ و تشبیہ دونوں کے جمع کرنے اور ظہور واحد فی الکثرت کے اور کوئی بات ان کو نہیں کہی لیکن وہ اپنے فہم و ادراک میں گمراہ ہوگئے۔ اور جو کچھ انہوں نے سمجھا تھا۔ وہ میری مراد نہ تھی۔ تو جو کچھ میرے جی میں ہے جانتا ہے یعنی یہ کہ جو کچھ ان کا اعتقاد تھا۔ کیا وہی میری مراد تھی۔ ان امور میں جن کی میں نے ان پر تبلیغ کی۔ یا کہ میری مراد اس کے خلاف تھی۔ یعنی ظہورِ حقیقت الٰہیہ کی کیفیت جو وہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ کیا میری مراد بھی یہی تھی۔ اور میں نہیں جانتا ہوں۔ جو تیرے جی میں ہے یعنی میں نے تیرا فرمان ان کو پہنچا دیا۔ اور میں نہیں جانتا۔ کہ تیرے دل میں کیا ہے۔ اس امر کے متعلق کہ تو ہدایت کے بعد ان کو گمراہ کر دیگا۔ اگر میں یہ جانتا ہوتا۔ تو میں ان چیزوں میں سے کوئی چیز ان کو نہ پہنچاتا۔ جن سے ان کے گمراہ ہونے کا خدشہ تھا۔ بے شک۔ تو ہی تو غیب دان ہے۔ اور میں غیبوں کو نہیں جانتا ہوں۔ پس میرا عذر قبول کر۔ میں نے ان کو نہیں کہا۔ مگر وہی بات جس کا تو نے مجھے حکم دیا۔ اس چیز کی بابت جو میں نے تجھے اپنے نفس میں پایا۔ پھر میں نے وہ بات ان کو پہنچا دی۔ اور ان کو نصیحت کی۔ تاکہ وہ تیری طرف اپنے نفسوں میں راہ پائیں۔ میں نے اسی طور میں حقیقت الٰہیہ ان پر ظاہر کی۔ تاکہ ان پر وہ [illegible] جو ان کے نفسوں میں ہے۔ میں نے صرف ان کو یہی کہا تھا۔ کہ اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا بھی [illegible] ہے۔ میں نے اپنے نفس کو حقیقت الٰہیہ سے مخصوص نہیں کیا۔ بلکہ اس [illegible] میں نے ان کو بتا دیا۔ کہ جیسا کہ تو میرا رب ہے۔ یعنی میری حقیقت [illegible] حقیقت ہے۔ وہ علم جو عیسےٰ علیہ السلام لائے تھے۔ توریت پر [illegible] تھا۔ جس کو انہوں نے ظاہر کیا۔ اسی لئے ان کی قوم نے ان پر کفر کا [illegible] اگر عیسےٰ علیہ السلام اس علم کو چھپا رکھتے۔ اور عبارات و اشا[illegible]

Marfat.com

نے کیا۔ اس علم کو ان پر ظاہر کرتے۔ تو وہ گمراہ نہ ہوتے۔ یہ اسلئے ہوا کہ اس کے بعد علم الوہیت و علم ذات کی بھی کمال دین کو حاجت تھی۔ جن کو ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرقان و قرآن لے کر آئے۔ من حیث الذات والصفات۔ ان دونوں علموں کے متعلق پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس کو ایک ہی آیت لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ میں جمع کر دیا ہے۔ پس اس کی مانند کوئی چیز نہیں۔ اس چیز سے جو ذات سے تعلق رکھتی ہے۔ اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اور یہ اس قسم سے ہے۔ جو صفات کے ساتھ متعلق ہے۔ اگر موسےٰ بھی اپنی قوم کو وہ چیز پہنچاتے۔ جو عیسےٰ علیہ السلام نے پہنچائی۔ تو قوم مثل فرعون میں ان پر تہمت لگاتی۔ اس لئے کہ اس نے دعوےٰ کیا تھا۔ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ میں تمہارا اعلےٰ درجہ کا رب ہوں۔ اور اس کا یہ دعوےٰ ستر ربوبیت کے انشاء کے موافق تھا۔ لیکن چونکہ اس کا یہ ادعاء تحقیق پر مبنی نہ تھا۔ موسےٰ علیہ السلام نے اس سے جنگ کی۔ اور اس سے انتقام لیا۔ اگر حضرت موسےٰ نے توریت میں علم ربوبیت سے کوئی چیز ظاہر کرتے۔ تو قوم انکی تکفیر کرتی۔ اور فرعون کے ساتھ جنگ کرنے میں ان پر تہمت لگاتی۔ پس اللہ تعالےٰ نے اس علم کے چھپانے کا ان کو حکم دیا۔ جیسا کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ کو بعض ایسی چیزوں کے چھپانے کا حکم دیا۔ جن کا دوسرا شخص متحمل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ شب معراج میں مجھے تین قسم کے علم دئے گئے۔ ایک قسم کے چھپا رکھنے کا حکم دیا۔ اور ایک قسم کی تبلیغ کا اور ایک قسم میں مجھے اختیار دیا گیا۔ جس علم کی تبلیغ کا حکم دیا۔ وہ علم شرائع تھا۔ اور جس میں مجھے مختار رکھا۔ وہ علم حقائق تھا۔ اور جس کے کتمان کا حکم دیا۔ وہ اسرار الوہیت کا علم ہے۔ اور یہ تمام علوم قرآن میں خدا تعالےٰ نے ودیعت رکھے ہیں۔ جن کی تبلیغ کا حکم دیا۔ وہ ظاہری علوم ہیں۔ اور جن میں اختیار دیا گیا۔ وہ علم باطن ہے۔ مثلاً قولہ تعالےٰ سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ۔ وقولہ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وقولہ وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ وقولہ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ یہ سب آیات ایک وجہ سے حقائق پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ایک وجہ سے علم شرائع پر۔ اور یہ دوسری وجہ مثل تجیز کے ہے پس جو شخص فہم الٰہی رکھتا ہے۔ وہ باطن کو پالیگا۔ اور جو نہیں رکھتا۔ اس کے لئے ظاہری علم شرائع کی سمجھ ہی کافی ہے۔ اگر ناکاہ اس پر حقائق کا اظہار ہوتا۔ تو وہ انکار کر دیتا۔ اس پر ان آیات کا باطن اس لئے نہیں پہنچایا گیا۔ تاکہ وہ اسے ضلالت و شقاوت میں نہ ڈال دے۔ اور جس علم کے مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ وہ قرآن کریم میں وجہ نہایت غامض باریک و پوشیدہ رہنے کے بطور تاویل کے رکھا گیا ہے۔ اور اس کو وہی جانتا ہے۔ جو بطریق تلویل و بطریق کشف الٰہی نفس علم پر مطلع ہوا۔ پھر اس کے بعد قرآن کو سنا۔ پس وہ اس محل کو جان لیگا جس میں اللہ تعالےٰ نے اس علم سے کوئی شے رکھی ہے۔ جس کے چھپا رکھنے کا آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا تھا۔ اور اسی کی طرف خدا تعالےٰ نے اس قول میں اشارہ ہے وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ موافق اس شخص کی قرأت کے جو اس پر وقف کرتا ہے۔ پس جو شخص فی نفسہٖ اس کی تاویل پر مطلع ہوتا ہے۔ اسی کا نام اللہ ہے (صوفیہ کرام

Marfat.com

کے نزدیک ایک عین واحد پر الوہیت کا حصر جائز نہیں۔ اگرچہ وہ اپنے فہم و ادراک میں عالم اطلاق میں پرواز کر رہا ہو۔ میرا دل اس سے قلق و اضطراب میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم) یہاں کے گھوڑے نے تبیان کے میدان میں ہمارے ساتھ یہاں تک جولانی کی۔ کہ میں نے وہ چیز ظاہر کر دی۔ جس کے ظاہر کرنے کا خیال کبھی میرے دل میں نہیں آیا۔ اب ہم توریت کے ذکر کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں۔

جان۔ کہ توریت اسماء صفاتیہ کی تجلیات سے مراد ہے۔ اور یہ مظاہر حقیہ میں حق تعالیٰ کا ظہور ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے اسماء کو اپنی صفات پر دلائل کے طور پر قائم کیا ہے۔ اور صفات کو اپنے مظاہر میں ذات پر دلیل بنایا ہے۔ اور خلق میں اس کا ظہور بوساطت اسماء و صفات کے ہے۔ اور اس کے سوا اور کوئی راہ نہیں۔ اسلئے کہ خلق اپنی سذاجت پر پیدا کی گئی ہے۔ کہ وہ جمیع معانی الٰہیہ سے خالی ہے۔ لیکن وہ مثل سفید کپڑے کے ہے کہ جو چیز اس کے مقابل آتی ہے۔ اس میں انتقاش پاتی ہے۔ پس حق ان ناموں سے موسوم ہے تاکہ وہ اسماء خلق کے لئے اس کی صفات پر دلیل ہوں۔ پھر ان اسماء سے خلق نے صفات حق کو پہچانا۔ پھر اہل حق نے اس پر ہدایت پائی۔ اور وہ ان اسماء و صفات کے لئے مثل آئینہ کے ہو گئے۔ کہ اسماء و صفات ان میں ظاہر ہوئے پھر اپنے نفسوں میں اسماء ذاتیہ و صفات الٰہیہ کو جو ان میں منقوش تھے۔ مشاہدہ کیا۔ پس جب اللہ کا کسی امر سے انہوں نے ذکر کیا۔ تو وہ انہی کا ذکر تھا۔ یہ معنی ہیں۔ تورات کے۔ لغت میں توریہ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ [illegible] مفہوموں میں سے جو نہایت بعید ہو۔ لفظ کو ان معنوں پر حمل کیا جائے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کی نسبت کہا تھا۔ کہ یہ میری بہن ہے۔ مخاطب نے یہ سمجھا۔ کہ یہ ان کی حقیقی بہن ہے لیکن آپ کی مراد اس سے اسلامی اُختیت سے تھی۔ مترجم) پس عامۂ ناس کے نزدیک حق کی تصریح خیال اعتقادی تھا۔ اور سوائے اس کے ان کے لئے اور کچھ نہ تھا۔ اور عارفین کے نزدیک حق اُن کی ذوات کی حقیقت تھی۔ خدا نے ان کو سمجھا دیا۔ کہ اس سے یہی مراد ہے۔ توریت میں یہ زبان لسان الاشارہ کے نام سے موسوم تھی۔

جس چیز پر موسیٰ کی وہ سات لوحیں متضمن تھیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے (۱) پہلی لوح لوح نور تھی معلوم کرنا چاہئے۔ کہ ہر لوح اسی قسم کے نام سے موسوم تھی۔ جس قسم کے علوم اس میں رکھے گئے تھے۔ اگرچہ اور علوم بھی اس لوح میں تھے۔ مگر جس علم کا حکم غالب تھا اسی کے نام پر اس لوح کا نام رکھا گیا۔ جیسا کہ قرآنی سورتوں کا حال ہے۔ کہ جس امر کا کسی سورت کے مضمون میں غلبہ پایا۔ اسی کے نام پر اس [illegible] دیا۔ حالانکہ وہ اس کے سوا اور چیزوں پر بھی مشتمل ہے۔ لوح نور میں حق کا وصف [illegible] واحدیت تفرید کے ساتھ تھا۔ اور حق تعالیٰ کے متعلق ایک ایسی نسبت بھی تھی [illegible] اس میں ربوبیت حق و قدرت حق مع جمیع اسماء حسنیٰ و صفات علیا کا بھی ذکر تھا۔ [illegible] پر مذکور تھے۔ جو بطریق تعالیٰ و تنزیہ حق کو مخصوص ہے۔ اور اس جنس سے تھے۔ جن کا ذکر لوح نور سے مناسبت رکھتا ہے۔ (۲) دوسری لوح لوح ہدیٰ ہے۔ اس میں خود اس کے لئے اخبارات الٰہیہ تھیں [illegible]

Marfat.com

ذوقی ہے۔ اور مومنوں کے دلوں میں نورِ الہامی کی یہی صورت ہے۔ اس لئے کہ ہدائیت بذاتِ خود ایک وجودی و الہامی راز ہے۔ جو اچانک بندوں پر کھل جاتا ہے۔ اور یہ جذبِ الٰہی کا نور ہے۔ جس سے عارفِ الٰہی طریق سے مناظرِ علیا کی جانب ترقی پاتا ہے۔ اور یہ نورِ الٰہی کے جو انسانی صورت پر نازل ہوتا ہے۔ اپنے محل اور مکان کی طرف رجوع کرنے کی کیفیت سے مراد ہے۔ اور ہدایت اس چیز سے مراد ہے۔ جس کو اس نور والا بندہ احدیت الطریق سے نہائت قریب کے مرتبہ اور روشن تر مقام میں بدوں اعتبار کسی حیثیت کے پاتا ہے۔ اس لوح میں احوالِ مذاہب کا بیان اور پہلے اور پچھلوں کی خبریں۔ عالمِ ملکوت کا علم جو عالمِ ارواح کہلاتا ہے۔ اور عالمِ جبروت کا علم تھا۔ جو عالمِ ارواح پر حاکم ہے۔ اور حضرت قدس کے نام سے موسوم ہے۔ منجملہ اُن چیزوں کے جو اس لوح میں تھیں۔ علم برزخ۔ قیامت۔ ساعت۔ میزان۔ حساب جنت۔ نار کا ذکر تھا۔ اور نیز ملائکہ کی ایک جماعت کی خبریں تھیں۔ اور اُن اسرار کا بیان تھا۔ جو اشکال میں ودیعت رکھے گئے ہیں۔ اور ایسا ہی اور چیزیں حتّٰی کہ ان اسرار کی معرفت بنی اسرائیل نے کیا جو کیا اور ان کے ذریعہ وہ کرامات دکھائیں جو دکھائیں۔ تیسری لوح لوحِ حکمت ہے۔ اس میں بطریق تجلی و ذوق کیفیت سلوکِ علمی کا بیان ہے۔ جن کا منشاء حظائر قدسیہ یعنی قدسی مقامات ہیں۔ دونوں جوتیوں کا اتارنا کوہِ طور پر چڑھنا۔ از راہِ درخت مکالمہ کرنا۔ اندھیری رات میں آگ کا دیکھنا۔ یہ سب اسی قبیل سے ہیں اور یہ تمام اسرارِ الٰہی ہیں۔ اور یہ لوح بطریق تسخیر علم تنزّل روحانیات وغیرہ کی اصل ہے۔ اس لوح میں وہ علم بھی ہے۔ جو حکمت الٰہیہ کی ان تمام قسموں کو شامل ہے۔ اور نیز اس لوح میں علم فلکیات۔ ہیئت۔ حساب و علم خواص شجر و حجر وغیرہ کی بھی اصل ہے۔ بنی اسرائیل میں سے جو اس لوح کے علم میں رسوخ پیدا کر لیتا تھا۔ وہ راہب کہلاتا تھا۔ اور راہب ان کی بولی میں اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو عابد تارکِ دنیا ہو۔ اور اپنے مولا کی طرف راغب ہو۔

چوتھی لوح لوحِ قوی ہے۔ اس میں علم تنزیلات حکمیہ ہے۔ اور قوی بشریہ کا بیان ہے۔ یہ علمِ اذواق ہے جس کو یہ علم حاصل ہوتا تھا۔ وہ حبر کہلاتا تھا۔ اور موسیٰ کے ورثاء کا درجہ حاصل کرتا تھا۔ اس لوح کے اکثر علوم رموز کہاوتوں اور اشارات کے رنگ میں ہیں۔ جن کو حق تعالےٰ نے توریت میں نصب فرمایا۔ تاکہ قوی بشریہ میں حکمت الٰہیہ قائم ہو۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے اس قول میں اسی راز پر آگاہ کیا ہے۔ جس میں یحییٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا ہے یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا۔ پس یہ قوت کے ساتھ پکڑنا اُسی شخص کو میسر ہوتا ہے۔ جو حکمت جانتا ہو۔ اور نورِ الٰہی کی طرف ہدایت پا چکا ہو۔ پھر بمقتضاء اُس کے علم حکمت الٰہیہ کے وہ علم اس کی قوتوں میں ڈال دیا گیا۔ اور یہ ایک ذوقی امر ہے۔ جس کو وہی سمجھتا ہے جس نے اسے بطریق ذوق حاصل کیا ہو۔ اور یہ خواص کا حصہ ہے۔ نہ عوام کا۔ منجملہ ان علوم کے جو اس لوح میں ہیں۔ ایک علم سیمیا ہے۔ اور اس قسم کے سحر کی کیفیت ہے۔ جو مشابہ بالکرامات ہے۔ اس قسم کا سحر بدوں

Marfat.com

ادنیہ اور بدوں عمل اور کسی چیز کے پڑھنے کے بلکہ بمجرد قوی سحریہ انسان کے وجود میں اپنا اثر دکھلاتا ہے جیسا ساحر چاہتا ہے۔ اسی طور پر امور جاری ہوتے ہیں۔ وہ صورتیں جو صرف خیال میں متمکن ہوتی ہیں۔ جس ظاہری میں محسوس طور پر مشہود ہوتی ہیں۔ کبھی ناظرین کی آنکھ اس کے ذاتی خیال کی طرف لگی رہتی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے۔ اس کی صورت بنا دیتا ہے۔ جس کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ وہ اس کی خیالی صورتیں ہوتی ہیں۔ اور دیکھنے والے ان کو عالم حس میں گمان کرتے ہیں۔ توحید کی راہ میں میرا بھی اس علم پر گذر ہوا۔ پھر میں ایسا ہو گیا۔ کہ اگر میں چاہتا۔ کہ تصور سے کسی چیز کی صورت وجود میں دکھا دوں تو میں اس کی صورت وجود میں دکھا سکتا تھا۔ اور اگر میں کسی فعل کا ارادہ کرتا۔ تو کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے اس علم کو مہلک سمجھ کر چھوڑ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قدر مصون یعنی لوح محفوظ کو کھول دیا۔ جو کائنات والوں کے درمیان ہے۔

پانچویں لوح لوح حکم ہے۔ اس میں امر و نہی کا علم ہے۔ اور یہ وہ علم ہے جو بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا۔ اور جس کو حرام کرنا چاہا۔ ان پر حرام کر دیا۔ اس لوح میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت تھی جس پر مذہب یہود کی بنا ہے۔

چھٹی لوح لوح عبودیت ہے۔ اس میں ان احکام کی معرفت کا ذکر ہے۔ جو وقت۔ انتظار۔ خوف و خضوع سے خلق کو لازم ہے۔ جس کا حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو کہدیا کہ جب تم سے کوئی چیز کی منادی کیا جائے تو اس کی منادی ایسا ہی ہے جیسا کہ فرعون نے رب ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اس لئے کہ اس کو خبر نہیں ہے کہ کوئی حق ہیں ہے۔ کہ رب ہونے کا خیال دل میں لائے۔ اور اس لوح میں علم توحید۔ تسلیم۔ توکل۔ تفویض۔ رضا۔ خوف۔ رجاء رغبت۔ زہد اور توجہ الی الحق اور ترک ماسوا وغیرہ کے علوم بھی تھے۔

لوح ہفتم اس لوح میں سلوک الی اللہ کا ذکر تھا۔ اور طریق سعادت کا شقاوت سے جدا بیان تھا۔ منجملہ ان علوم کے جو اس لوح میں تھے۔ ان امور کا بھی بیان تھا۔ جو طریق سعادت میں دوسرے امور کی نسبت مستحب امر تھے۔ اور یہ بات طریق سعادت میں جائز ہے۔ اس لوح سے قوم موسیٰ نے کمال لی تھیں۔ جس کو بڑی رغبت و خوشی تھی اپنے دین میں ان لوگوں نے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا رہبانیت جس کو انہوں نے ایجاد کیا تھا۔ موسیٰ کی کلام سے یہ بات ثابت نہ تھی۔ بلکہ اللہ کے کلام سے۔ یا نبی جس نے اپنی امت سے قبل فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔ پھر وہ اس کو لائق رہبانیت کو نگاہ نہ رکھ سکے۔ جیسا کہ اس کے نگاہ رکھنے کا حق ہے۔ اگر وہ اس کو اختیار الٰہیہ کشف الٰہی کے طریق سے نکالتے۔ تو البتہ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر قدرت دیتا۔ اور رہبانیت کس طرح ہو سکتی تھی۔ اگر اس کی رعایت جیسا کہ اس کا [illegible]

Marfat.com

ان کے امکان میں ہوتی۔ تو حق تعالےٰ اپنے پیغمبر موسےٰ علیہ السلام کی زبان پر اُن رہبانیت کی باتوں سے ان کو مامور کرتا۔ پس موسےٰ علیہ السلام از راہِ جہالت اُن باتوں سے اعراض نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ ان پر انکی مہربانی تھی۔ پھر جب خود ہی انہوں نے رہبانیت کو نکالا۔ اور اس کو نگاہ نہ رکھ سکے۔ تو اس پر انکو مواخذہ کیا گیا۔ اور اس لوح میں بہت سے علوم تھے۔ جو ادیان و ابدان سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے بطریق اختصار ان سب باتوں کو ان ورقوں میں جمع کر دیا۔ جن کو توریت متضمن تھی۔ اور میرا یہ بیان کشفی جہت سے ہے نہ کسی اور جہت سے۔ اگر میں پورے طور پر ان کو ظاہر کرنے لگتا تو بہت سی تطویل کی ضرورت پڑتی اور اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ۔

سینتیسواں باب

زبور میں

زبور سُریانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی کتاب کے ہیں۔ عرب نے بھی انہی معنوں میں اس کو استعمال کیا ہے۔ جتنے کہ کلام الٰہی میں وارد ہوا ہے۔ وَکُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْہُ فِی الزُّبُرِ۔ ہر وہ چیز جو اُن سے عمل میں آئی کتابوں میں ہے۔ زبور کو داؤد نبی پر خدا نے اتارا تھا۔ اور وہ مفصل آتیں تھیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ داؤد علیہ السلام پر اس کا نزول پورا کر چکا۔ تو ایک ہی دفعہ تمام کتاب کو انہوں نے اپنی قوم پر ظاہر کیا۔ داؤدؑ کی زبان اور گفتگو میں نہائت لطافت تھی۔ اور وہ خصائل حسنہ رکھتے تھے۔ جب وہ زبور پڑھتے۔ تو وحوش و طیور سے حیوانات ان کے گرد کھڑے ہو جاتے۔ آپ نحیف البدن۔ قصیر القامت تھے۔ یعنی بدن کے دُبلے چھوٹے قد کے تھے۔ بڑے طاقتور تھے۔ اور اپنے زمانہ کے مستعمل علوم سے واقف تھے۔

جان۔ کہ ہر کتاب جو کسی نبی پر نازل کی گئی ہے۔ اس میں وہی علوم رکھے گئے۔ جو اس نبی کے حدود علم سے خارج نہ تھے۔ اور یہ حکمت الٰہی تھی۔ تاکہ نبی اُس چیز سے بیخبر نہ رہے۔ جس وہ آیا۔ پس کتب الٰہیہ بعض بعض پر اسی قدر فضیلت رکھتی ہیں۔ جس قدر کہ اللہ کے ہاں بعض رسول بعض پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اسی لئے قرآن جمیع کتب منزلہ سے افضل ہے۔ کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام پیغمبروں سے افضل تھے۔ اگر تو یہ کہے کہ کلام الٰہی بعض بعض پر کیسے فضیلت رکھ سکتی ہیں۔ تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں۔ کہ حدیث میں آچکا ہے۔ کہ سورۂ فاتحہ تمام آیاتِ قرآنی سے افضل ہے۔ جب قرآن کی بعض سورتوں میں تفضیل جاری ہے۔ تو

Marfat.com

پھر باقی تمام کتابوں میں کون سا امتناع رہا۔

جان۔ کہ زبور کے اکثر علوم مواعظ ہیں۔ اور باقی اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا ہے۔ جس کا کہ وہ مستحق ہے۔ اور اس میں شرائع و احکام کی چند مخصوص آیات ہیں۔ لیکن یہ مواعظ اور حمد و ثناء کے علوم بہت سے علوم کو شامل ہیں۔ مثلاً علم الٰہیہ حقیقیہ۔ علوم وجود مطلق۔ علم تجلّیٔ حق فے الخلق۔ علم التسخیر والتدبیر۔ علم مقتضیات حقائق الموجودات علم قوابل و استعدادات۔ علم طبیعیات۔ علم ریاضیات۔ علم النطق یعنی علم منطق الطیر۔ علم خلافت۔ علم حکمت علم فراست وغیرہ علوم۔ یہ کل علوم بطریق تتبع کے ہیں۔ اور کچھ ان میں سے مصرح طور پر ہیں۔ جن کا اظہار زبان رساں نہیں۔ اور نہ اسرار الٰہی میں سے کوئی سرّ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ داؤد علیہ السلام کثیر العبادت تھے۔ اور کشف الٰہی سے پرندوں کی بولی جانتے تھے۔ اور قوۃ الٰہیہ سے اُن سے باتیں کرتے تھے۔ پھر جس لفظ سے چاہتے معانی انکے کانوں میں پہنچا دیتے تھے۔ جن کا وہ طیور ان سے ارادہ کرتے تھے۔ نہ جیسا کہ وہ شخص گمان کرتا ہے۔ جس کو اس کے حال کی واقفی نہیں۔ پس وہ گمان کرتا ہے۔ کہ وہ بالذات جانور کی زبان میں باتیں کرتے تھے۔ اس خیال سے کہ وہ اصطلاحی الفاظ تھے۔ بلکہ وہ باوجود ان کی آوازوں کے مختلف ہونے کے طیور کی باتوں کو سمجھتے تھے۔ اور اُن معانی کو جان لیتے تھے۔ جن پر وہ آوازیں دلالت کرتی تھیں۔ اور یہ جاننا بطریق کشف الٰہی ہوتا تھا۔ یہ قول اُن کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کا ہے۔ کہ ہم کو پرندوں کی بولی سکھلائی گئی۔ ہمیشہ یہی حال رہا حتے کہ گمان کرنے والوں نے گمان کیا۔ کہ پرندوں کے لئے ایک معین بولی ہے۔ جس سے بعض ان کے بعض کے ساتھ باتیں کرتے ہیں۔ اور داؤد علیہ السلام چونکہ اس وضع کو پہچانتے تھے۔ اس لئے ان کی باتیں سمجھ لیتے تھے۔ بلکہ بجز اس کے کوئی بات نہ تھی۔ کہ ان کی آوازیں تھیں۔ جن کو وہ بدوں کسی وضع معلومہ کے نکالتے تھے۔ لیکن جب ان کو کوئی حاجت پیش آتی تھی تو ان سے ایک ایسی آواز ظاہر ہوتی تھی۔ کہ طیور بھی بطور الہام الٰہی اس کو سمجھ لیتے تھے۔ کیونکہ ان میں روحی لطافت تھی۔ جب ان کو دوسری حالت پیش آتی۔ تو بعینہ اسی قسم کی آواز یا اس کے سوا کوئی اور آواز ان سے نکلتی پھر اس کو کوئی پرندہ یا اس کے سوا کوئی یا اس کے سوا کوئی اور بطریق الہام الٰہی کے سمجھ لیتا تھا۔ پس تمام حیوانات سے جو آواز نکلتی تھی۔ داؤد علیہ السلام بطور الہام و کشف الٰہی اس سے اس چیز کو سمجھ لیتے تھے۔ جس کو وہ آواز متضمن ہوتی تھی۔ اور جب خود ان ہی سے کسی سے کلام کرنی چاہتے تھے۔ تو سریانی زبان میں باتیں کرتے تھے۔ یا کبھی حیوانات کی آوازوں میں۔ پھر وہ حیوان اس کو سمجھ لیتا تھا۔ اس قوت الٰہیہ کی وجہ سے جسے خدا نے داؤد علیہ السلام کی [illegible] رکھا تھا۔ اور یہ امر صرف داؤد و سلیمان علیہما السلام سے ہی مخصوص نہ تھا۔ بلکہ وہ جمیع خلفاء میں ایک عام بات ہے۔ میری مراد خلافت سے خلافت کبریٰ ہے۔ منطق الطیر میں ان دونوں پیغمبروں کی خصوصیت صرف یہی ہے کہ یہ باتیں بکثرت ان سے ظہور میں آئیں۔ اور اس کا انہوں نے ادعا فرمایا۔ ورنہ جمیع افراد و اقطاب کو مملکت وجودیہ میں تصرف حاصل ہے۔ اور ہر ایک ان میں سے وہ باتیں جانتا ہے۔ جو رات اور دن میں کھنکتی ہیں۔ پرندوں کی بولیاں تو درکنار رہیں۔ چنانچہ شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ اگر ایک سیاہ چیونٹی اندھیری رات میں ایک

Marfat.com

سخت پتھر پر چل رہی ہو۔ اور میں اس کی آواز نہیں سنتا۔ تو میں خیال کرتا ہوں۔ کہ میں فریب میں آگیا ہوں۔ یا میرے ساتھ مکر کیا گیا ہے۔ اور ایک اور بزرگ نے فرمایا ہے۔ کہ میں نہ یہ بات کہتا ہوں۔ جو شبلیؒ نے کہی۔ اور نہ اس کو سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ حرکت کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ مگر میری قوت کے ساتھ۔ اور میں ہی اس کا محرک ہوں پھر میں کس طرح کہوں۔ کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایک جن نے آنحضرتؐ کو ورغلانا چاہا۔ تو آپ نے چاہا۔ کہ اسے پکڑ کر مسجد کے کسی ستون کے ساتھ باندھ دیں۔ پھر سلیمان علیہ السلام کی دعا۔ رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا الایہ یاد آگئی۔ تو اس کو چھوڑ دیا۔ ان کی دعا یہ تھی۔ کہ الٰہی مجھے ایسا ملک بخش جو میرے بعد کسی کے لئے نہ ہو۔ اس دعا سے ان کا مقصد تحدّی یعنی دعوے کرنا اور چیلنج دینا اور ظہور تھا۔ جو اس خلافت سے متعلق تھا۔ یعنی جنوں اور وحوش وطیور میں تصرّف کے متعلق۔ اور یہ بات بعد سلیمان علیہ السلام کے علم و کمال کسی کے لئے نہیں ہوئی۔ لیکن بعض اشیاء میں سوائے بعض دوسری کے انبیاء علیہم السلام سے یہ باتیں ظہور میں آئیں۔ اور ان کے اتباع میں اولیاء سے بھی یہ باتیں وقوع میں آئیں۔

جان۔ کہ زبور اشارت ہیں تجلیات صفات افعال سے مراد ہے۔ اور توریت فقط جملہ اسماء و صفات کی تجلیات سے اور انجیل فقط تجلیات اسماء ذات سے مراد ہے۔ اور فرقان مطلقاً جملہ صفات و اسماء کی تجلیات سے مراد ہے۔ ذاتی ہوں یا صفاتی۔ اور قرآن ذات محض سے مراد ہے۔ قرآن۔ فرقان۔ توریت کے متعلق پہلے ذکر ہو چکا۔ زبور کا تجلیات صفات افعال سے مراد ہونا اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ تفریعات فعلیہ اقتداریہ الٰہیہ کی تفصیل ہے۔ اسی لئے داؤد علیہ السلام عالم میں خلیفہ تھے۔ پھر انہوں نے ان احکام کو عالم میں ظاہر کیا۔ جن کی زبور میں ان کو وحی ہوئی تھی۔ پھر مضبوط اور محکم پہاڑ پلتے تھے۔ لوہا نرم ہو جاتا تھا۔ اور طرح طرح کی مخلوق پر حکمرانی کرتے تھے۔ پھر ان کے ملک کے وارث سلیمانؑ ہوئے سلیمانؑ ان کے وارث تھے۔ اور داؤدؑ حق مطلق کے وارث تھے۔ اور داؤدؑ افضل تھے۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ نے ابتداءً انکو خلافت دی۔ اور اس خطاب سے مخصوص فرمایا۔ يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ اور یہ بات سلیمانؑ کو نصیب نہ ہوئی۔ مگر ایک قسم کے حصر کے ساتھ دعا کرنے کے بعد۔ حصر کے ساتھ اس طرح کہ بس میرے بعد کسی کو یہ خلافت حاصل نہ ہو۔ اور داؤدؑ نے یہ سمجھ لیا تھا۔ کہ کسی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ ظاہر و باطن میں خلافت اس پر محصور ہو۔ پس نہیں عطا کرتا حق تعالےٰ اس کو مگر بہ حیثیت ظہور یعنی خلافت کا کسی شخص پر حصر حرف ظہور میں ہو سکتا ہے۔ ظہور و بطون دونوں میں نہیں ہو سکتا۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ سلیمان مذکورہ دعا کے جواب میں خدا نے فرمایا۔ کہ ہم نے ریح اس کے لئے مسخر کر دی۔ کہ اس کے حکم کے مطابق چلتی تھی۔ پھر وہ چیزیں شمار کیں۔ جو اقتدارات الٰہیہ سے سلیمانؑ کو دی گئیں۔ یہ نہ کہا۔ کہ جو کچھ اس نے مانگا ہم نے اس کو دیدیا۔ اسلئے کہ مخلوق کے کسی فرد کیلئے ایسی خصوصیت محال و ممتنع تھی۔ یہ بات صرف خدا کی ذات سے ہی مخصوص ہے۔ جب خدا تعالےٰ بذاتِ خود کسی مظہر میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو وہ مظہر اس کی زمین میں خلیفۃ اللہ کہلاتا ہے۔ خدا نے اپنے اس قول میں اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ بیشک تورات کے بعد زبور میں ہم نے لکھ دیا ہے۔ کہ زمین کے وارث میرے نیکوکار اور صالح بندے ہونگے یعنی جو وراثتِ الٰہیہ کی صلاحیت

Marfat.com

رکھتے ہیں۔ زمین سے یہاں مراد حقائق وجودیہ ہیں جو مظاہر حقیہ و معانیٔ خلقیہ میں منحصر ہیں۔ اسی کی طرف خدا نے اپنے قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ میری زمین کشادہ ہے۔ پس میری ہی بندگی کرو۔ اگر تو کہے۔ کہ سلیمانؑ کی دعا ایک اعتبار سے تو قبول ہو چکی یعنی اس اعتبار سے کہ خلافت کبریٰ اللہ کے بعد کسی کے لئے نہ ہو۔ اور وہ یعنی اللہ حقیقتِ سلیمان ہے۔ تو پھر دعا ان کی صحیح ہو گئی۔ تو تیرا یہ کہنا بجا اور سچ ہے۔ اور اگر تو یہ کہے۔ کہ انکی دعا مستجاب نہ ہوئی۔ اس اعتبار سے کہ خلافت صرف انہی پر مخصوص نہیں رہی۔ تو یہ بھی صحیح ہے۔ اسلئے کہ ان کے بعد بہت سے قطب اور فرد پیدا ہوئے جن کو اقتداراتِ الٰہیہ سے حصہ ملا۔ پس تیرا یہ کہنا بھی سچ ہے جس اعتبار سے تو چاہے۔ کہدے۔

جب داؤدؑ نے یہ سمجھا۔ کہ خلافت مخلوق میں سے کسی شخص پر خاص نہیں ہو سکتی۔ کہ اس کے بعد کسی کو اس سے حصہ نہ ملے۔ تو ایسی دعا سے وہ باز رہے۔ اور سلیمانؑ نے بطریق تادبِ الٰہیہ اس دعا کو مانگا۔ وہ تادبِ الٰہیہ یہ کہ مظاہر الٰہیہ میں وہ متفرد ہوں۔ اس لئے کہ حق جو عین ان کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ وہ بذاتِ خود ان مذکورہ مظاہر میں متفرد ہے۔ اور یہ بات اگرچہ ظاہر حال میں ممتنع ہے۔ لیکن وسعت الٰہی اور امکان وجودی کی جہت سے امکان رکھتی ہے۔ لیکن کوئی شخص نہیں جانتا۔ کہ یہ بات اس کو ثابت ہوئی یا نہیں۔ اسی مقام سے خدا نے اپنے اولیاء کی بابت خبر دی۔ کہ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَسُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ پس اس جہت سے امتناع بھی ثابت ہو گیا۔ اسی لئے صدیق اکبرؓ نے فرمایا العجز عن درك الادراك ادراك اور آنحضرتؐ نے فرمایا۔ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ۔ پس آنحضرتؐ نے طلب میں ادب کی رعائت کی۔ اس امر میں جس کا حصول ممکن نہیں۔ اور اپنے رب کے کمال کی وجہ سے عجز کے معترف ہوئے۔ آپ سلیمانؑ کی نسبت اپنے رب کی شناسائی میں بڑھ کر تھے۔ اسلئے کہ سلیمان نے وہ چیز مانگی۔ اور اُسے شناخت کیا جو انتہا رکھتی ہے۔ اور آپ نے اس چیز کو شناخت کیا۔ جو انتہا نہیں رکھتی۔ اور ایسی چیز کے ادراک کی طلب میں ادب کو ملحوظ رکھا۔ جو ادراک نہیں کی جا سکتی۔ اور اسی کے حصول کی بابت دعا کو ترک رکھا۔ اسلئے کہ وہ جانتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے لئے یہ بات نہیں رکھی۔ اس لئے کہ یہ اس کی ذاتی خصوصیت ہے۔ جس کو خدا نے اپنی تمام مخلوق سے اپنے لئے مختار فرمایا ہے۔ پس دیکھ کہ کتنا فرق ہے۔ اس شخص کے مرتبہ میں جس کی معرفت محدود ہے اس شخص کے مرتبہ سے جس کی معرفت غیر محدود ہے۔ اس مقام میں محمدی اولیاء نے کہدیا۔ جو کہدیا۔

شیخ عبد القادرؒ کا قول فتوحات مکیہ میں محی الدین ابن عربیؒ نے باسناد خود بیان کیا ہے۔ کہ وہ فرماتے ہیں کہ اے انبیاء کے گروہ تم کو تو نبوت کا لقب ملا۔ اور ہمنے وہ چیز پائی۔ جو تم کو نہیں ملی۔ اور شیخ ابو الغیث بن جمیل نے کہا ہے۔ کہ ہمنے ایسے دریا میں غوطہ لگایا کہ نبیؐ جس کے صرف کنارے پر ٹھہرے ہیں۔ یہ کلام اگرچہ ایک وجہ تاویل کی رکھتا ہے۔ لیکن ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ مطلق نبی مطلق ولی سے افضل ہے۔ نبوت اور ولائت کے متعلق انشاء اللہ اسی کتاب میں ذکر آئیگا۔ مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ جس شخص کو صوفیہ کرام کی کلام سے حیرت پیدا ہو۔ وہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی کتب تصوف کا مطالعہ کرے۔ صوفیہ کرام کے یہ تمام حقائق نفس کلیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور نبوت کا مقام اس سے بالاتر ہے

Marfat.com

اڑتیسواں باب[۳۸]

انجیل میں

اللہ تعالےٰ نے سریانی زبان میں عیسےٰ علیہ السّلام پر انجیل نازل فرمائی۔ اور ستّرہ زبانوں میں اسکی قرأت کی گئی۔ انجیل کی ابتداء اسم اب وام وابن سے ہے۔ جیسا کہ قرآن کی ابتداء بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے۔ انکی قوم نے اس کلام کو ظاہر پر محمول کیا۔ اور گمان کیا۔ کہ آب۔ اُمّ۔ ابن۔ روح۔ مریمؑ۔ عیسےٰ سے مراد ہیں۔ اور کہدیا۔ کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ یہ نہ جانا۔ کہ اب سے مراد اسم اللہ ہے۔ اور اُمّ سے کنہ ذات جو ماہیت حقائق سے معتبر ہے۔ اور ابن سے کتاب مراد ہے۔ اور وہ وجود مطلق ہے۔ اس لئے کہ وہ ماہیت کنہ کی ایک فرع اور نتیجہ ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبِ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا ذکر کیا گیا۔ اور پہلے بھی اپنے باب میں اس کا مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ عیسےٰؑ نے اپنے قول مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ میں نے ان کو وہی بات کہی ہے۔ جسے ان کو پہنچانے کا تو نے مجھے حکم دیا ہے۔ اور وہ یہ کلام ہے پھر کہا۔ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ۔ کہ اللہ کی بندگی کرو۔ جو میرا بھی رب ہے۔ اور تمہارا بھی۔ حتےٰ کہ وہ جان لے۔ کہ عیسےٰؑ نے ظاہر انجیل پر اقتصار نہیں کیا۔ بلکہ اپنے قول اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ سے وضوح و بیان میں زیادتی کر دی ہے۔ تاکہ ان کا یہ وہم رفع ہو جائے۔ کہ وہ اب۔ ام اور روح ہے۔ اور اللہ کے نزدیک عیسےٰؑ بری الذمہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ انہوں نے انجیل کے اس قول کا اصل مطلب ان پر واضح کر دیا۔ مگر وہ عیسےٰؑ کے بیان پر نہ رہے۔ بلکہ کلام الٰہی کے ظاہر مفہوم کی طرف چلے گئے۔ اور جواب میں مسیحؑ کا یہ کہنا مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اس میں انکی اپنی قوم کی طرف سے بھی عذر خواہی تھی۔ یعنی تو نے مجھے اس کلام سے جس کی ابتداء اب۔ اُمّ۔ ابن کے نام سے ہے۔ انکی طرف بھیجا۔ پھر جب میں نے تیرا کلام بجنسہٖ ان کو پہنچا دیا اور انہوں نے وہی معنے لئے۔ جو بظاہر تیری کلام سے تبادر ہوتے تھے۔ تو پھر اس پر تو ان کو ملامت نہ فرما۔ اسلئے کہ وہ اسی بات میں ہیں۔ جس کو تیری کلام سے انہوں نے سمجھا۔ پس ان کا شرک عین توحید ہے۔ اور انکی مثال اس مجتہد کی سی ہے۔ جس نے اجتہاد کیا اور اپنے اجتہاد میں خطا کی۔ اس کے لئے اجتہاد کا اجر ہے۔ پس عیسےٰؑ نے خدا تعالےٰ کے اس قول کے جواب میں کہ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اپنی قوم کی عذر خواہی کی۔ جیسا کہ مذکور ہوا اسی لئے اپنے قول میں انہوں نے یہ راہ اختیار کی۔ یہاں تک کہ کہا۔ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اور یہ نہ کہا۔ وَاِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّکَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ اور نہ جو مشابہ اس

Marfat.com

قول کے ہے۔ بلکہ مغفرت کا ذکر کیا۔ اس لئے کہ وہ حق سے ان کی مغفرت کی خواہش رکھتے تھے۔ وہ خدا کی طرف سے اس بات کے منصف ٹھہرے۔ کہ انکی قوم حق سے باہر نہیں نکلی۔ اسلئے کہ انبیاء علیہم السلام کسی ایسے شخص کی بات مغفرت طلب نہیں کرتے۔ جس کو وہ عذاب کا مستحق سمجھیں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ کے لئے مغفرت نہیں مانگی۔ مگر ایک وعدہ کے بموجب جس کا انہوں نے اس سے وعدہ فرمایا۔ جب ان پر یہ ظاہر ہوگیا۔ کہ وہ خدا کا دشمن ہے۔ تو وہ اس سے بیزار ہوگئے۔ ایسا ہی تمام انبیاء کا حال ہے۔ عیسےٰؑ کا اپنی قوم کے لئے مغفرت کا طلب کرنا اسی لئے تھا۔ کہ وہ سمجھتے تھے۔ کہ وہ اپنی طرف سے حق پر ہیں۔ اگرچہ وہ فی الحقیقت باطل پر تھے۔ اور ان کا اپنے اعتقاد میں حق پر ہونا یہی اُن کا مآلِ کار ہے۔ اگرچہ وہ عقاب کے لائق ہیں۔ اس لئے کہ درحقیقت ان کا اعتقاد باطل ہے۔ اسی لئے مسیحؑ نے کہا۔ کہ اگر تو ان کو عذاب کرے۔ پھر اس کے بعد وہ خوب بولے۔ یہ کہ وہ تیرے عباد یعنی عابد ہیں۔ تیرے معاند نہیں ہیں۔ اور نہ اُن لوگوں میں سے ہیں۔ جن کا کوئی مولےٰ نہیں ہے۔ اور وہ کافر ہیں۔ جن کا کوئی مولیٰ نہیں ہوتا۔ لیکن وہ حقیقت میں اہل حق ہیں۔ اسلئے کہ حق تعالےٰ عیسےٰؑ کی اور انکی ماں اور روح القدس کی حقیقت ہے۔ بلکہ تمام چیزوں کی حقیقت ہے۔ عیسےٰ علیہ السلام کے اس قول کے کہ وہ تیرے عباد یعنی عابد ہیں۔ یہی معنی ہیں۔ پس مسیحؑ نے شہادت دی۔ کہ وہ عباد اللہ ہیں۔ اور ان کی بابت یہی تیرے لئے کافی ہے۔ کہ ان کے پیغمبر نے ان کے عباد اللہ ہونے کی شہادت دیدی۔ اسی لئے حق تعالےٰ نے اس کلام کے بعد فرمایا۔ کہ یہ وہ دن ہے۔ کہ جس میں اللہ کے ہاں صادقوں کو ان کا صدق نفع دیگا۔ یہ عیسےٰؑ کے لئے اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ان کے مطلب کو پورا کر دیا۔ یعنی جبکہ وہ میری کلام کی تاریں میں جیسا کہ ان پر ظاہر ہوا۔ اپنی طرف سے صادق ہیں۔ اگرچہ حقیقتاً لامر اس کے خلاف ہے۔ تو ان کا یہ صدق ان کو اللہ کے ہاں نفع دیگا۔ نہ اس کے غیر کے ہاں۔ کہ جس کی نسبت وہ الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ امر اس شخص پر بھی جس کے نفس کے متعلق وہ الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ وہ ہمارے نزدیک ایسے اعتقاد میں گمراہی کا حکم رکھتے ہیں۔ اسلئے وہ اس اعتقاد پر عذاب دیئے گئے۔ لیکن چونکہ اُن کا مآل حق کی اس تجلی کی صرف ہوگا۔ جو ان کے دلی اعتقاد کی حقیقت ہے جس پر کہ اب وہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہیں۔ اور وہ ان کے صدق کی ایک صورت ہے۔ اسلئے اُس اعتقاد میں ان کا صدق اپنے رب کے ہاں ان کو نفع دیگا۔ حتےٰ کہ ان کا حکم آخر کار رحمت الٰہیہ کی طرف رجوع کریگا۔ پس حق تعالےٰ اُن پر حتی ان کے نفسوں میں اسی اعتقاد کے موافق تجلی فرمائیگا۔ جو عیسےٰؑ کے متعلق وہ رکھتے ہیں۔ پھر ان پر ظاہر ہو جائیگا۔ کہ ان کا اعتقاد اسی وجہ سے حق تھا۔ انکے اعتقاد کے موافق تجلی اس لئے ہوگی۔ کہ حدیث میں آچکا ہے۔ کہ حق تعالےٰ کا سلوک بندہ کے ساتھ اسی ظن کے موافق ہوتا ہے۔ جو بندہ اس کے ساتھ رکھتا ہے۔"

پھر اس کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ انجیل تجلیاتِ اسماء ذات سے مراد ہے۔ یعنی اسماء بین ذات

Marfat.com

کی تجلیات سے۔ اور تجلیات مذکورہ میں سے ایک واحدیت میں اس کی تجلی ہے جس میں کہ وہ قوم عیسٰے پر عیسٰے مریم۔ روح القدس کی صورت میں ظاہر ہوا۔ پھر ان مظاہر میں سے ہر مظہر میں انہوں نے حق کو مشاہدہ کیا۔ اور وہ اگرچہ اس تجلّی کی جہت سے حق پر تھے۔ لیکن اس میں انہوں نے خطا کی۔ اور گمراہ ہوگئے۔ خطا تو یہ تھی کہ انہوں نے الوہیّت کو عیسٰے۔ مریم۔ روح القدس میں محصور کر دیا۔ اور گمراہی یہ کہ وہ اس حضرت واحدیت میں تجسیم مطلق اور تشبیہ مطلق کے قائل ہوگئے۔ حالانکہ اس حضرت واحدیت کا یہ حکم نہیں ہے۔ جس کے کہ وہ تقیید و حصر کے ساتھ قائل ہوئے۔ یہ تھا۔ ان کی خطاء وضلالت کا محل۔ اس کو سمجھ۔ انجیل میں وہی بات تھی جس کے ساتھ ناموس لاہوتی وجود فاسوتی میں قائم ہے۔ اور وہ خلق میں ظہورِ حق کا مقتضا ہے۔ لیکن چونکہ نصاریٰ تجسیم اور حصر کی طرف چلے گئے۔ اور ان کا یہ اعتقاد انجیل کے مخالف تھا۔ اس لئے درحقیقت وہ انجیل پر قائم نہ رہے۔ ہاں محمدیوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اسلئے کہ انجیل کا لُبِ لباب قرآن کی ایک ہی آیت میں آجاتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ اور اس کی روح اس سے کوئی جداگانہ چیز نہیں ہے۔ یہ تو اس ظہور سے اللہ تعالےٰ نے خبر دی ہے۔ جو آدم کے وجود میں تھا۔ پھر اس آئت سے اس کی تائید فرمائی ہے۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ عنقریب ہم اپنے نشانِ عالم میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھائینگے۔ حتّٰی کہ ان پر ظاہر ہو جائیگا۔ کہ وہ حق ہے یعنی تمام عالم جو آفاق وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ سے عبارت ہے۔ وہ حق ہے۔ پھر بیان کیا۔ اور اپنے اس قول میں اس کی تصریح کی۔ جو آنحضرت صلعم کے حق میں فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ اور اپنے اس قول میں وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پس محمدیوں نے اس سے حق امر کی طرف ہدایت پائی۔ اسی لئے وجود حقی کو انہوں نے صرف آدم میں ہی محصور نہیں کیا۔ باوجود اس کے کہ آیت اس حقیقت کو صرف آدم میں ہی متعین کر رہی ہے۔ لیکن انہوں نے پاسِ ادب کیا۔ اور جانا۔ کہ مراد آدم سے ہر فردِ انسانی ہے۔ حق کو اپنے کمال کے ساتھ اظہارِ امتثال امرالٰہی جمیع اجزاء وجود میں مشاہدہ کیا۔ اور وہ امر الٰہی خدا تعالےٰ کا یہ قول ہے حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابی مسلمانوں نے کہا۔ اگر اس قسم کی آیت انجیل میں نازل ہوتی۔ تو نصاریٰ اس حقیقت کی طرف ہدائت پاتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو کتاب خدا نے نازل فرمائی ہے۔ اس میں یہ لابدی خصوصیّت تھی۔ کہ بہتوں کو اس سے گمراہ کرتا تھا۔ اور بہتوں کو اس سے ہدائیت دیتا تھا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آچکا ہے۔ کیا تو علماء ظاہر کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ وہ دونوں آئتوں کی تاویں میں کیسے گمراہ ہوئے۔ کہ وہ بھی ان دونوں آئتوں کی تاویل میں اُسی طرف گئے۔ جس طرف کہ نصاریٰ گئے۔ اگرچہ جس طرف وہ گئے ہیں۔ وہ بھی حق کی جہتوں میں سے ایک جہت ہے۔ لیکن ان کے ہاں چونکہ اس کے اصول محکم ہوگئے ہیں اس لئے وہ ان محکم اصولوں کی وجہ سے حق سے بہت دور پڑ گئے ہیں۔ اور وہ اس کی شناخت نہیں کر سکتے بخلاف محقق عارفوں کے انہوں نے ان دونوں آیتوں سے معرفت الٰہی کی طرف ہدایت پائی۔ پس وہ چیز جس سے انہوں نے ہدائت

Marfat.com

پائی۔ عین اُس چیز کا ہے۔ جس سے وہ گمراہ ہوئے۔ قال اللہ تعالےٰ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا ؕ وَمَا یُضِلُّ بِہٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ۔ گمراہ کرتا ہے۔ ساتھ اس کے بہتوں کو اور ہدائت کرتا ہے ساتھ اس کے بہتوں کو۔ اور نہیں گمراہ کرتا مگر فاسقوں کو۔ عربی زبان میں انڈے کی بابت بھی جبکہ وہ بگڑ جاتا ہے۔ اور چوزہ کے نکلنے کے قابل نہیں رہتا۔ فاسق کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور یہاں اس لفظ سے مراد وہ قوم ہے۔ جن کی قابلیتیں اس قابل نہیں رہیں۔ کہ وہ تجلّیٔ الٰہی کو قبول کر سکیں۔ اس لئے کہ ان کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے۔ کہ حق تعالےٰ اپنی خلق میں ظاہر نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ یہاں کسی صورت میں بھی ان پر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس پر انہوں نے تنزیہہ کے ان اصولوں کو مؤیّد پایا۔ جن سے ذات الٰہیہ پر حکم لگایا جاتا ہے۔ ان اوصاف حکمیہ کو لیکر وہ امور عینیہ کو چھوڑ بیٹھے۔ اور یہ نہ جانا۔ کہ یہ اوصاف حکمیہ اپنے کمال کی صورت میں بعینہٖ اسی امر عینی اور وجود خلقی حقّی کے اوصاف ہیں۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے خود اپنی طرف سے اپنی کتاب کے بعض مقامات میں اس سے خبر دی ہے جیسا کہ فرمایا فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ اور فرمایا وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اور نیز فرمایا وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ اور نیز یہ قول وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ (اس آیت میں لفظ مِنْہُ محل حجت ہے۔ مترجم) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اللہ تعالےٰ بندہ کی آنکھ۔ کان۔ ہاتھ اور زبان ہے۔ اور اس قسم کی اور آیات واحادیث جن کا حصر ممکن نہیں پس اس کو سمجھ۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ۝

اُنتالیسواں باب ۳۹

اس حدیث کے بیان میں کہ اللہ آخر کی تہائی رات آسمان دُنیا پر نزول فرماتا ہے پس کہتا ہے

حدیث۔ اشارۃً ہر ذرۂ وجود میں حق سبحانہٗ وتعالےٰ کے ظہور پر دلالت کرتی ہے۔ پس رات سے مراد امکانی کی ظلمت ہے۔ اور آسمان دنیا سے مراد خلق کا ظاہر وجود ہے۔ اور ثلث اخیر سے مراد اس کی حقیقت ہے۔ اس لئے کہ موجودات کی ہر شے تین قسموں میں منقسم ہے۔ ایک ظاہر جو ملک کے نام سے موسوم ہے۔ اور ایک باطن جسے ملکوت کہا جاتا ہے۔ اور تیسری قسم ان دونوں قسموں سے منزّہ ہے۔ اور وہ قسم جبروتی الٰہی کے نام سے موسوم ہے جیسے اس حدیث میں بلسانِ اشارہ ثلث اخیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور حقیقت میں کوئی انقسام نہیں۔ اس لئے کہ ایک چیز جب اپنے عدم انقسام سے اعتبار کی جاتی ہے۔ تو یہ امر لابدی ہے کہ اس کا ایک ظاہر سمجھا جائے۔ اور وہ اس کی

Marfat.com

صورت ہے۔ اور ایک اس کا باطن سمجھا جائے۔ اور وہ اس کا نفس ہے۔ اور ضروری ہے۔ کہ ایک اس کی حقیقت بھی ہو۔ جس کے ساتھ وہ قیام رکھتا ہے۔ پس ثلثِ اخیر سے اشارہ ظاہر ہو گیا۔ پھر حق کا تنزل خود تشبیہ خلقی میں اپنی تنزیہہ کے ساتھ اس کا ظہور ہے۔ اور اس حدیث کا بہ اشارۂ دیگر ایک اور اعتبار بھی ہے۔ یہ دوسرا اشارہ پہلے اشارہ سے اعلیٰ ہے۔ اور وہ تیرا اس بات کا جاننا ہے۔ کہ مراد ثلثِ اخیر سے صفت الٰہیہ ہے۔ جس سے وہ اپنے بندہ پر تجلی فرماتا ہے۔ اور ظہور ذات کی حقیقت اس صفت کے اخیر میں ہوتی ہے۔ نہ اس کے ابتدائی امروں میں اور نہ اس کے اوسط میں۔ اور یہ ایک ذوقی امر ہے۔ جو بدوں کشف شناخت نہیں کیا جاتا۔ میری مراد اس امر سے ظہور صفت کے اواخر میں ذات کا ظہور ہے۔ اور صفات کی کسی شے کی حد نہیں۔ اور یہ انتہا جو ہمارے قول سے ثابت ہو رہی ہے۔ ذات کا حکم ہے۔ پس ذات لیلۃ الصفات کے ثلث اخیر میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس کا قول کہ سماء دنیا کی طرف اس کا نزول ہوتا ہے۔ سماء دنیا سے مراد اس کی وہ صفات ہیں۔ جن سے اس کی خلق نے اس کو اسماء میں پہچانا۔ اور وہ اسماء دنیا ہیں۔ اس لئے کہ اس کی صفتیں بلند ہیں۔ اور اسماء کے لئے عبودیت کی پستی ہے۔ پس وہ یعنی اسماء خلق جن میں اس کی صفات علیاء کا ظہور ہوا۔ دنیا ہیں۔ جو لفظ ادنیٰ کی ثوثہ ہے جو دنائت سے ماخوذ ہے۔ اور اس کے اسماء کو یہی سماء دنیا ہے۔ وہ چیز ہے۔ کہ جس کے ساتھ ان کی عبودیت نے قیام پایا۔ ان اعتبارات کا حاصل یہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ کا ظہور اپنے بندوں پر ان صفات میں ہوتا ہے۔ جن سے انہوں نے اس کو پہچانا۔ جبکہ ان صفات کا ظہور پورا ہو چکتا ہے یعنی وہ اس صفت کے کمال ظہور سے پہلے ان صفات کے ساتھ تھے۔ نہ اس کے ساتھ۔ پھر جب ظہور کی نہایت میں ذات نے آلیا۔ تو وہ اس کی ذات کے ساتھ ہو گئے۔ نہ اس کی صفات کے ساتھ۔ پس اس کو خوب سمجھ۔ مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ پہلے اشارہ میں حدیث کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ خلق عین حق ہے۔ جس کی صورت میں حق نے تنزل کیا۔ ثلث اخیر سے مراد اس کی حقیقت اور رات سے مراد خلق کی تاریکی ہے۔ اور سماء دنیا سے مراد یہ عالم خلق ہے۔ اور دوسرے اشارہ میں جو حدیث کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔ اس کو وہ عارف سالک سمجھ سکتے ہیں۔ جو بہ ترتیب افعال وصفات وذات میں سیر کرتے ہیں۔ ذات کی سیر ثلث اخیر میں ان کو حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ مصنف نے بہ تفصیل اوپر بیان فرمایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم)

اور بطریق سوم اس حدیث کا ایک اور بھی اشارہ ہے۔ اور وہ کاملوں کے حق میں ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب تو نے اس بات کو سمجھ لیا۔ کہ مراد لیل سے ذات الٰہیہ ہے۔ اور ثلث اخیر سے کمال معرفت مراد ہے جو ذات کے لئے جائز ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کی دو معرفتیں ہیں۔ ایک وہ جس کے کمال کا ادراک کرنا جائز ہے۔ اور دوسری وہ جس کے کمال کا ادراک جائز نہیں۔ کمال معرفت جائزہ سے جو میں نے ثلث اخیر کو مراد لیا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ دل کو اللہ سے تین معرفتیں ہیں۔ پہلی معرفت من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ کے معنی ہیں۔ جس کا بیان پہلے ابواب میں مذکور ہو چکا۔ دوسری معرفت معرفت ہویت ہے۔ جس میں

Marfat.com

تو جمال ذات کو صفات سے شناخت کرتا ہے۔ اور یہ معرفت معرفتِ ربّ کے بعد ہوتی ہے۔ جو معرفتِ نفس کے ساتھ مقید ہے۔ اور تیسری معرفت ذوق الٰہی ہے۔ جو وجودِ عبد میں سرائیت کرتا ہے۔ پھر وہ اس ذوق الٰہی کی معرفت سے حق میں ہو کر غیب سے شہادت میں نزول کرتا ہے۔ یعنی ربوبیت کے آثار اسی کے جسم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر اس کا ہاتھ قدرت اور اس کی زبان تکوین ہو جاتی ہے۔ (کہ جس چیز کے لئے کہتا ہے۔ ہو جا وہ ہو پڑتی ہے۔ مترجم) اور اس کے پاؤں چلنے لگ جاتے ہیں۔ اور اس کی آنکھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ اور اس کے کان ہر متکلم کا کلام سُننے میں لگے رہتے ہیں۔ انہی معنوں کی طرف آنحضرت صلعم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے۔ حتی کون سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ الحدیث۔ یعنی میں اس کے کان آنکھ ہو جاتا ہوں۔ جن سے وہ سُنتا دیکھتا ہے۔ پس حق اس کا ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کا باطن۔ اس کلام کا حاصل یہ ہے۔ کہ نزولِ رب سے مراد اس کے آثار و صفات کا ظہور ہے۔ جو ربوبیت کے مقتضیات سے ہے۔ اور سماءِ دُنیا سے مراد جسم ولی کا ظاہر ہے۔ اور ثلثِ اخیر سے مراد معرفتِ ذوق الٰہیہ ہے۔ جو بندہ کے وجود میں ساری ہوتی ہے۔ اور جس سے اس کا محق صحیح اور سحق تمام ہوتا ہے (اصطلاحات صوفیہ سے ایک محق و سحق ہے۔ جس کا مطلب اس سے پہلے خود مصنفؒ نے بیان کر دیا ہے) اور پھر جس سے اس کا حق متحقق ہوتا ہے۔ اور ہر رات سے مراد اس کا ہر ظہور ذاتی ہے۔ جو ہر ولی میں ہوتا ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ اور حدیث کی عبارت کو اس چیز سے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ حدیث کے ظاہر مفہوم سے نہ نکال۔ بلکہ جس بات پر ہم نے تجھے آگاہ کیا ہے۔ اس سے متحقق ہو۔ اور ظاہر مفہوم حدیث کو بھی نہ چھوڑ۔ اسلئے کہ آنحضرت صلعم کا کلام لا انتہا اسرار کو مشتمل ہوتا ہے۔ اور آپ کے کلام کا ظاہر بھی ہے۔ اور باطن بھی۔ اور ہر باطن کے لئے ظاہر اور ہر ظاہر کے لئے باطن ہے۔ اسی طرح سات بطون تک ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ قرآن کے سات بطون ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کا کلام بھی کلام الٰہی کا ایک شعبہ ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے۔ بلکہ وہ خدا کی بھائی بولتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان پر رحمت بھیجے اور انکو مزید شرف۔ عظمت۔ مجد اور کرم عطا کرے ۔

چالیسواں باب

فاتحۃ الکتاب کے بیان میں

جان۔ کہ فاتحۃ الکتاب کا نام سبع مثانی ہے۔ اور وہ سات صفات نفسیہ ہیں۔ کہ وہ حیات۔

Marfat.com

علم۔ارادت۔قدرت۔سمع۔بصر۔کلام ہیں۔آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔کہ اللہ تعالےٰ نے سورۂ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان تقسیم کیا ہے۔اس بات کی طرف اشارہ ہے۔کہ وجود خلق اور حق پر منقسم ہے۔پس انسان بہ اعتبار اپنے ظاہر کے خلق اور بہ اعتبار اپنے باطن کے حق ہے۔اور وجود بھی ظاہر و باطن میں منقسم ہے کیا تو نہیں دیکھتا۔کہ صفات نفسیہ بہ نفسِ خود و بذات خود صفات محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔جیسا کہ حق کی نسبت کہا جاتا ہے۔کہ وہ حیّ عالم یعنی زندہ جاننے والا ہے۔محمدؐ کی بابت بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حیّ عالم ہے۔اسی طرح جمیع صفات کو قیاس کرو۔پس یہ سورۂ فاتحہ کا حق اور عبد میں انقسام ہے۔فاتحہ جس سے اس پر دلالت لی جاتی ہے۔اس ہیکل انسانی کی طرف اشارہ ہے جس سے خدا نے وجود کے قفل کھولے۔اور عبد اور رب کے بین اُس کا انقسام اس امر کی طرف اشارہ ہے۔کہ انسان اگرچہ خلق ہے۔پر حق اس کی حقیقت ہے۔پھر جیسا کہ وہ اوصافِ عبودیت کو حاوی ہے۔ایسا ہی اوصاف ربوبیت کو بھی حاوی ہے۔اس لئے کہ اللہ اس کی حقیقت ہے۔اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے مراد ہے۔اور وہاں کوئی اس کا غیر نہیں ہے۔اور دونوں مرتبوں خلق و حق میں وہی معتبر ہے۔اور ان دونوں مملکتوں میں وہی موجود ہے۔کیا تو سورۂ فاتحہ کی طرف نہیں دیکھتا۔کہ اللہ تعالےٰ نے اس کی تقسیم دو باتوں پر کیسے فرمائی ہے۔ایک ثناءِ حق دوسری بندہ کے لئے دُعا۔پھر بندہ کو دیکھو۔کہ کیسے اس کے بھی دو حصے کئے ہیں۔ایک کمالات آلہیہ حکمیہ غیبیہ وجودیہ دوسرا نقائص خلقیہ غیبیہ شہودیہ پس وہ یعنی عبد فاتحۃ الکتاب ہے۔اور وہ سبع مثانی ہے۔اور اس سورۃ میں بہت سے اسرار ہیں۔جن کی ان اوراق میں گنجائش نہیں۔بلکہ بعض ایسے ہیں۔جن کی اشاعت کی ہم کو بھی وسعت نہیں۔لابدی ہے۔کہ ہم بطریق تعبیر کلام الٰہی سے برکت لینے کے طور پر ظاہر سورۃ کے متعلق گفتگو کریں۔

قال اللہ تعالیٰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔بسم اللہ کے متعلق ہم نے ایک مستقل کتاب مسمّی بالکیف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہے۔جو اس کی شرح دیکھنی چاہے۔وہ اس کا مطالعہ کرے۔اس کتاب میں ہم بطریق اشارہ اس کے متعلق کچھ گفتگو کرینگے۔اور اشارہ کا یہی مقام ہے۔علماء عربیہ نے کہا ہے۔کہ باء بسملہ استعانت کے معنوں میں ہے۔معنی اس کے یہ ہیں۔کہ اللہ کے نام کی برکت سے فلاں کام کرتا ہوں۔فعل کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہے۔تاکہ ہر فعل کو عام ہو۔اور لسان اشارہ سے فعل کی تقریر یوں ہے۔بسم اللہ یعرف اللہ اسلئے کہ اس کی معرفت کی طرف کوئی راہ نہیں۔لیکن اسوقت جبکہ اس اسم کی تجھ پر تجلی ہو۔اس لئے کہ وہ کمالات اسلئے ایک آئینہ رکھا گیا ہے۔جس میں تو اپنے چہرہ کو مشاہدہ کرتا ہے۔پس تو اپنے چہرہ کو سوائے آئینہ کے اور کسی چیز میں نہیں دیکھ سکتا۔پس جس چیز کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔اس کو سمجھ۔اس لئے کہ تیرا آئینہ بحر حقیقت کی کشتی ہے۔جس کا چلنا اور ٹھیرنا اللہ کے نام کے ساتھ ہے۔نہ اس کے غیر کے نام سے۔پھر جب بحر توحید میں قلب کا ملّاح اسم کی کشتی پر سوار ہو گیا۔اور رحمانیت کی ہوا اِنّی لاجد نفس الرحمٰن من جانب الیمن کی جو میں جاری لگی۔یعنی اس حدیث کے یہ ہیں۔کہ میں یمن کی جانب سے رحمٰن کی نسیم طیبہ کو محسوس کرتا ہوں (حدیث میں لفظ

Marfat.com

نفس بفتح فاء آیا ہے۔ اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نفس بسکون فاء کے معنی لئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں یعنی نفس اسم رحیم کی رحمت کی ہدایت سے ذات کے کنارے تک پہنچ گیا۔ پھر وہ اپنے اسماء و صفات میں منتشر ہوا۔ اور وجود کی فاتحہ کو کھولا۔ اور ثابت ہو گیا۔ کہ عابدین معبود ہے۔ پھر کہا الحمد للہ۔ اللہ کے نفس کی ثنا کی۔ ساتھ اس چیز کے جس کا کہ وہ مستحق ہے۔ اور اس کے نفس کی ثناء عین اس کا ظہور ہے اور اس چیز میں اس کی تجلی ہے۔ جو اس کے لئے وہ ہے اور الف اور لام اگر دونوں شمول کے معنوں میں ہوں۔ جس کا ان معنوں پر اعتبار کیا گیا ہے۔ کہ جمیع محامد اللہ کے لئے ہیں۔ اور وہ حق۔ خلق کی جمیع صفات محمودہ سے مراد ہے۔ پس اپنے نفس پر اس کی مظاہر اتب الٰہیہ و مراتب خلقیہ میں اس کا ظہور کرنا ہے جیسا کہ وجود میں وہ ظہور کئے ہوئے ہے۔ اور لام حمد کے متعلق اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔ کہ دونوں معنوں میں ہے۔ اور اس کا بیان پہلے ہو چکا۔ اور معتزلہ نے کہا ہے۔ اور بعض علماء سنت کا بھی یہ قول ہے کہ لام الجنس کا ہے۔ اور اس صورت میں اس کا معنی یہ ہے۔ کہ وہ تمام بوالثنا کو لائق ہے۔ اللہ کے لئے ہے۔ اس اعتبار سے لفظ الحمد للہ میں اشارہ ان معنوں کی طرف ہے۔ کہ اپنے نفس پر اس کی ثنا ان محامد و اوصاف کے ساتھ ہے جو اس کے مرتبۂ الٰہیت کے لائق ہیں۔ اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے کہ تمام حمد کا یہ مقام ہے۔ اسی لئے قیامت کے دن محمد صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کا جھنڈا احمد کا جھنڈا یعنی لواء الحمد ہو گا۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کی ثنا کی۔ اس چیز کے ساتھ جو اس کی شان الوہیت کے شایاں ہے اور مراتب حقیہ و خلقیہ میں ظاہر ہوئے جیسا کہ اس پر جو کا ظہور ہے۔ اسم اللہ کو حمد کے لئے اس لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ کہ الوہیت جمیع معانی وجود اور اس کے مراتب کو شامل ہے۔ اور اسم اللہ حقائق وجود میں سے ہر ذی حق کو اس کا حق عطا کرنے والا ہے۔ اور یہ بات کسی دوسرے اسم کو حاصل نہیں ہے اور اس کا بیان یہ ہے۔ الوہیت میں ذکر ہو چکا ہے۔ پھر اسم اللہ، جس کی بابت ہم نے ذکر کیا ہے۔ کہ وہ حقیقت انسان ہے۔ نعت فرمائی۔ کہ وہ رب العالمین ہے یعنی تمام عالم کا سبب ان کا پیدا کرنے والا اور ان کا وجود رکھنے والا اور ان کا مظہر پس جو اسم الٰہیہ آدم الرحیم میں وہ تمام کمالات کہ کوئی نہیں ہے وہ ہی ظاہر ہے باطن اور وہی رحمٰن و رحیم سے مراد ہے۔ اسم رحمٰن کی تفسیر شروع کتاب میں گزر چکی ہے وہاں اس کو دیکھ لینا چاہیئے۔

بیان۔ کہ اسم رحیم اس کے اسم رحمٰن سے زیادہ خاص ہے۔ اور رحمٰن اس سے عام ہے اور وہ جس نے ہر چیز کو احاطہ کیا ہوا ہے اس سے اور دوسرے جو اس کے فیضان سے ہے۔ اور دل میں اس کا بیان یہ ہے۔ کہ رحمت جس میں کبھی نقمت کی بھی آمیزش ہوتی ہے۔ مثلاً باپ کا بیٹے کو مار کر ادب سکھانا نقمت ہے لیکن وہ اصل اس پر رحمت ہے۔ اور دودھ کا پینا کڑوا اگرچہ وہ اصل میں ہے

Marfat.com

نقمت کی بھی آمیزش ہے۔ اور رحمٰن ہر رحمت کو جو ہے۔ اور جس طور پر ہے۔ عام ہے۔ برابر ہے کہ نقمت کی ملاوٹ اس میں ہو۔ یا نہ ہو۔ بخلاف اُس کے اسم رحیم کے کہ وہ ہر رحمت خالص کے ساتھ کہ جس میں نقمت کی ملاوٹ نہیں۔ مختص ہے اسی لئے اس کے اسم رحیم کا ظہور عالم آخرت میں قوی تر ہوگا۔ کیونکہ جنّت کی نعمتوں میں نقمت کی کدورت نہیں پائی جاتی۔ وہ محض اس کے اسم رحیم سے ہیں۔ دیکھو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس قول میں اپنی اُمّت کو آگ سے داغ دینے کو مکروہ جانا ہے۔ کہ میری امت کی شفاء تین چیزوں میں ہے۔ کتاب الٰہی کی آیت میں۔ یا شہد کے چاٹنے میں یا آگ سے داغ دینے میں۔ اور میں دوست نہیں رکھتا ہوں کہ میری امت کو آگ سے داغ دیا جائے۔

دیکھو۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام رحیم رکھا۔ اور فرمایا عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ یعنی اس رسول پر تمہارا رنج اٹھانا دشوار ہے۔ وہ تمہاری صلاح کا حریص ہے۔ مومنوں پر نہایت مہربان اور شفیق ہے آپ کا نام رَحِیم اس لئے رکھا گیا کہ آپ کی رحمت میں کدورتِ نقمت کی ملونی نہ تھی۔ وہ رحمۃ للعالمین تھے۔

پھر اس کے آگے حقیقت محمدیہ کا کہ وہ ہر فرد انسانی کی ذات کی عین ہے۔ جس کی پہلے نعت کی گئی ہے۔ وصف فرمایا۔ اور کہا۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ یعنی مالک۔ حاکم۔ شدید القوت۔ اور یوم سے مراد یہاں تجلی الٰہی ہے۔ کہ ایام الٰہی میں سے ایک یوم ہے۔ اور دین اِدانت سے لیا گیا ہے۔ پس یَوْمِ الدِّین تجلی ربانی سے مراد ہے۔ کہ تمام موجودات اس کی فرمانبرداری کرتی ہے۔ اور وہ ان میں تصرف کرتا ہے۔ جس طور پر کہ وہ چاہتا ہے۔ اور وہ ان کا بادشاہ ہے۔ اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جو وارد ہوا ہے۔ تو اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ عالم باطنی کا صاحب عالم باطنی سے مراد قیامت اور ساعت ہے۔ اور اس عالم باطنی کا صاحب ہونے سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ محسوس کی صورت اور موجودات کی روحانیت کا محل ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ پھر آپ ہی اپنے آپ کو مخاطب کرکے کہ لگا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ یعنی تیرا غیر کوئی نہیں ہے۔ تو خود ہی عابد ہے۔ اور خود ہی معبود۔ شاعر اپنے نفس کو مخاطب کرکے کہتا ہے۔ ؎ طحالك قلبی فی الحسان طروب تیرا طحال کا نام ایک موضع کا ہے۔ قلب جس میں معشوق رہتا ہے۔ اور خوشیاں حسینوں کے ساتھ ہی ہوا کرتی ہیں۔

اس بات کا نام علم معانی و بیان میں التفات رکھا جاتا ہے۔ اس لئے یہاں شاعر نے مکانِ تکلم مقام خطاب کی طرف انتقال کیا ہے۔ یہاں اُسے یوں کہنا تھا۔ طحالی قلب اور اس نے بجائے اس کے طحالك قلب کہا ہے۔ اپنے نفس کو مخاطب کی جگہ رکھا ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالےٰ اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں نفس کو مخاطب کر رہا ہے۔ یعنی وہی اپنے آپ کا مظاہر مخلوقات میں عابد ہے۔ کیونکہ وہی ان کا فاعل ان کا محرک وہی ان کا مسکن ہے۔ پس اُن کا اس کی عبادت کرنا خود اس کا اپنے آپ کی عبادت کرنا۔ اور اس لئے کہ اس کا ان کو ایجاد کرنا اپنے اسماء و اوصاف کو ان کا حق عطا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس

Marfat.com

ساتھ اس نے اپنے ہی نفس کی عبادت کی۔ پھر لسانِ خلق سے حق کہ خود ہی ہے۔ مخاطب کر کے فرمایا وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کیونکہ خلق و حق سے وہی مراد ہے۔ پس اگر چاہتا ہے۔ تو کلامِ حق سے خلق کے نفس کو مخاطب کرتا ہے۔ اور خلق کے کان سے اس کو سنتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ تو کلامِ خلق سے اپنے نفس کو مخاطب کرتا ہے۔ اور حق کے کانوں سے اس کو سنتا ہے۔ جب اس نے ہمیں بتا دیا۔ کہ وہ مخلوق کی صورت میں خود ہی اپنے آپ کا عابد ہے۔ تو ہم نے اپنے آپ میں اس کے مشہود پر آگاہی پائی۔ کہا وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تاکہ ہم حول۔ قوت۔ قدرت سے بے تعلق ہو کر ان سب کو اسی کی طرف مصروف کریں۔ اور تاکہ ہم اس کو اپنے آپ سے اور اپنے آپ میں ملاحظہ کریں۔ اور اس سے غافل نہ بنیں۔ اس سے اس کی معرفتِ واحدیت کی طرف ترقی کریں۔ اور اس کی تجلیات سے بہرہ یاب ہوں۔ اور تاکہ وہ شخص ہم میں سے سعادت حاصل کرے۔ جو پہلے ہی ازل میں سعید بن چکا ہے ان دو کلموں کے اس قدر معانی ہیں۔ جن کی شرح ان اوراق میں نہیں سما سکتی۔ پس ہم اسی گفتگو پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اختصار کا قصد کیا ہے۔ نہ کہ تطویل کا۔ پھر لسانِ خلق سے فرمایا اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اس لئے کہ نصف اول بِسْمِ اللّٰہِ سے لیکر مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ تک یہ سب حق کی زبان سے اپنے نفس کی بابت خبر دینا تھا۔ اور نصف ثانی میں لسانِ خلق سے حق کو مخاطب کیا ہے پس صراطِ مستقیم سے مراد مشہدِ حضرت احدیت کا طریق ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ اپنے نفس کیلئے تجلی فرماتا ہے۔ اور اسی کی طرف اس نے اپنے قول صراط اللہ سے اشارہ فرمایا ہے یعنی ظہورِ تجلی کی طرف اس کا طریق۔ پھر اس مشہد کے لوگوں کی اللہ کی راہ میں ان کے مقام جمع کے بعد کسانِ تفرقہ سے نعت فرمائی۔ اور کہا صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے اپنے وجود شہود کا انعام فرمایا۔ اور قربِ الٰہی کی نعمتوں سے ان پر ظاہر ہوا۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ نہ مغضوب علیہم کی راہ جو تجھ سے دور افتادہ ہیں۔ اور جن پر تو نے اسم منتقم سے گہرے اور غلیظ حجابات کے رنگ میں اپنی قہری تجلی فرمائی ہے۔ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جو باوجود حق کی ہدایت کے گمراہ ہو گئے۔ پھر انہوں نے اس کو نہ پایا۔ لیکن وہ مغضوب علیہم نہیں ہیں۔ بلکہ حق [illegible] اپنی ہمسائیگی میں جگہ دی ہے۔ نہ کہ اپنے پاس۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالےٰ [illegible] اور ان کو کہیگا۔ اے میرے بندو۔ مجھ سے کچھ مانگو۔ وہ کہینگے۔ اے ہمارے رب۔ ہم تجھ سے تیری رضا مانگتے ہیں۔ پھر ان کو یہ کہیگا۔ میں تم سے راضی ہوں۔ تم کو میں اپنے پڑوس میں جگہ دیتا ہوں۔ پھر دوبارہ ان کو کہیگا۔ میں تم سے راضی ہوں۔ تم کو میں اپنے پڑوس میں جگہ دیتا ہوں۔ پھر دوبارہ ان کو کہیگا۔ کچھ مانگو پس وہ سوائے اس کی رضا کے کچھ نہیں مانگیں گے۔ اس لئے کہ وہ اس کو نہیں پہچانتے ہیں۔ اگر وہ پہچانتے ہوتے۔ تو وہ ضرور خود اس کو طلب کرتے۔ اور وہ کونی نعمتوں سے جنت کے [illegible] نعم ہوں گے۔ [illegible]

Marfat.com

لوگ ہیں۔ جن پر خدا تعالےٰ اس چیز میں تجلّی نہیں کریگا۔ جو خود اس کی ذات کے لئے ہے۔ وہ رحمٰن سے گمراہ گمراہ ہیں۔ بلکہ لذاتِ جنت سے نعمت پانے والے ہیں۔ پس اس کو سمجھ۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

۴۱

اکتالیسواں باب

طور کتاب مسطور رق منشور۔ بیت المعمور السقف المرفوع البحر المسجور کے بیان میں

جان۔ خدا ہم کو اور تجھے توفیق دے کہ یہ باب اس کتاب کے تمام ابواب سے عمدہ ہے۔ تجھے حضورِ قلب سے اس باب میں خوب تامل سے کام لینا چاہیئے۔ ظاہر لفظوں پر نہ رہ۔ بلکہ ان کے سوا ان چیزوں کو طلب کر۔ جن پر اشارہ کیے ہم نے متنبہ کیا ہے۔ اور لطیف عبارات میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جان کہ یہ تمام مقاصد اور ان کے سوا وہ مقاصد جن کا پہلے ابواب میں ذکر ہو چکا ہے۔ طور میں مذکور ہیں۔ اگرچہ اہل شریعت کے قول میں ان کے ظاہری معنوں پر اعتماد ہے۔ لیکن باطن و حقیقتِ امر میں اس سے تو ہی مراد ہے۔ پس تیری انیت جس کو تو لفظ انا بمعنی میں سے تعبیر کرتا ہے۔ ان تمام عبادتوں کو حاوی ہے۔ اور ان معانی کا تعدد تیری انیت کی مختلف وجوہ و جہات کے تعدد کی وجہ سے ہے۔ پس ان تمام کو اپنے نفس میں اعتبار کر۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ مراد جانب طور سے جانب نفس ہے۔ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ یہاں طور یمن سے ایک جانا پہچانا پہاڑ ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے دربار میں جلوہ فرما ہوتے تھے۔ جیسا کہ اہل تفسیر و محدثین اور راویان اخبار میں جلوہ فرما ہوتے ہیں۔ پس جب آں موسےٰ پر تجلی ہوئی تھی وہ خود ان کے اپنے نفس ہی کی جہت سے تھا کرتی تھی۔ پہاڑ کی جہت سے پہاڑ۔ صرف ان کی عبادت کی ایک جگہ تھی اور پہاڑ کا ریزہ ریزہ ہو جانا اور ان کے نفس کی فنا سے مراد ہے۔ اور ان کا بیہوش ہو جانا محق و سحق سے عبارت ہے پھر موسےٰ ہوش میں آ گئے اور ان کی عبدیت ایسی ہو گئی کہ گویا اس کا وجود ہی نہ تھا۔ اور حق ایسا آگیا کہ گویا وہ ہے۔ اسی طور پر ان پر تجلی فنا میں نہ دیکھا موسےٰ نے اپنے رب کو بلکہ اللہ کو بجملہ اور نہیں فنا و بقا کے ساتھ ہی چیز جو ہونے کے نام سے معبر تھی۔ انہی معنوں کی طرف حق تعالےٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔ اپنے اس قول میں کہ لن ترانی یعنی اے موسےٰ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے کہ جب تک تو موجود ہے میں تجھ سے مستقو ہوں۔ اور جب تو مجھے پائیگا۔ تو تو مستقو رہو جائیگا۔ حادث کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ظہور قدیم کے وقت باقی رہے۔ انہی معنوں کی طرف سے جنید نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ حادث جب قدیم سے مستقو

Marfat.com

ہوتا ہے۔ تو اس کا اثر باقی نہیں رہتا۔ اور حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ اگر میں غائب ہوتا ہوں۔ تو وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ ظاہر ہوتا ہے۔ تو وہ مجھے غائب کر دیتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام کو اس نے کہا۔ فارق نفسک وتعال۔ اے موسیٰ اپنے نفس سے جدا ہو جا اور آجا۔ یہ جواب موسیٰ علیہ السلام کی اس مناجات کا تھا۔ کہ اے میرے رب میں کس طرح تیرے تک پہنچ سکتا ہوں۔

پھر جب تو نے یہ سمجھ لیا۔ کہ طور تیرے نفس کا باطن ہے۔ یہی چیز ہے۔ جو انسان میں حقیقتاً الٰہیہ سے ہے۔ اس لئے کہ اس کا مخلوق ہونا ایک مجازی امر ہے۔ حدیث نبوی انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن میں تامل کر۔ جو کچھ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس میں پہلے مذکور ہو چکا کہ طور الیمن نفس ہے۔ اس لئے کہ طور الیمن سے ایک جداگانہ چیز ہے۔ وہ پہاڑ ہے۔ اور اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یمن کی طرف پر اکتفاء فرمایا ہے۔ اور آگاہ کیا۔ اس بات پر کہ آپ نے نفس رحمن یعنی رحمن کے سانس کو اپنے نفس یعنی اپنی ذات سے پایا۔ رحمن کا سانس اسماء وصفات ہیں اس کا ظہور ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے والصبح اذا تنفس قسم ہے صبح کی جبکہ وہ دم بھرتی ہے۔ یعنی ظاہر ہوتی ہے۔

پھر اس وقت جاننا چاہیئے کہ کتاب مسطور سے مراد مع اپنے فروعات۔ اقسام۔ اعتبارات تقدیر و خلقیہ کے وجود مطلق ہے۔ اور وہ مسطور ہے یعنی ملکوت میں موجود و مشہود ہے۔ اور وہ لوح محفوظ ہے۔ اور اس کی نظیر عالم ملک میں مقابلہ انسانی میں بھی ہے۔ اور وہ رق منشور کے نام سے موسوم ہے۔ اس لفظ کے معنی میں کاغذ کشادہ۔ مترجم قابلیت روح انسان کو جو رق سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تو اس میں وجہ تشبیہ اسنی اور فطری انطباع کے طور پر اس میں وجود اشیاء کا پایا جاتا ہے۔ اور موجودات کا وجود اس میں اس حیثیت سے ہے۔ کہ کوئی چیز اس سے مفقود نہیں ہے۔ اور وہ اس وجہ سے منشور ہے۔ کہ کتابت جب لکھی جاتی ہے تو کوئی شے اس میں شناخت کئے بغیر باقی نہیں رہتی۔ اور رق منشور وہ لوح محفوظ ہے۔ اور اس کی نظیر روح انسانی ہے بانتباہ قبول اشیاء کی قابلیت اور موجودات کے اس میں منطبع ہونے کے۔ وہ لوح محفوظ سے مشابہ ہے۔ اور وہ ذات اللوح محفوظ اور رق منشور میں کوئی مغائرت نہیں ہے۔ بیت المعمور اور وہ اس مقام کا نام ہے جسے خدا نے اپنے نفس کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔ پھر اس کو زمین سے آسمان کی طرف اٹھایا۔ اور ملائکہ سے اسے آباد کیا۔ اور اس کی نظیر قلب انسان ہے۔ اور وہ حق کا مقام ہے۔ اور کوئی نہیں جو اس کو آباد کرتا ہے۔ یا روح الٰہی قدس یا ملکی یا شیطانی یا نفسانی اور وہ بیت المعمور کے بیوان ہے۔ پس وہ بھی اپنے [illegible] سے معمور رہتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ۔ جزاس کے نہیں کہ مسجدوں کو وہ شخص آباد کرتا ہے۔ جو خدا پر ایمان رکھتا ہے۔ اور آباد کرنے سے ان میں نماز پڑھنے ہیں۔ اس لئے کہ عمارت رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں

اور نفخہ نفوخ روح مرتبہ علیا ہے۔ جو اس میں موجود ہے۔ اس لئے جب اس نے قلب کو

Marfat.com

بیت المعمور سے تشبیہ دی۔ تو اس سے حقیقتِ الٰہیہ کو اس کا سقف مرفوع قرار دیا۔ اور سقف یعنی چھت گھر کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ بیت المعمور کا چھت الوہیت ہے۔ اور گھر قلب ہے۔ اور جیسا کہ سقف گھر سے ہے۔ اور گھر کا ایک حصہ ہے۔ ایسا ہی قلب ہے۔ جس کو اللہ نے۔ جو اس سے اس کا مالک ہے۔ اور اس کا بعض ہے۔ احاطہ کیا ہوا ہے۔ اس لئے کہ واسع یعنی محیط کل ہے۔ اور موسوع یعنی محاط اس کا جزو۔ اور یہ بلسان توسّع کہا گیا ہے جس پر اس امر کی حقیقت ہے۔ لیکن حق کا حکم اور اس کا وصف یہ ہے۔ کہ وہ چیزوں پر احاطہ کر سکتا ہے۔ اور کوئی چیز اس پر احاطہ نہیں کر سکتی۔ نہ اس میں بعض جائز ہے نہ کل بلکہ وہ عالم قدس میں ان تمام باتوں سے منزہ ہے

پھر جان۔ کہ وجود عینی کی حیثیت سے اللہ کے لئے کونسی چیز ہے۔ اور وجود حکمی کی حیثیت سے اس کے لئے کونسی۔ اور اس بات کو پہچان کہ ھُوَ کون ہے۔ اور انتَ کون ہے۔ اور کونسی شے ہے۔ جس سے تو وہ ہے اور وہ تو ہے۔ اور کونسی چیز ہے۔ جس سے تو اس کا مغائر ہے۔ اور کونسی چیز ہے۔ جس سے وہ تیرے نقائص سے منزہ ہے۔ اور جان۔ کہ تیرے اور اس کے درمیان نسبت کہاں سے صحیح ہوئی۔ کہ تو نے اس کو پایا۔ اور کہاں سے تیرے اور اس کے درمیان رشتہ ٹوٹ گیا۔ کہ تو نے اُسے گم کر دیا۔ ان عبارات میں غور و تامل کر۔ جو تصریح و اشارات میں اسرار حق کو متضمن ہیں۔

اور بحر مسجور سے مراد علم مصون اور سر مکنون ہے۔ جو کاف اور نون کے درمیان ہے۔ یہ تعبیر ہے۔ اس کی اشارہ کی زبان سے اور ظاہر میں یوں کہا جاتا ہے کہ وہ عرش کے نیچے ایک دریا ہے جس میں ہر روز جبریل داخل ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اس سے نکلتا ہے۔ اور اپنے بازو جھاڑتا ہے۔ تو اس سے ستر ہزار قطرے ٹپکتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر قطرہ سے فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ جو علم الٰہی کا حامل ہوتا ہے۔ پھر یہ فرشتے وہی ہیں۔ جو ہر روز ایک دروازہ سے بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے دروازہ سے نکلتے ہیں۔ اور قیامت کے دن تک پھر اسکی طرف نہیں لوٹتے۔ اس تصریح میں جس چیز کی طرف ہمنے اشارہ کیا ہے۔ اسکو سمجھ۔ کہ اس تلویح یعنی بلند اشارہ میں تیرے لئے کیا رموز ہے اور دیکھ۔ کہ کیوں تیرے لئے یہ بحر ساکن ہو گیا ہے۔ اور یہ روانی بند کی گئی ہے۔ کیا یہ بات اسکے ادراک سے تیری عقل کے قاصر ہونے کی وجہ سے ہے۔ یا غیرت الٰہیہ نے اسکے چھوٹنے کو روک دیا ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ مجھ پر اس کا چھپانا فرض کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ شب معراج میں مجھے تین علم دئے گئے۔ پھر ان علموں کی تفصیل فرمائی۔ اور کہا۔ کہ ایک وہ علم ہے۔ جس کا چھپانا مجھ پر فرض کیا گیا ہے۔ الحدیث۔ جو کچھ ہمنے اس کتاب مسطور کے متعلق ظاہر کیا ہے۔ وہ اس بحر مسجور کی جھاگ ہے نہ موتی جو سمندروں کے لائق ہوتے ہیں۔ غیر ازانکہ ہمنے کوئی چیز اس سے چھپا نہیں رکھی۔ اسلئے کہ ہمنے اس تمام کو عبادت میں بطور رمز کے رکھ دیا ہے۔ اور اشارہ میں چیستان کے طور پر کہدیا ہے۔ اور تصریح بھی کر دی ہے۔ جس پر غیر کے لئے مہر لگا دی ہے۔ اور مراد اس مہر سے یہ ہے۔ کہ وہ اس کی بھلائی پر حاوی نہیں ہوتا۔ اور یہ وہ کتاب ہے۔ جس کی نظیر اب تک زمانے پیش نہیں کی۔ اور وقتوں نے اس جیسی فیاضی نہیں کی۔ پس اس کو سمجھ اور اس میں تامل کر۔ سعید ابن سعید وہ شخص ہے جس نے اس کو پڑھا۔ یا اس کو حاصل کیا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۔

حصہ اول ختم ہوا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیالیسواں باب ۴۲

رفرفِ اعلیٰ میں

جاننا چاہئے۔ کہ موجودات سے ایک رفرفِ اعلیٰ ہے۔ جس سے مراد مرتبۂ الٰہیہ اور وہ امورِ ذاتی ہیں۔ جن کا بذاتِ خود الوہیت تقاضا کرتی ہے۔ پھر وہ ایک قسم کے نہیں ہیں۔ بلکہ بہت سی قسمیں ہیں۔ لیکن ہر نوع رفرفِ اعلیٰ کے نام سے موسوم ہے۔ اور ہر رفرف مرتبۂ الوہیت سے مراد ہے۔ اگرچہ اس کا مقتضاء دوسری رفرفوں سے مختلف ہو۔ اس لئے کہ وہ اپنی ذاتی شان کی حیثیت سے منزلت الٰہیہ کی عین ہے۔ اس جہت سے بعض کو بعض پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ کیونکہ تفضیل صفات و اسماء کے مقتضیات سے ہے۔ اور یہ حق کے ذاتی امور ہیں۔ پس ان کے مابین کوئی تفضیل نہیں۔ مثلاً عزت و کبریاء کہ دونوں حق کے ذاتی امر ہیں۔ اور رفرف ان میں سے ہر ایک سے مراد ہے۔ پھر یہ کہنا درست نہیں ہے۔ کہ عزت کبریا سے افضل ہے۔ اور نہ یہ کہ کبریاء عزت سے افضل ہے اور ایسا ہی عظمت ذاتیہ کہ اس جیسی چیزوں میں سے ہر ایک بسبب اپنی منزلت عالیہ الٰہیہ کے مقتضاء ذات سے مراد ہے۔ منزلتِ الٰہیہ کی قید میرے قول میں اقتضاء ذاتی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ ذات کے فی نفسہٖ دو اقتضاء ہیں۔ ایک مطلق اور ایک مقید۔ اقتضاء مطلق تو بدون کسی اعتبار الوہیت۔ رحمانیت۔ ربوبیت وغیرہ کے اس کا ذاتی استحقاق ہے۔ ذات کے یہ اقتضاء اس بات سے مطلق و مجرد ہیں۔ کہ ذات کسی قسم کے کمال کا تقاضا کرے اور یہ مطلق اقتضاء مثلاً وجود۔ سذاجت یعنی سادگی۔ صرافت۔ احدیت اور اس جیسی اور چیزوں سے مراد ہے۔ اور اقتضاء مقید وہ ہے۔ جس کا ذات بذاتِ خود تقاضا کرتی ہے۔ لیکن اس اقتضاء میں کسی نہ کسی قسم کے کمال کا بھی اعتبار ہے۔ مثلاً کمال الٰہیت۔ رحمانیت۔ ربوبیت یا مثلاً عزت۔ کبریاء۔ عظمت کہ منزلت الٰہیہ ان کا تقاضا کرتی ہے۔ یا مثلاً علم۔ سریان وجودی۔ احاطت کہ منزلت رحمانیت ان کا تقاضا کرتی ہے۔ اسی طرح کے اور امور جن کا کہ وہ کسی اعتبار الٰہی یا رحمانی یا ربانی یا کسی اور اسم یا وصف کے اعتبار سے اپنی ذات کے لئے استحقاق رکھتا ہے۔ اقتضاء مقید میں داخل ہیں۔ فافہم

اور معلوم کرنا چاہئے۔ کہ مقید اقتضاء بھی اطلاق کی طرف راجع ہیں۔ اس لئے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ان سب کا خود اپنی ذات کے لئے تقاضا فرمایا ہے۔ الوہیت کو لو۔ تو وہ اس کی ذات کا مقتضاء ہے۔ رحمانیت کو لو۔ تو وہ بھی اس کی ذات کا مقتضاء ہے۔ ایسا ہی ان کے سوا جس مرتبہ کو لو۔ وہ اس کا ذاتی اقتضاء ہے

Marfat.com

اور ہر مرتبہ جس چیز کا تقاضا کرتا ہے وہ بھی کسی چیز کے ذات کا مقتضا ہے۔ اس لئے کہ مرتبہ مقتضیاتِ ذات سے ہے۔ پھر جس چیز کا وہ تقاضا کر رہا ہے۔ پھر وہ بھی مقتضیات ذات سے ہوگا۔ کیونکہ حق سبحانہ وتعالےٰ ان چیزوں کا مستحق ہے۔ نہ کسی کمال کے لئے ساور نہ کسی نقص کے لئے۔ بلکہ محض اپنی ذات کے لئے۔ اور کمالات اس کے ذاتی امور بھی ہیں۔ جن کا ذات مطلقاً تقاضا کرتی ہے۔ اور نیز ایسے امور بھی جن کا ذات تقاضا کرتی ہے اور ان میں کسی مرتبہ یا منزلت کا اعتبار بھی نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے ہم نے مقتضیات ذاتیہ کو دو نوعوں مطلق اور مقید پر تقسیم کر دیا۔ فافہم۔

انتباہ۔ رفرف جنت کی ایک سواری کا نام ہے۔ چونکہ ہمیں چیزوں کو مصنف علیہ الرحمۃ نے رفرف قرار دیا ہے۔ وہ ذات کے مظاہر عالیہ ہیں اس لئے مصنف نے ان کو رفرف اعلےٰ کے نام سے موسوم کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم)

تینتالیسواں باب

سریر اور تاج میں

ان السریر لرتبۃ السلطان ۔۔۔ ھو عرشہ بمکانۃ الرحمن

فجلوسہ فوق السریر ظھورہ ۔۔۔ فی مجدہ وعلوہ السلطانی

فھو السریر مضاف بالعرش المجید ۔۔۔ وبالعظیم بحکمھا اقران

والعرش مطلقۃ بمخلوق قامت ۔۔۔ والاستواء تمکن ربانی

ترجمہ۔ تخت بادشاہ کے رتبہ کے لئے زیبا ہے۔ وہ اس کا فرش ہے جو رحمن کی قیام گاہ ہے۔ تخت پر اس کا بیٹھنا اپنی شان کے ساتھ اس میں اس کا ظہور کرنا ہے۔ وہ وہی تخت ہے جسے آیات محکمہ قرآنیہ میں عرش مجید اور عرش عظیم کے نام تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور عرش کا اس کی مخلوقات پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور اس عرش پر استواء وقیام کرنا حضرت العزت کا اس پر قدرت پانا ہے۔

جاننا چاہئے۔ خدا ہم کو اور تجھے توفیق بخشے۔ کہ حدیث نبوی میں میں ذکر کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے پروردگار کو ایک جوان بے ریش کی صورت میں دیکھا۔ جو اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے پاؤں میں فلاں فلاں چیز تھی۔ الحدیث۔ اس بارہ میں کشف نے کامل طور پر ہم پر یہ فیضان کیا ہے۔ کہ وہ

Marfat.com

معنی۔ ظاہر و باطن دونوں مرتبوں میں ایک امر حق اور واقعی ہے۔ صورت تو اس کی یہ ہے۔ کہ حق سبحانہ و تعالےٰ نے صورت مذکورہ معیّنہ محدودہ میں سریر معین پر مذکورہ زرّین پاپوشوں کو پاؤں میں پہنے ہوئے اور تاج مخصوص کو سر پر رکھے ہوئے تجلی فرمایا۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ جس چیز میں اور جس طرح چاہتا ہے۔ تجلی فرماتا ہے۔ وہ ہر منقول و معقول۔ مفہوم و موہوم۔ مسموع و مشہود میں متجلی ہے۔ کبھی وہ صورت محسوسہ میں تجلی کرتا ہے۔ اور وہ اس کا عین یعنی اس کی صورتِ معیّنہ اور اس کا باطن ہوتا ہے۔ اور کبھی جس طرح چاہتا ہے۔ تجلی کرتا ہے۔ اور وہ ان میں سے ہر شے میں متجلّی ہے۔ اور وہ ان کا عین اور ان کا ظاہر ہے۔ اور صورت خیالیہ میں تجلی کرتا ہے۔ اور وہ اس کا عین اور اس کا ظاہر ہے۔ اور صورت خیالیہ میں سوائے اِس ظہور کے کہ وہ نفس اور عین اس ظہور کا ہے۔ جو متجلی لہٗ کو مشہود ہوتا ہے۔ اور کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن حق تعالےٰ کی سوائے اِن تجلیات کے تجلیات ہیں۔ جن کی کوئی حد اور نہایت نہیں۔ اور اس تجلی خیالی کی دو نوعیں ہیں۔ ایک نوع تو متجلی لہٗ کی اعتقادی صورت پر اس کا متجلی ہونا ہے۔ اور دوسری نوع محسوسات کی صورت پر ظاہر ہونا ہے۔ فافہم۔ لیکن مطلق تجلی صوری کی اصل اور اس کی منشاء عالم مثال ہے۔ کہ جب تجلی مثالی کا ظہور زور کے ساتھ ہوتا ہے۔ تو وہ اس ظاہری آنکھ سے بھی جو گوشت اور چربی سے مرکب ہے۔ محسوس ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ مشاہدہ چشمِ بصیرت سے ہوتا ہے۔ مگر چونکہ متجلی لہٗ کا کل وجود اس حالت میں آنکھ بن جاتا ہے۔ اس لئے اس مشہد میں آنکھ اس کی بصیرت کے قائمقام ہو جاتی ہے۔

اور دوسری قسم معنوی کی صورت مذکورہ حدیث میں بذریعہ کشف ہم کو جو معلوم ہوئی ہے۔ سو راو باطن و معنی وہ بھی ایک واقعی اور حقّی امر ہے۔ اور جو چیزیں حدیث میں مذکور ہوئی ہیں۔ وہ ایک الٰہی حقیقت و معنوں سے عبادت ہیں۔ جیسا کہ رفرف کے متعلق ہم نے بیان کیا ہے۔ کہ مراد اس سے مرتبۂ الٰہیہ ہے۔ اور سریر کی بابت یہ کہ وہ مرتبۂ رحمانیت ہے۔ جو مرتبۂ الٰہیہ کے دوسرے مراتب میں وہ بھی ایک مرتبہ ہے۔ جس کا ذکر ابواب الوہیت و رحمانیت میں ہو چکا۔ اور تاج مرتبہ اور محتد اور اس چیز کی عدم تناہی سے مراد ہے۔ جس کا ذات تقاضا کرتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی صفات میں سے کسی چیز کی نہائت نہیں۔ لیکن ایک کلّی اور مخصوص صورت میں اس کا شہود باوجود عدم تناہی کے متناہی ہوتا ہے۔ اور وہ جو ان کی صورت سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے کہ صورت کو حد اور نہائت لازم ہے۔ حالانکہ وہ بے نہایت ہے۔ اور تاج کا ذکر جو سر کے اوپر ہوتا ہے۔ ماہیت ذات کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی کوئی نہائت نہیں۔ اور وہ سبحانہ و تعالےٰ جب تجلی فرماتا ہے۔ تو جس چیز میں متجلی ہوتا ہے۔ اسی میں وہ مشہود ہوتا ہے۔ اور ہر مشہود نہایت رکھتا ہے۔ لیکن وہ اپنی اس محدود و متناہی تجلی میں بے نہائت ہوتا ہے۔ بہ حیثیت اپنی واحدیت کے وہ شے واحد ہے۔ اور واحد میں کوئی کثرت نہیں۔ پس اس جہت سے نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس کی کوئی نہایت نہیں۔ اسی لئے کہ عدم تناہی شروط کثرت سے ہے۔ اور وہ کثرت سے منزہ ہے۔ اور وہ من حیث الذات [illegible] ادراک سے بلند و برتر ہے۔ اس کی کوئی نہایت نہیں۔

Marfat.com

پس ایک عین واحد میں اس نے دو ضدوں کو جمع کر دکھایا۔ جس میں کوئی دوئی نہیں ہے۔ سو تو اس عجیب ترین امر میں غور کر۔ اور خوش آئندہ اور پاکیزہ خبریں تامل سے کام لے۔ تاکہ تو راہِ راست کی طرف ہدایت پائے۔ ہر امر کا مرجع و مآب وہی ہے۔

چوالیسواں باب

قدمین و نعلین کے بیان میں۔ جن کا مذکورہ بالا حدیث میں ذکر آیا ہے

جان۔ خدا تجھے اور ہم کو ہدایت بخشے۔ اور وہ حکمت عطا کرے۔ جو ہم کو عطا کی۔ کہ قدمین سے مراد دو متضاد ذاتی حکم ہیں۔ اور وہ دونوں من جملہ ذات کے ہیں۔ بلکہ وہ عینِ ذات ہیں۔ اور یہ وہ دو حکم ہیں۔ جن پر ذات مترتب ہے۔ مثل حدوث۔ قدم۔ حقیقت۔ خلقیت۔ وجود۔ عدم۔ تناہی۔ عدم تناہی۔ تشبیہ۔ تنزیہ اور اس جیسی اور چیزیں جو من حیث العین اور من حیث الحکم ذات کے لئے ہیں۔ اسی لئے یہ امر قدمین سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے کہ قدمین ایک صورتِ مجملہ ہیں۔ اور جوڑہ پاپوش سے مراد دو متضاد وصف ہیں۔ مثل رحمت۔ نقمت غضب۔ رضا وغیرہ کے اور قدمین اور نعلین میں فرق یہ ہے۔ کہ قدمین ان متضاد چیزوں سے مراد ہیں۔ جو ذات سے مخصوص ہیں۔ اور نعلین سے مراد وہ متضاد امور ہیں۔ جو مخلوق کی طرف متعدی و متجاوز ہوتے ہیں یعنی مخلوقات میں وہ اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ پس ان معنوں سے وہ نعلین قدمین کے نیچے ہیں۔ اس لئے کہ صفاتِ عقلیہ صفاتِ ذاتیہ کے نیچے ہیں۔ اور نعلین کا زرّین ہونا وہ خود طلبِ اثر سے مراد ہے۔ اور وہ ذاھبہ ہے یعنی اس کا حکم موجودات میں سادی ہے۔ اور اس کا حکم ہر موجود میں ہے۔ خواہ وہ موجودات کی کونسی نوع میں داخل ہو۔[1] جب تو نے نعلین کے معنی سمجھ لئے۔ اور قدمین کا مطلب جان لیا۔ تو پھر حدیث نبوی کا راز تجھ پر ظاہر ہو گیا۔ وہ حدیث یہ کہ جبار اپنا قدم دوزخ میں رکھیگا۔ اور کہیگا۔ بس بس۔ اس وقت وہ فنا ہو جائیگی اور بجائے اس کے شجر جرجیر یعنی درختِ تخود یا ترہ تیزک اُگ پڑیگا (عربی میں جرجیر کے یہ دونوں معنی ہیں) یا جیسا کہ آپ نے کہا۔ ہم آخر کتاب میں اس کی طرف ایما کرینگے۔ اس باب میں جہنم کا جسمانی طور پر ذکر ہوگا۔ تصریح یا کنایہ سے جس طرح بھی بن پڑا۔ ہم اس کا ذکر کرینگے۔

جاننا چاہئے۔ کہ ہر موجود میں رب ایک وجہ کامل رکھتا ہے۔ اور وہ وجہ اُس موجود کی روح کی صورت

---

[1] مصنف علیہ الرحمۃ نے لفظ ذھب جس کے معنی زر کے ہیں۔ ذاھبہ یعنی جانے والی کے معنی لئے ہیں۔

Marfat.com

پر ہے۔ اور اس موجود کی روح محسوس اور جسدی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔ اس مقام پر مترجم عرض کرتا ہے کہ حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی روح کے وجود پر اس بات سے استدلال فرماتے ہیں۔ کہ بچپن سے لیکر بوڑھا ہونے تک جسم اور وہ چیزیں جو جسم سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً اخلاط۔ اعراض۔ روح بخارنی جس کا علم طب میں ذکر آتا ہے۔ فنا ہوتی رہتی ہیں۔ مگر تاہم ایک شے ایسی باقی رہ جاتی ہے۔ جس سے انسان شناخت کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ وہی شخص ہے۔ جسے ہم نے بچپن میں دیکھا تھا۔ وہی انسان کی روح ہے۔ وہ ایک نورانی نقطہ ہے۔ جو ہر حال میں باقی رہتا ہے۔ جو ہر حال میں باقی رہتا ہے۔ اس استدلال سے روح کا محسوس ہونا بھی ظاہر ہو گیا۔ جیسا کہ مصنف علیہ الرحمت نے بیان فرمایا ہے۔ (مترجم)

اور یہ امر رب کے لئے ایک ذاتی امر ہے۔ جس کو اس نے اپنی ذات کے لئے واجب قرار دیا ہے کیسی اعتبار سے اس کو ثابت نہیں ہوتا۔ اور ہر وہ چیز جو کسی اعتبار سے حق کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اس اعتبار کی ضد سے وہ نسبت اعتبار یہ اس سے نفی بھی ہو جاتی ہے۔ اور جو شے بلا اعتبار اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ وہ کسی اعتبار سے زائل نہیں ہوتی۔ فافہم۔

جب یہ بات ہے۔ تو پھر صورت رب کے لئے ایک ذاتی امر ہے۔ اسی کی طرف اس حدیث کا اشارہ ہے۔ کہ آدم رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اور یہ حدیث کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور یہ دو حدیثیں ہیں۔ اگرچہ یہ اور معنوں کا بھی تقاضا کرتی ہیں۔ جن کو ہم نے اپنی کتاب الکہف والرقیم میں بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ کشف سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ کہ وہ دونوں ظاہر لفظ پر ہیں۔ جیسا کہ اولاً ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن تجسیم و تشبیہ سے تنزیہ انہی کی شرط پر۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

پینتالیسواں باب

عرش میں

جاننا چاہئے۔ کہ عرش علی التحقیق مظہر عظمت۔ مقام تجلی اور ذات کی خصوصیت ہے۔ اور جسم الحقیقت یعنی جسمانی دربار ذات حق کے مکان کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن وہ مکان جہات۔ سمت سے منزہ ہے۔ اور وہ منظر اعلیٰ اور مقام اذیت ہے۔ اور تمام انواع موجودات کو شامل ہے۔ وجود مطلق میں اس کی مثال وجود انسانی جسم ہے اس اعتبار سے کہ عالم جسمانی عالم روحانی خیالی۔ نفسی وغیرہ کو شامل ہے اسی لئے بعض فیوں

Marfat.com

نے عرش سے مراد جسمِ کلی سے لی ہے۔ اور اس میں بحث ہے۔ یہ کہ جسم کلّی اگرچہ عالم ارواح کو شامل ہے۔ لیکن روح اس کے اوپر ہے۔ اور پھر نفس کلی اس کے اوپر ہے۔ حالانکہ ہمیں معلوم نہیں۔ کہ سوائے رحمٰن کے عرش کے اوپر واقعہ میں کوئی اور چیز بھی ہے۔ اور اِن صوفیوں نے نفسِ کلی سے لَوح مراد لی ہے۔ اور یہ لَوح کے عرش کے اوپر ہونے کا حکم دینا ہے۔ جو خلافِ اجماع ہے۔ ہاں ہمارے اصحاب صوفیہ میں سے جس نے یہ کہا ہے۔ کہ عرش جسم کلّی ہے۔ اور وہ لوح کے اوپر ہے۔ اور لَوح سے مراد نفس کلی ہے۔ تو اس کا یہ قول ہمارے قول کے مخالف نہیں ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ مرتبۂ نفس مرتبۂ جسم سے اعلےٰ ہے۔ اور عرش کی بابت جو کشف سے ہم کو معلوم ہوا ہے۔ وہ ایک مطلق شے ہے۔ کہ جب ہم عبادت میں اُسے بیان کرینگے۔ تو کہینگے۔ کہ وہ ایک فلک ہے۔ جو جمیع افلاک معنویہ و صُوریہ کو محیط ہے۔ اس فلک کی سطح مقامِ رحمانیت ہے۔ اور اس آسمان کی نفس ہویت مطلق وجود ہے۔ عینی ہو یا حکمی۔ اور اس فلک کا ظاہر و باطن بھی ہے۔ پھر اس کا باطن تو عالم قدس ہے۔ اور وہ اسماء و صفات حق سبحانہ و تعالےٰ کا عالم ہے۔ عالم قدس ہے۔ اور اس کا مظہر ہے۔ اسی کا نام کثیب ہے۔ جس کی طرف اہل جنت مشاہدۂ حق کے لئے نکلیں گے۔ اور اس کا ظاہر عالمِ انس ہے۔ اور وہ تشبیہ۔ تجسیم و تصویر کا محل ہے۔ اسی لئے وہ جنت کا سقف ہے۔ پھر ہر تشبیہ۔ تصویر۔ تجسیم جسم سے ہو یا کسی روح سے۔ لفظ ہو یا معنی۔ حکم ہو یا عین۔ پس وہ اس فلک کا ظاہر ہے۔ پھر جب تیرے آگے مطلق عرش کا نام لیا جائے۔ تو جان رکھ۔ کہ مراد اس سے یہی فلک مذکور ہے۔ اور جب صفات میں سے کسی شے کی قید لگائی جائے۔ تو سمجھ لے۔ کہ مراد اس سے اس فلک کی وہ وجہ ہے۔ جیسے خدا کا عرشِ مجید کہنا کہ مراد اس سے عالم قدس ہے۔ جو رحمانیت کا مرتبہ ہے۔ کہ وہ عظمت کی اصل و منشاء ہے۔ ایسا ہی عرش عظیم کہ مراد اس سے حقائق ذاتیہ و مقتضیاتِ نفسانیہ ہیں۔ جن کا درجہ عظمت ہے۔ اور وہ عالم قدس سے ہے۔ اور عالم قدس اُن معانی الٰہیہ سے مراد ہے۔ جو احکام خلقیہ و نقائص کونیہ سے منزہ ہیں۔

جان۔ کہ جسم ہیکل انسانی میں اُن تمام چیزوں کا جامع ہے۔ جن کو وجود انسان متضمن ہے۔ اور وہ چیزیں روح۔ عقل۔ قلب وغیرہ ہیں۔ اور جسم انسان میں اس عرش کی نظیر ہے۔ جو عالم خارجی میں ہے۔ پس عرش ہیکل عالم ہے۔ اور جسد ہے۔ جو اس کے جمیع متفرقات کو جامع ہے۔ اسی اعتبار سے ہمارے اصحاب نے کہا ہے۔ کہ وہ جسم کلّی ہے۔ دونوں عبارتوں میں ایک ہی معنوں کے ہونے کی وجہ سے ہم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

چھیالیسواں باب ۴۶

کُرسی میں

جاننا چاہیئے۔ کہ کرسی جملہ صفاتِ فعلیہ کی تجلّی سے مراد ہے۔ اور وہ اقتدارِ الٰہی کا مظہر ہے۔ اور امر و نہی کے جاری ہونے کا محل ہے۔ حقائق کونیہ کے ظاہر کرنے میں لطائفِ الٰہیہ کی پہلی توجہ کرسی میں ہوتی ہے اور حق نے اپنے دونوں قدم اس پر لٹکائے ہوئے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ وہ پیدا کرنے اور معدوم کرنے کا محل اور اجمال و تفصیل کی منشاء (پیدا ہونے کی جگہ) ہے۔ نفع۔ ضرر۔ فرق و جمع کی مرکز ہے۔ اس میں صفاتِ متضاد کے آثار کا ظہور تفصیل وار ہے۔ اسی سے امرِ الٰہی وجود میں ظاہر ہوتا ہے۔ کرسی قضاء کے فیصلہ اور قلم تقدیر کا اور لوحِ محفوظ ترتیب دینے اور لکھنے کا محل ہے۔ اپنے موقعہ پر انشاء اللہ تعالےٰ ان کا بیان مذکور ہوگا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو احاطہ کیا ہوا ہے۔

جان۔ کہ یہ وسعت دو قسم کی وسعت ہے۔ ایک وسعت حکمی دوسری وسعت وجودی عینی۔ وسعت حکمی تو یہ ہے۔ کہ آسمان و زمین صفات فعلیہ میں سے کسی صفت کے اثر ہیں۔ اور کرسی جمیع صفاتِ فعلیہ کے ظہور کی جگہ ہے۔ پس کرسی کی ہر وجہ میں وسعت معنوی ثابت ہوئی۔ اس لئے کہ اس کی ہر وجہ صفاتِ فعلیہ میں سے ایک وجہ ہے۔ اور وسعت وجودی عینی کی یہ صورت ہے کہ وجود مقید خلقی تمام آسمانوں اور زمین اور ان کے سوا دوسری چیزوں کو محیط ہے۔ اور اسی سے مراد کرسی لی گئی ہے۔ یعنی وجود مقید ہی کا نام کرسی ہے۔ اس لئے کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ کرسی امر و نہی کے نافذ ہونے اور صفاتِ فعلیہ کا محل ہے اور اقتدارِ الٰہی کا مظہر ہے۔ اور ان تمام سے سوائے وجود مقید کے اور کچھ مراد نہیں۔ کیونکہ وہ نامحدود ہے۔ جس میں امر نافذ کیا جاتا ہے۔ اور وہ محل و مظہر ہے۔ پھر وہ وہ کرسی ہے۔ جس پر حق نے اپنے دونوں قدم لٹکائے ہوئے ہیں۔ وہ دو قدم یہ ہیں۔ اس میں ایجاد کرتا ہے۔ معدوم کرتا ہے۔ ہلاک کرتا ہے۔ سلامت رکھتا ہے۔ عطا کرتا ہے۔ رکھتا ہے۔ بلند کرتا ہے۔ اور پست کر دیتا ہے۔ عزت دیتا ہے اور ذلیل کر دیتا ہے۔ پاک ہے وہ عزیز اور جلیل ہے۔

Marfat.com

۴۷ سینتالیسواں باب

قلم اعلیٰ میں

جاننا چاہیئے۔ کہ قسم اعلیٰ بطریق تمیز مظاہر خلقیہ میں حق کے پہلے تعینات سے مراد ہے۔ تمیز کی قید میں نے اس لئے لگائی ہے۔ کہ اوّلاً علمی الٰہی میں خلق بطریق اجمال والہام متعین ہوئی تھی۔ اور اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ پھر ثانیاً اس کا وجود اجمالی وحکمی طور پر ہے۔ اس لئے کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ موجودات خلقیہ عرش کی وجود میں سے ایک وجہ ہے۔ پھر کسی میں خلق کے لئے ظہور تفصیلی ہے۔ جیسا کہ پہلے باب میں ہم ذکر کر آئے ہیں۔ پھر اس کا ظہور قلم اعلیٰ میں بطریق تمیز ہے۔ اس لئے کہ پہلے مظاہر میں اس کا ظہور بتمام غیب تھا۔ اور قلم اعلیٰ میں اس کا وجود وجود علمی ہے جو حق سے تعبیر ہے۔ اور وہ یعنی قلم اعلیٰ ایک انموذج ہے کہ جس چیز کو چاہتا ہے۔ لوح محفوظ میں منقش کر دیتا ہے مثل عقل کے کہ وہ بھی ایک نمونہ وانموذج ہے۔ کہ جس کو چاہتا ہے۔ نفس میں نقش کر دیتا ہے پس عقل بمنزلہ قلم کے ہے۔ اور نفس بمنزلہ لوح کے اور قضایائے فکریہ جو بوساطت عقل نفس میں پائے جاتے ہیں۔ وہ بمنزلہ وجودی صورتوں کے ہیں۔ جو لوح محفوظ میں کتوب ہیں۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اول جو شے اللہ نے پیدا کی وہ عقل ہے۔ اور نیز یہ کہ اول جو شے پیدا ہوئی وہ قلم ہے اور قلم عقل اول ہے۔ اور دونوں روح محمدی کے دو رخ ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ اے جابر اول جو شے اللہ نے پیدا کی تیرے نبی کی روح ہے پس قلم اعلیٰ۔ عقل اول۔ روح محمدی ایک ہی جوہر سے عبارت ہیں۔ اور وہ خلق کی طرف منسوب کرنے سے قلم اعلیٰ اور مطلق خلق کی طرف اس کی نسبت کرنے سے عقل اول اور انسان کامل کی طرف اضافت کرنے سے روح محمدی کے نام سے موسوم ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ انشاء اللہ تعالیٰ روح اور عقل اول کا بیان ہم اسی کتاب میں اپنے موقعہ پر آئیگا۔

Marfat.com

اڑتالیسواں باب

لوح محفوظ میں

نفس حوت بالذات علم العالم — ھی لوحنا المحفوظ یا ابن الآدمی!
صُوَرُ الوجود جمیعھا منقوشہ — فی قابلیتھا بغیر تکاتم
فاذا زکت بالھا وصفت بہ — من ظلمۃ الرین الغیوم القاتم
ظھرت لھا الاشیآء فیھا عندھا — وبدت لھا مستخفیات العالم

ترجمہ۔ نفس نے بالذات علم عالم کو احاطہ کیا ہوا ہے۔ اے ابن آدم وہ ہماری لوح محفوظ ہے۔ وجود کی تمام صورتیں بدوں پوشیدگی و خفا کے اُس کی قابلیت میں منقوش ہیں۔ پھر جب وہ اپنے اللہ کے ساتھ زنگار اور تاریک حجابات کے بادلوں کی ظلمت سے جو اس میں قائم ہیں۔ پاک ہو جاتا ہے۔ وہ لوح محفوظ سے موصوف ہوتا ہے۔ جو چیزیں اس میں ہیں۔ وہ سب اس میں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور خفیاتِ عالم اس میں اپنا چہرہ دکھاتے ہیں"۔

جاننا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ تجھ کو ہدایت دے۔ کہ لوح محفوظ نورِ الٰہی حقی سے مراد ہے۔ کہ منظرِ خلقی میں متجلی ہے۔ اس میں اشیاء اصلی طور پر منقش ہیں۔ وہ ام الہیولیٰ یعنی ہیولیٰ کی ماں ہے۔ اس لئے کہ ہیولیٰ کسی صورت کا ابتدا نہیں کرتا۔ مگر اسی کا جو لوح محفوظ میں منطبع ہوتی ہے۔ پھر جب ہیولیٰ کسی صورت کا تقاضا کرتا ہے۔ تو وہ صورت جلدی اور مہلت سے ہیولیٰ کے تقاضا کے موافق عالم میں موجود ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ قلم الاعلیٰ لوح محفوظ میں اس کے ایجاد کرنے پر جاری ہو چکی ہے اور ہیولیٰ نے اس کا تقاضا کیا۔ پس حسب مقتضاء اس کے ایجاد کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ اسی لئے حکماء الہیہ نے فرمایا ہے۔ کہ ہیولیٰ جب کسی صورت کا تقاضا کرتا ہے تو واہب الصور پر یعنی صورتوں کے بخشنے والے پر یہ بات لازم ہو جاتی ہے۔ کہ اس صورۃ کو عالم میں ظاہر کرے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ واہب الصور پر یہ بات لازم ہو جاتی ہے۔ تو یہ باب توسع سے ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قول کے قائمقام ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ پر لازم ہے۔ کہ وہ دنیا کی کسی چیز کو بلند نہ کرے۔ تاوقتیکہ اس کو پست نہ کرے۔ الحدیث۔ یہ بات نہیں ہے۔ کہ خدا تعالےٰ پر کوئی چیز واجب بھی ہوتی ہے۔ تعالی اللہ عن ذالک علوًّا کبیرًا۔ ہیولیٰ کا بیان اپنے مقام پر آئیگا۔

پھر اس کے بعد معلوم کر۔ کہ نورِ الٰہی جس میں موجودات منطبع ہے۔ اسی سے مراد نفس کلی ہے۔ پھر ادراک بسبب اس چیز کے جس کو قلم اعلےٰ نے اس نور میں لکھا ہے۔ جسے لوح محفوظ کہا جاتا ہے۔ اس نور کی وجہوں

Marfat.com

میں سے کسی وجہ کے بغیر نہیں ہوتا۔ ہم اس وجہ کو عقل کلّی سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ نور میں امور کا انتقاش پانا قضاء کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور وہ تفصیل اصلی ہے۔ جو وصف الٰہی کا تقاضا کرتی ہے۔ ہم نے اس کے مظہر کو کرسی سے تعبیر کیا ہے۔ پھر لوح محفوظ میں تقدیر اس حکم کا نام ہے۔ کہ جو خلق کو ایک صورت معینہ پر خاص حالت میں اور خاص وقت پر ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کا نام اپنے مجلی کے اعتبار سے قلم اعلےٰ ہے۔ اور اسی کا نام عقل اول ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے مثلاً زید کو فلاں ہیئت اور فلاں وقت میں پیدا کرنے کی قضا فرمائی۔ پس جس امر نے اس تقدیر کا لوح میں تقاضا کیا۔ وہ قلم اعلےٰ ہے۔ اور وہ عقل اول سے مسمّٰے ہے۔ اور جس محل میں اس اقتضا کا بیان موجود ہے۔ وہ لوح محفوظ ہے۔ اور وہ عبادت ہے۔ نفس کلی ہے۔ پھر جس امر نے وجود میں اس حکم کے ایجاد کا تقاضا کیا۔ وہ صفاتِ الٰہیہ کا مقتضاء ہے۔ اور وہ معبر بہ بقضاء ہے۔ اور اس کا مظہر کرسی ہے۔ پس اس بات کی سمجھ کر۔ کہ قلم سے کیا مراد ہے۔ اور لوح سے کیا مراد ہے۔ اور قضاء سے کیا اور تقدیر سے کیا۔

پھر جاننا چاہئے۔ کہ لوح محفوظ کا علم علم الٰہی کا کچھ تھوڑا سا حصہ ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے قانون حکمت الٰہیہ کے موافق بموجب اس چیز کے جس کا حقائق موجوداتِ خلقیہ نے تقاضا کیا۔ جاری فرمایا۔ اور اللہ کے لئے سوا اس علم کے یہی علم ہے۔ وہ حقائق حقّیہ کے اقتضاء کے موافق وجود میں اختراعِ قدرت کے دستور پر ظاہر ہوتا ہے۔ لوح محفوظ میں وہ ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ عالم عینی میں ظہور کے وقت کبھی اس میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اس کے ظہور کے بعد بھی اس میں ظاہر نہیں ہوتا۔ جو کچھ لوح محفوظ میں ہے۔ وہ قیامت تک وجود حسّی کے آغاز کا علم ہے۔ اور جو کچھ اس میں اہل جنت و اہل نار کا علم ہے۔ وہ کچھ تفصیل کے ساتھ ہے۔ اس لئے کہ وہ اختراعِ قدرت سے ہے۔ اور امرِ قدرت مبہم ہے۔ معیّن نہیں۔ ہاں اس میں اس کا علم مطلقاً اجمالی طور پر پایا جاتا ہے۔ مثلاً اس شخص کے لئے مطلقاً نعیم الٰہی کا علم جس کی سعادتِ ابدی پر قلم جاری ہو چکی ہے۔ پھر اگر ان نعمتوں کی تفصیل کی جائے۔ تو اس جنس کی تفصیل ہو گی۔ اور وہ بھی اجمال ہے جیسا کہ تو کہے۔ کہ وہ شخص اہل جنت مأویٰ سے ہے۔ یا اہل جنت الخلد سے یا جنتِ نعیم یا جنت فردوس سے غرض یہ ہے۔ کہ مجمل طور پر کہا جائیگا۔ سوائے اس کے اور کوئی سبیل نہیں ہے۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ جس چیز پر لوح میں حکم کیا گیا ہے۔ اور وہ اس میں مقدّر ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مقدّر جس میں تغیر ممکن نہیں۔ اور ایک وہ مقدّر جس میں تغیر ممکن ہے۔ جس میں تغیر ممکن نہیں۔ یہ وہ امور ہیں۔ جن کا عالم میں صفات الٰہیہ تقاضا کرتے ہیں۔ پس ان کے وجود کا معدوم ہونا محال ہے۔ اور وہ امور جن میں تغیّر ممکن ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں۔ جن کا قانون حکمت عادیہ کے موافق عالم کی قابلیتیں تقاضا کرتی ہیں۔ پس حق تعالےٰ ان کو اسی ترتیب کے موافق جاری کرتا ہے۔ پھر جس چیز کا لوح محفوظ میں حکم کیا گیا ہے۔ وقوع میں آجاتی ہے۔ اور کبھی ان کو بموجب حکم اختراع الٰہی جاری کرتا ہے

Marfat.com

پھر وہ چیز جس پر حکم کیا گیا ہے۔ وقوع میں نہیں آتی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ جس چیز کا عالم کی قابلیتیں تقاضا کرتی ہیں۔ وہ خود صفاتِ الٰہیہ کا مقتضاء ہے۔ لیکن ان کے مابین فرق ہے۔ یعنی ان چیزوں میں جن کا عالم کی قابلیتیں تقاضا کرتی ہیں۔ اور ان چیزوں میں جن کا مطلقاً صفات تقاضا کرتی ہیں۔ فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے۔ کہ عالم کی قابلیتیں اگرچہ وہ کسی چیز کا تقاضا کریں۔ پر تاہم وہ عجز کا حکم رکھتی ہیں۔ اس لئے کہ ان کا حال اپنے غیر کا محتاج ہے۔ اس وجہ سے کبھی ان کا تقاضا وقوع میں آتا ہے۔ اور کبھی نہیں آتا۔ بخلاف اس کے وہ امور جن کا صفیات الٰہیہ تقاضا کرتی ہیں۔ کہ وہ اقتضاء الٰہی کی وجہ سے ضرور ہی وقوع میں آتے ہیں۔ اور یہاں ایک اور وجہ بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ عالم کی قابلیتیں ممکن ہیں۔ اور ممکن کا خاصہ ہے۔ کہ وہ ایک شے کو قبول کرتی ہے۔ تو اس کی ضد کو بھی قبول کرتی ہے۔ پھر جب قابلیت کسی چیز کا تقاضا کرتی ہے۔ اور قدر اس کی نقیض کے وقوع پر جاری ہوتی ہے۔ تو یہ نقیض بھی بمقتضاء اس قابلیت کے ہوتی ہے۔ جو ممکن میں ہے۔ پس ہم کہیں گے۔ کہ جس چیز کی قانونِ حکمت کے بموجب عالم کی قابلیتوں نے تقاضا کیا تھا سو وہ وقوع میں آگئی۔ پھر جب مقتضاء قابلیت بعینہ وقوع میں آگیا۔ تو ہم کہینگے۔ کہ قانون حکمی کے موجب بھی یہ وقوع درست ہے۔ یہ ایک ذاتی امر ہے۔ عقل اس کو بہ نظر فکری ادراک نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ کشفِ الٰہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ بخش دیتا ہے۔ قضاء محکم وہ ہے۔ جس میں تغیر نہیں آتا۔ اور قضاء مبرم وہ ہے۔ جس میں تغیر ممکن ہے۔ اسی لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قضاء مُبرم سے اللہ کی پناہ لی ہے۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے۔ کہ اس میں تغیر ممکن ہے۔ قال اللہ تعالےٰ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ یُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبِ۔ بخلاف اس کے قضاء محکم کہ اس کی طرف خدا تعالےٰ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا کہ وہ اللہ کا ایک تقدیری امر ہے۔ جس کی تقدیر ہو چکی اور اس علم میں قضاء محکم کی نسبت قضاء مبرم کی معرفت مکاشف پر ایک زیادہ دشوار چیز ہے۔ پھر جس چیز کو وہ قضاء محکم سے خیال کرتا ہے۔ اس میں ادب کو ملحوظ رکھتا ہے۔ اور جس کو مبرم سمجھتا ہے۔ اس پر وہ شفاعت کرتا ہے۔ حق تعالےٰ کا اس کو قضاء مبرم کا پتہ دے دینا اس کے لئے اذنِ شفاعت ہے۔ قال اللہ تعالےٰ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ نورِ الٰہی جس سے لوح محفوظ مراد لی گئی ہے۔ وہ ذاتِ الٰہیہ کا نور ہے اور نورِ ذاتِ الٰہی عین ذاتِ الٰہی ہے۔ اس لئے کہ ذاتِ الٰہی کی تجزی و انقسام محال ہے۔ اور وہ حق جس کو ہے جو نفس کلیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور وہ خلق مطلق ہے۔ اس کی طرف حضرت باری تعالےٰ عزاسمہٗ نے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔ قرآن سے مراد نفس حق ہے۔ جو بسبب درجہ کی بزرگی اور عزت کا مالک ہے۔ اور فی لوحٍ محفوظ کے معنی فی النفس الکلیۃ کے ہیں۔ یہ ہی مراد نفس کلیہ سے انسان کامل کا نفس ہے۔ کہ خدا کی ذات اس میں بغیر حلول کے موجود ہے۔ کیونکہ وہ حلول و اتحاد سے

Marfat.com

اُنچاسواں باب

سدرۃ المنتہیٰ میں

جان۔ کہ سدرۃ المنتہیٰ اس وجود کی نہایت ہے۔ جہاں مخلوق کے لئے سیر الی اللہ کا سفر ختم ہو جاتا ہے اس کے آگے سوائے اُس مرتبہ کے جو صرف حق تعالےٰ سے مخصوص ہے۔ اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ مخلوق کو وہاں قدم رکھنے کی کوئی مجال نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس مقام سے آگے جانا مخلوق کے لئے ممکن ہے۔ کیونکہ مخلوق یہاں پس جاتی ہے۔ اور مٹ جاتی ہے۔ اور نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ وہاں اس کا کوئی وجود نہیں رہتا جبرائیل علیہ السلام کے قول میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انہوں نے عرض کیا تھا۔ اگر میں ایک بالشت بھی آگے بڑھوں۔ تو جل جاؤں۔ لکی حرف امتناع ہے۔ بس وہاں سے آگے بڑھنے امتناع کا حکم رکھتا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے۔ کہ وہاں آپ نے ایک بیر کا درخت پایا ہے۔ جس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر ہیں۔

پس اس پر مطلقاً ایمان لانا چاہئے۔ اس لئے کہ آپ نے اس سے اپنے نفس سے خبر دی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے۔ کہ حدیث تاویل ہو۔ اور وہ وہ چیز ہے۔ جس کو ہم نے اپنے عروج میں پایا۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ اپنے ظاہر معنوں پر محمول ہو۔ اور وہ وہ چیز ہو۔ جس کو آپ نے اپنے مظاہر مثالیہ میں اور منازل و مناظر الٰہیہ میں ایک درخت پایا ہو۔ جو آپ کے خیال میں بیر کا درخت محسوس ہوتا ہو۔ اور اپنے کمال کی آنکھ سے اس کو دیکھا ہو۔ تاکہ آپ کے لئے ظاہر و باطن میں کشف محقق جمع ہو جائے۔ ایسا ہی اُن تمام باتوں کا حال ہے۔ جن کو اپنے معراج میں آپ نے پایا۔ اور ان کے متعلق خبر دی۔ پس ہم جو کچھ آپ نے فرمایا ہے۔ اس پر مطلق ایمان رکھتے ہیں۔ اگرچہ ہم نے اپنے کشف میں اس کو مقید پایا ہے۔ اس لئے کہ ہمارا معراج آپ کے معراج کی مانند نہیں ہے۔ ہم آپ کی حدیث کا مفہوم پس گئے۔ جو ہمیں اپنے کشف سے معلوم ہوا ہے۔ اور اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ آپ کے لئے سوا اس بھی ہے۔ جہاں ہمارا علم نہیں پہنچ سکتا۔ وہ بات جو اس حدیث کے متعلق کشف سے ہم نے دریافت کی ہے۔ کہ مراد شجرہ سے ایمان ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ جس کا پیٹ بیر سے بھر گیا۔ اللہ تعالےٰ اس کا دل ایمان سے بھر دیا۔ اور اس کے پتوں کا ہاتھی کے کانوں کے برابر ہونا بطور ایک ضرب المثل کے

Marfat.com

ہوا اس ایمان کی عظمت اور قوت کی دلیل ہے۔ اور جنت کے ہر گھر میں اس درخت کے پتہ کا پھیلا ہوا ہونا اس گھر والے کے ایمان سے مراد ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ ہم نے سدرہ کو ایک ایسا مقام پایا ہے۔ جس میں آٹھ حضرات یعنی دربار ہیں۔ ہر حضرت میں بلند درجہ کے منظر ہیں۔ جن کا شمار ممکن نہیں۔ ان حضرات والوں کے اذواق کے موافق یہ منظر باہم تفاوت رکھتے ہیں۔ مقام سے مراد اپنے مظاہر میں حق کا ظہور ہے۔ اور یہ اس چیز میں اس کی تجلی سے مراد ہے۔ جو خلائق حقیقہ و معانیٔ خلقیہ سے اُس کو حاصل ہے (الحضرۃ الاولیٰ یعنی پہلا مشہد) اس میں حق تعالےٰ بہ حیثیت باطن عبد کے اپنے اسم ظاہر میں تجلی فرماتا ہے (الحضرۃ الثانیۃ یعنی دوسرا مشہد) اس میں حق تعالےٰ بحیثیت ظاہر عبد کے اپنے اسم باطن سے تجلی فرماتا ہے (الحضرۃ الثالثۃ۔ تیسرا مشہد) اس میں اللہ تعالیٰ بحیثیت روح عبد کے اپنے اسم اللہ سے تجلی فرماتا ہے (الحضرۃ الرابعۃ۔ چوتھا مشہد) اس میں حق تعالےٰ بہ حیثیت نفس عبد کے اپنی صفت رب سے متجلی ہوتا ہے۔ (الحضرۃ الخامسۃ۔ پانچواں مشہد) وہ مرتبہ کی تجلی ہے اور وہ بندہ کی عقل میں رحمٰن کا ظہور ہے (الحضرۃ السادسۃ۔ چھٹا مشہد) اس میں حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ بہ حیثیت وہم عبد کے تجلی فرماتا ہے۔ (الحضرۃ السابعۃ ساتواں مشہد) اس میں ہویت کی معرفت ہوتی ہے۔ اس میں حق تعالےٰ بہ حیثیت بندہ کے اسم کی انیت کے تجلی فرماتا ہے (الحضرۃ الثامنۃ آٹھواں مشہد) یہ مطلق عبد سے ذات کی شناخت ہے۔ اس مقام میں حق تعالےٰ اپنے کمال کے ساتھ ہیکل انسانی کے ظاہر و باطن میں تجلی فرماتا ہے۔ اس میں باطن حق باطن عبد کے ساتھ اور ظاہر ظاہر کے ساتھ اور ہویت حق ہویت عبد کے ساتھ اور انیت حق انیت عبد کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور یہ مشہد سب مشاہد سے اعلےٰ ہے۔ اس کے آگے سوائے احدیت کے کچھ نہیں۔ اور اس میں خلق کی کوئی مجال نہیں۔ اس لئے کہ وہ محض حق ہے اور ذات واجب الوجود کے خواص سے ہے۔ جب کسی کامل کو اس سے کچھ حاصل ہوتا ہے۔ تو اس کی بابت ہم کہیں گے کہ وہ اس کے لئے اسی کے ساتھ تجلی الٰہی ہے۔ خلق کی اس میں کوئی مجال نہیں۔ ورنہ وہ کیفیت خلق کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ بلکہ وہ حق کے لئے ہے۔ اور یہیں سے ہے کہ اہل اللہ نے خلق کے لئے تجلی احدیت کو ثابت فرمایا ہے۔ اور اس سے پہلے بھی احدیت کا بیان ہو چکا ہے۔ واللہ الموفق والمعین والوہاب

Marfat.com

پچاسواں باب

رُوح القدس میں

جان کہ روح القدس روح الارواح ہے۔ اور وہ کُن کے احاطہ میں آنے سے منزّہ ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا جائز نہیں۔ کہ وہ مخلوق ہے۔ اس لئے کہ وہ وجوہِ حق میں سے حق کی ایک خاص وجہ ہے۔ کہ وجود نے اس وجہ کے ساتھ قیام پایا ہے۔ اور وہ روح ہے۔ نہ مثل دوسری روحوں کے اس لئے کہ وہ اللہ کی رُوح ہے اور آدم میں اسی سے روح پھونکی گئی تھی۔ خدا تعالےٰ کے قول وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کا اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پس آدم کی روح مخلوق اور اللہ کی روح غیر مخلوق ہے۔ وہ روح القدس ہے۔ اس لئے کہ وہ نقائص کونیّہ سے منزّہ ہے۔ یہ وہی روح ہے جسے مخلوق میں وجہِ الٰہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یعنی یہ روح مقدس جس کے ساتھ اللہ نے وجود کونی کو قائم رکھا ہے۔ بوجود اَيْنَمَا تُوَلُّوْا محسوسات میں تم کو محسوس ہوتا ہے۔ یا معقولات میں تم کو اپنے فکروں میں معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ روح مقدس اپنے کمال کے ساتھ اس میں متعیّن ہے۔ اور اس وجہِ الٰہی سے مراد ہے۔ جو وجود میں قائم ہے۔ اور وہ وجہ ہر شے میں ہے۔ وہ روحُ اللہ ہے۔ اور کسی شے کی روح خود اس کا نفس یعنی اس کی ذات ہوتی ہے۔ پس وجود ذات الٰہی کے ساتھ قائم ہے۔"

جاننا چاہئے۔ کہ محسوسات کی ہر شے کا ایک روح مخلوق ہے۔ جس کے ساتھ اس کی صورت قائم ہے۔ روح اس صورت کے لئے ایسی ہے جیسے لفظ کے لئے معنی۔ پھر اس روح مخلوق کے لئے ایک روح الٰہی ہے جس کے ساتھ وہ روح قائم ہے۔ اور وہ روح الٰہی روح القدس ہے۔ پس جس نے انسان میں روح القدس کی طرف دیکھا۔ اسی نے اسے مخلوق دیکھا۔ اس لئے کہ دو قدموں کا وجود نہیں پایا جا سکتا۔ قدم صرف ایک اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور اس کی ذات سے اس کے جمیع اسماء و صفات لاحق ہیں۔ اس لئے کہ ذات سے اُن کا انفکاک محال ہے۔ اور ماسوا اس کے جو ہے۔ مخلوق و حادث ہے۔ مثلاً انسان کا جسد ہے۔ اور وہ اس کی صورت ہے اور روح ہے۔ اور وہ اس کا سرّ اور اس کا معنی ہے۔ اور وہ روح اور وجہ ہے۔ جو روح القدس۔ سرّ الٰہی۔ وجود ساری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر چونکہ انسان پر وہ امور غالب ہیں۔ جن کا اس کی صورت تقاضا کرتی ہے اور جو بشریت اور شہوانیت سے تعبیر کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس کی روح اس رسوب معدنی کو حاصل کرتی ہے جو صورت کی اصل اور اس کے محل کی منشاء ہے حتےٰ کہ نزدیک ہے۔ کہ مقتضیات بشریّہ کے جاگزین ہونے

Marfat.com

کی وجہ سے وہ اپنے عالم اصلی سے مخالفت کرے۔ اسی وجہ سے وہ اپنے اطلاق و تجرد روحی سے تنزل کر کے صورت کے ساتھ مقیّد ہو گئی ہے اور طبیعت اور عادت کی قید میں پھنس گئی ہے۔ اور یہ دارِ دنیا میں مثل سجّین کے ہے۔ جو دار الآخرت میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ وہ عین سجّین ہے۔ جس میں روح قرار پکڑے ہوئے ہے لیکن سجّینِ آخرت آگ کی صورت میں محسوس ہو گی۔ اور یہ یعنی سجّین دنیا میں مذکورہ معنی ہیں۔ یعنی طبیعت عادت و شہوانیّت سے مراد ہے۔ اس لئے کہ آخرت وہ مقام ہے۔ جس میں معانی محسوس صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ فافہم۔

جب ہمیشہ کے مراقبہ اور فکر صحیح۔ کم کھانے۔ سونے اور بولنے اور مقتضیاتِ بشریّہ کے ترک کرنے سے انسان پر روحانی امور کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور وہ روحی لطافت کو حاصل کرتا ہے۔ تو اس وقت اس کا حال اس مذکورہ حال کے برعکس ہوتا ہے۔ پھر وہ پانی پر چلتا ہے۔ ہوا پر اڑتا ہے۔ دیواریں اس کو روک نہیں سکتیں۔ اور شہر اس کو دور نہیں معلوم ہوتے۔ پھر اس کی روح موانع کے دور ہو جانے کی وجہ سے اپنے محل میں متمکن اور قائم ہو جاتی ہے۔ اور وہ موانع مقتضیاتِ بشریّہ ہیں۔ پھر وہ مخلوقات کے اعلیٰ مرتبوں میں ہو جاتا ہے۔ اور وہ عالم ارواح ہے۔ جو اُن قیود سے آزاد ہے۔ جو اجسام کی ہمسائیگی میں حاصل ہوتی ہیں۔ اس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ۔ کہ ابرار ہمیشہ نعمتوں میں ہوں گے۔ پھر جب شہود الٰہی سے الٰہی حالات اس پر غالب آتے ہیں۔ اور وہ اس کے اسماء حسنیٰ و صفاتِ علیا مع ان امور کے ہیں۔ جن کا بشریت و روحیت تقاضا کرتی ہے تو وہ اس وقت قدسی ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ بشریت ان خواہشات کا مطالبہ کرتی ہے۔ جن کے ساتھ جسم کا قیام ہے اور ان امور کو چاہتی ہے۔ جن سے طبیعت مغتاء ہو گئی ہے۔ اور روحیت ان امور کا تقاضا کرتی ہے۔ جن کے ساتھ جاہ و منزلت و رفعت سے ناموس انسانی کا قیام ہے۔ اس لئے کہ روحیت اس جاہ و شوکت۔ رفعت وغیرہ سے بھی بلند رتبہ رکھتی ہے۔ پھر جب انسان روحیت اور بشریت کے مذکورہ مقتضیات کو ترک کر دیتا ہے۔ اور ہمیشہ اُس ستر کے شہود میں رہتا ہے۔ جس سے اس کی اصل ہے۔ تو سبحات الٰہی کے احکام اس میں ظاہر ہوتے ہیں۔ تو پھر اس کی ہیکل اور اس کی روح نشیب بشریت سے اوجِ قدسِ تنزیہ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ حق اس کا کان۔ آنکھ۔ ہاتھ اور زبان بن جاتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے ہاتھ سے کسی کو چھوتا ہے۔ تو اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتا ہے۔ اور جب کسی چیز کے لئے کہتا ہے۔ ہو جا۔ تو وہ اللہ کے امر سے ہو جاتی ہے۔ وہ روح القدس سے مؤید ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے۔ جب کہ یہ وصف ان کو حاصل ہوا۔ کہ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ ہم نے روح القدس سے اس کی تائید کی ہے۔ فافہم۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

Marfat.com

باب ۵۱

اُس فرشتہ کے بیان میں جسکا نام رُوح ہے

جاننا چاہئے۔ کہ یہ وہ فرشتہ ہے۔ جس کا نام صوفیا نی اصطلاح میں حق رکھتے ہیں۔ جو اُسی کے ساتھ مخلوق ہے۔ اور حقیقتِ محمدیہ بھی اسے کہتے ہیں۔ حق تعالےٰ نے اس فرشتہ کی طرف اس نظر سے دیکھا ہے جس نظر سے اپنے نفس کو دیکھا ہے۔ پھر اس کو نور سے پیدا کیا ہے۔ اور جمیع عالم کو اس سے پیدا کیا ہے۔ اور اس کو عالم سے اپنی نظر کا محل قرار دیا ہے۔ اور اس کے ناموں میں سے ایک امر اللہ ہے۔ وہ اشرف الموجودات ہے۔ تمام موجودات سے اس کا مرتبہ اعلیٰ اور اس کی منزلت بہت بلند ہے۔ اس کے اوپر کوئی فرشتہ نہیں ہے وہ سید مقربین افضل مکرمین ہے۔ خدا نے موجودات کی چکی کو اُسی پر پھرایا ہے۔ اور اُسے اپنی مخلوقات کے فلک کا قطب بنایا ہے۔ باوجود اس کے کہ ہر شے جس کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک خاص وجہ رکھتی ہے جس سے وہ اس کے ساتھ ملحق ہوتی ہے۔ اور جس مرتبہ میں خدا تعالےٰ نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اس میں اس کو نگاہ رکھتا ہے۔ اس کی آٹھ صورتیں ہیں۔ جو حاملین عرش ہیں۔ اُسی سے تمام علوی اور عنصری فرشتے پیدا کئے گئے ہیں۔ پس ملائکہ کی نسبت اس کے ساتھ وہی ہے۔ جو نطفوں کو سمندر کے ساتھ ہے۔ اور وہ آٹھ فرشتے جو حاملینِ عرش ہیں۔ ان کی نسبت اُس سے روح انسان کی اُن آٹھ چیزوں کی سی نسبت ہے جن کے ساتھ وجود انسان کا قیام ہے۔ وہ آٹھ وجود انسانی کو قائم رکھنے والی یہ چیزیں ہیں۔ عقل۔ وہم۔ فکر۔ خیال مصوّرہ۔ حافظہ۔ نفس۔ اور اس فرشتے کے لئے عالم ملکوتی۔ عالم جبروتی۔ عالم علوی۔ عالم ملکوتی۔ عالم ملکی میں ایک ہیئت الٰہیہ یعنی الٰہی نگہداشت ہے۔ جس کو خدا نے اس فرشتہ میں پیدا کیا ہے۔ وہ اپنے کمال کے ساتھ حقیقۃ محمدیہ میں ظاہر ہوا ہے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل البشر ہیں۔ اور اسی سے حق تعالےٰ نے اُن پر احسان جتایا ہے۔ اور اُن لفظوں کے ذریعہ اس کو وحی کی۔ جن کا اللہ تعالےٰ نے اس کی طرف ہاتھ پھیلایا ہے۔ یعنی فیضان کیا ہے۔ اور فرمایا وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ یعنی ہم نے تیری روح کے لئے اس فرشتہ کی وحی یعنی رخوں میں سے ایک کامل وحی یعنی رخ بنایا ہے۔ جو ہمارا امر ہے۔ اس لئے کہ اس فرشتہ کا نام ہی امر اللہ ہے۔ اور اُسی کی طرف اس کے اس قول میں اشارہ ہے۔ کہ فرمایا۔ جِئْتُ اَمْرَ رَبِّيْ یعنی اس کی وجہوں میں سے ایک وجہ ہے (نکتہ) جب

Marfat.com

روح کی بابت یہودیوں کے سوال میں روح کا مطلق ذکر تھا۔ جیسا کہ فرمایا۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ تو جواب میں بھی اس کو مطلق رکھا۔ اور فرمایا۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یعنی وجوہ امر میں سے ایک وجہ ہے بخلاف محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کے کہ اس کی نسبت فرمایا۔ وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا اور اس کا ذکر اہتمام کے ساتھ فرمایا۔ اور اس وجہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلالتِ شان کی وجہ سے اس کو نکرہ رکھا۔ تاکہ ان کی عظمتِ قدر پر تنبیہ ہو۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ اس میں یوم کی تنکیر اس کی عظمت فائدہ دے رہی ہے۔ پھر دیکھو۔ کہ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا فرمایا۔ اور یہ نہ کہا۔ کہ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنْ اَمْرِنَا اس لئے کہ مقصود اس کے وجود سے تھا۔ کیونکہ یہ کل انسانی سے مقصود روح ہی ہے، پھر دیکھو۔ کہ اپنے قول مِنْ اَمْرِنَا کو نونِ اضافت کے ساتھ لایا۔ یہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بزرگ قدری پر تنبیہ کی ہے۔

پھر جاننا چاہیئے۔ کہ جب حق تعالےٰ نے اس فرشتہ کو اپنی ذات کے لئے آئینہ بنایا ہے۔ تو پھر حق تعالےٰ اپنی ذات کے ساتھ سوائے اس فرشتہ کے اور کسی شے میں ظاہر نہیں ہوتا۔ باقی مخلوقات میں اس کا ظہور صفات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور وہ دنیوی عالم اور اخروی عالم۔ اہل الجنۃ واہل النار۔ اہل الکثیب واہل الاعراف کا قطب ہے۔ علمِ الٰہی میں حقیقت الٰہیہ نے تقاضا کیا ہے۔ کہ وہ کسی شے کو پیدا نہیں کرتا۔ مگر اس حال میں کہ اس میں اس فرشتہ کی کوئی وجہ ہوتی ہے۔ کہ اس مخلوق کا فلک اس وجہ پر گردش کرتا ہے۔ اور وہ وجہ اس مخلوق کی قطب ہوتی ہے۔ سوائے انسان کامل کے خلقِ خدا سے کوئی شے اس فرشتہ کو شناخت نہیں کر سکتی پھر جب ولی اس کو شناخت کر لیتا ہے۔ تو سب چیزیں اس کو جان لیتی ہیں۔ پھر جب وہ اس سے متحقق ہوتا ہے۔ تو وہ قطب بن جاتا ہے۔ تمام وجود کی چکی اس پر گھومتی ہے۔ وہ اس فرشتہ کا نائب ہوتا ہے۔ اور بحکم اصالت اس وجود میں قطبیت اسی فرشتہ کے لئے ہوتی ہے۔ جو اسی کا ملک ہوتی ہے۔ اور بحکم نیابت و عاریت اس کے غیر کے لئے ہوتی ہے۔ پس تو اس کو پہچان۔ اس لئے کہ یہ وہی روح ہے۔ جس کا کتاب الٰہی میں ذکر آتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ذٰلِکَ یَوْمُ الْحَقِّ۔ یعنی جس دن کہ فرشتہ دربار الٰہی میں کھڑا ہوگا۔ اور دوسرے فرشتے اس کے آگے اس کی خدمت میں صف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ اور وہ خود حضوریت حق میں قائم ہوگا۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے اسے حکم دیا ہوگا۔ وہ اس صف میں یعنی مشہد میں منصف ہوگا۔ تو لا یتکلمون وہ کلام نہیں کریں گے۔ یہ دوسرے فرشتوں کی صفت ہے۔ نہ کہ اس فرشتہ کی۔ اس لئے کہ اسے مطلق طور پر دربار الٰہی میں کلام کرنے کا اذن حاصل ہے۔ کیونکہ وہ ایک مظہر اتم ہے۔ اور تجلی افضل ہے۔ اور دوسرے فرشتے اگرچہ ان کو دربار الٰہیہ میں کلام کا اذن ہوگا۔ مگر وہ بجز ایک کلمہ کے زیادہ کلام کی تاب نہیں رکھ سکیں گے اور کلام میں ہرگز ان کو گنجائش نہیں ہوگی۔ پس سوائے ایک کلمہ کے اور ان کے منہ سے کچھ نہیں نکلیگا

Marfat.com

اوّلاً جس فرشتہ کو حق سے حکم ملیگا۔ وہ یہ فرشتہ ہوگا۔ پھر وہ اس حکم کو دوسرے فرشتوں تک پہنچا دیگا۔ اور وہ اس کا لشکر ہیں۔ جب عالم میں کسی امر کے نفوذ کا حکم دیتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ جو اس امر کے لائق ہوتا ہے۔ پھر روح فرشتہ اس کو بھیج دیتا ہے۔ اور وہ فرشتہ وہ کام کرتا ہے جس کا روح فرشتہ اس کو حکم دیتا ہے۔ تمام مقرب فرشتے اُسی روح سے پیدا کئے گئے ہیں۔ مثلاً جبرائیل میکائیل اسرافیل۔ عزرائیل اور جو ان کے اوپر ہیں۔ مثلاً وہ فرشتہ جس کا نام نون ہے۔ اور وہ ایک فرشتہ ہے۔ جو لوحِ محفوظ کے نیچے قائم ہے۔ اور وہ فرشتہ جو قلم کے نام سے موسوم ہے۔ عنقریب اس کا ذکر اس باب کے بعد آئیگا۔ اور وہ فرشتہ جس کا نام مدبّر ہے۔ اور وہ ایک فرشتہ ہے۔ جو کرسی کے نیچے قائم ہے۔ اور وہ فرشتہ جس کا نام مفصّل ہے۔ کہ امام مبین کے نیچے قائم ہے۔ یہ وہ عالی فرشتے ہیں۔ جن کو آدم کے لئے سجدہ کرنے کا حکمت الٰہیّہ کی وجہ سے حکم نہیں ہوا تھا۔ اگر ان کو بھی سجدہ کا حکم ہوتا۔ تو اولادِ آدم میں سے ہر ایک ان کو شناخت کر سکتا۔ کیا تو ان فرشتوں کی طرف نہیں دیکھتا جن کو سجدہ کا حکم ہوا تھا۔ کہ تمام بنی آدم پر وہ کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ اُن امثال الٰہیّہ میں نیند میں ان کے لئے متصوّر ہوتے ہیں۔ جن میں حق سونے والے کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ پس یہ تمام صورتیں اللہ کے ملائکہ کی ہوتی ہیں۔ پھر اس ملک موکل کے حکم سے وہ اترتے ہیں۔ جس کو ضرب الامثال کا کام تفویض کیا گیا ہے۔ پس وہ نائم کے لئے ہر صورت میں متصور ہوتا ہے اسی لئے سونے والا خواب میں دیکھتا ہے۔ کہ جمادات سے کوئی چیز اس سے کلام کر رہی ہے۔ اگر روح صورت جمادیہ میں متصور نہ ہوتا۔ تو وہ کلام نہ کرتی۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ رویا صادقہ اللہ کی وحی ہے۔ اس لئے کہ فرشتہ اس کو لیکر نازل ہوتا ہے۔ اور نیز فرمایا۔ کہ رویاء صادقہ نبوت کے چھیالیس ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔ الحدیث۔ چونکہ ان ملائکہ میں جن کو سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ ایک ابلیس لعین بھی تھا اور اس نے سجدہ نہ کیا۔ اس نے شیطانوں کو حکم دیا۔ یعنی وہ شیطان جو اس کی ذرّیت ہیں۔ کہ وہ نائم کے لئے ان صورتوں میں متصور ہوں۔ جن میں ملائکہ متصوّر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خوابیں جھوٹی بھی ہوتی ہیں۔ اس تمام کلام کا حاصل یہ ہے۔ کہ فرشتگانِ عالیہ کو سجدہ کا حکم نہیں دیا گیا۔ اسی لئے انکی معرفت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ مگر بنی آدم میں سے وہ بندے جو الٰہی ہوتے ہیں۔ اور یہ خداوند کریم کی ان پر بخشش ہے۔ اور ان کو یہ بات اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ وہ احکام آدمیت سے خلاصی پا چکتے ہیں۔ اور انہی میں منسلک ہو جاتے ہیں۔ مراد احکامِ آدمیت سے بشری امور ہیں۔ کیا تو حق سبحانہ وتعالےٰ کے اس ارشاد کو ملاحظہ نہیں کرتا۔ کہ وہ ابلیس کو فرماتا ہے مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ۔ جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کون سی چیز مانع رہی۔ کیا تو نے تکبّر کیا۔ یا تو عالین فرشتوں میں سے ہے۔ جن پر سجدہ کرنے کا حکم نہیں ہے۔ اسی بات کا امام محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیّہ میں ذکر فرمایا ہے۔ لیکن کسی کے متعلق

Marfat.com

یہ ظاہر نہیں کیا۔ کہ وہ عالین میں سے ہے۔ پھر اس آیت مذکورہ سے دلیل لی ہے۔
جاننا چاہئے۔ کہ حق تعالےٰ کا بہ حیثیت وقوع کے استفہام کے طور پر کسی سے سوال کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ وہ وقوع اور عدم وقوع کو جانتا ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ کہ وہ سوال یا بمعنی نفی ہوتا ہے۔ یا بمعنی اثبات یا بمعنی اِیناس یعنی مخاطب کو مانوس کرنے کے لئے۔ یا بمعنی اِیحاش یعنی مخاطب میں وحشت پیدا کرنے کے لئے۔ پس ابلیس سے مذکورہ قول میں خدا تعالےٰ کا سوال بطریق تہدید و ایحاش تھا۔ اور استکبرت میں الف استفہام اثبات کے معنوں میں آیا ہے۔ یعنی تو نے اپنے اس قول سے کہ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ تکبر کیا ہے۔ اور اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ میں لفظ ام نفی کے معنوں میں ہے۔ یعنی تو اُن عالین فرشتوں میں سے نہیں ہے۔ جن کو سجود کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور وہ استفہام جو اِیناس اور بسط کے معنوں میں آتا ہے۔ اس کی مثال خدا تعالےٰ کا یہ قول ہے وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یَا مُوْسٰی اس لئے اس کے جواب میں حضرت موسیٰؑ نے کہا۔ ھِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّأُ عَلَیْھَا وَاَھُشُّ بِھَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی جبکہ حضرت موسیٰؑ نے معلوم کیا۔ کہ وہ یہی جواب لینا چاہتا ہے۔ تو یہ جواب دیا۔ ورنہ ان کا مختصر جواب یہ تھا۔ کہ یہ میرا عصا ہے۔ یہ دربار الٰہی میں اہل اللہ کا ادب ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے تیرے لئے انسان کامل میں ظاہر کیا۔ تاکہ تو اس کو پڑھے۔ اور اس کے بموجب عمل پیرا ہو کر سُعداء کے زمرہ میں داخل ہو جائے۔ پس تو ان آداب سے متادب ہو۔ بیان کی کشتی نے تبیان کے دریا میں یہاں تک جولانی کی۔ کہ ہمیں کنارے پر لا پھینکا۔ پھر ہم ملک مسمی بالروح کے بیان میں بحر حقائق کی طرف رجوع کرتے ہیں
جان۔ کہ علے عدد وجوہ روح کے بہت سے نام ہیں۔ وہ قلم اعلےٰ سے نام رکھا جاتا ہے۔ اور روح محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عقل اول بھی اس کے نام ہیں۔ اور روح الٰہی بھی اس کا نام ہے۔ اور یہ نام اصل کا فرع کے نام پر ہے۔ ورنہ اپنے میں اس کا ایک ہی نام ہے۔ اور وہ نام روح ہے۔ اس لئے ہم نے باب باندھنے میں عنوان میں اسی نام سے اس کو مخصوص کیا ہے۔ اگر ہم ان عجائب و غرائب کی شرح کرنے لگیں۔ جو اس فرشتہ میں جمع ہیں۔ تو کئی کتابیں اور جلدیں تیار ہوں۔ اور میں اور وہ دونوں بعض حضرات الٰہیہ میں جمع ہوئے۔ پھر اس نے مجھے پہچانا اور مجھ کو سلام کیا۔ اور میں نے اس کو سلام کا جواب دیا۔ حالانکہ میں قریب تھا۔ کہ اس کی ہیبت سے گداز ہو جاؤں۔ اور اس کے حسن خوبی و بہجت سے فنا ہو جاؤں۔ پھر جب بشاشت سے اس نے میرے ساتھ کلام کی۔ بعد اس کے کہ وہ مجھ سے حیا کرتا تھا۔ اور انس دلا کر شرب کا پر جوش و قوت جام اس نے پیا۔ تو میں نے اس سے اس کے مرتبہ اس کے محتد یعنی اصل اور اس کے حضرت اور اس کی جائے اعتماد۔ اس کی اصل۔ اس کی فرع۔ اس کی ہیئت۔ اس کی نوع۔ اس کی صفت اور اس کے اسم اور اس کے حلیہ اور اس کی اسم و دستور کی بابت سوال کیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ جس امر کی بابت تو نے سوال کیا ہے۔ اور جس سر کو تو نے دریافت کیا ہے۔ وہ ایک عزیز مقصد ہے۔ اس کا مقام بڑی عظمت والا ہے۔ تصریح سے اس کا ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور کنایہ و تلویح یعنی کسی بلند اشارہ سے اس کا سمجھنا بھی مشکل ہے۔ میں نے اسے کہا۔ کہ تلویح

Marfat.com

اور کنایہ سے ہی اُسے بیان کر۔ شاید کہ تیری عنایت سے میں اس کو سمجھ لوں۔ پھر اس نے کہا۔ کہ میں اس کا
ہوں۔ جس کا باپ اس کا بیٹا ہے۔ اور وہ شراب ہوں۔ جس کا انگور اس کا خم و سبو ہے۔ اور وہ فرع ہو
جس نے اپنی اصل کو پیدا کیا۔ اور وہ تیر ہوں۔ جس کی قوس اس کی پیکان ہے۔ میں نے اُن ماؤں سے جماع کیا
جنہوں نے مجھے جنا۔ اور میں نے ان سے منگنی کی۔ تاکہ میں ان سے نکاح کروں۔ پھر انہوں نے مجھ سے نکاح کیا
پس جب میں نے ظاہر اصول میں سیر کی۔ تو حصول اور مقصد کی صورت کو میں نے باندھا۔ اور اپنے نفس پر آئی
موڑی۔ اور اپنی حس میں گھومنے لگا۔ اور ہیولی کی امانتوں کو میں نے اُٹھایا۔ اور اس حضرت کا اپنے آپ
حکم لگایا۔ جس کا پہلے وصف ہو چکا ہے۔ تو میں نے خود اپنے آپ کو تمام کا باپ اور بڑے اور چھوٹے شیر خوار
ماں پایا۔ یہ تو حضرت اور امانت ہے۔ اور محتد۔ مکان اور مرتبہ کی بابت جان۔ کہ میں جب عین مشہود تھا۔ تو غیب
میں میرے لئے ایک حکم موجود تھا۔ جب میں نے اس مضبوط حکم کو پہچاننا چاہا۔ اور امر محکوم کی جانب میں اس کے
مشاہدہ کی خواہش کی۔ تو میں نے اتنے سال اس اسم سے خدا تعالےٰ کی عبادت کی۔ اور میں نیند و بیداری کے
درمیان تھا۔ پھر حق سبحانہ و تعالےٰ نے مجھے جگایا۔ اور اپنے اسم کی قسم و سوگند دلا کر کہا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا
وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ بیشک وہ شخص فلاح اور کامیابی کو پہنچ گیا۔ جس نے نفس کو پاک کر لیا۔ اور
شخص زیان کار اور ناکام رہا۔ جس نے اس کو خاک آلود کیا۔ پھر جب قسمت حاضر ہوئی۔ اور میں نے اس
کا اندازہ کیا۔ جو مجھے اسم نے عطا کی۔ اسم سے میری مراد اس کا اسم ہے۔ یعنی روح کا۔ حقیقت محمدیہ نے
مجھ کو حضرتِ رسولیت کی زبان سے پاک کیا۔ پھر حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بزبان رسالت کہ
کہ اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور آدمؑ میرے مظاہر میں سے
صرف ایک مظہر کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور میرے ظاہر پر وہ خلیفہ قائم کیا گیا ہے۔ پھر میں نے معلوم کیا کہ حق نے
بندوں میں سے مجھے مراد اور مقصود بنایا ہے۔ پھر ناگہاں ایک مقام عظیم سے یہ جلیل القدر خطاب سنا
دیا۔ کہ تو وہ قطب ہے۔ جس پر افلاکِ جمال گھومتے ہیں۔ اور وہ آفتاب ہے۔ جس کی ضوء سے بدر کمال مدد لیتے
ہیں۔ تو وہ ہے۔ جس کے لئے ہم نے انموذج کو قائم کیا۔ اور زرفوتج کو محکم کیا۔ وہ چیز جس کا زرفوتج سے کام
لیا گیا ہے۔ ہندو سلما ہے (نام عورتوں کے ہیں) یا اس سے اس بات کی طرف اشارہ لیا جاتا ہے۔ کہ وہ عزت
اسماء ہے۔ پس اے روشن اور پاکیزہ اوصاف والے یہ سب کچھ تو ہی ہے۔ نہ جمال تجھے دہشت میں ڈالے
اور نہ جلال تجھے لرزا دے۔ اور نہ پورے کمال کو تو دور سمجھ۔ تو نقطہ ہے۔ اور وہ دائرہ ہے۔ تو پہننے والا ہے۔
وہ لباس فاخرہ ہے۔ یہ جو ذکر ہوا۔ روح کا قول تھا۔ پھر میں نے کہا۔ اے سیّد کبیر اور روے علّام خبیر۔
تجھ سے تائید اور عصمت کا سوال کرتا ہوں۔ مجھے حکمت کے موتیوں اور رحمت کے دریا سے خبر دے۔ جن کا صدور
تو نے میرے غیر کو بنایا اور جن کو تو نے میرے سوا میرے پانی سے جمایا۔ اور میرا طائر میرے غیر کے نام
کیوں نامزد ہوا۔ اور سر سے اس امر کو کیوں چھپایا گیا۔ پھر جب اپنی تیز کار دکیلئے اس نے جنگ کو معلوم نہ کیا۔ تو

Marfat.com

جان لے۔ کہ حق تعالےٰ نے اس بات کا ارادہ کیا۔ کہ اس کے اسماء وصفات کی تجلی ہو۔ تاکہ خلقت اسکی
ت کو پہچانے۔ پھر ان کو مختلف مظاہر اور ذی تحیز بواطن میں ظاہر کیا۔ اور وہ موجودات ذاتیہ ہے۔ جو مراتب
میں متجلی ہے۔ اور اگر میں اس امر کو آزاد کردوں۔ درانحالیکہ اس کو ایک طرح سے روکے بھی رکھوں (ولو
لق الامر کفاحا کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ اگر میں اس امر کو بہت آزاد کردوں) اور اس بندہ کو رہا
وں۔ ایک طرح کا رہا کرنا۔ تو تو رتبوں سے بے خبر ہو جائے۔ اضافات اور نسبتوں کو گم کردے۔ اس لئے
نسان جب اپنے غیر کو شاہد بناتا ہے۔ تو پوری بھلائی حاصل کرتا ہے۔ اور اس پر اتباع سہل ہو جاتا
۔ اور بقدر استطاعت اس اتباع میں فائدہ پاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
سلام کو کتاب مبین اور خطاب متین دیکر بھیجا۔ کہ وہ اس کی صفاتِ علیا و اسماء حسنیٰ کی ترجمانی کریں۔
وہ جان لے۔ کہ اس کی ذات ادراک سے بالاتر ہے۔ کہ اس کا غیر اس کو شناخت نہیں کر سکتا۔ اور اس
کوئی شرک کی بات نہیں۔ اور اسی لئے ہمارے دردمند سید علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو فرمایا۔ کہ تخلقوا
لاقِ اللہِ۔ کہ الٰہی اخلاق کو حاصل کرو۔ تاکہ وہ اسرار جو انسانی ہیکل میں ودیعت رکھے گئے
۔ ظاہر ہو جائیں۔ اور اس سے عزت ربانی کا علو ظاہر ہو۔ اور مرتبۂ رحمانیت کا حق معلوم کیا جائے
ی حصر و اختصاص اس کی معرفت کی کوئی راہ نہیں۔ جبکہ وہ خود اپنی طرف سے کہہ رہا ہے۔ وما قدروا
حق قدرہ۔ یہ ہے۔ در حکمت و بحر رحمت اور صدف کا تیرے سوا ہونا۔ اور میں نے اس بحر کے موتی نہیں
ے۔ مگر تیرے پانی سے۔ پھر وہ چھلکا ہے۔ مغزوں پر تاکہ کوئی نااہل حکمت و فصلِ خطاب یعنی شرح
ت کی طرف ترقی نہ پائے۔ بیشک ام الکتاب میں یہی بات ہے۔ اور تیرے طائر کا تیرے غیر کے نام
موسوم ہونا اس لئے ہے۔ کہ تو بھلائی کو پورے طور پر حاصل کر سکے۔ اور کتمانِ امر یعنی اس امر کا چھپانا
لئے ہے۔ کہ اس بحر میں کسی کو غوطہ لگانے کی طاقت نہیں ہے۔ اس لئے کہ عقول ادراک سے قاصر ہیں
ن کو اپنی قید سے رہائی اور خلاصی نہیں ہے۔ اور یہ سب جو مذکور ہوا۔ عبادتوں کے چھلکے اور اشارتوں
بریں ہیں۔ ہم نے ان کو چہرہ کا نقاب بنایا ہے۔ تاکہ وہ اس حجاب سے نااہلوں سے پوشیدہ رہیں پس
م کتاب کی تجھ میں لیاقت ہے۔ تو اس کو سمجھ۔ پھر وہ وجوہ جو ظواہر میں ظاہر ہوئے۔ یہ وہی کنواریاں
۔ جو بواطن میں پوشیدہ ہیں۔ اور ظواہر ان وجوہ پر پردے ہیں۔ اور اس اوندھے اور الٹے امر کا پوشیدہ
بسی چیز ہے۔ جس میں فکریں حیران ہیں۔ کہا راوی نے۔ کہ پھر میں برابر اس چیز کو پیتا رہا۔ جو میرے اسم
نے مجھے پلایا۔ اور باوجود سیراب ہونے کے جیسا کہ تھا۔ ویسا ہی پیاسا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ
کا آفتاب چمکا۔ اور روز روشن کی طرح اسم کی فجر روشن ہوئی۔ ناگاہ ایک قمری پیدا ہوئی۔ جس نے
ے گھونسلے پر الاپنا شروع کیا۔ اس نے حال کو بیان کیا۔ پھر اس فرشتہ کے وصف میں جس کا
ح ہے۔ یہ شعر پڑھے ؎

Marfat.com

خود لها فی حسنها طلعات ... الکل معنی الوصف وهی الذات
هی روح اشباح الجمال وانّها ... نفی ولکن بعدها الاثبات
هی صورة الحسن الّتی لوحتها ... وکنیت عنها انها لهنات
وهی المعانی الباطنات حقیقة ... عن حسنکم لکن لها ظهرات
کل العوالم تحت مرکز قطبها ... هی جمعهم وهمو لها اشتات
کنیت بحق انها الحقیقة ... خلق الاله وانها الکلمات
فقدت قدیمًا ثمّ احدثها الّذی ... یمضی ویفعل ما اتفقته الصفات
لکنها لما تعین ذاتها ... ظهرت باحکام لها لهجات
نفدت وقد لبستها ثیاب جمالها ... تزهو بحسن دونه الحسنات
وتقول ان وجودها لا مسبق ... بالانعدام ولا لها الحقات
واتت تشاهد وصفها بکمالها ... عینًا وحق الذات تحقیقات

ترجمہ — نوجوان نیک خلقت نازک اندام عورتیں ہیں۔ کہ اپنے حسن میں چمکتی ہیں۔ یہ کل وصف کے معنی ہیں یعنی یہ سب اوصاف ہیں۔ اور وہ ذات ہے۔ وہ جمال کے جسموں کی روح ہے۔ وہ نفی ہے۔ لیکن اس کے بعد اثبات ہے۔ وہ اس حسن کی صورت ہے جس کو میں نے ظاہر کیا۔ اور جس سے یہ کنایہ کیا ہے۔ کہ وہ ہنات ہیں وہ تمہارے حسن سے حقیقت میں باطنی معنی ہیں۔ لیکن ان کے ظہورات ہیں۔ تمام عوالم اس کے قطب کے مرکز کی تحت میں ہیں۔ وہ ان سب کا مجموعہ ہے۔ اور وہ اس کے متفرقات ہیں۔ حق سے میں نے کنایہ کیا ہے۔ کہ وہ حقیقت ہے اور خلقِ خدا کلمات ہیں۔ میں نے قدیم کو مفقود پایا۔ پھر میں اس چیز کو جو گذر جاتی ہے۔ حادث کر دیتا ہوں احداث یعنی نو پیدا اور کرتا ہے۔ وہ اس چیز کو جس کا صفات تقاضا کرتی ہیں۔ لیکن جب اس کی ذات متعین ہو گئی۔ تو ایسے احکام کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ جس کے لئے لہجے ہیں۔ پھر میں نے صبح کی۔ درانحالیکہ میں نے ان کو پہنا۔ یعنی اس کے جمال کے کپڑوں کو کہ وہ حسن میں خوب معلوم ہوتے تھے۔ اور وہ حسن اس سے کم تر ہیں۔ تیرا قول ہے۔ کہ اس کا وجود مسبوق بالعدم نہیں۔ اور نہ اس کے لئے لاحقات ہیں۔ حالانکہ اس ذات نے ظہور کیا ہے۔ تا کہ کمال کے ساتھ اپنے وصف کو عینی طور پر مشاہدہ کرے۔ اور ذات کا حق تحقیقات ہیں۔

Marfat.com

باون باب

قلب کے بیان میں

القلب عرش الله ذوا الامكان ... هو بيته المعمور في الانسان

فيه ظهور الحق فيه لنفسه ... وعليه حقا مستوى الرحمن

خلق الاله القلب مركز سره ... ومحيط دور الكون والاعيان

فهو المعبر عنه في تحقيقهم ... بالمنظر الاعلى ومجلى الآن

والطور فيه مع الكتاب وبحره ... والرق والسقف الرفيع الشان

وهو الذي ضرب الاله بنوره ... مثلا به في محكم القرآن

بالزيت والمصباح مع مشكاته ... وزجاجة المتكوكب اللمعان

وهو المقلب والمقلب والذي ... يعلو فيه نور رفعة وتدان

منه الظلام له ومنه نوره ... وبه ينير عليه في الاكوان

واليه جاء رسوله لذا منه له ... ينال منه مقامه الربان

ملكا بطاعته وربا بالعلى ... ولقبحه تحقيقة الشيطان

رمز وكل الناس فيه حائر ... ما بين ذي ربح وذي خسران

ما مخزن الاسرار الا درة ... هي بحرها مثلا وفي التبيان

بيت له باب عظيم ختمه ... لكنه للباب مصراعان

يقضيك مصراع الى اعلى العلا ... والى الجحيم فسوف يدلي الثاني

والباب ان نضيت يوما ختمه ... ونتحته من غير ما كسران

يهنيك بلغت المنى بكماله ... ونزلت ثم بساحة الرحمن

لكن اذا كسرته ثاني الحمى ... وتقيم فيه مكانة السلطان

هذا مثال القلب فاعلم سره ... وسوف اظهر على كتمان

والبيت سر القلب اما بابه ... فاسم الاله ووصفه السبحاني

Marfat.com

والختم فهو الذات قدس ذاته ... والفض علم الحق بالایمان
والفتح فهو شهود عین یقینه ... فیها حویت بمقلة وعیان
وبلوغك الاسباب منه تحقق ... بجوارح وانت لها الثقلان
ثم التهنی بالتعالی انه ... هو ساحة الرحمن فی الانسان
والکنز فاعلم علم ذالك درکه ... بعد الوجود لکنته الدیان
حتی اذا لم تحترم مقداره ... سقط العزیز وذاك ذل هوان
من لم یعظم مشعر التحقیق لم ... یخلص من التکوین بین کیان
فوصول سرك للحمی هو ذاته ... لکن بلا احسن ولا احسان
ولقد یرجی للذی هو هکذا ... من نفحة تاتی بریح البان
هذا ومصراعاه واحده الرضا ... وهو الذی یفضی إلی رضوان
والآخر الغضب الشدید ووسعه ... وهو المجال الرحب للطغیان
فعلامة المرضی طاعة ربه ... وعلامة المخضوب فی العصیان
وعلامة المنهی یفعل ما یشاء ... وعلامة المکسور فی العرفان
هذا العروسة زفها لخاطری ... فی القلب فوق منصة العیدان
فانظر الی الحسناء فیك بعینها ... تجلی علیك لدیك کل معان

ترجمہ۔ قلب اللہ یا اقتدار کا عرش ہے۔ اس کی ہویت انسان میں معمور ہے۔ یعنی تمام وجود انسان میں وہ سرّ ات کئے ہوئے ہے۔ اس میں حق کا ظہور ہے۔ جس میں اس کی منفعت بھی ہے اور مضرت بھی۔ بالتحقیق وہ رحمن کی قیام گاہ ہے۔ اللہ نے قلب کو اپنے سرّ کا مرکز بنایا ہے۔ اور تمام کون و اعیان کے دائروں کا وہ محیط ہے۔ وہ صوفیۂ کرام کی تحقیق میں منظرِ اعلیٰ اور محلیٔ الآن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ طور۔ کتاب مسطور۔ بحر مسجور۔ رقِ منشور۔ سقف مرفوع۔ یہ سب چیزیں اسی میں ہیں۔ اور یہ وہی چیز ہے۔ جس کی اپنے محکم قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے مثل بیان کی ہے۔ جو سورۂ نور میں مذکور ہے۔ جس میں زیت۔ مصباح یعنی چراغ۔ طاق۔ قندیل کا جو مثل کوکب کے درخشاں ہے۔ ذکر آتا ہے۔ اور وہ پلٹانے والا ہے۔ اور وہ چیز بھی ہے۔ جسے پلٹایا جاتا ہے۔ بلند ہوتا ہے۔ پھر پست بھی ہوتا ہے۔ رفعت اور دُنو و پستی کے دونوں طور اس میں ہیں۔ اسی سے اس کی ظلمت اور اسی سے اس کا نور ہے۔ اسی سے اسی پر اکوان میں ہر چیز روشن ہے۔ اس کا سوال اُسی سے اسی کی طرف اور اسی کے لئے آیا۔ تاکہ اس سے ربانی منزلت حاصل کرے۔ وہ اپنی اطاعت سے فرشتہ ہے۔ اور بلندی میں رب ہے۔ اور اپنی برائی میں شیطان کی حقیقت ہے۔ وہ رمز ہے۔ تمام انسان اس میں حیران ہیں اور وہ نفع اور نقصان والے کے درمیان میں ہے۔ کوئی مخزن اسرار نہیں ہے۔ مگر ایک موتی۔ کہ وہ صفت دبیان میں اس کا دریا ہے۔ گہرے

Marfat.com

کہ اس کے لئے ایک دروازہ ہے۔ جس پر ایک بڑی مہر لگی ہوئی ہے۔ لیکن اس دروازہ کے دو کواڑ ہیں۔ ایک کواڑ تجھ کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے۔ دوسرا دوزخ کے قریب کر دیتا ہے۔ دروازہ کی یہ شان ہے۔ کہ اگر تو کسی دن اس کی مہر کو توڑے۔ تو بدوں توڑے تو اس کو کھول لیگا۔ وہ تجھے امید و آرزو کی بولی میں اپنے کمال کی بشارت دیتا ہے۔ اور تو رحمٰن کے میدان میں اتر آتا ہے۔ لیکن جب تو اس کو توڑتا ہے۔ تو سبزہ زار میں داخل ہوتا ہے۔ اور سلطانی مرتبہ سے اس میں قیام کرتا ہے۔ یہ مذکورہ صفت قلب کی ہے۔ پھر تو اس کے سرّ اور راز کو بھی جان عنقریب باوجود کتمان کے میں اسے ظاہر کروں گا۔ گھر تو قلب کا سرّ ہے۔ اور اس کا دروازہ اللہ کا اسم ہے۔ اور اس کا وصف سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے۔ اور مہر سو وہ ذات ہے۔ کہ پاک و مقدس ہے۔ (لفظوں کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ مہر ذات ہے۔ خدا اس ذات کو مقدس کرے) اور اس کا توڑنا ایمان کے ساتھ حق کو جاننا ہے۔ اور کھولنے سے مراد اس کی یقین کی آنکھ سے دیکھنا ہے۔ اس چیز میں جو گوشۂ چشم اور شہود و عیان میں لپٹی ہوئی ہے۔ اور اسباب کو تیرا پہنچنا یہ ہے۔ کہ تو جوارح میں بھی اسی کی حقیقت سے متحقق ہو۔ ایسے طور پر کہ ثقلین یعنی جن و انس ان کے تابع ہو جائیں۔ پھر بلندی کی مبارک یہ ہے۔ کہ وہ انسان میں رحمٰن کا میدان ہے۔ اور کنز کی بابت جان۔ کہ اس کا علم وجود کے بعد اس کی دریافت ہے۔ اس نکتہ کی وجہ سے جو دیّان یعنی حاکم و جزا دہندہ میں ہے۔ حتے کہ جب تو اسکی قدر و منزلت نہیں کریگا۔ تو وہ عزیز نہیں رہیگا۔ اور یہ نہایت درجہ کی ذلّت ہے۔ جس شخص نے حرم تحقیق کی تعظیم نہیں کی۔ وہ کیّان یعنی صاحب کون و تکوین کی تکوین سے نہیں چھوٹا۔ پھر تیرے سرّ کا سبزہ زار میں پہنچنا سو وہ اسکی ذات ہے۔ لیکن بغیر حسن اور بغیر احسان کے ہے۔ اور اس شخص کے واسطے امید کی جاتی ہے۔ جس میں درخت بان کی سی خوشبو آتی ہے (اس کے معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ البتہ اس شخص کے لئے امید کی جاتی ہے۔ جو اس خوشبو سے ویسا ہی بن گیا ہے۔ جو شہر البان سے آتی ہے) یہ ہے وہ راز اور اس کے دونوں کواڑ سو ان میں سے ایک تو رضا ہے۔ جو رضوان تک پہنچاتا ہے۔ اور دوسرا غضب شدید اور اس کی وسعت ہے۔ اور وہ سرکشی کے لئے ایک کشادہ جولانگاہ ہے۔ پھر اس شخص کی علامت جس پر وہ راضی ہے۔ اپنے رب کی اطاعت ہے۔ اور مغضوب کی علامت سرکشی میں لگا رہنا ہے۔ اور اس شخص کی علامت جس کو مبارک دی جاتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ وہ کرتا ہے۔ جو چاہتا ہے۔ اور ٹوٹے ہوئے کی علامت یہ ہے۔ کہ وہ عرفان میں ہے۔ یہ ایک دلہن ہے۔ جس کے لئے میری خاطر نے حجلۂ قلب میں ڈالکر تیری طرف بھیجا ہے۔ یہ حجلۂ قلب لکڑیوں کی ڈولی سے [illegible] شے ہے۔ پھر تو بعینہا اپنے آپ میں اس خوب صورت دلہن کو دیکھ۔ کہ ہر معنی تیرے پاس تجھ پر منجلی ہیں۔

جاننا چاہئے۔ خدا تجھے توفیق دے۔ کہ اگر تو کہنا چاہتا ہے۔ تو کہدے۔ کہ وہ یعنی قلب نور ازلی ہے۔ اور بھید بڑی شان والا ہے۔ جو عین موجودات میں نازل کیا گیا ہے۔ تاکہ اس سے اللہ تعالےٰ انسان کی طرف دیکھے۔ اپنی کتاب میں اسے روح اللہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ جو روح آدم میں پھونکا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ اور یہ نور قلب کے نام سے چند معنوں کی وجہ سے موسوم

Marfat.com

ہے۔ان میں سے ایک یہ ہیں کہ وہ مخلوقات کا مغز ہے۔اور کیا اعلےٰ اور کیا ادنےٰ تمام موجودات کا خلاصہ ہے اس نام سے اس لئے موسوم ہوا۔کہ کسی شے کا قلب اس شے کے خلاصہ کو کہتے ہیں۔اور ایک ان میں سے یہ معنی ہیں۔کہ وہ لوٹ پوٹ کو جلد قبول کرتا ہے۔اور یہ اس لئے ہے۔کہ وہ ایک نقطہ ہے۔جس پر اسماء وصفات کا محیط دائرہ ہے۔جب وہ بشرط مواجہہ کسی اسم یا صفت کے مقابل ہوتا ہے۔تو اُس وصفت کا حکم اس میں منقش ہو جاتا ہے۔اور میرا قول بشرط مواجہہ ایک قسم کی قید لگانا ہے۔اس لئے کہ قلب ہمیشہ جمیع اسماء وصفات کے لئے ذات کے مقابل رہتا ہے۔لیکن توجہ میں اس کا مقابل ہونا ایک دوسری شے ہے۔اور وہ یہ ہے کہ قلب اپنے نفس میں اس شے کا اثر لینے کے لئے متوجہ ہو۔پھر وہ اثر اس میں منقش ہو جائے۔اور اس پر اس اسم کا حکم ہو۔اگرچہ جمیع اسماء اس پر حاکم ہیں۔پر وہ اس وقت اس اسم کے بادشاہ کی تحت میں یا دوسرے اسماء حاکمہ کی تحت میں ان کے حکم میں پوشیدہ ہوتا ہے۔پھر یہ وقت اس اسم کا وقت ہوتا ہے۔اور قلب میں اپنے مقتضاء کے موافق تصرف کرتا ہے۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہیئے۔کہ قلب کا رخ ہمیشہ نور فواد کی طرف رہتا ہے۔جس کا نام حضرہ ہے۔وہ قلب کا محل نظر ہے۔اور اس کی طرف اس کی توجہ کی جہت ہے۔پس جب کوئی اسم یا صفت ھم کے مقابل کی جہت سے اس کے مقابل ہوتی ہے۔تو قلب اس کی طرف نظر کرتا ہے۔پس اس کے حکم سے اُس میں منطبع ہو جاتی ہے۔پھر زائل ہو جاتی ہے۔پس دوسرا اسم آجاتا ہے۔اور وہ اسم یا اس کی جنس سے ہوتا ہے یا غیر جنس سے۔پس اس کے ساتھ وہی ہوتا ہے۔کہ جو پہلے اسم کے ساتھ ہوا ہے۔اور اسی طرح ہمیشہ رہتا ہے۔اور جو چیز کے قلب کے پیچھے سے آتی ہے۔تو اس میں منطبع نہیں ہوتی۔کیفیت مذکور کو اس دائرہ میں سمجھ۔

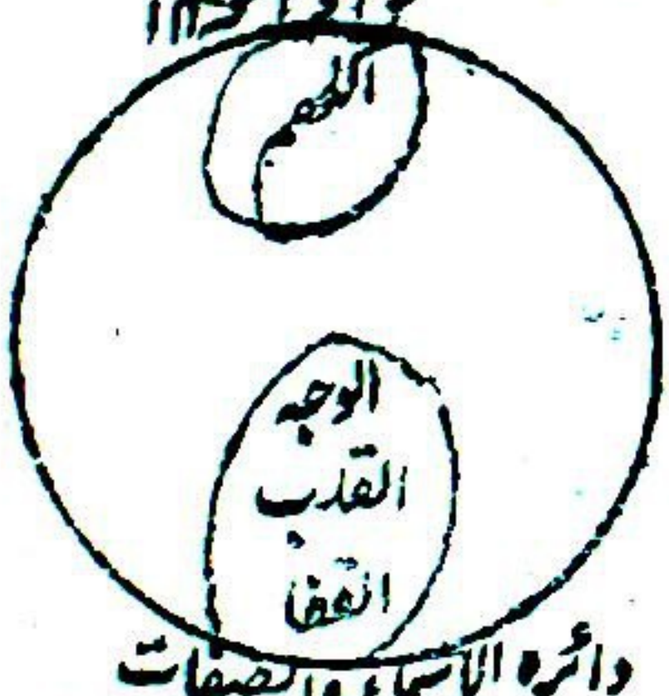

دائرہ الاسماء والصفات

جاننا چاہیئے۔کہ ھمّ کے لئے قلب میں کوئی جہت مخصوص نہیں ہے۔بلکہ کبھی تو فوق کی طرف ہوتا ہے۔اور کبھی تحت کی طرف اور کبھی داہنی طرف سے اور کبھی شمال کی طرف سے صاحب قلب کے قدکے موافق ہوتا ہے۔کیونکہ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں۔جن کا ھمّ ہمیشہ فوق کی طرف ہوتا ہے مثل عارفین کے اور بعض کا ہمیشہ تحت کی طرف ہوتا ہے۔جیسا کہ بعض اہل دنیا اور بعض کا ہمیشہ داہنی طرف ہوتا ہے جیسا کہ بعض عابد اور بعض کا ہمیشہ بائیں جانب ہوتا ہے۔اور وہ نفس کی جگہ ہے۔اس لئے کہ اس کا محل بائیں پسلی میں ہے۔اکثر اہل باطل کا ھمّ ان کا نفس ہی ہوتا ہے۔اور محققین کے لئے کوئی ھمّ نہیں کیونکہ ان کے

Marfat.com

لوں میں کوئی ایسی جگہ نہیں۔ جو قفلہ کے نام سے موسوم ہو۔ بلکہ وہ بالکلیہ جمیع اسماء و صفات کے مقابل رہتے ہیں
ور کسی دوسرے اسم کو چھوڑ کر ان کا وقت کسی ایک اسم کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ اہل اذات
یں۔ کہ حق کے ساتھ ذات کے ساتھ ہیں۔ نہ کہ اسماء و صفات کے ساتھ۔ فافہم۔

مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے نفس بہیمی کا مقام بائیں پسلی کو قرار دیا ہے۔ اور عقل، شرع
ر تحقیقین کے اقوال سے میرے نزدیک یہ امر محقق ہو چکا ہے کہ نفس بہیمی کا محل جگر ہے جو دائیں پہلو میں ہے۔
صنف کے قول کی تاویل ہو سکتی ہے۔ کہ قلب کے دو رخ ہیں۔ ایک نفس بہیمی کی طرف دوسرا نفس ملکی کی
رف قلب جب نفس بہیمی کی خواہشات میں محبوب جاتا ہے۔ تو اسوقت وہ نفس بہیمی کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور
ر قلب بائیں پسلی میں ہے اسلئے مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ قول کہ نفس بہیمی بائیں پسلی میں ہے۔ اس جہت سے صحیح ثابت ہو گیا۔

اور بعض ان معانی میں سے جن کی وجہ سے قلب قلب کے نام سے موسوم ہے۔ یہ ہیں۔ کہ وہ اس اعتبار
سے کہ اسماء و صفات اس کے لئے مثل قوالب کے ہیں۔ تاکہ اس کا نور ان میں پڑے۔ اس تفریغ یعنی نور کے
رانے کی وجہ سے کبھی وہ قلب کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ اور یہ ان کے اس قول سے ماخوذ ہے قلبت الفضۃ
ی القالب قلبا یعنے میں نے قالب میں چاندی کو ڈالا یا اور پلٹا یا۔ اور یہ مصدر کو اسم مفعول کی جگہ رکھنا ہے
بنی مصدر بمعنی اسم مفعول کے ہے۔ اور ایک یہ معنی بھی ہیں۔ کہ وہ مقلوب المحدثات ہے یعنی اشیاء حادثہ کا عکس
ہے اس جہت سے کہ اس کا نور قدیم الٰہی ہے۔ اور ایسا۔ ان میں سے یہ معنی ہیں۔ کہ وہ اپنے اصلی الٰہی محل کی طرف
جس سے اس کی ابتدا ہوئی لوٹتا ہے۔ ملاحظہ ہو یہ ارشاد باری۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ
لب یہاں تقلب کے معنی انقلاب الی الحق کے ہیں۔ اور وہ اس قریب کے کنارہ سے کہ ظواہر ہیں۔ دوسرے
کنارے کی طرف کہ وہ حقائق اور باطنی امور ہیں۔ ہمت کے رُخ کو پھیرنا ہے۔ اور ایک یہ معنی بھی ہیں۔ کہ
وہ مخلوق تھا۔ پھر خدا نے اسے حق میں پلٹ دیا۔ یعنی وہ مشہد خلقی رکھتا تھا۔ پھر مشہد حقی کی طرف
ہو گیا۔ ورنہ خلق کی کیا مجال ہے۔ کہ وہ حق ہو جائے۔ اس لئے کہ حق حق ہے۔ اور خلق خلق۔ اور حقائق تبدیل
نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ قلب حقائق محال ہے۔ لیکن جس کی اصل کوئی شے ہوتی ہے۔ وہ اپنے اس [illegible]
لوٹ جاتی ہے۔ قال اللہ تعالےٰ وَاِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ اور اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے۔ اور ایک یہ معنی ہیں
کہ وہ یعنی قلب امور کو جیسا چاہتا ہے۔ الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ قلب جب اس فطرت پر [illegible]
ہے جس پر خدا نے اس کو پیدا کیا ہے۔ تو اس کے واسطے تمام امور اس کی مرضی کے موافق [illegible]
ہتے ہیں۔ اور جیسا چاہتا ہے۔ وجود میں وہ تصرف کرتا ہے۔ اور وہ فطرت جس پر قلب [illegible]
یں۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ یعنی بیشک ہم نے انسان
کا نہایت خوب اور عمدہ قوام بنایا ہے۔ یعنی نہایت اعتدال [illegible]۔ ہر صورت اور کمال و فنون [illegible]
ہے۔ مترجم) لیکن چونکہ وہ بحکم عادت و اخذ شہوات صبیت میں [illegible] ہو گیا ہے۔ اور [illegible]

Marfat.com

جو اس پر غالب ہے۔ اس لئے کہ وہ مثل سفید کپڑے کے ہے۔ اول وہ چیز جو اس پر واقع ہوتی ہے۔ اس میں منطبع ہو جاتی ہے۔ اور اول وہ چیز جس کو طفل ادراک کرتا ہے۔ وہ اہل دنیا کے ظاہر حال ہیں۔ پھر ان کے متفرقات عادات و طبائع کی طرف ان کا تنزل و انحطاط اس میں منطبع ہو جاتا ہے اور وہ ان جیسا ہو جاتا ہے اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ۔ پھر ہم نے پست ترین مقام میں اُسے گرا دیا۔ پھر اگر وہ اہل سعادت ابدیہ سے ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد حق تعالیٰ سے ان امور کو سمجھتا ہے۔ جو مدارج قرب و مراتب علیا کا تقاضا کرتے ہیں۔ تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ یعنی بشری اکتسابات کی چرکوں اور آلودگیوں سے صاف اور مطہر ہو جاتا ہے۔ اور بمنزلہ اس شخص کے ہو جاتا ہے۔ جو اپنے کپڑے سے اس میل کو دھو ڈالتا ہے۔ جو اس میں جم جاتی ہے۔ اس کے قلب کا تزکیہ بقدر امکان و تمکن طبائع کے ہوتا ہے پھر اگر وہ ان لوگوں میں سے ہوتا ہے۔ جن میں بشری اور عادی امور پورے طور پر متمکن نہیں ہوتے۔ تو ادنیٰ التفات سے اس کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جس کے کپڑے میں نقش کا رنگ قائم نہیں ہوتا۔ پھر پانی سے اس کو دھونے سے وہ اپنے اصل پر لوٹ آتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جس میں عادی اور نفسانی خوب طور پر جم گئے ہیں۔ بمنزلہ اس شخص کے ہے جس کے کپڑے میں نقوش پورے طور پر غلبہ و استیلا پا چکے ہیں۔ پھر وہ آگ میں پکائے اور چونے کے بغیر پاک اور صاف نہیں ہو سکتا۔ اور وہ آگ اور چونہ مجاہدات شاقہ و مخالفات شدیدہ کی راہ اختیار کرنا ہے۔ پھر جتنے قدر قوت سلوک اور نفس کی دائمی مخالفت کے صفائی اور پاکیزگی اس کو حاصل ہوتی ہے۔ اور اس میں اس کا ضعف ضعف عزائم یعنی قصدوں اور عزیمتوں کے ضعف کے موافق ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے مستثنیٰ فرما کر یہ ارشاد فرمایا ہے إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یعنی اعمال صالحہ سے اُن اسرار الٰہیہ کو حاصل کرتے ہیں۔ جو ہمنے اُن میں ودیعت رکھے ہیں۔ اور جن پر کتب منزلہ سماوی میں ہم نے ان کو آگاہ کیا ہے۔ اور یہ ہمارے اور ہمارے رسولوں کے ساتھ ان کے ایمان کی حقیقت ہے۔ اور یہ تو تمہید ایمان کا وقوع ہے۔ پھر وہ ایمان لائے۔ اور نہایت اچھے اعتقاد اور دوام مراقبہ و غیرہ سے اُن اعمال جلیلہ کو کل میں لائے۔ جو حضور مع اللہ کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور اعمال جسمانی مثل فرائض، سلوک، عدم مخالفت کی بھی بجا آوری کی یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ یعنی انہوں نے اس چیز کو پایا جو ان کے لئے تھی۔ اور یہ امر اس کے لئے ممکن نہیں ہے۔ جس سے وہ خدا کا ممنون بنے۔ بلکہ یہ اُس چیز پر ان کا مظفر اور کامیاب ہونا ہے۔ جس کا اُن سے وہ حقائق تقاضا کرتے ہیں۔ جن پر وہ اصل فطرت میں مخلوق و مجبول ہیں۔ پس جو کچھ انہوں نے پایا وہ ان کا ذاتی استحقاق تھا۔ اگرچہ فی الحقیقت وہ تمام جود الٰہی کے خزانوں سے ہے۔ کیونکہ تجلیات ذاتیہ الٰہیہ بخشائش میں داخل نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ امور استحقاقیہ الٰہیہ ہیں۔ انہی معنوں کی طرف اپنے اس قول میں ہمارے شیخ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

Marfat.com

اشارہ فرمایا ہے۔ ؎

مازلت ارتع فی میادین الرضا حتی بلغت مکانۃ لا توھب

میں ہمیشہ رضا کے میدانوں میں چرتا رہا حتے کہ ایسے مقام پر پہنچا۔ جو بخشائش میں داخل نہیں ہے۔

اور ایک ان معنوں سے بھی قلب کو قلب کہا جاتا ہے۔ کہ وہ حقائق وجود کے لئے مثل آئینہ کے ہے جو چہرہ کے لئے ہوتا ہے۔ پھر وہ اس کا عکس ہے۔ یعنی عالم جس کا عکس دل میں پڑتا ہے۔ چونکہ وہ ہر دم تغیر کو قبول کرتا رہتا ہے۔ اس لئے دل بھی اس کی مانند دم بدم متغیر ہوتا رہتا ہے۔ اور اس انطباع کا نام قلب یعنی عکس اس لئے رکھا گیا ہے۔ کہ جب کوئی شے آئینہ کے مقابل ہوتی ہے۔ تو اس میں وہ الٹی ظاہر ہوتی ہے۔ نہ کہ وہ بعینہ جس طرح کہ ہے۔ پھر اگر مثلاً کوئی لکھی ہوئی چیز داہنی جانب سے بائیں جانب کی طرف ہے۔ تو وہ اس میں بائیں جانب سے دائیں جانب کو منطبع ہوگی۔ حتی کہ اگر آئینہ کسی صورت کے مقابل ہو۔ تو صورت کی داہنی جانب آئینہ کی بائیں جانب کے مقابل ہوگی۔ اس میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا۔ اسی لئے قلب کا نام قلب رکھا گیا ہے۔ اور میرے نزدیک یہ بات ہے۔ کہ عالم میں قلب کا آئینہ ہے۔ قلب صورۃ واصل ہے اور عالم فرع و آئینہ۔ اس تقدیر پر بھی اس کا نام قلب صحیح ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ صورت اور آئینہ میں سے ہر ایک ایک دوسرے کا عکس ہے۔ فافہم۔ ہمارے پاس اس بات کی دلیل کہ قلب اصل اور عالم اس کی فرع ہے۔ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ میری سمائی نہ آسمان میں ہے۔ اور نہ زمین میں۔ ہاں میرے مومن بندہ کا دل وہ اس قدر وسعت رکھتا ہے۔ کہ میں اس میں سما سکوں۔ اگر عالم اصل ہوتا۔ تو وہ قلب کی نسبت وسعت میں اولی ہوتا۔ پس ثابت ہوا۔ کہ قلب اصل ہے۔ اور عالم فرع۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ یہ وسعت تین قسم کی ہے۔ اور یہ تینوں قسمیں قلب کے مناسب ہیں پہلی قسم وسعت علمی ہے۔ اور وہ معرفت الٰہی ہے۔ پس وجود میں کوئی ایسی شے نہیں۔ جو آثار حق کا ادراک کرے اور حق کو شناخت کرے۔ جیسا کہ اس کی شناخت کا حق ہے۔ مگر ایک قلب ہے۔ جو یہ کام کر سکتا ہے۔ اس کے سوا جو چیز ہے۔ وہ صرف ایک ہی وجہ سے اپنے رب کو پہچانتی ہے۔ قلب کے سوا کوئی چیز نہیں۔ جو من کل الوجوہ اللہ کو شناخت کرے۔ پس یہ ایک وسعت ہے۔ قسم دوم وہ مشاہدہ کی وسعت ہے۔ جس سے قلب محاسن جمال الٰہی پر اطلاع پاتا ہے۔ اور اس کے اسماء و صفات کی [illegible] بعد اس کے کہ وہ اس کو مشاہدہ کرتا ہے۔ قلب کے سوا مخلوقات کی کوئی ایسی شے [illegible] ذوق حاصل کرے۔ اس لئے کہ جب وہ مثلاً موجودات سے علم خدا کا ادراک کرتا ہے۔ تو خدا کی اس صفت علم کے فلک میں وہ سرائت کرتا ہے۔ اس کی لذت کو چکھتا ہے۔ اور اللہ کے ہاں جو اس صفت کا مرتبہ ہے اس کو جان لیتا ہے۔ پھر ایسا ہی صفت قدرت میں۔ پھر جمیع اوصاف و اسماء الٰہی میں اس لئے کہ وہ ان کی وسعت رکھتا ہے۔ اور اس کو چکھتا ہے۔ جیسا کہ وہ مثلاً اپنے غیر کی معرفت و قدرت کو ان کے افلاک میں

Marfat.com

سیر کرکے چکھا کرتا ہے۔ یہ دوسری قسم کی وسعت ہے۔ جو عارفوں کے لئے ہے (قسم سوم) خلافت کی وسعت ہے۔ اور اس کے اسماء و صفات سے متحقق ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی ذات کو اس کی ذات دیکھتا ہے۔ اور حق کی ہوّیت عین بندہ کی ہوّیت اور اس کی انیّت عین اس کی انیّت ہو جاتی ہے۔ بندہ کا اسم حق کا اسم بندہ کی صفت حق کی صفت اور بندہ کی ذات اس کی ذات ہو جاتی ہے۔ پھر وہ وجود میں خلیفہ کرنے والے کے ملک میں خلیفہ کا سا تصرّف کرتا ہے۔ اور یہ محققین کی وسعت ہے۔ اس مقام میں اس تحقق کی کیفیت کے متعلق چند نکتے ہیں۔ لیکن عارفوں میں سے کون ہے۔ جو اس کے ہر اسم کا محل ہو۔ اور جس کے لئے ہم یہ نکتے بیان کریں۔ پس اس پر اسی قدر تنبیہ کر دینی کافی ہے۔ تاکہ یہ امر سرّ ربوبیت کے افشاء تک نہ پہنچا دے اور اس وسعت کو کبھی وسعتِ استیفاء بھی کہتے ہیں۔

جان۔ کہ خدا ہمیں اور تجھے توفیق بخشے۔ کہ پورے طور پر حق کا ادراک کبھی ممکن نہیں ہے۔ نہ قدیم کو نہ حدیث کو یعنی نہ قدیم پورے طور پر ادراک سے اس پر احاطہ کر سکتا ہے اور نہ حادث۔ قدیم تو اس طرح کہ اس کی ذات اس کی کسی صفت کی تحت میں داخل نہیں ہو سکتی۔ علم کو لو۔ کہ وہ اس پر احاطہ نہیں کر سکتا ورنہ وجود کل کا جزء ہیں۔ اس سے لازم آتا ہے۔ اور کل و جزء سے منزہ ہے۔ پس علم من کل الوجوہ اس کا احاطہ و استیفاء نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے نفس سے جاہل نہیں ہے۔ لیکن وہ اپنے آپ کو شناخت کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کی شناخت کا حق ہے۔ اور یہ نہیں کہا جاتا کہ اس کی ذات صفت علمیہ کے حیطۂ علمیہ میں داخل ہو گئی ہے۔ اور نہ صفت قدرت کی تحت میں۔ اس کی ذات اس سے بلند ہے۔ اور ایسا ہی مخلوق یعنی حادث بھی کسی طور سے اس پر احاطہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ بطریق اولیٰ احاطہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ بطریق اولیٰ احاطہ کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ لیکن یہ مذکورہ وسعت کہ اولیٰ جس کی بابت ہم نے کہا ہے۔ کہ وہ وسعت استیفائی ہے۔ بجز اس کے نہیں۔ کہ وہ اس کمال کا استیفاء ہے جو مخلوق کو حق سے حاصل ہوتا ہے۔ نہ وہ کمال جس پر کہ خود حق ہے۔ اس لئے کہ اس کی کوئی نہایت نہیں ہے اور یہی اس کے قول کے معنی ہیں۔ کہ میرے بندہ مومن کا دل مجھے سما سکتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے جمیع عالم کو نور محمدی سے پیدا کیا ہے۔ تو وہ جگہ جہاں سے اسرافیل علیہ السلام کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ قلب محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ چنانچہ اس بات کا ذکر عنقریب آئے گا۔ کہ تمام ملائکہ وغیرہ کا محل پیدائش وہی ہیں۔ چونکہ اسرافیل اس نور قلبی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اسی لئے عالم ملکوت میں ان کو یہ توسع اور قوت حاصل ہے۔ حتیٰ کہ وہ نفخۂ صور سے جمیع عالم کو مار کر پھر اس قوت الٰہیہ سے جو ذات اسرافیل میں خدا نے پیدا کی ہے۔ ایک ہی نفخہ سے ان کو زندہ کر ڈالیں گے۔ اس لئے کہ اس کی اصل و محل قلب [illegible] اور قلب نے اس قوت ذاتیہ الٰہیہ کی وجہ سے جو خدا نے اس میں رکھی ہے۔ ذات حق کو بھی اپنے اندر سما لیا ہے۔ پس اسرافیل جمیع ملائکہ سے فوق تر اور حق سے قریب تر ہیں یعنی ان ملائکہ سے جو حضرت میں [illegible] اللہ تعالیٰ کے پاس رہنے والا ہے

Marfat.com

ترپنّ ۵۳ باب

عقل اوّل میں اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرئیل علیہ السلام کا محتہ ہے

خدا ہم کو اور تجھے توفیق بخشے۔ اور یہ دعا تیرے نفس کے لئے ہے۔ کہ خدا تحقیق کی تجھے ہدایت دے۔ جان لے۔ کہ عقل اول وجود میں علم الٰہی کی شکل کا محل ہے۔ اس لئے کہ وہ قلم اعلےٰ ہے۔ پھر اس سے لوح محفوظ میں علم نازل ہوتا ہے۔ وہ لوح کا اجمال ہے۔ اور لوح اس کی تفصیل ہے۔ بلکہ وہ علم اجمال الٰہی کی تفصیل ہے۔ اور لوح اس کا محل تعیّن و تنزل ہے۔ پھر معلوم کرنا چاہئے۔ کہ عقل اول میں وہ اسرار الٰہیہ ہیں۔ جن کی لوح میں گنجائش نہیں۔ جیسا کہ علم الٰہی میں وہ شے ہے۔ جس کا عقل اول محل نہیں ہو سکتا پس علم الٰہی تو ام الکتاب ہے۔ اور عقل اول امام مبین اور لوح کتاب مبین پس لوح قلم کی تابع اور اس کے پیچھے ہے۔ اور قلم کہ وہ عقل اول ہے۔ لوح پر حاکم ہے۔ اُن قضایا مجملہ کی تفصیل کرنے والی ہے۔ جو دوات علم الٰہی میں ہیں۔ جو نون سے معبّر ہے۔ اور عقل اول و عقل کلی میں اور نفس معاش میں فرق یہ ہے۔ کہ عقل اول علم الٰہی کا نور ہے۔ کہ اول تنزلات خلقیہ تعینیہ میں اس کا ظہور ہوا۔ اگر تو چاہے۔ تو کہدے کہ وہ اجمال الٰہی کی تفصیل اول ہے۔ اسی لئے حضور نے فرمایا۔ کہ اوّل ما خدا نے عقل کو پیدا کیا۔ اور وہ جمیع حقائق خلقیہ سے حقائق الٰہیہ کے زیادہ قریب ہے۔ پھر جان کہ عقل کلی ترازوئے مستقیم ہے۔ وہ لوح نفس کے گنبد کی میزانِ عدل ہے۔ حاصل کلام یہ کہ عقل کلی قوت عاقلہ ہے۔ یعنی مدرکہ نوریہ ہے۔ جس میں ان علوم کی صورتیں ظاہر ہوئیں۔ جو عقل اول میں مودوع یعنی امانت رکھے گئے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ اس شخص کا قول ہے۔ جس کو اس امر کی شناخت نہیں ہے۔ کہ عقل کلی وہ شے ہے۔ جس میں ہر ذی عقل کی عقل کے افراد جنس شامل ہیں۔ اور اس قول کو یہ دلیل توڑتی ہے۔ کہ عقل میں کوئی تعدد نہیں۔ کیونکہ وہ ایک جوہر فرد ہے۔ اور اس کی مثال ارواح انسانیہ و ملکیہ و جنیہ کے عنصر کی سی ہے۔ نہ ارواح بہیمیہ کے عنصر کی سی۔

پھر جان کہ عقل معاش وہ ایک نور ہے۔ جس کا قانون فکری سے وزن کیا جاتا ہے۔ اور وہ بجز آلہ فکر کے ادراک نہیں کیا جاتا۔ پھر اس کا ادراک فقط عقل کلی کی وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے ہوتا ہے۔ عقل اول کی طرف اس کو کوئی راہ نہیں۔ اس لئے کہ عقل اول قیاس کی قید اور میزان پر مخصوص کرنے سے منزہ ہے۔ بلکہ وہ وحی قدسی کے صدور کا محل ہے۔ جس کا صدور روح قدسی اور

Marfat.com

عقل کلی کے مرکز کی طرف ہوتا ہے۔ وہ امر تفصیلی کی میزانِ عدل ہے۔ اس بات سے منزّہ ہے۔ کہ دوسرے کو چھوڑ کر ایک قانون پر اسے حصر کیا جائے۔ بلکہ وہ ہر معیار سے چیزوں کا وزن کرتا ہے۔ اور عقل معاش کا صرف ایک ہی معیار ہے۔ وہ ایک ہی پلڑا رکھتا ہے۔ اور وہ پلڑا عادت ہے۔ اور اس کی ایک ہی طرف ہے اور وہ معلوم ہے۔ اور اس کا ایک ہی کانٹا ہے۔ اور وہ طبیعت ہے۔ بخلاف عقل کلی کے کہ اس کے دو پلڑے ہیں۔ ایک حکمت دوسرا قدرت۔ اور اس کی دو طرفیں ہیں۔ ایک اقتضاآتِ الٰہیہ۔ دوسری طبیعت کی قابلیتیں اور اس کے دو کانٹے ہیں۔ ایک ارادۃ الٰہیہ۔ دوسرا مقتضیاتِ خلقیہ اور اس کے مختلف معیار ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اس کا کوئی معیار نہیں۔ اسی لئے عقل کلی ہی قسطاسِ مستقیم یعنی راست اور سیدھی ترازو ہے۔ اس لئے کہ اس سے ظلم و جور وقوع میں نہیں آتا۔ اور نہ اس سے کوئی شے فوت ہوتی ہے بخلاف عقل معاش کے کہ کبھی وہ ظلم بھی کر بیٹھتی ہے۔ اور بہت سی چیزیں اس سے فوت ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک ہی پلڑے اور ایک ہی طرف پر ہے۔ عقل معاش کا قیاس بطور تصحیح کے نہیں ہوتا۔ بلکہ علے سبیلِ حرص ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ[1] اٹکلیں کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ پس عقل اول کی نسبت مثال میں آفتاب کی نسبت ہے۔ اور عقل کلی کی نسبت اس پانی کی نسبت ہے۔ جس پر آفتاب کی شعاع پڑتی ہے۔ اور عقل معاش کی نسبت پانی کی اس شعاع کی نسبت ہے۔ جو دیوار پر پڑتی ہے۔ پھر جو شخص مثلاً پانی پر نظر ڈالتا ہے۔ وہ ہیئت شمس کا صحیح اندازہ کرتا ہے۔ اور اس کے نور کو ظاہر طور پر حاصل کرتا ہے۔ ان دونوں میں فرق ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر یہ کہ آفتاب کا دیکھنے والا اوپر کی طرف سر اٹھاتا ہے۔ اور پانی کا دیکھنے والا نیچے کی جانب سر جھکاتا ہے۔ ایسا ہی عقل کلی کہ عقل اول سے اس کے علم کو لینے والا نور قلب سے علم الٰہی کو اٹھاتا ہے۔ اور عقل کلی سے اس کے علم کا لینے والا محل کتاب کی طرف نور قلب سے سرنگوں ہوتا ہے۔ اور اس سے وہ علوم حاصل کرتا ہے۔ جو اکوان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ ایک حد ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے لوح محفوظ میں امانت رکھی ہے۔ بخلاف عقل اول کے کہ وہ بذات خود حق تعالےٰ سے علم کو حاصل کرتی ہے۔ پھر جان۔ کہ عقل کلی جب لوح سے کہ وہ کتاب ہے۔ اخذ کرتی ہے۔ تو سوائے اس کے نہیں۔ کہ وہ اپنا علم یا تو قانونِ حکمت سے حاصل کرتا ہے۔ یا معیارِ قدرت سے قانون کے ساتھ ہو۔ یا غیر قانون سے۔ پس یہ استقراء و تلاش اس کا انعکاس یعنی نگونساری ہے۔ اس لئے کہ وہ لوازم خلقیہ کلیہ سے ہے۔ اس کے قریب نہیں ہے۔ کہ وہ خطا کرے۔ مگر اس چیز میں جسے اللہ نے اختیار فرمایا ہے۔ اسلئے کہ اگر اللہ تعالےٰ اسے وجود کی طرف نازل کرے۔ تو فقط عقل اول کی طرف نازل کرتا ہے۔ ان علوم میں جن کو اس نے اختیار فرمایا ہے اسی طرح سنت الٰہی جاری ہے۔ مگر یہ کہ یہ بات لوح محفوظ میں نہیں پائی جاتی۔

[1] اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جو امور الٰہیہ کا اپنی عقلوں سے موازنہ کرتے ہیں۔ اور اس میں کمی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی کوئی میزان نہیں ہے۔ سوائے اس کے نہیں مگر وہ خرص کرنے والے ہیں۔ اور خرص بمعنی فرض کے ہے۔

Marfat.com

جان۔ کہ عقل کلی سے کبھی اہل شقاوت سے استدراج کیا جاتا ہے۔ کہ صرف ان کی خواہشات کے میدان میں اس کا کچھ علم ان پر کھولا جاتا ہے۔ پھر وہ اکوان کے پردوں سے مثل طبائع۔ افلاک۔ انوار وضیاء وغیرہ سے اسرار قدرت پر مظفر یاب ہوتے ہیں۔ اور ان چیزوں کی عبادت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور یہ اللہ کا ان کے ساتھ مکر ہے۔ اور اس میں نکتہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان پر ان چیزوں کے لباس میں جن کو وہ پوجتے ہیں۔ تجلی کرتا ہے۔ اور یہ اس کو عقل کلی سے ادراک کرتے ہیں۔ اور ان کے مؤثر ہونے کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ عقل کلی کون سے تجاوز نہیں کرتا۔ پھر وہ اس سے اللہ کو نہیں پہچانتے۔ اس لئے کہ عقل اللہ کو نہیں پہچان سکتی۔ مگر نور ایمان کے ساتھ۔ ورنہ عقل کے لئے یہ ممکن نہیں۔ کہ وہ نظر و قیاس سے اُسے شناخت کر سکے۔ اس امر میں عقل معاش و عقل کلی دونوں برابر ہیں۔ باوجود اس کے کہ ہمارے امام اس طرف بھی گئے ہیں۔ کہ عقل اسباب معرفت میں سے ہے۔ ان کا یہ قول توسع اور مسامحت کے طور پر ہے تاکہ حجت قائم ہو۔ اور وہ ہمارا مذہب ہے۔ مزید برآں میں یہ کہتا ہوں۔ کہ یہ معرفت جو عقل سے مستفاد ہوتی ہے۔ دلائل و آثار میں منحصر و مقید ہے۔ بخلاف اس کے معرفت ایمان کہ وہ ایک معرفت مطلقہ ہے پس ایمان کی معرفت اسماء و صفات سے تعلق رکھتی ہے اور عقل کی معرفت آثار کے ساتھ۔ پھر یہ عقلی معرفت اگرچہ بذات خود معرفت ہے۔ لیکن اہل اللہ مطلوبہ معرفت میں شمار نہیں کرتے۔ پھر جان کہ عقل معاش کی عقل کلی کے ساتھ نسبت شعاع کی طرف دیکھنے والے کی سی نسبت ہے۔ اور شعاع صرف ایک ہی جہت سے ہوتی ہے۔ اور وہ اس سے آفتاب کی ہیئت کی طرف راہ نہیں پاتا۔ اور نہ اس کی صورت کو شناخت کرتا ہے۔ اور نہ اس نور کو جو پانی میں مشکل ہوتا ہے۔ جانتا ہے۔ اور نہ اس کے طول کو اور نہ اس کے عرض کو۔ بلکہ فرض و تقدیر سے اندازہ کرتا ہے کبھی اس کے طول کا قائل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ گمان کرتا ہے۔ کہ وہ طول کی وجہ سے ہے۔ اور ایسا ہی کبھی اس کے عرض کا قائل ہوتا ہے۔ اور یہ فعل اس کا بلا تحقیق امر ہوتا ہے۔ ایسا ہی عقل معاش کا حال ہے۔ کہ وہ بھی ایک ہی جہت سے روشن ہوتی ہے اور وہ جہت قیاس فکریہ سے نظر و دلیل کی جہت ہے۔ اور اس کا جب اس کو اللہ کی معرفت میں لیتا ہے۔ تو فائدہ نہیں دیتا۔ اس لئے جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ عقل سے ادراک نہیں کیا جاتا۔ تو یہ کہ مراد اس سے عقل معاش ہے۔ اور جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ عقل سے ثابت کیا جاتا ہے۔ تو مراد اس سے عقل اول ہوتی ہے۔ اسی لئے حق تعالےٰ نے فرمایا۔ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ (وہ اکثر دوڑانے والے ہلاک ہوگئے۔ جو غفلت اور [illegible] ہیں۔ وہ صرف اس لئے ہلاک کئے گئے کہ انہوں نے جو بات اپنی عقل سے معلوم کی اس پر انہوں نے جزم کیا اور اُسے قطعی اور یقینی سمجھا کہ بات وہی ہے۔ جسے ہم نے تحقیق کیا۔ پھر وہ ہلاک ہوگئے اس لئے کہ انہوں نے ایسی چیز کو قطعی جانا جو ان کو ہلاک کر دیتی۔ اور ان کے تصورات کی مثالیں اپنی رائوں کی بابت اس بات کے قائل ہوتے ہیں۔ کہ ان کے بدن نہیں ہوں گے۔ اور مرنے کے بعد ان کو زندگی نہیں ہوگی۔ اور اس بات

Marfat.com

کو انہوں نے یقینی سمجھ لیا۔ پھر مخبر صادق جو سعادت کی طرف لیجانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ ان کا عناد ان کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ حتیٰ کہ جب حق بات جو نصوص سے ثابت ہوتی ہے۔ ان پر ظاہر کی جاتی ہے۔ تو اس پر وہ ایمان نہیں لاتے۔ اسی لئے وہ ہلاک کئے گئے۔ اور قتل کئے گئے۔ اور ان کو ہلاک نہیں کیا۔ مگر ان کے نفسوں نے اور نہیں ان کو قتل کیا۔ مگر اسی چیز نے جس پر کہ وہ ہیں۔ فافہم

پھر جان۔ کہ عقل اول کا علم اور قلم اعلےٰ ایک ہی نور ہیں۔ کہ جب بندہ کی طرف اس کی نسبت کریگا۔ تو اس کا نام عقل اول ہوتا ہے۔ اور جب حق کی طرف اس کی نسبت کریں۔ تو اس کا نام قلم اعلےٰ ہوتا ہے۔ پھر عقل اول جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔ اولاً اس سے اللہ تعالےٰ نے جبرائیل کو پیدا کیا ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس جہت سے جبرائیل علیہ السلام کے باپ اور جمیع عالم کی اصل ہیں۔ پھر اگر تو جاننے والا ہے۔ تو اس کو جان لے۔ میں اس شخص پر قربان ہوں جو اس کو جانتا اور سمجھتا ہے۔ اس لئے شب معراج میں سدرۃ المنتہےٰ پر جا کر جبرائیل علیہ السلام ٹھہر گئے۔ اور آپؐ تنہا چل پڑے۔ عقل اول کا نام روح امین اس جہت سے رکھا گیا ہے۔ کہ وہ علم الٰہی کا خزانہ اور اس کا امین ہے اور جبرائیل علیہ السلام کا یہ نام اصل کے نام پر فرع کا نام رکھنا ہے۔ اس لئے کہ وہ عقل اول کی فرع ہیں۔ فافہم

باب پنجاہ و چہارم ۵۴

وہم کے بیان میں جو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عزرائیل علیہ السلام کا مقتدی ہے

وفیہ قال رحمہ اللہ

نور علی الملکوت فوق الاطلس	بانوهم عبر عنه بين الانفس
هو آية الرحمن اعني صورة	فيها تجلى بالجمال الاكيس
هو جوهر هو علمه هو حكمه	هو ذاته هو كل شيء ارأس
هو فعله هو وصفه هو اسمه	هو منه تجلى كل حسن انفس
هو نقطة الخال الذي قد عبروا	بيمينه عنه لمن لم يخنس
ويمينها القسم الذي هو قشره	ستر على الحوراء مثل السندس
فاحذر ولا تحذر فما هي دهشة	لكنها مثل الظلام الحندس

Marfat.com

ترجمہ۔ وہ ملکوت پر اطلس سے بڑھ کر نور ہے۔ کہ جس کو نفسوں میں لفظ وہم سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ رحمن کی آئت ہے۔ آئت سے میری مراد صورت ہے۔ اس میں اس نے لطیف ترین جمال سے تجلی فرمائی ہے۔ وہ اس کا قہر ہے۔ اس کا علم ہے۔ اس کا حکم ہے۔ وہ اس کی ذات ہے۔ وہ ہر مضبوط تر شے ہے۔ وہ اس کا فعل ہے۔ اس کا وصف ہے۔ اس کا اسم ہے۔ وہ اس کے ہر نفیس ترین حسن کا مظہر ہے۔ وہ اس خال کا نقطہ ہے۔ کہ اس کی قسم کے ساتھ اس شخص کو تعبیر کرتے ہیں۔ جو پیچھے نہیں ہٹتا۔ (یعنی جس پر وہم کا غلبہ ہو۔ وہ ہر خطرناک کام میں گھس پڑتا ہے اس لئے اُسے وہم کی قسم سے یاد کرتے ہیں جیسے جوانمرد کو حاتم کی قسم سے) اور اس کی یمین قسم ہے۔ کہ وہ اس کا چھلکا ہے۔ وہ سفید چشم عورت پر مثل سیاہ ریشم کے ایک ستر ہے۔ پس حیران ہو۔ اور حیران نہ بھی ہو۔ اس لئے کہ وہ دہشت نہیں ہے۔ لیکن وہ نہایت درجہ کی تاریکی ہے۔"

اللہ تعالےٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہم کو اپنے اسم کامل سے پیدا کیا ہے۔ اور آپ کے نورِ وہم سے عزرائیل کو پیدا کیا ہے۔ پھر چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہم کو اللہ تعالےٰ نے اپنے نور کامل سے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا وجود میں اُسے لباس کامل میں ظاہر کیا ہے۔ پھر قوی تر شر جو انسان کے وجود میں پایا جاتا ہے۔ قوتِ وہمیہ کا شر ہے۔ اس لئے کہ وہ عقل۔ فکر۔ مصوّرہ۔ مدرکہ پر غالب آتا ہے۔ اور اس کی ہر قوت قوت وہمیہ کی مقہور ہے۔ جمیع ملائکہ سے زبردست فرشتہ عزرائیل ہے۔ کیونکہ وہ وہم سے پیدا کیا گیا ہے۔ یہیں سے ہے۔ کہ جب آدم علیہ السلام کی پیدائش کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کو زمین سے ایک مشتِ خاک لانے کا حکم دیا۔ تو عزرائیل کے سوا کسی کو اس پر جرأت نہ ہو سکی۔ جبرئیل علیہ السلام جب زمین کے پاس آئے۔ تو اس نے اللہ کی قسم دیکر ان سے کہا۔ کہ مجھے چھوڑ دو۔ پھر انہوں نے اُسے چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ پھر میکائیل پھر اسرافیل اور جمیع ملائکہ مقربین آئے اور چھوڑ کر چلے گئے۔ کسی نے اس بات پر قدرت نہ پائی۔ کہ اس کی قسم کا لحاظ نہ کرکے ایک مشتِ خاک بموجب حکم ہی اس سے لے لے۔ پھر جب عزرائیل اس کی طرف نازل ہوئے۔ تو زمین نے ان کو بھی قسم دی۔ لیکن انہوں نے اس کی قسم میں اُسے فریب دیا۔ اور اُسے مضطر کیا۔ اور بموجب امر الٰہی اس سے مشتِ خاک کو اٹھا لیا۔ وہ مشتِ خاک زمین کی روح تھی۔ جس سے خدا نے جسد آدم کو پیدا کیا۔ اس لئے عزرائیل کو قبض ارواح پر متولی کر دیا گیا۔ کیونکہ اس میں وہ کامل قوتیں خدا نے ودیعت کر دی ہیں۔ جو مظہر قہر و غلبہ میں متجلی ہیں۔ اور نیز یہ کہ اس نے سب سے قبض کا کام کیا۔ اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے کہ اس فرشتہ کو ان تمام لوگوں کے حال کی معرفت اور ان کا علم دیا گیا ہے۔ جن کی قبض روح کا کام اس کے حوالہ کیا گیا ہے۔ اور اس امر کی شرح ممکن نہیں ہے وہ ہر جنس کے لئے ایک صورت میں متخلق ہوتا ہے۔ اور بعض اشخاص کے پاس کبھی غیر صورت میں آتا ہے بلکہ اپنی مجرد اور بسیط حالت میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر اس کا مقابلہ روح کے لئے منقوش ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اس پر عاشق ہو جاتی ہے۔ اور جسد سے نکل آتی ہے۔ حالانکہ جسم اس کو روکتا ہے۔ اور اس عشق اول سے جو

Marfat.com

جو روح اور جسد کے درمیان ہے۔ اس سے لپٹ جاتی ہے۔ پھر جاذبۂ عزرائیلی اور تعشق جسدی کے مابین نزاع پیدا ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ جذب عزرائیلی اس پر غالب آجاتا ہے۔ اور روح نکل آتی ہے۔ اور یہ ایک عجیب امر ہے جاننا چاہیئے۔ کہ روح اصل میں جب میں داخل ہونے اور اس میں حلول کرنے کی وجہ سے اپنے مکان اور محل کو نہیں چھوڑتی۔ لیکن وہ اپنے محل میں رہتی ہے۔ درانحالیکہ جسد کی طرف بھی اس کی ایک نظر ہوتی ہے۔ روحوں کی عادت میں یہ داخل ہے۔ کہ وہ اپنے مقامِ نظر میں اترتی ہیں۔ پھر جس مقام میں اس کی نظر پڑتی ہے۔ وہاں آجاتی ہے۔ بغیر اس کے کہ وہ اپنے اصل مقام سے جدا ہو۔ اور یہ ایک امر ہے۔ جو عقل کو محال معلوم ہوتا ہے۔ کشف کے سوا اس کی حقیقت دریافت نہیں ہو سکتی۔ پھر چونکہ جسم کی طرف وہ بنظر اتحاد دیکھتی ہے۔ اور اس میں حلول کرتی ہے۔ جیسے کہ کوئی شے کسی کی ہویت میں حلول کر جاتی ہے۔ اسلئے پہلے ہی مرتبہ میں اس حلول سے صورتِ جسمانی کو حاصل کر لیتی ہے۔ پھر برابر اس سے اخلاقِ مرضیہ یا اخلاقِ بہیمیہ کو حاصل کرتی رہتی ہے۔ پھر جو اخلاق مرضیہ الہیہ ہوتے ہیں۔ ان کی بدولت علیین میں اس کو صعود حاصل ہوتا ہے۔ اور اخلاق بہیمیہ حیوانیہ ارضیہ سجین میں اس کو گرا دیتے ہیں۔ اور اس کا صعود اس صورت انسانیہ کی صورت میں عالم ملکوت میں قرار پکڑتا ہے۔ اس لئے کہ جب روحیں اس صورت کا حکم اور اُن کا ثقل حاصل کر لیتی ہیں۔ پھر جب روح جسم کی صورت میں متصور ہوتی ہے۔ تو ثقل۔ حصر۔ عجز وغیرہ سے صورت جسدی کا حکم بھی مع اس تصور کے ساتھ حاصل کر لیتی ہے۔ پھر روح اپنی خفت و سریان کی وجہ سے اس سے جدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ جدا ہونا ایسا نہیں ہوتا۔ کہ بالکل جسد سے علاقہ اس کا قطع ہو جائے۔ وہ جدا بھی ہوتی ہے۔ اور اس کا اس کے ساتھ اتصال بھی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کے جمیع صفات اصلیہ سے متصف ہوتی ہے۔ لیکن امور فعلیہ کے کرنے پر وہ قادر نہیں ہوتی۔ پس اس میں اس کے اوصاف بالقوہ ہوتے ہیں نہ بالفعل۔ اسی لئے ہم نے کہا ہے۔ کہ انفصال کے طور پر مفارقت ہے۔ انفصال کے طور پر نہیں۔ پھر جب صاحب جسم اخلاق ملکیہ کو حاصل کرتا ہے۔ تو اس کی روح قوت پاتی ہے اور اس سے ثقل کا حکم اٹھ جاتا ہے۔ جب ہمیشہ یہی حالت رہتی ہے۔ تو اس کا جسم فی نفسہٖ مثل روح کے ہو جاتا ہے پھر وہ پانی پر چلتا ہے۔ ہوا میں اڑتا ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ اور اس کے برعکس اگر صاحب جسم اخلاق بشریہ و مقتضیاتِ ارضیہ کو عمل میں لاتا ہے۔ تو رسوب یعنی جسم کی میل اور زینی ثقل کا حکم روح پر قوت پاتا ہے۔ جس سے وہ اپنی قید میں پھنسا رہتا ہے۔ اور فردا روز قیامت کو سجین میں محشور ہو گا۔

پھر چونکہ روح نے جسم سے اور جسم نے روح سے تعشق پیدا کر لیا ہے۔ اس لئے جب تک کہ انسان اپنی صحت میں اعتدال پر رہتا ہے۔ اس کی روح اس کے جسم کی نگراں رہتی ہے۔ اور جب بیمار ہوتا ہے اور اس میں الم پیدا ہوتا ہے۔ تو اس سبب سے وہ اپنی نظر کو اپنے عالم روحی کی طرف اٹھانا شروع کرتی ہے۔

Marfat.com

اس لئے کہ اس کی فرحت اور خوشی اسی عالم میں ہے۔ اگرچہ وہ جسم سے جدا ہونے کو بھی مکروہ جانتی ہے وہ ایک طرح سے عالم جسمی سے اپنی نظر کو لیکر عالم روحی کی طرف اس کو اٹھاتی ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص تنگی سے فراخی کی طرف بھاگتا ہے۔ اگرچہ اس کو اس محل میں بھی جس کی قید سے وہ تنگ ہوتا ہے۔ کشائش حاصل ہو۔ وہ فرار سے چارہ نہیں پاتا۔ پھر ہمیشہ روح کا یہی حال رہتا ہے۔ حتے کہ اٹل اجل اس کو آلیتی ہے۔ اور عمر معلوم کی مدت سے وہ فارغ ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت عزرائیل اس صورت میں جو عند اللہ اس کے مناسب حال ہوتی ہے۔ اس کے پاس تشریف لاتے ہیں۔ اللہ کے ہاں اس صورت کے حسن کا حال اس حسن کے موافق ہوتا ہے۔ جو زندگی بھر میں اعتقادات۔ اعمال۔ اخلاق وغیرہ میں اپنے تصرفات سے اس نے حاصل کیا ہوتا ہے۔ اور بقدر برے حال ہونے کے اس صورت کا بھی برا حال ہوتا ہے۔ غرضیکہ فرشتہ کا ظہور اس کے مناسب حال ہوا کرتا ہے۔ مثلاً وہ کچہری کے کسی ظالم عامل کے پاس اس شخص کے خلق میں ظاہر ہوتا ہے۔ جو اس سے بدلہ لیتا ہے۔ یا بادشاہ کے رسولوں کی صفت پر آتا ہے۔ لیکن قبیح اور بری شکل میں جیسے کہ اہل صلاح و تقوی کے پاس وہ ایسی ہیئت میں آتا ہے۔ جو سب آدمیوں سے اس کو بہتر محبوب اور مرغوب معلوم ہوتی ہے۔ حتے کہ بعض کے پاس وہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب وہ اس صورت کو دیکھتے ہیں۔ تو ان کی روحیں نکل آتی ہیں۔ اور آنحضرتؐ کی صورت پر ظاہر ہونا اس کے لئے اور اس جیسے دوسرے مقربین فرشتوں کے لئے مباح ہے۔ اس لئے کہ وہ ان کے روحانی قوی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ مثلاً وہ فرشتہ جو ان کے قلب سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور وہ جو ان کی عقل سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور وہ جو ان کے خیال سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح اوروں کو قیاس کر لو۔ پس اس کو سمجھ۔ کہ یہ امر ان کے لئے ممکن ہے۔ کیونکہ وہ انہی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اس خلقی مناسبت کی وجہ سے وہ ان کی صورت میں متصور ہوتے ہیں۔ اور ان کی صورت میں ان کا متصور ہونا۔ روح شخص کے اپنے جسم کی صورت میں متصور ہونے کی قبیل سے ہے۔ کہ عزرائیل علیہ السلام کی روح ہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جسد کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ بخلاف ابلیس علیہ اللعنت اور اس کے اتباع کے کہ وہ آپ کی بشریت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت صلعم نبی نہیں بنے۔ مگر اس حال میں کہ ان میں بشریت بھی تھی۔ بدلیل حدیث کہ آپ کے پاس فرشتہ آیا اور آپ کے قلب کو چیر کر اس سے خون نکالا۔ اور قلب مبارک کو پاک کیا۔ وہ خون ہی ان کی بشریت تھی۔ جو شیطان کا محل ہے۔ پس جب شیطان کا ان میں حق نہ رہا۔ تو اس کی نسبت ان سے منقطع ہو گئی۔ (بشریت سے مراد مصنف کی نفس بہیمی ہے۔ مترجم) اس سے یہ ہے کہ ان میں سے کوئی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی صورت میں متمثل ہونے پر قدرت نہیں رکھتا۔ کیونکہ آپ کے ساتھ ان کی کوئی مناسبت نہیں رہتی۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ ملک عزرائیل اہل اطاعت و اہل معصیت کے لئے ایک ہی قسم کی صورت سے متصور نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر ایک کے لئے اس کے حال و مقام اور اس کے مقتضاء طبیعت کے موافق

Marfat.com

اپنے طور کو بدلتا ہے۔ یہ سب اس قانون کے موافق ہوا کرتا ہے۔ جس کو وہ کتاب میں پاتا ہے۔ وہ کبھی درندہ وحشیوں کے پاس شیر۔ چیتے۔ بھیڑیئے وغیرہ کی صورت میں آتا ہے۔ جن سے کہ عادۃً درندے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی طیور کے پاس وہ کبھی صیّاد کی صورت میں اور کبھی ذبح کرنے والے کی صورت میں آتا ہے۔ یا باز۔ چرغ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ہر چیز جس کے پاس وہ آتا ہے۔ ضرور کسی مناسب صورت میں آتا ہے۔ لیکن جس شخص کے پاس وہ کسی مرتّب صورت میں نہیں آتا۔ بلکہ ایک بسیط غیر مرئیہ صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس کو بو ہی سونگھ کر وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ کبھی اس کی بُو کریہ اور ناگوار ہوتی ہے۔ اور کبھی عمدہ اور اچھّی۔ بقدر اس کے جس کو کہ وہ اپنے آپ پر واجب پاتا ہے۔ اور کبھی اس کی بو معلوم بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اس پر گذر جاتا ہے۔ اور اس کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ اور یہ بہ سبب حال میّت کی دہشت کے ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اس کی طرف نظر کرتا ہے۔ تو روح اس کی مشتاق ہو جاتی ہے۔ اور اس کی نظر کلیتہً جسد سے اس کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور جسد سے اس کا علاقہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ اس کی روح نکل جاتی ہے۔ حالانکہ نہ خروج ہوتا ہے نہ دخول۔ بارخدایا۔ مگر یہ کہ روح کی اس نظر کو جو جسم میں حلول کرتی ہے۔ دخول شمار کیا جائے۔ کیونکہ حلول صحیح نہیں ہوتا۔ مگر دخول سے۔ اور ایسا ہی اس نظر کے اٹھ جانے کو خروج شمار کیا جائے۔ پھر معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ روح جسم سے نکلنے کے بعد کبھی صورت جسدیّہ سے جدا نہیں ہوتی۔ لیکن ایک وقت اس پر ایسا آتا ہے۔ کہ اس میں وہ مثل اس نائم کے ساکن ہوتی ہے۔ جو سو رہا ہے۔ اور اپنی خواب میں وہ کچھ نہیں دیکھتا۔ اس شخص کے قول کو کوئی اعتبار نہیں۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ ہر سونے والے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی خواب میں کچھ دیکھے پھر بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو اس خواب کو یاد رکھتے ہیں۔ اور بعض ایسے جو اسے بھول جاتے ہیں۔ اور اس قول میں نظر ہے۔ اس لئے کہ ہم نے کشف الٰہی سے معلوم کیا ہے۔ کہ سونے والا کبھی ایک دن یا دو دن یا اس سے زیادہ سویا رہتا ہے۔ لیکن اپنی خواب میں اُسے کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ اس نیند میں اس شخص کی مانند ہوتا ہے۔ جس کو ایک پلک مارنے میں کچھ مدت تک حق لپیٹ لیتا ہے۔ اور وہ اس شخص کی مانند ہو جاتا جو اپنی آنکھ بند کرتا ہے۔ اور پھر کھول دیتا ہے۔ اس تھوڑی سی مدت میں حق کئی دنوں تک اُسے لپیٹے رکھتا ہے۔ جس میں کسی دوسرے شخص کی اس دنیوی عالم میں زندگی بھی گذر جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ کہ حق کبھی کسی شخص کے لئے ایک آن واحد کو اس قدر کشادہ کر دیتا ہے۔ کہ اس میں اس سے بہت سے عمل وقوع میں آتے ہیں۔ اور کئی عمریں اس میں گذر جاتی ہیں۔ وہ اس میں بیوی کرتا ہے۔ اور اس سے اس کی اولاد بھی ہوتی ہے۔ اور اس کے غیر کے لئے یہ بات نہیں ہوتی۔ بلکہ تمام دنیا کے نزدیک وہ دن کی ایک گھڑی سے بھی کمتر ہوتی ہے۔ یہ وہ امر ہے۔ جو خود ہم پر وارد ہوا۔ اور ہم نے اس کا ادراک اور اس شخص کے سوا جس کو ہم یہ امر سے نصیب ہے۔ کوئی اس بات کو باور نہیں کرتا۔ اور یہ کون اول سے جس میں روحوں کی موت ہوتی ہے۔ کیا تو فرشتوں کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

Marfat.com

اشارہ فرمایا ہے۔ پھر جب وہ اس سکون کی مدت سے فارغ ہوتا ہے۔ جس کا نام موتِ ارواح ہے۔ تو پھر روح برزخ میں پھر آتی ہے عنقریب برزخ کا حال بھی مذکور ہوگا۔ قلم کے گھوڑے نے اس علم کے بیان میں ہم کو سیر کرائی۔ حتے کہ ہم علم کی حد سے نکل گئے۔

اب ہم پھر اس راہ کو اختیار کرتے ہیں۔ جس میں ہم نور وہمی کے حال کی شرح کر رہے تھے۔ وہ نور وہمی جس کو خدا نے شمس کمال سے پیدا کیا ہے۔ اور وہ جو دیں اُسے شعاع جلال کا لباس پہنا دیا ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نفس کے لئے آئینہ بنایا ہے۔ اور اپنے قدس کا مظہر قرار دیا ہے۔ عالم میں اس سے بڑھ کر ادراک کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ اور نہ ہیمنہ میں یعنی نگہداشت میں اس سے زیادہ کوئی زور آور چیز ہے۔ تمام موجودات میں اس کا تصرف ہے۔ اسی سے عالم اللہ کی بندگی کرتا ہے اسی کے نور سے اللہ نے آدم کی طرف نگاہ کی۔ اسی سے پانی پر چلا۔ وہ شخص جو چلا۔ اور اسی سے ہوا میں اڑا جو اڑا۔ وہ نور یقین ہے۔ اور استیلا و تمکین کی اصل ہے۔ جس کو یہ نور مسخر ہو گیا۔ اور وہ اس پر حاکم ہوا وہ اس سے کائنات علوی و سفلی میں تصرف کرتا ہے۔ اور جس پر سلطان وہم غالب ہوتا ہے۔ وہ اس سے وہمی امور میں بازی کرتا ہے۔ اور اس کے نور سے حیرت کی تاریکی میں آوارہ و سرگشتہ پھرتا ہے۔ جان لے۔ خدا تیرے ایمان کو نگاہ رکھے۔ اور تجھے اہل یقین و احسان میں داخل کرے۔ خدا نے جب وہم کو پیدا کیا۔ تو اس کو کہا۔ کہ میں تجھے حلفاً کہتا ہوں۔ کہ میں اہل تقلید کے لئے بجز تیرے کسی شے میں تجلی نہیں کرونگا۔ اور تیری پوشیدگیوں کے سوا عالم کے لئے میں ظاہر نہیں ہوں گا۔ جس قدر کہ تو ان کو میری طرف لے چڑھیگا۔ ان کو میرے قریب کرویگا۔ اور جس قدر کہ ان کے انوار سے تو مجھ سے الٹا پھریگا۔ ان کی ہلاکتوں میں ان کو ہلاک کریگا۔ پھر وہم نے جواب میں کہا۔ اے میرے پروردگار۔ میرے لئے اسماء و صفات کی سیڑھی کھڑی کر تاکہ وہ سیڑھی میری ذات تک مجھے پہنچائے۔ پھر حق تعالےٰ نے اس میں ایک نور نمونہ قائم کیا۔ اور اس کی دیوار میں ہیبت و تقدیر کا نقش بن گیا۔ اور اس میں عبودیت حق نے بہ تکلف حکم کیا۔ پھر رب کا نام لیکر اپنے نفس پر اس نے قسم اٹھائی۔ اور حلف لی۔ کہ وہ ہمیشہ ان بھاری کثیفوں سے ان قفلوں کو کھولیگا۔ حتے کہ اس کا اونٹ جمال کی سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔ اور صحراء کمال کی فضاء میں پہنچے۔ پھر اس میں وہ حق تعالےٰ کی بندگی کرے۔ اور اس وقت حق تعالےٰ اس کو قرب کے لباس پہنائے۔ خدا نے اس کے جواب میں اس کو فرمایا کہ اے مؤدب فرشتے۔ تو نے اچھا کہا۔ پھر خدا نے اس کو دو حلے پہنائے جو ہیمنہ کے کنارہ پر سرخ گندھک سے یہ لکھا تھا الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔ دوسرا حلہ یعنی لباس کہ وہ دور بھی تھا۔ قریب بھی تھا۔ (یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ دور اور اونچے درجہ کا تھا) سرکشی کی سیاہی سے بنا گیا تھا۔ اس کے کنارہ پر ضلالت و خذلان کے قلم سے یہ لکھا ہوا تھا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ پھر جب یہ دو نازل ہوا۔ اور عالم میں ظہور کرنے لگا۔ تو خدا نے اس کے لئے

Marfat.com

سے گندم پیدا کی۔ جس کو آدم نے کھایا۔ اور اس سے جنت سے نکلا۔ وہم کے ان اوصاف واشارات میں تامل کر۔ اور اُن اسرار کو معلوم کر۔ جو تیرے لئے ان عبارتوں میں رکھے گئے ہیں۔ اور ظاہری الفاظ کی سچائی سے نکل کر اس بڑے لباس کے موتی سے حصہ حاصل کر۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

باب پنجاہ و پنجم

ہمت کے بیان میں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میکائیل کا معتمد ہے

لنا فی ذری العلیا جواد مقدس — به نرتقی نحو المعالی الرفیعة
یسمّی براق العارفین الی العلی — علیه صعود الروح نحو الحقیقة
له من ضیاء الحق عینان کحلا — بنا لسحر اولی ثمّ اخری بقدرة
جناحاه احداهن للسعد طائر — واخری الی بعد الشقاوة جرت
ولا عجب فی انه کل ما یری — من الصعب یلقاه باحسن صنعة
وما دقّقت عیناه فیه فانه — له موقع الحافر درکا بخطوة
الا انه نور من الله منزل — تستر للانسان فی اسم همة

ترجمہ۔ ہمارے لئے بلند چوٹیوں میں ایک مقدس گھوڑا ہے۔ جس سے ہم بلند جگہوں پر چڑھ جاتے ہیں۔ اس کا نام براق العارفین ہے۔ جو بلندی کی طرف جاتا ہے۔ اسی کے ذریعہ حقیقت کی طرف روح صعود کرتی ہے۔ حق کی روشنی سے اس کی دو سرگلیں آنکھیں ہیں۔ ایک جادو سے مناسبت رکھتی ہے۔ دوسری قدرت سے۔ اس کے دو بازو ہیں۔ ایک سعادت کے طائر کے لئے ہے۔ اور دوسرا بعد شقاوت کے لئے جاری ہوا۔ اور یہ تعجب نہیں ہے۔ کہ وہ جس چیز کی سختی کو دیکھتا ہے۔ اس سے اچھی صنعت کے ساتھ ملتا ہے۔ اس میں اس کی دونوں آنکھیں بند نہیں ہوئیں۔ اس کو صرف ایک سم رکھنے کی جگہ چاہئے۔ پھر وہ ایک ہی قدم سے اس سخت گھاٹی کو پھلانگ جاتا ہے۔ آگاہ رہ۔ کہ وہ اللہ کا ازل کیا ہوا نور ہے۔ جو اسم ہمت میں انسان کے لئے پوشیدہ ہے

جاننا چاہئے۔ کہ خدا ہم کو اور تجھ کو توفیق بخشے۔ کہ ہمت ایک نہایت عزیز شے ہے۔ جسے خدا نے انسان کے اندر رکھا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے۔ کہ خدا نے جب نوروں کو پیدا کیا۔ اور اپنے آگے ان کو ٹھہرایا۔ تو اُن سب کو اپنے نفس میں مشغول پایا۔ ایک ہمت کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالےٰ میں مشغول تھی پھر

Marfat.com

اس کو اپنی عزت و جلال کی قسم دیکر کہا۔ کہ میں تیری شان سب نوروں سے بلند کروں گا۔ اور تجھ سے میرے شریف نیکوکار بندے بہرہ یاب ہونگے۔ جو میرے تک پہنچنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ مجھ میں دخل نہیں پائے گا۔ مگر تیرے اس دستور کے موافق جو تجھے میرے ساتھ ہے۔ تو مریدوں کی معراج عارفوں کا براق ہے۔ اور وصلوں کا میدان ہے۔ تجھی سے سابقین سبقت لے جاتے ہیں۔ اور تجھی سے لاحق ہونے والے لاحق ہوتے ہیں۔ تجھی میں محققین کا تنزہ اور مقربین کا برتر ہونا ہے۔ پھر حق نے اس پر اسم قریب سے تجلی فرمائی۔ اور اس کی طرف اپنے اسم سریع مجیب سے دیکھا۔ اس تجلی نے اس کو اس بات تک پہنچا دیا۔ کہ وہ ہر اس شخص کو قریب کر دے جو دلوں سے بہت دور ہے۔ اور اس نظر نے سرعت کے ساتھ مطلب حاصل کر لینے کا اُسے فائدہ دیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہمت جب کسی شے کا قصد کرتی ہے۔ اور مضبوط طور پر اس پر ڈٹ جاتی ہے۔ تو حسب اپنے وفاق کے اس کو پالیتی ہے۔ اور اس کی استقامت کی دو علامتیں ہیں۔ (پہلی علامت) حالیہ ہے۔ اور وہ امر مطلوب کے حصول کا حسب تعیین قطعی یقین کرتا ہے۔ (دوسری علامت) فعلیہ ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ صاحب ہمت کی تمام حرکات و سکنات امر مقصود کے لائق اور موافق ہوں۔ اگر ایسا نہ کریگا۔ تو وہ صاحب ہمت نہیں ہوگا۔ بلکہ جھوٹی امیدوں اور بیکار آرزوؤں کا صاحب ہوگا۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہوگی۔ جو مملکت کے حصول کا قصد رکھتا ہے۔ اور پاخانہ کی جگہ سے اُٹھ نہیں سکتا۔ ایسا شخص کبھی اپنے مطلوب کو نہیں پائیگا۔ اور محبوب سے کامیاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ بغیر قلم اور بدوں سیاہی کے وہ کیسے لکھ سکتا ہے۔ اور جب تک کہ لکھنے کے طریق کو نہ پہچانے۔ کیونکر کتابت کر سکتا ہے۔ پس سیاہی بمنزلہ ایک چیز کی طرف ہمت کرنے کے ہے۔ اور قلم بمنزلہ اس کے حاصل ہونے کے یقین کے ہے۔ اور خط کے طریقہ کا پہچاننا بمنزلہ ان اعمال کے ہے جو امر مقصود کے حصول کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ پس جس شخص میں یہ وصف نہیں۔ وہ ہمت کو نہیں پہچانتا کیونکہ اس کے پاس اس کا کچھ اثر نہیں۔ پس اس کے پاس اس کی کوئی خبر نہیں ہوگی۔ بخلاف اس کے وہ شخص جس کے افعال امر مطلوب کے موافق و ملائم ہوں گے۔ خصوصاً جبکہ اُسے اس امر میں جد و جہد کی بھی ضرورت ہو۔ تو مقصد بہت جلدی اس کے پاس دوڑ کر آئیگا۔ ایک فقیر کی بابت بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک دن اُس نے اپنے مرشد سے سنا۔ کہ وہ فرما رہے تھے۔ کہ جس نے کسی شے کا قصد کیا اور کوشش کی۔ تو اس نے اس شے کو پالیا۔ یہ سنکر اس نے کہا۔ نہیں۔ خدا کی قسم میں بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کروں گا۔ اور اس مقصد کی [illegible] بذری جد و جہد سے کام لوں گا۔ پھر بادشاہ کے پاس گیا۔ اور اس سے اس کی درخواست کی۔ بادشاہ زیرک سمجھدار اور دانا تھا۔ اس بات کو کروہ جانا۔ کہ اس کی حقارت کرے۔ یا کہے۔ کہ تو اس کا کفو نہیں ہے۔ فقیر نے کہا۔ کہ میری لڑکی کا حق مہر ایک موتی ہے۔ جس کا نام جہان ہے۔ وہ کسری نوشیرواں کے خزانوں کے سوا کسی اور جگہ سے نہیں مل سکتا۔ فقیر نے کہا۔ حضور والا اس موتی کا معدن کہاں ہے۔ بادشاہ نے کہا اس کا معدن بحر سیاہان ہے۔ اگر تو اس حق مہر مطلوب کو لے آئیگا۔ تو ہم تجھے اس نکاح سے جس کی تو خواہش

Marfat.com

رکھتا ہے۔ ممتاز کرینگے۔ پھر وہ فقیر بحر سیلان کی طرف گیا۔ اپنے کاسہ سے پانی بھر کر نکالنا شروع کیا۔ اور خشکی پر اسے گراتا جاتا تھا۔ ایک مدت تک وہ اس کام پر لگا رہا۔ نہ کھاتا تھا۔ نہ پیتا تھا۔ شب و روز وہ اس مقصد پر اپنے آپ کو روکے ہوا تھا۔ اس کے صدق نے مچھلیوں کے دل میں اس بات کا اندیشہ ڈال دیا۔ کہ کہیں تمام دریا کو کھینچکر خشک نہ کر دے۔ اُن مچھلیوں نے خدا کے آگے اس امر کی شکایت کی۔ پھر خدا نے اس فرشتہ کو حکم دیا۔ جو اس دریا پر موکل تھا۔ کہ وہ خود اس آدمی کے پاس جاکر اس سے اس کی حاجت دریافت کرے۔ اور اس کی مطلب برآری کرے۔ جب فرشتہ نے اس کا مقصد دریافت کیا۔ اور اس آدمی نے اپنا مقصد اس کو بتایا۔ تو اس موکل فرشتہ نے دریا کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنی اس موج کو خشکی پر ڈالے۔ جس میں اس جنس کے موتی ہیں۔ پھر جب دریا نے اُس موج کو خشکی پر پھینکا۔ تو ساحل جواہرات اور موتیوں سے بھر گیا۔ پھر وہ ان کو لیکر بادشاہ کے پاس گیا۔ اور بادشاہ نے اپنی لڑکی کا اس سے نکاح کر دیا۔ اے برادر دیکھ۔ کہ ہمت نے کیا کر دکھایا۔ یہ گمان نہ کر۔ کہ فقیر کا یہ معاملہ ایک عجیب و غریب امر ہے۔ خدا کی قسم ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور اپنے نفسوں میں ان امور کو جاری پایا ہے۔ جو اس سے بڑھ کر تھے۔ اور جن کی کوئی حد اور گنتی نہیں۔ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں خدا ہی اس کا ضامن ہے۔ میں نے تیرے لئے قسم نہیں اٹھائی۔ مگر اس اندیشہ سے کہ کہیں تو انکار کی سرکشی سے اپنے قلب کو ہدایت کی سیڑھی اور اسرار کی منازل سے ہٹا نہ لے۔ کیونکہ دلوں کا یہ حال ہے۔ کہ جب خناس یعنی شیطان ان میں جولانی کرتا ہے۔ اور وسواس کا کپڑا انہیں پہنا دیتا ہے۔ تو قریب ہے۔ کہ وہ ناامیدی کے جنگلوں میں جا پڑیں۔ اور وسوسہ کی ظلمت میں نور یقین کو کھو بیٹھیں۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے۔ خدا تجھے توفیق بخشے۔ کہ شیشۂ ہمت کے پر ہونے سے پہلے ہر مخالف سنگریزہ اس کو توڑتا ہے۔ اور ہر منافی ہیئت جو چیز اس شیشہ کے اندر ہوتی ہے۔ اُسے گرا دیتی ہے لیکن جب پر ہو جاتا ہے۔ اور بلوغ کی حد کو پہنچ جاتا ہے۔ تو تند ہوائیں بھی اسے ہلا نہیں سکتیں۔ اور شدائد اور خطرے اس کو توڑ نہیں سکتے۔ پھر ہوشیار دانا اور صائب الرائے عارف جب اس کام کو شروع کرتا ہے۔ اور اس دریا میں گھس پڑتا ہے۔ تو راہ کی مشکلات کی طرف نہیں دیکھتا۔ اور اُن خطروں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا جو اس راہ میں اسے پیش آتے ہیں۔ جس چیز کو وہ دیکھتا ہے۔ بزرگ ہوتی ہے۔ بلکہ ہر وہ چیز جو اس کو ملتی ہے دشمن شیطانی کا وسوسہ ہوتا ہے۔ تاکہ اس سے وہ اس کو حضرت سلطان سے روک رکھے۔ پھر وہ اس کی طرف التفات نہ کرے۔ اور وہ اس چیز کی جو حاصل ہوتی ہے۔ یا فوت ہوتی ہے۔ کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ راستہ بہت آفتوں سے بھرا ہے۔ اور اس میں کئی رہزن اور روکنے والی چیزیں بھری ہوئی ہیں۔ اس کے نشان مٹے ہوئے ہیں۔ اور اس کے ٹیلے پر لنے ہیں۔ اور اس کی راتیں نہایت تاریک ہیں۔ اس کا طریق صراط مستقیم ہے۔ اور اس کا فریق وہ آدمی ہیں۔ جو دردناک عذاب میں لذت پاتے ہیں۔ اور اس خصلت کے قریب نہیں کئے جاتے۔ مگر وہ لوگ جو صابر اور بڑے خوش قسمت ہیں۔

Marfat.com

پھر جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ تجھے توفیق عطا کرے۔ کہ ہمت کو اپنے محتدِ اول و مشہد افضل میں بجز جناب الٰہی کسی کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کتاب مکنون کا نسخہ اور سرّ مامون و مخزون کی چابی ہے۔ اس کے سوا کسی شے کی طرف اس کی التفات نہیں۔ اور نہ اس کے بغیر کسی شے کا شوق رکھتی ہے۔ کہ شے رجوع نہیں کرتی۔ مگر اپنے اصل کی طرف۔ اور کھجور کی گٹھلی بونے سے کھجور کے درخت کے سوا اور کوئی چیز اُگ نہیں سکتی۔ اور ہر وہ شخص جو اکوان سے کسی قسم کا تعلق رکھتا ہے۔ تو اس کا یہ تعلق ہمت کے نام سے موسوم نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا نام ہمّ ہوتا ہے۔ اس کلام سے غرض یہ ہے۔ کہ ہمت بذات خود ایک عالی مقام شے ہے۔ وہ ادنےٰ چیزوں کے ساتھ چسپاں نہیں ہوتی۔ خدا ذوالجلال والاکرام کے سوا اس کا کسی چیز کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ بخلاف اس کے ہمّ یعنی فکر کہ وہ دلی توجہ کا نام ہے۔ جس جگہ کی طرف کہ ہو خواہ وہ جگہ دور ہو یا نزدیک۔

جب تو نے اس بات کو سمجھ لیا جس کی طرف عبارت اشارہ کرتی ہے۔ اور اس چیز کو معلوم کر لیا۔ جسے اشارہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو اب یہ بھی جان لے۔ کہ ہمت کا مکان اگرچہ بلند اور اس کی شان گو عظیم ہے۔ لیکن یہ اس شخص کے لئے حجاب ہے۔ جو اسی پر رہتا ہے۔ کیونکہ وہ ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اس کو نہ چھوڑے۔ اور سیّد وہ ہے۔ جو اس کے اسرار و عجائبات پر صبر کر بیٹھا۔ جو اس سے حاصل ہوئی۔ اور قاطع اس شخص کے لئے جو مقامِ ہمت پر پہنچنے سے پہلے ہمت کو ہار بیٹھا (مقام ہمت یہ ہے۔ کہ اعمال ہمت کی بجا آوری سے نفس میں ہمت کا ملکہ پیدا ہو جائے۔ اور جب یہ ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ تو عجائبات ہمت ظاہر ہوتے ہیں۔ جو انہی پر وقوف کرتا ہے۔ وہ اصل مقصود سے رہ جاتا ہے۔ مترجم) میری مراد یہ ہے۔ کہ کوئی راہ نہیں مگر اسی کی طرف اور کوئی طریق نہیں۔ مگر اسی پر۔ لیکن اسی پر ٹھہرے نہ رہے۔ بلکہ چاہئے۔ کہ اس سے آگے بڑھے۔ بعد اس کے کہ اس کے مجاز کو قطع کرے۔ کیونکہ حقیقت اس کے سوا ہے۔ اور طریقت اس کی فضا میں ہے۔ اس لئے کہ حصر اس کو لاحق ہے۔ حد کا اس میں وثوق ہے۔ اور اللہ تعالےٰ حد و حصر سے منزہ ہے ظاہر اور پوشیدہ ہونے سے مقدس ہے۔ اور چونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ام الکتاب ہیں۔ اور رونے سخن ان کے سوا دوسرے شخص کی طرف ہے۔ تو پھر اگر تو عقلمند ہے۔ تو سمجھ ؎

خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

اللہ تعالےٰ نے ان کے وجود سے تمام عالم کو پیدا کیا۔ آپ کا ہر پرزہ مثال حقائق کونیہ کی ہر حقیقت کے لئے اصل تھا۔ وہ اپنے جملہ وجود سے جملہ حقیقت رحمانیہ کے مظہر تھے۔ آپ کے نور ہمت سے خدا نے ایک روح پیدا کیا۔ جس کی وسعت آپ کی وسعت رحمت سے لگی ہوئی ہے۔ پھر وہ روح فرشتہ بن گئی۔ اور قابلیتوں کی مقداریں اس کا فلک بنا۔ پھر ہر مرزوق کو اس کا رزق پہنچانے اور ہر ذی حق کو اس کا حق عطا کرنے کا کام اس کو تفویض کیا گیا۔ اس لئے کہ وہ پرزہ محمدیہ ہے۔ جو حقیقت احدیت سے مخلوق ہے۔

Marfat.com

پھر جب وکیل موکل کا قائمقام بنا۔ اور ہر ذی حق کو اس کا حق عطا کرنے میں اس شخص کا انصاف جو وزن کرتا ہے یا ماپتا ہے۔ اس لئے سرکار عالیہ اور حضرت جلیل سے اس روح اور اس وکیل نے میکائیل کا خطاب پایا (لفظ میکائیل کیل سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ماپنے کے ہیں) وہ ازل سے ابد تک مقادیر کا حساب کرتا ہے۔ ان کے عدد کو پہچانتا ہے۔ اور ہر مستحق کو مدد پہنچاتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے فلک پنجم کے اوپر بزرگی کے منبر پر اس کو بٹھایا۔ اور عدل کا ترازو اور قیاسات کا قانون اس کو عطا کیا۔ منبر سے کنایہ اس فیضی ہے۔ جو قابلیتوں کے مقابل ہے۔ اور ترازو سے وہ چیز جس کی قابلیتیں مستحق ہیں۔ ان عبارات کی رموز میں تامل کر۔ اور اشارات کے اُن خزانوں کو نکال جو ان میں مدفون ہیں۔ اور حکمت اور وضوح سخن سے بہرہ یاب ہو۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔ مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ یہی ہمت ایک ایسی شے ہے۔ کہ جس کو اس کا ملکہ اور کمال حاصل ہوتا ہے۔ وہ جس چیز پر ہمت جمع کرتا ہے۔ بدون توسط اسباب وہ چیز موجود ہو جاتی ہے جسے صوفیہ کرام کُنْ فَیَکُوْنُ کے مقام سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ ایک قسم کے تکلف سے اس میں ہمت کو جمع کرنا پڑتا ہے۔ اور ہمت درمیان میں واسطہ ہوتی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی صفت کُنْ فَیَکُوْنُ یہ بات نہیں ہوتی۔ وہ بمجرد ارادہ کے کسی شے کو پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے ہم کہینگے کہ کُنْ فَیَکُوْنُ کی صفت صرف خدا تعالےٰ ہی کو ثابت ہے۔ اور یہی اعتقاد سنت سے ثابت ہوتا ہے مصنف انسان کامل رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جو عارف کے لئے کُنْ فَیَکُوْنُ کا مقام ثابت ہو گیا ہے۔ تو اپنے مقام کو تعبیر کرنے کے لئے یہ اصطلاح انہوں نے قرآن کریم سے لی ہے۔ جیسا کہ مصنف انسان کامل اور علامہ محی الدین ابن عربیؒ نے قطب ارشاد کے لئے نبوت ولائت ثابت کی ہے۔ اور نبوت کے دو حصے کئے ہیں۔ جن کا اقتباس مرزائیوں کے اہل ہوا فرقہ کا مایہ ناز ہے۔ جو نہ نبوت کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور نہ ان بزرگوں کے اقوال کی حقیقت کو۔ حالانکہ لمحاظ اپنے منبع و سرچشمہ کے نبوت ایک ہی شے ہے۔ اور صوفی اپنے مقامات کو تعبیر کرنے کے لئے شریعت سے ایک اصطلاح لے لیتے ہیں۔ جس سے اکثر لوگوں پر حقیقت مشتبہ ہو جاتی ہے۔ فلا مناقشۃ فی الاصطلاح۔ مترجم

باب پنجاہ و ششم

فکر کے بیان میں اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی ملائکہ کی اصل ہے

الفکر نور فی ظلام الانفس　　یھدی الصواب بہ فواد الکیس

Marfat.com

لکنما زلفاته تنمو علی — قطر السحاب و عد رمل السبیر
وله اصول ان یراعیها انقی — تحفظه عن فرع الخطا فی المقبس
تلک الاصول علی تنوع جنسها — قسمان یحفظهن من لم یخنس
عقل وقسم العقل مضطر ومکتسب — بحسن تجارب فی الانفس
والنقل قسم وهو ایمان الفتی — بمغیب نیرانه لم تقبس
هذان اصل الفکر من اهل النهی — من لم یقس بهما یقم فی الحندس
لکن ارباب العقول فاصلهم — نظر یصح بحکم عقل ارأس
لا یاخذون باصل ایمان ولا — هو عندهم بضیاء صبح مشمس
فلاجل ذا غلطوا وفات علیهم — عین الصواب وکل امر انفس

ترجمہ۔ فکر نفوس کی تاریکی میں ایک نور ہے۔ جس سے دانا اور زیرک آدمی کا دل راستی کی طرف ہدائت پاتا ہے لیکن اس کی لغزشیں بادل کے قطروں اور ریگِ بیابان کے ذرّات کے شمار سے بڑھی ہوئی ہیں۔ اور اس کے لئے اصول ہیں۔ جن کی رعایت جوان کو اس جگہ میں لغزش کرنے سے بچا لیتی ہے۔ جہاں سے فکر نور حاصل کرتی ہے یہ اصول باوجود اپنی جنس میں بہت قسموں پر ہونے کے اصل میں دو قسمیں رکھتے ہیں۔ جن کو وہ شخص محفوظ رکھتا ہے جو شیطنت میں نہیں پڑتا۔ ایک قسم عقل ہے۔ جو اضطرار و اضطراب میں رہتی ہے۔ اور اکتسابی تجارب ہیں۔ جنکی خوبی نفسوں میں آزمائی جا چکی ہے۔ اور نقل ایک قسم ہے۔ اور وہ جوان کا غیب پر ایمان ہے۔ جس کا نور دنیا کی کسی شے سے نہیں لیا گیا۔ یہ دو عقلمندوں کے فکر کی اصلیں ہیں۔ جو ان پر قیاس نہیں کرتا۔ وہ تاریکی میں قائم رہتا ہے۔ لیکن معقولیوں کی اصل وہ نظر ہے۔ جو رئیس ترین عقل کے حکم سے صحیح ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو معقول میں امام ہیں۔ معقولی لوگ ان کا اتباع کرتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان کی اصل کو نہیں لیتے۔ اور نہ ان کے پاس صبح کی وہ روشنی ہے۔ جس کو آفتاب عیاں کرتا ہے۔ اسی لئے وہ غلطی میں پڑتے ہیں۔ اور عین صواب اور ہر نفیس ترین امر ان سے فوت ہو جاتا ہے۔ جو ان کے لئے مضر پڑتا ہے۔

خدا تجھے صواب کی توفیق بخشے۔ اور تجھے حکمت اور وضوح سے کلام کرنا سکھلائے۔ یعنی تیرے لئے حکمت میں انشراح پیدا کرے۔ جان۔ کہ پرزۂ فکریہ غیب کی ایک کنجی ہے۔ جس کی سوائے اللہ کے کوئی حقیقت نہیں جانتا۔ اس لئے کہ غیب کی چابیاں دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم حقی ہے۔ دوسری خلقی۔ حقی نوع تو اسماء و صفات کی حقیقت ہے۔ اور خلقی نوع ذات کے جوہر فرد کی ترکیب کی معرفت ہے۔ [illegible] انسان ہے۔ جس کے تمام رخ رحمٰن کے رخوں کے مقابل ہیں۔ ان رخوں میں سے بلاشک فکر بھی ایک رخ ہے۔ کہ غیب کی چابیوں میں سے ایک چابی ہے۔ لیکن وہ نور ہے۔ اور یہ ایسا روشن نور کہاں سے ہے۔ جس سے اس کنجی کے کے لینے پر دلیل لی جائے۔ پس آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں فکر کر۔ نہ ان دونوں [illegible]

Marfat.com

ان سے اِن کے بنانے والے کا سراغ لگا) یہ اشارات ہیں۔ جن کے معنی لطیف ہیں۔ کہ اپنی پوشیدگیوں میں مخفی ہیں۔ جب فکر کی صورتوں میں انسان ترقی کرنے لگتا ہے۔ اور اس امر کے آسمان کی حد کو پہنچتا ہے۔ تو صور روحانیہ کو عالم محسوسات میں لے آتا ہے۔ اور بدوں قیاس کے پوشیدہ امور کو نکال لیتا ہے۔ آسمانوں پر چڑھتا ہے۔ اور ملائکہ سے باوجود ان کی بولیوں کے مختلف ہونے کے کلام کرتا ہے۔ اور یہ عروج دو قسموں پر ہے۔ ایک قسم رحمٰن کی راہ پر چل کر عروج حاصل کرنا ہے۔ جس نے اس صراط مستقیم پر عروج حاصل کیا۔ حتےٰ کہ فکر کے اس نقطہ پر پہنچا۔ جو اس کا ایک مرکز عظیم ہے۔ اور اس کے خط مستقیم کی سطح میں اس نے جولانی کی۔ اس نے اُس مامون و محفوظ تجلی کو پایا۔ جو دُرِّ مکنون فی کتاب مکنون کے لقب سے ملقب ہے۔ جس کو کوئی نہیں چھوتا۔ مگر وہی لوگ جو پاک و مطہر ہیں۔ یہ ایک نام ہے۔ جو مابین کاف اور نون کے ادغام کیا گیا ہے۔ اور مسمّٰی اس کا اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ہے۔ اور اس پرزہ کی معراج کا زینہ شریعت و حقیقت کا سر ہے۔

(دوسری نوع) وہ سحر احمر ہے۔ جو خیال و تصوّر میں ودیعت رکھا گیا ہے۔ اور حق میں باطل اور فریب کے حجابوں اور پردوں میں مستور ہے۔ وہ زیان کاری کی معراج ہے۔ اور شیطان کی راہ ہے۔ جو ضلالت و خذلان کے آخری مقام تک پہونچاتی ہے۔ مثل بیابان کے سراب کے ہے۔ جس کو پیاسا پانی گمان کرتا ہے۔ حتیٰ کہ جب اس کے قریب آتا ہے۔ تو اسے کوئی چیز نہیں پاتا۔ نور نار سے بدل جاتا ہے۔ اور قرار ہلاکت سے بدل جاتا ہے اگر خدا ایک مؤید لطیفہ پیدا کر کے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر وہاں سے اُسے نکال لیتا ہے۔ تو وہ دوسرے معراج کی طرف پہنچ جاتا ہے۔ وہاں اللہ کو اس کے پاس پاتا ہے۔ حق کے ٹکانے کو اس وقت معلوم کرتا ہے اور اس چیز کو شناخت کرتا ہے۔ جس سے سچائی کی جگہ طریقۂ باطل سے متمیز ہو جاتی ہے۔ جو اس راہ سے چلتا ہے۔ جو اس کے چلنے کی راہ ہے۔ اور امر الٰہی کو مضبوط کر لیتا ہے۔ خدا اس کے حساب کو پورا دیدیتا ہے۔ اور جس نے اس گھر میں فرو گذاشت کی۔ اور اس پر قرار و آرام کو چھوڑ دیا۔ اس کی آگ کو طبائع کے کپڑوں پر پھونکا۔ تو اس نے ان کو ہلاک کر دیا۔ پھر اس کا دھواں اس کی روح اعلےٰ کے دماغ تک چڑھا اور اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد وہ صواب کی طرف راہ نہیں پاتا۔ اور ام الکتاب کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ جمال کے وہ تمام معانی یا رنگا رنگ کمالات جن کو وہ حاصل کرتا ہے۔ اُسے گمراہی کی زیان کاری کی طرف لے جائینگے۔ اس کمال کے ذریعہ وہ ایسی صورت پر ظاہر ہوتا ہے۔ جو اس کے نزدیک محال ہوتی ہے اس کے لئے ممکن نہیں ہوگا۔ کہ کسی طور سے حق کی طرف رجوع کر سکے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝

میں بھی اس بحر ذخار میں ڈوبا تھا۔ قریب تھا۔ کہ اس کی موج اس کی نہایت گہری گہرائی میں مجھے ہلاک کر دے۔ پس اُس دن شہر زبیدہ ۷۷۹ھ میں ایک مجلس سماع میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور یہ سماع ہمارے بھائی شیخ عارف شہاب الدین احمد رواد کے گھر میں تھا۔ اور ہمارے شیخ دنیا کے استاد کامل محقق

Marfat.com

قاضی ابوالمعروف شرف الدین اسمٰعیل بن ابراہیم جبرتی بھی اس دن وہاں تشریف فرما تھے۔ میں نے بآواز
بلند پکارا۔ کہ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس علم سے جو ہلاک کرنے والا ہے۔ اے میرے سیّد
مجھ کو بچالو۔ پس شیخ نفس سماع میں میری ایسی حفاظت کرتے تھے۔ جیسے کوئی حقیقتِ امر پر اطلاع رکھتا
ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے مجھ کو اس کی برکت سے معراج قویم کی طرف کہ جو صراطِ مستقیم پر ہے۔ نقل کیا
جو وہ اس خدا کی راہ ہے۔ جس کے لئے آسمان اور زمین کی سب چیزیں ہیں۔ اور اسی کی طرف تمام امور رجوع
ہوتے ہیں۔ لیکن دونوں معراجوں کے درمیان میں ایک لطیفہ ہے۔ جو لطافت میں عظیم و شریف ہے۔ اگر ہم
اس کو بیان کرنے لگیں۔ یا اس شخص کا بیان شروع۔ جو اس لطیفہ کے نہ پہچاننے کی وجہ سے لوٹ آیا ہے۔ یا ہم
ان اولیاء کا حال بیان کریں۔ جو اس کے دریاؤں میں ہلاک ہو گئے۔ اور ان کے نور نے نار کا نقش اختیار
کیا ہے۔ تو بے شک ہم کو اس امر میں اس قدر بسط کی حاجت پڑے۔ کہ کتاب کا شمار بڑھ جائے۔ اور
بہت لمبی مدت اس میں صرف ہو۔ حالانکہ ہمارے قصد اختصار ہے۔ نہ تطویل و اکثار۔

اب ہم اسی کلام کی طرف جو فکر کے بیان میں کر رہے تھے۔ رجوع ہوتے ہیں۔

جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فکر محمدی کو اپنے اسم ھادی رشید کے نور سے پیدا کیا۔ اور اس
اپنے اسم مُبدء و مُعید سے تجلی فرمائی۔ پھر اس کی طرف اپنے اسم باعث شہید کی آنکھ سے دیکھا
جب فکر نے اِن اسماء حسنےٰ کے اسرار جمع کر لئے۔ اور اِن صفات علیا کے لباس میں عالم میں ظاہر ہوئی
اللہ تعالےٰ نے فکر محمدی سے تمام آسمانوں اور زمینوں کے فرشتوں کی روحیں پیدا کیں۔ اور ادنےٰ
علےٰ کی حفاظت کا کام ان کو سونپ دیا۔ پس تمام عالم جب تک ان فرشتوں کی نگرانی میں ہیں۔ محفوظ
رہینگے۔ جب اجل معلوم آپہونچیگی۔ اور قضاء حتمی کے وقت آجائیں گے۔ تو ان فرشتوں کی روحوں کو خدا
تعالےٰ قبض کر لیگا۔ اور ان کو اس قبض سے عالم غیب کی طرف نقل کریگا۔ پھر اس وقت امر بعض اس کا بعض
کے ساتھ مل جائیگا۔ اور آسمان جو کچھ ان میں ہے۔ زمین پر پھینک دیں گے۔ اور یہ امر آخرت کی طرف منتقل
ہو جائیگا۔ جیسا کہ ظاہری الفاظ کی بات معانی کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ ان اشارات کو سمجھ۔ اور
ان عبارات کے پیمانہ کو کھول۔ اسرار مخفیہ سے بہرہ یاب ہو۔ اور موہوم پردوں کو اٹھا دے۔ پھر جب
ان اسرار پر اطلاع پائے۔ اور ان انوار کی روشنی میں سیر کرے۔ تو عبادات کے پردہ میں ان [illegible]
کر۔ اور اشارات کی مہر سے ان کو محفوظ رکھ۔ ان کو فاش نہ کر۔ کیونکہ افشاء خیانت ہے۔ جو ایسا کریگا
ملزم امانت کے ثواب سے محروم رہیگا۔ اور مرتبہ عوام میں منتقل ہو جائیگا۔ بعد اس کے کہ وہ قریب تھا
ملائکہ کرام کے رتبہ کو پہنچے۔ یہ تاکید اس لئے کی گئی ہے۔ کہ ان اسرار کا فاش کرنا سوائے گمراہی کے سننے
والے کے لئے کچھ زیادہ نہیں کرتا۔ اور سوائے مقید کرنے اور علت میں ڈالنے کے مخاطب کو کچھ فائدہ نہیں
دیتا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

Marfat.com

مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ مصنف علیہ الرحمت کی جن عبارتوں سے یہ متبادر ہوتا ہے۔ کہ عقل اور فکر بھی مغیبات کا ادراک کرتی ہے۔ وہاں مراد عقل سے عقل کا باطن ہے۔ جس کا نام شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ نے ستر رکھا ہے۔ کہ جب عقل کو قیدِ ہیئت سے آزادی اور تجرد حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ مغیبات کے مشاہدہ میں مصروف ہوتی ہے۔ تو اس وقت وہ سرّ کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔

باب پنجاہ و ہفتم

خیال کے بیان میں اور وہ جمیع عوالم کا ہیولی ہے

انّ الخیال حیات روح العالم　　ھو اصل تیك واصله ابن الآدم

ترجمہ۔ خیال روح عالم کی حیات ہے۔ وہ ان کی اصل ہے۔ اور اس کی اصل ابن آدم ہے۔

لیس الوجود سوی خیال عند من　　یدری الخیال بقدرة المتعاظم

ترجمہ۔ جو شخص خیال کی حقیقت کو قدرت عظیمہ سے جانتا ہے۔ اس کے نزدیک وجود سوائے خیال کے کچھ نہیں

فالحس قبل بدوہ کمخیّل　　لك وھو ان یمضی کحلم النائم

ترجمہ۔ تیری قوت متخیلہ میں ظاہر ہونے سے پہلے امر محسوس کا وجود ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ اس طرح گذر جاتی ہے جیسے سونے والے کی خواب۔

فکذلك حال ظھورہ فی حسّنا　　باق علی اصل له بتلازم

ترجمہ۔ یہی حال محسوس کا اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ وہ ہماری حس میں ظاہر ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی اسی اصل پر باقی رہتی ہے۔ جو اس کو لازم ہے۔

لا تقترا بالحس فھو مخیل　　وکذلك المعنی وکل العالم

ترجمہ۔ حس پر مغرور نہ ہو۔ کہ وہ صرف خیال میں ثابت ہے۔ ایسا ہی معنی اور کل عالم کا حال ہے

وکذلك الملکوت والجبروت وال　　والاھوت والناسوت عند العالم

ترجمہ۔ ایسا ہی عارف کے نزدیک ملکوت۔ جبروت۔ لاہوت اور ناسوت کا حال ہے۔

لا تحقرن قدر الخیال فانّه　　عین الحقیقة للوجود الحاکم

ترجمہ۔ خیال کی تحقیر ہرگز نہ کر۔ اس لئے کہ وہ وجود حاکم کے لئے حقیقت کی آنکھ ہے۔

Marfat.com

لکنما اصل الخیال جمیعہ قسمان ھذا عند کشف الصارم

ترجمہ۔ لیکن کشف قطعی میں جمیع خیال کی اصل دو قسمیں ہیں۔

قسم تصور للبقاء و اٰخر متصور للھلاک لیس بدائم

ترجمہ۔ ایک قسم بقاء کے لئے متصور ہوتی ہے۔ دوسری ہلاکت کے لئے جسے بقا نہیں ہے۔

فافھم اشارتنا وفک رموزھا لکن علی اصل الکتاب القائم

ترجمہ۔ ہماری اشارتوں کو سمجھ۔ ان کی رموز کو حل کر۔ لیکن کتاب محکم کی اصل سے باہر نہ ہونا

وحذار من فھم یمیل عن الھدٰے عما اتاک بہ النبی الھاشمی

ترجمہ۔ اس فہم سے بچ۔ جو ہدایت سے کہ نبی ہاشمی تیرے پاس لائے ہیں۔ پھر جاتا ہے۔

ماذاک قصدی انما قصدی الذی جاء الرسول بہ بغیر تکاتم

ترجمہ۔ میرا مقصود وہ یعنی کجروی نہیں ہے۔ میرا مقصود وہی شے ہے۔ جسے رسول کریم لائے ہیں۔ بغیر اس کے کہ کسی چیز کو پوشیدہ رکھا جائے۔

لھذا بنیت رسالتی الاعلٰی انی اکون لدینہ کالخادم

ترجمہ۔ میں نے اپنی رسالت کی بنیاد اسی پر رکھی ہے۔ کہ میں ان کے دین کے لئے مثل خادم کے ہوں۔

فاذا بدا لک ما تعسر فھمہ او کنت تفھم منہ قول الغاشم

فاترکہ والجاء للہ وقم علٰی سنن اتاک بحدیث القاسم

صلی اللہ علیہ ما نار الیقین باسمہ فی لیل شک قاتم

ترجمہ۔ میں نے اپنی رسالت کی بنیاد اسی پر رکھی ہے۔ کہ میں ان کے دین کے لئے مثل خادم کے ہوں۔ پھر جب تجھ پر ایسی چیز ظاہر ہو۔ جس کا سمجھنا تجھے دشوار ہو۔ یا اس میں تجھے جور معلوم ہوتا ہے۔ تو تو اس کو چھوڑ دے۔ اور اللہ کے آگے التجا کر۔ اور ان پر قائم رہ۔ جو حدیث قاسم یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث سے ثابت ہیں۔ کہ ان کے نام کی برکت سے شک کی شب تاریک میں یقین روشن ہو جاتا ہے

جاننا چاہئے۔ خدا تجھے توفیق دے۔ کہ خیال وجود کی اصل ہے۔ اور وہ ذات ہے۔ جس میں معبود کا کامل طور پر ظہور ہے۔ کیا حق کے متعلق تو اپنے اعتقاد کو نہیں دیکھتا۔ کہ وہ انہی اسما، وصفات کے ساتھ جو حق کو ثابت ہیں۔ خیال کر۔ کہ اس اعتقاد کا محل کہاں سے ہے۔ جس میں تیرے لئے حق سبحانہ وتعالےٰ ظاہر ہوا ہے۔ بجز اس کے اور کوئی بات نہیں۔ کہ وہ خیال ہے۔ اسی لئے ہم نے کہا۔ کہ خیال وہ ذات ہے۔ جس میں حق سبحانہ وتعالےٰ کا کامل ظہور ہے۔ جب تو نے یہ معلوم کر لیا۔ تو تجھ پر ظاہر ہو گیا۔ کہ خیال جمیع عالم کی اصل ہے۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ جمیع عالم کی اصل ہے۔ اور اشیاء کا کامل ظہور نہیں ہوتا۔ مگر اپنے محل میں کہ وہ اصل ہے۔ اور وہ محل خیال ہے۔ ثابت ہوا۔ کہ خیال تمام عوالم کی اصل ہے۔ کہا تو نبی صلعم

Marfat.com

کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ اس محسوس کو انہوں نے کیسے خواب بنا دیا۔ اور خواب کو خیال۔ چنانچہ فرمایا ہے الناس نیام فاذا ماتوا انتبہوا۔ آدمی سوئے ہوئے ہیں۔ جب مریں گے۔ تو جاگیں گے۔ یعنی وہ حقائق ان پر ظاہر ہوں گے۔ جن پر کہ وہ دار دنیا میں تھے۔ پھر معلوم کریں گے۔ کہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ یہ پوری بیداری موت سے حاصل نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ سے غفلت اہل برزخ۔ اہل محشر۔ اہل نار۔ اہل جنت سب پر ہجوم کئے ہوئے ہے۔ حتیٰ کہ حق اس ٹیلہ میں ان پر تجلی کریگا۔ جس کی طرف اہل جنت نکلیں گے۔ پھر وہ اللہ تعالےٰ کو مشاہدہ کرینگے۔ اسی غفلت کا نام نیند ہے۔ پس تمام عالم کی اصل خیال ہے۔ اس لئے عالم میں جو شخص ہیں۔ خیال کے مقید ہیں۔ ہر امت خواہ وہ کوئی عالم میں ہو۔ خیال کی مقید ہے۔ مثلاً اہل دنیا اپنی معاش کے خیال میں مقید ہیں۔ یا اپنی معاد کے خیال میں۔ اور یہ دونوں امر حضور مع اللہ سے غفلت میں داخل ہیں۔ پس وہ سوئے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ کے ساتھ حاضر ہے۔ وہ بیدار ہے اور بقدر حضوری نیند سے بیداری ہوتی ہے۔ اہل برزخ بھی سوئے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی نیند بعض اہل دنیا سے کمتر ہے۔ پھر وہ اس چیز میں مشغول ہیں۔ جو عقائد و خیالات وغیرہ اور عذاب یا نعمتوں سے ان میں ہے۔ اور یہ نیند ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے غافل ہیں۔ ایسا ہی اہل قیامت کہ اگرچہ وہ اللہ تعالےٰ کے پاس حساب دے رہے ہیں۔ لیکن وہ محاسبہ میں مشغول ہیں۔ نہ کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اور یہ نیند ہے۔ اس لئے کہ حضور سے یہ غفلت ہے۔ لیکن ان لوگوں کی نیند اہل برزخ کی نسبت کم ہے ایسا ہی اہل جنت و نار کہ جنتی نعمتوں میں مشغول ہیں۔ اور دوزخی عذاب میں اور یہ اللہ سے غفلت ہے اور نیند ہے۔ بیداری نہیں ہے۔ لیکن اہل محشر کی نسبت انکی نیند کم ہے۔ ان کی نیند بمنزلہ اونگھ کے ہے۔ باوجود اس کے کہ ان مذکورہ عوالم کے لوگوں میں سے ہر ایک اگرچہ زیر غور و نظر ہیں من حیث الحق وہ حق کے ساتھ ہیں۔ اس لئے کہ وہ تمام وجود کے ساتھ ہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے ھو معکم اینما کنتم مگر تاہم وہ اس کے ساتھ نیند کے ساتھ ہیں۔ نہ کہ بیداری کے ساتھ۔ پس بیداری نہیں ہے۔ مگر فقط اہل اعراف کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو کثیب میں ہیں۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہیں۔ اور بقدر تجلی الٰہی ان کی بیداری ہوتی ہے۔ جس کو بحکم تقدیر دار دنیا میں اللہ سے وہ چیز حاصل ہوئی۔ جو اہل جنت کو کثیب میں حاصل ہوگی۔ اس پر روز محشر کو حق تعالےٰ تجلی کریگا۔ کہ وہ اس کو شناخت کر لیگا۔ اور وہ بیدار ہوگا۔ اسی لئے اس مقام والے لوگوں کے سردار نے خبر دی۔ کہ سب آدمی سوئے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ وہ سید خود بیدار تھا۔ اور پہچانتا تھا۔ جب تجھے یہ معلوم ہو گیا۔ ہر عالم کے لوگ زیر غفلت و نوم ہیں۔ تو ان تمام عوالم پر یہ حکم لگائے کہ وہ خیال ہے۔ اس لئے نیند عالم خیال ہے ؎

الا ان الوجود بلا محال ۔۔۔ خیال فی خیال فی خیال

Marfat.com

ترجمہ۔ آگاہ رہ۔ کہ وجود بلا محال کے خیال در خیال در خیال ہے۔ یعنی دنیا خیال ہے۔ برزخ کا برزخ روز محشر کا روز محشر اہل جنت و نار کا اور اہل جنت ارباب اعراف و کثیب کا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ واللہ اعلم بالصواب

ولا یقظان الا اھل حق مع الرحمن ھم فی کل حال

ترجمہ۔ اہل حق کے سوا کوئی بیدار نہیں ہے۔ وہ ہر حال میں رحمٰن کے ساتھ ہیں۔

وھم متفاوتون بلا خلاف فیقظتھم علی قدر الکمال

ترجمہ۔ اور ان کا حال متفاوت ہے۔ اس میں کوئی خلاف نہیں۔ ان کی بیداری بقدر کمال کے ہے۔

ھم الناس المشار الی علاھم لھم دون الوریٰ کل التعالی

ترجمہ۔ وہ لوگ ہیں۔ جن کے علو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ مخلوق کے سوا ان کو ہر قسم کا علو حاصل ہے۔

حظوا بالذات والاوصاف طراً تعاظم شانھم فی ذی الجلال

ترجمہ۔ ذات اور جمیع اوصاف سے وہ بہرہ یاب ہوئے۔ ذوالجلال میں ان کی شان بزرگ ہے۔

فطورا بالجلال علی التذاذ وطوراً بالتلذذ بالجمال

ترجمہ۔ ایک طور سے وہ جلال سے لذت اٹھاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے طور سے جمال سے متلذذ ہوتے ہیں۔

سرت لذات وصف اللہ فیھم لھم فی الذات لذات عوال

ترجمہ۔ اللہ کا وصف ذات کے ساتھ ان میں سرایت کریگا۔ ان کے لئے ذات میں عالی درجہ کی لذتیں ہیں۔

رمز کے موتی چیستان کے دریا میں

ایک مسافر نے جس کو لفظ روح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سفر کیا۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسے عالم میں پہنچا جس کو لفظ یُوح (آفتاب کا ایک نام ہے) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر جب وہ اس بلند مقام میں پہونچا۔ تو باب الحمی کو کھٹکھٹایا (حمی گرمائے آفتاب اور بالکسر بمعنی علف زار) اسے کہا گیا۔ کہ اے رات کو آنے والے عاشق تو کون ہے۔ کہا۔ میں عاشق بچھڑا ہوا ہوں۔ تمہارے شہروں سے نکالا گیا ہوں۔ اور تمہارے درمیان سے دور کیا گیا ہوں۔ پھر میں مچھلی کی قید اور عمق۔ طول اور عرض کی قید میں گرفتار کیا گیا۔ اور آگ۔ پانی۔ مٹی۔ ہوا کی جیل میں مجھے قید کر دیا گیا۔ اب میں قید کو توڑ کر آیا ہوں۔ اس جیل سے خلاصی چاہتا ہوں۔ میں نہیں رہا ہوں۔ (ہاں عقائد فاسدہ و اعمال کاسدہ۔ محبت دنیا وغیرہ کی قید میں ساتھ جاتی ہیں۔ مترجم) اے عرب کرام غارت متفرق و پریشان ہے۔ پھر سوا تمہارے مظلوم قیدی کے لئے کون ہے۔ کہا راوی نے پھر وہ ایک آدمی کے پاس آیا۔ جس پر بڑھاپا اتر چکا تھا۔ اور اس نے کہا۔ جان لے۔ کہ یہ عالم غیب ہے اس کے پالان کثیر العدد ہیں۔ اچھی مدد دینے والے ہیں۔ عدد میں قوی ہیں۔ لمبی مدت والے ہیں۔ ان کے پاس پہنچنے والے اور ان پر داخل ہونے والے کے لئے لازم ہے۔ کہ ان کے لباس فاخرہ کو پہنے۔ اور ان

Marfat.com

کی سی معطر خوشبو لگائے۔ میں نے کہا۔ کہ مجھے کہاں سے یہ کپڑے مل سکتے ہیں۔ اور یہ خوشبوئیں کہاں فروخت کی جاتی ہیں۔ اس نے کہا۔ کپڑے تو سمسمہ باقیہ کے بازار میں ملیں گے۔ اور خوشبوئیں خیال راویہ کی زمین میں اگر تو چاہتا ہے۔ تو اس عبارت کا عکس کرے۔ کپڑوں کو خیال کے کارخانہ سے لے۔ اور خوشبو کو سمسمہ کی زمین سے۔ اس لئے کہ وہ بلاشبہ دونوں اس عالم مسمی بعالم غیب میں بھائی ہیں۔ پھر پہلے تو میں کمال کی زمین اور جمال کے معدن کی طرف گیا۔ جس کا نام بعض وجوہ سے عالم خیال ہے۔ پھر وہاں میں نے ایک ایسے شخص کا قصد کیا۔ جو عظیم الشان۔ رفیع المکان۔ عزیز السلطان تھا۔ روح خیال کے نام سے موسوم تھا اور روح جنان سے بھی کنایہ کیا جاتا تھا۔ پھر جب میں نے اس کو سلام کیا۔ اور اس کے سامنے متمثل ہوا اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ دعا دی۔ کہ خدا تجھے ہنساتے۔ اور خوش رکھے۔ ثنا کی۔ اور میرے لئے جگہ کشادہ کر دی۔ پھر میں نے اُسے کہا۔ کہ اے میرے سردار۔ یہ کون سا عالم ہے۔ جسے سمسمہ کہا جاتا ہے۔ اور جو طینت آدم کا بقیہ ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ وہ ایک لطیفہ ہے۔ جو کبھی فنا نہیں ہوتا۔ اور وہ مظہر ہے جس پر راتوں اور دنوں کا گذر نہیں ہوتا۔ خدا نے اُسے اس طینت سے پیدا کیا ہے۔ اور آدم کی جملہ خمیر کردہ مٹی سے یہ دانہ گرایا ہے۔ اور تمام پر اس کو حاکم بنایا ہے۔ کیا اعلےٰ اور کیا ادنےٰ سب کے لئے ہے۔ کتاب میں ہم اس کی بابت ذکر کر چکے ہیں۔ اور یہ باب ہم نے اسی کی بابت کھولا ہے۔ محال اس میں جائز ہے۔ اس میں خیالی صورت حس میں مشاہدہ کی جاتی ہے۔ یعنی بمنزلہ محسوس کے دکھائی دیتی ہے۔ میں نے کہا۔ کہ کیا میں اس محل عجیب و عالم غریب کی طرف راہ پا سکتا ہوں۔ کیا۔ ہاں۔ جب تیرا وہم کامل اور پختہ ہو جائیگا۔ اور محال کے جائز رکھنے کا حوصلہ اور وسعت تم میں پیدا ہو جائے گی۔ اور خیالی معنوں کو حسی طور پر مشاہدہ کرنے پر تجھے قدرت حاصل ہو جائیگی۔ اور نکتہ کو تو معلوم کر لیگا۔ اور نقطہ کے راز کو تو پڑھ لیگا۔ اس وقت تیرے لئے ان معنوں کے کپڑے بنے جائینگے۔ جب تو ان کپڑوں کو پہن لیگا۔ تو سمسمہ کی طرف تیرے لئے دروازہ کھل جائیگا۔ میں نے کہا۔ اے میرے سردار۔ میں اس مشروط امر پر ہوں۔ یعنی مجھ میں یہ مذکورہ شرط پیدا ہو چکی ہے۔ اور میں نے عہد مربوط کی رسی کو مضبوط کر لیا ہوا ہے۔ اور میں کشف اور وجدان سے معلوم کر چکا ہوں۔ کہ ذوق و شہود میں عالم ارواح عالم حس کی نسبت بہت ظاہر اور بہت قوی ہے۔ پھر اس نے دبی زبان سے بات کرنے کے بعد اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ ناگاہ میں زمین سمسمہ میں چلا گیا ؎

ارض من المسك النقي ترابها ومن الجواهر ربعها وقبابها

اشجارها متكلمات نطق وكذالك ادورها نعم وعتابها

ترجمہ "وہ ایک زمین تھی۔ جس کی مٹی خالص کستوری سے تھی۔ اس کے گھر اور خیمے موتیوں کے تھے۔ اس کے درخت بزبان قال بول رہے تھے۔ یہی حال اس کے گھروں۔ نعمتوں اور ان کی دہلیزوں کا تھا"

في طعمها من كل شيء لذة! حقا ومن ماء الحيوة شرابها

Marfat.com

حاز الجمال فصار یشهد صورة فیها وکم اروی العطاش شرابها

ترجمہ:۔ "بتحقیق اس کے کھانے میں ہر شے کی لذت ہے۔ اور اس کے پینے کی چیز آب حیات سے ہے۔ اس نے جمال کو جمع کیا۔ پھر وہ اس حالت میں ہو گیا۔ کہ اس میں صورت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ اور اس کے شراب نے کتنے ہی پیاسوں کو سیراب کر دیا ہے۔"

ھی نسخة من جنة الماوی لمن یحظی بھا فی الارض طاب منا بھا

ترجمہ:۔ "وہ اس شخص کے لئے جنت ماوی کا ایک نسخہ ہے۔ جو زمین میں اس سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔ ذرا اسکی بنگہ تو پاکیزہ کرے۔"

ھی سر قدرة قادر برزت لمن یبدی لہ الامور ولم یفقہ حسابھا

لیست بسحر انما ھی سابقة بل فارة وھواؤھا وترابھا

ترجمہ:۔ "وہ قادر کی قدرت کا بھید ہے۔ جو اس شخص پر ظاہر ہوتا ہے۔ جو تمام امور دیکھتا ہے۔ اور ان کا حساب اس سے فوت نہیں ہوتا۔ وہ سحر نہیں ہے سوائے اس کے نہیں۔ کہ وہ اس کا پانی ہے۔ بنگہ اس کی آگ۔ اور اس کی ہوا۔ اور اس کی مٹی ہے۔"

ھی اصلھا والسحر فرع للقضاء ویجیب داعی الساحرین فخابھا

ترجمہ:۔ "وہ اس کی اصل ہے۔ اور سحر قضاء کی ایک فرع ہے۔ ساحروں کو دعوت دینے والا اس کو پاتا ہے۔ اور وہ اس کو نہیں پاتے۔"

یستخرج الرجل الشجاع مرادہ منھا فیزعم ناصبون لقاءھا

تبدو بقوتہ ھمة فعالة لم تکن بین الوری ان تدبھا

ترجمہ:۔ "بہادر آدمی اپنی مراد کو اس سے نکالتا ہے۔ پھر آنکھوں سے ان کو نقاب اٹھا دیتا ہے۔ اشال ممکن کہ جو خلق میں ہے۔ اپنی ہمت مؤثرہ کی قوت سے ظاہر کر دیتے ہیں۔"

والناس فیھا بین ناج فائز کملا تزکیة یحاذیھا وفاجر

ترجمہ:۔ "آدمی اس میں دو قسم کے ہیں۔ ایک نجات پانے والا مطلب کو پہنچنے والا۔ کہ اس نے اپنی پاکیزگی کی پھر اس کا نصاب پورا ہو جاتا ہے۔"

وھالک بباع السعادة باشتا جنبا فلا مھا رارتھا

ترجمہ:۔ "ہلاک ہونے والا ہے۔ کہ ٹوٹے پر سعادت کو شقاوت کے بدلے خرید لیتا ہے۔ پھر اس کو عجب ہوتا ہے اور اس کا عجب ہونا ہے۔"

ھی بنت آدم ھی

ترجمہ:۔

Marfat.com

يفنى الجميع وتلك باقية على لطف وبالمقدور طال ركابها

ترجمہ "سب فنا ہو جائینگے۔ اور وہ اپنی لطافت کی وجہ سے باقی رہیگی۔ اور اس کی رکاب قدرت دراز ہو جائیگی۔"

هي نخلة ظهر من الثمر الذي هو آدم مافي سواه جنابها

ترجمہ۔ وہ ایک درخت ہے۔ جو اس پھل سے ظاہر ہوا۔ جس کا نام آدم ہے۔ اسکے سوا اس کا کوئی آستانہ نہیں ہے۔"

فيجيبها الانسان يوما ان دعت واذا دعى الانسان جاء جوابها

ترجمہ۔ اگر کسی دن اس کو پکارا جاتا ہے۔ تو انسان اس کا جواب دیتا ہے۔ اور اگر انسان کو پکارا جاتا ہے۔ تو بجائے انسان کے جواب اس کی طرف سے آتا ہے۔

ليست خيالا ولا حسا ولا غير الما قد قلت هاك صوابها

ترجمہ۔ نہ وہ خیال ہے۔ نہ حس۔ نہ سوائے اس کے جو میں نے کہا۔ یہی اس کے متعلق صحیح و درست ہے۔"

مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ اس تمام بیان کا حاصل یہ ہے۔ کہ جنتِ آدم جو بقول مصنف علیہ الرحمۃ روئے زمین تھی۔ جسمہ اس کا بقیہ ہے۔ اور اس کا نام دوسرے لفظوں میں خیال ہے۔ یہ تمام عالم حس۔ برزخ۔ محشر۔ جنت و نار۔ سحر و کرامت وغیرہ اس کے ظہورات و طلسمات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ پھر جب میں ایسی عجیب زمین میں داخل ہوا۔ اور اس کی عجیب و غریب خوشبوئیں لگائیں۔ اور اس کے عجائب و غرائب تحفہ جات اور لطائف کو دیکھا۔ جن کا ذکر اس باب میں نہیں سما سکتا۔ اور نہ محسوس میں ان کو دیکھا جاتا ہے۔ اور نہ عالم خیال میں۔ تو میں نے عالم غیب کی طرف جو موجود ہے۔ چڑھنا چاہا۔ پھر میں اسی شیخ کے پاس آیا جو پہلے راہ بتانے والا تھا۔ پھر میں نے اس کو پایا۔ کہ مارے عبادت کے باریک ہو گیا تھا۔ حتے کہ وہ مثل خیال کے ہو گیا۔ کمزور ہو چکا تھا۔ حتے کہ میں نے اُسے خیال کیا۔ کہ وہ مفروضات محال میں سے ہے۔ لیکن وہ قوی القلب اور قوی الہمت تھا۔ رغیب۔ سطوت اور عزم میں نہایت شدید تھا۔ اور جلدی اٹھتا بیٹھتا تھا۔ گویا کہ وہ باکامل تھا۔ میں نے اُسے سلام دینے اور سلام کا جواب لینے کے بعد کہا۔ کہ میں رجال غیب پر داخل ہونا چاہتا ہوں۔ میں باشبہ ان کی شرطیں پوری کر کے آیا ہوں۔ اس نے کہا۔ کہ بس اب داخل ہونے کا وقت ہے۔ پھر زنجیر کھٹکھٹائی۔ اور دروازہ کھل گیا۔ اور بند ہو گیا۔ پھر میں ایک شہر میں داخل ہوا جس کی زمین نہایت عجیب تھی۔ بڑی لمبی چوڑی تھی۔ وہاں کے رہنے والے تمام عالم سے خدا کو زیادہ جاننے والے تھے وہاں کوئی غافل آدمی نہ تھا۔ اس کی زمین درمکہ یعنی سفید موتی کی طرح روشن تھی۔ اور اس آسمان مثل زبرجد کے سبز تھا۔ اس کے عرب عرب کرام تھے۔ سوائے خضر علیہ السلام کے اس میں کوئی فرشتہ نہ تھا۔ میں نے اپنے کجاوے اس کے پاس اتار دئے۔ اور اس کے آگے ہو کر خاک جھاڑی۔ پھر اسے سلام دیا۔ اس نے دوست محمد کی سی میری تعظیم کی۔ اور صاحب کی طرح مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ پھر میرے لئے جگہ کشادہ کر دی۔ اور کہا کہ جو بات ہے بیان کر۔ میں نے کہا۔ کہ اے میرے سردار میں تیرے اس امر کی بابت جو بلند ہے۔ اور تیری

Marfat.com

اس شان کی بابت جو یکتا ہے۔ تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ جس میں کلام میں اختلاط پیدا ہو گیا ہے۔ لوگ اس میں خبط میں پڑ گئے ہیں۔ اس کے جواب میں اس نے کہا۔ کہ میں حقیقت عالیہ ہوں۔ قریب ہونے والا شعبہ ہوں انسانِ وجود کا سرّ ہوں۔ باطن معبود کا عین ہوں۔ جمیع حقائق مجھ میں مندرج ہیں۔ وہ دریائے عمیق ہوں۔ جس سے تمام شعبے منشعب ہوئے۔ میں شیخ لاہوتی ہوں۔ عالم ناسوتی کا محافظ ہوں۔ ہر معنی میں متصور ہوں ہر آسودگی کی منزل میں ظاہر ہوتا ہوں۔ ہر صورت میں متخلق ہوں۔ ہر سورت میں آیت ظاہر کرتا ہوں۔ میرا امر سو وہ ایک عجیب طور کا باطن ہے۔ اور میرا حال سو وہ بھی ایک انوکھی شے ہے۔ میری رہنے کی جگہ کوہ قاف ہے۔ اور میرا محل اعراف ہے۔ میں ہی وہاں کھڑا ہوا تھا۔ جہاں دو دریا ملتے ہیں۔ نہر اَین میں بھی ڈوبنے والا میں ہی ہوں۔ چشمۂ عین سے میں ہی پینے والا ہوں۔ بحر لاہوت میں مچھلی کا رہنما ہوں۔ میں غذا کا سرّ ہوں۔ جو ان کا حامل ہوں۔ ظاہر کے موسٰے کا معلم ہوں۔ اول و آخر کا نقطہ ہوں۔ قطب۔ فرد۔ جامع میں ہی ہوں۔ چمکنے والا نور اور بدر ساطع ہوں۔ قول قاطع ہوں۔ مغزوں اور عقلوں کی حیرت ہوں۔ طالبوں کی مراد ہوں۔ میرے تک کوئی نہیں پہنچتا۔ اور مجھ پر کوئی داخل نہیں ہوتا۔ مگر ایک انسان کامل اور روح واصل اس کے سوا جو ہے۔ میری منزلت اس کے مقام سے بالاتر ہے۔ وہ میری خبر کو نہیں پہچانتا۔ اور میرے اثر کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ اس کا اعتقاد بعض بندوں کی صورتوں میں اُسے متصور ہوتا ہے۔ جسے وہ میرے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اور اس کے رخسارہ پر میرا نشان نقش کر دیتا ہے۔ پھر جاہل مغرور اس کی طرف دیکھتا ہے۔ اور گمان کرتا ہے۔ کہ یہی خضر ہے۔ حالانکہ میں کہاں اور وہ کہاں۔ بلکہ اس کا جام کہاں اور میرا خُم کہاں بار خدایا۔ مگر یہ کہ یہ کہدیا جائے۔ کہ وہ میرے دریا کا ایک نقطہ ہے۔ یا میرے دہر کی ایک گھڑی ہے۔ کیونکہ اس کی حقیقت میرے شعبوں کا ایک شعبہ ہے۔ اور اس کی راہ میرے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ اس اعتبار سے میں ہی وہ دھوکا دینے والا ستارہ ہوں۔ میں نے اُسے کہا۔ کہ تیرے واصل کی علامت کیا ہے اور جو تیرے پاس تیرے میدان میں اُترتا ہے۔ اس کی شناخت کیا ہے۔ کہا۔ اس کی علامت علم قدرت میں پوشیدہ ہے۔ اور اس کی معرفت علم التحقیق میں حقائق میں پیچیدہ ہے۔ پھر میں نے رجالِ غیب کی جنسوں کی بابت سوال کیا۔ اس کے جواب میں اس نے کہا۔ کہ بعض ان میں سے بنی آدم ہیں۔ اور بعض ان میں سے ارواح عالم ہیں۔ اور وہ چھ قسمیں ہیں۔ کہ اپنے مقام میں مختلف ہیں۔ (پہلی قسم) یہ اعلےٰ قسم ہے کاملوں کی جماعت ہے۔ یہ اُن ولیوں کے افراد ہیں۔ جو انبیاء کے پیچھے قدم بقدم چلتے ہیں۔ عالم اکوان سے اس غیب میں غائب ہو گئے ہیں۔ جس کا نام مستوی الرحمن ہے۔ پھر وہ نہ پہچانے جاتے ہیں۔ اور نہ وصف کئے جاتے ہیں۔ اور وہ آدمی ہیں۔ (دوسری قسم) وہ اہل معانی ہیں۔ اجسام کے برتنوں کی روحیں ہیں۔ دلی ان کی صورتوں میں متصور ہوتا ہے۔ اور لوگ ظاہر و باطن میں ان کی خیر و برکت سے کمال حاصل کرتے ہیں۔ وہ ارواح ہیں۔ گویا کہ وہ ابدان ہیں۔ کیونکہ ان میں ایسی قوت موجود ہے۔ کہ وہ عالم شہود سے سفر

Marfat.com

کر کے عالم تعینات میں متصور و متجسم ہو جاتے ہیں۔ پھر غیب وجود کی فضاء میں چلے جاتے ہیں۔ پس ان کا غیب عین شہادت ہے۔ اور ان کے انفاس عبادت ہیں۔ یہ لوگ زمین کے اوتاد ہیں۔ کہ سنت و فرض کے ساتھ اللہ کے لئے قائم ہیں (تیسری قسم) وہ فرشتے ہیں۔ جو دلوں میں الہام اور خطرے ڈالتے ہیں۔ اور دواعی پیدا کرتے ہیں۔ اولیاء کے پاس آتے ہیں۔ اصفیا سے کلام کرتے ہیں۔ جسمانی صورتوں میں عالم محسوس میں ظاہر نہیں ہوتے۔ اور عام لوگ ان کو نہیں پہچانتے (چوتھی قسم) وہ رجال ہیں۔ جو ہمیشہ اپنی جگہوں میں مناجات میں مصروف ہیں۔ اپنے عالم سے نکلتے ہیں۔ نہیں پائے جاتے مگر ان نشانوں میں اور ان علامتوں میں جو اُنکی غیر ہوتی ہیں۔ تمام آدمیوں کے لئے عالم محسوس میں متصور ہوتے ہیں۔ اور کبھی اہل صفا بھی اس لوا میں داخل ہوتے ہیں۔ پھر وہ ان کو غیبی باتوں کی خبر دیتے ہیں۔ اور پوشیدہ باتیں ان پر ظاہر کرتے ہیں (پانچویں قسم) وہ رجال ہیں۔ جو بیابانوں میں رہتے ہیں۔ وہ بھی عالم میں ایک مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور وہ بنی آدم کی جنسوں سے ہیں۔ آدمیوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور پھر غائب ہو جاتے ہیں۔ ان سے کلام کرتے ہیں۔ ان کا جواب دیتے ہیں۔ یہ اکثر پہاڑوں۔ بیابانوں۔ وادیوں اور نہروں کے کناروں پر رہتے ہیں۔ ہاں ان میں سے جو قادر ہے۔ وہ شہر میں عمدہ مکان اور اچھا مقام بنا لیتا ہے۔ لیکن شہر کی طرف اس کا کچھ شوق نہیں ہوتا۔ اور اس پر اس کا کچھ اعتماد نہیں ہوتا (چھٹی قسم) وہ مشابہ خواطر کے ہیں نہ وساوس کے وہ تفکر کے باپ اور تصور کی ماں سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے اقوال کی طرف کوئی نہیں دیکھتا۔ اور اُن جیسوں کا کوئی شوق نہیں رکھتا اور وہ خطاء و صواب کے درمیان ہیں۔ اور وہ اہل کشف و حجاب ہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل وعندہ ام الکتاب۔

اٹھاون باب

صورۃ محمدیہ کے بیان میں وہ نور ہے جس سے خدا نے جنت دوزخ کو پیدا کیا

انوار حسن بدت فی القلب لامعۃ ۔ مستترات وھی الشمس طالعۃ

ترجمہ۔ حسن کے نور ہیں کہ قلب میں چمکتے ہوئے ظاہر ہوئے۔ وہ پوشیدہ ہیں۔ حالانکہ وہ مثل آفتاب عالمتاب کے ہیں۔

للحق فیھا ظھور عند عارفہ ۔ فلیس تخفی التجلیات ساطعۃ

ترجمہ۔ اس کے عارف کے نزدیک حق سبحانہ کا اس میں ظہور ہے۔ اسلئے کہ چمکنے والی تجلیات پوشیدہ نہیں ہوتیں۔

Marfat.com

والقلب فیہ قویً تدعی مصورۃً لکنہا حوت الاسرار جامعۃ

ترجمہ۔ اور قلب میں ایسی قوتیں ہیں۔ جو مصورہ کو چاہتی ہیں۔ لیکن انہوں نے تمام اسرار کا احاطہ کر لیا ہوا ہے۔

اضحت الجنت خلد نسخۃ نفدت للقصر فی ساحۃ التخییل رافعۃ

ترجمہ۔ خلد کے باغوں کے لئے وہ ایک نسخہ ہو گیا۔ پھر خیال کے میدان میں ایک محل کو وہ بلند کرنے والا ہو گیا۔

تستخرج الثمر الحالی وحامضۃ من جنۃ ھی فوق الغصن یانعۃ

ترجمہ۔ کھٹے اور میٹھے پھل باغ سے نکلتے ہیں۔ جو شاخوں کے اوپر پکے ہوئے ہیں۔

لم یدر ما قد حوت من صنع صانعہا سوی حکیم اتتہ الخلق طائعۃ

ترجمہ۔ کوئی نہیں جانتا کہ اسکے بنانے والے کی صنعت سے کیا اسرار اس میں بھرے ہوئے ہیں۔ سوا اس حکیم کے جس کے پاس خلقت خوش ہو کر آتی ہے۔

مخلوقۃ وھی مرآۃ لخالقہا قریبۃ قد غدت فی الحکم شاسعۃ

ترجمہ۔ وہ پیدا کیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے خالق کا آئینہ ہے۔ قریب تھا۔ کہ حکم میں بعید ہو گیا ہے۔

حقیرۃ جل عند اللہ رفعتہا سر وقد اصبحت فی الناس ذائعۃ

ترجمہ۔ حقیر ہے۔ لیکن اللہ کے ہاں اس کا مرتبہ بلند ہے۔ سر ہے۔ کہ وہ آدمیوں میں پھیل گیا۔

لکنہا عجزہا من کونہا خلقت فی النفس میتۃ فی الاسر خاضعۃ

ترجمہ۔ لیکن اس کی عاجزی اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ مخلوق ہے۔ نفس میں مردہ ہے۔ قید میں ذلیل ہے۔

لا تکسب المرء الا فرحۃ ولہ فی ظاہر الصحو احزان متابعۃ

ترجمہ۔ مرد سوائے فرحت کے کچھ حاصل نہیں کرتا۔ حالانکہ ظاہر ہوشیاری میں اس کے لئے پے در پے غم ہیں۔

لا یفتر اکل ذی عقل بزینتہا ولا یولع فیہا منہ والعۃ

ترجمہ۔ کوئی عقلمند اس کی زینت سے فریب نہ کھائے۔ اور نہ اس کا کوئی حریص اس کی حرص کرے۔

لو انہا خلقت حیا لکنت تراہا وھی واصلۃ فی الناس قاطعۃ

ترجمہ۔ اگر وہ زندہ پیدا کیا جاتا۔ تو بے شک تو اس کو ایسی حالت میں دیکھتا۔ کہ وہ آدمیوں سے واصل بھی ہوتا۔ اور قاطع بھی۔

وذی الحدیث فقشر فوق نکتتنا فالق القشور فلیست منک نافعۃ

ترجمہ۔ اور یہ بات پوست ہے۔ جو ہمارے نکتہ کے اوپر ہے۔ پس تو چھلکوں کو پھینک دے۔ کہ وہ تجھ کو نفع دینے والے نہیں ہیں۔

واللب فی النفس مثل الدر فی صدف کالسحر منہ عیون السحر نابعۃ

ترجمہ۔ مغز درحقیقت سیپ میں موتی کی مانند ہے۔ مثل اس سحر کے ہے۔ جس سے سحر کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔

فانظر الی حکم قد جئن فی کلم فی زی مکتتم کالشمس لامعۃ

ترجمہ۔ پس تو اس حکم کی طرف دیکھ۔ جس کو ہم کلام میں لائے ہیں۔ کہ ایک لباس میں پوشیدہ ہو کر مثل آفتاب کے چمک رہا ہے۔

Marfat.com

جان لے۔ خدا تجھے اس کی معرفت کی توفیق دے۔ اور قربت والوں میں تجھے داخل کرے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے صورت محمدیہ کو اپنے اسم بدیع اور قادر کے نور سے پیدا کیا ہے۔ اور اس کی طرف اسم منان قاہر کی نظر سے دیکھا ہے۔ پھر اپنے اسم لطیف غافر سے تجلی کی۔ اس وقت اس تجلی کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ گویا کہ وہ دو حصے ہو گئے۔ جو نصف داہنی جانب کے مقابل تھا۔ اس سے خدا نے جنت پیدا کیا۔ اور اُسے منعمین کے دار سعادت بنایا۔ اور دوسرا نصف جو بائیں جانب تھا۔ اس سے دوزخ پیدا کیا۔ اور اس کو اہل ضلالت کے لئے دار الاشقیاء بنایا۔ جس حصّے سے جنت کو پیدا کیا گیا۔ اس کی طرف اسم منان سے نظر کی گئی تھی۔ لہٰذا اس ستر کی وجہ سے جو اسم لطیف کی تجلی میں ہے۔ اللہ کے ہاں ہر صاحبِ کرامت کا محل شریف اور عمدہ ہے اور وہ حصہ جس سے خدا نے دوزخ کو پیدا کیا۔ اس کی طرف اسم قاہر سے دیکھا گیا۔ اور وہ اس ستر کی وجہ سے کہ اسم غافر کی تجلی اس پر ہوئی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ان کا مآل آخر میں خیر کی طرف ہو گا۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے خبر دی ہے۔ کہ جبّار دوزخ میں اپنا قدم رکھیگا۔ اور کہیگا۔ کہ بس بس پھر اس میں تیرہ تیزک کا درخت اُگ پڑیگا۔ اور اس حدیث کا راز یہ ہے۔ کہ جس وقت اللہ تعالےٰ نے اہل دوزخ کے لئے خدا تعالےٰ نے عذاب پیدا کیا۔ اس عذاب کے تحمل کی قوت بھی ان میں پیدا کر دی۔ ورنہ وہ ہلاک ہو جاتے اور معدوم ہو جاتے۔ اور عذاب سے چھوٹ جاتے۔ خدا تعالےٰ کا قول اس امر کی تائید کرتا ہے۔ کہ کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ۔ پس پوستوں کے بدلنے سے ان میں از سرِ نو قوت پیدا ہو جائیگی۔ جو ان میں پہلے نہ تھی۔ پھر وہ اپنے دلوں میں کہینگے۔ کہ شاید وہ ہم کو اس سے ایسا ایسا عذاب کریگا۔ یہ سبب ان کے آگاہ ہونے کے اس بات پر کہ اس قوت میں اس نے تحمل عذاب کی قابلیت رکھی ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ ان میں اس عذاب کو پیدا کر دیگا۔ وہ اس میں اتر پڑینگے۔ اور اس سے عذاب دیئے جائینگے۔ ان کا کشف جو ان کے دلوں میں پڑا تھا۔ کہ خدا ہم کو ایسا ایسا عذاب دیگا۔ ان کے حق میں بمنزلہ عذاب کی بشارت کے ہو گا۔ جیسا کہ اہل جنت بھی نعمتوں کی بشارت دیئے جائینگے۔ قبل اس کے کہ وہ ان میں داخل ہوں۔

پھر جاننا چاہیئے۔ کہ اہل دوزخ سے جب عذاب زائل ہو جائیگا۔ اور اس کے سوا اور عذاب ان میں پیدا ہو گا۔ پہلی قوتیں ان سے زائل نہیں ہونگی۔ اس لئے کہ وہ منت و احسان کے ہاتھ نے ان کو بخشی ہوئی ہیں۔ اور حق تعالےٰ اپنی بخشائش کو واپس نہیں لیتا۔ اور عذاب قہر کے ہاتھ سے نازل ہوا ہے۔ اس لئے اس کی شان یہ ہے۔ کہ وہ بڑھتا چلا جائے۔ اور ایک کی بجائے دوسرا قائم ہو۔ پھر وہ لوگ ہمیشہ اس حالت میں رہینگے۔ کہ ہر عذاب کے واسطے ان کی قوت پر قوت زیادہ ہوتی رہیگی۔ یہاں تک کہ وہ اس حالت پر پہنچ جائینگے۔ کہ ان قوتوں کا اثر ان میں قوت الٰہیہ کو ظاہر کر دے۔ پھر جب قوت الٰہیہ ان میں ظاہر ہو گی تو ان کو اس بات کی طرف مجبور کریگی۔ کہ جبّار اپنا قدم دوزخ میں رکھے۔ اور صفات حق کا یہ خاصہ ہے۔ کہ

Marfat.com

جس میں وہ ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ بعد ان کے ظہور کے شقی نہیں رہتا۔

اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ جبّاران پر اسی قوت الٰہیہ کی حیثیت سے ظاہر ہوگا۔ جس کو ان پر ظاہر کیا ہے۔ بہ سبب اس مناسبت کے جو ہر چیز میں ہونا کا سبب ہے۔ پھر جو وہ جبر کا قدم آگ پر رکھیگا۔ تو وہ ذلیل ہو جائیگی۔ اور یہ سبب حق تعالےٰ کی قوت کے عاجز ہو کر گئی۔ اور اس وقت وہ اسے کہیگا۔ بس بس۔ اور یہ کلام قہر عزت کے نیچے ذلت کا حال ہے۔ جس کو لفظ قط قط سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر وہ زائل ہو جائیگی جان لے۔ کہ چونکہ آگ فی الوجود اصلی نہیں ہوگی۔ اس لئے آخر امر میں زائل ہو جائیگی۔ اس کا راز یہ ہے۔ کہ جس صفت سے وہ پیدا کی گئی ہے۔ وہ مسبوق ہے۔ یعنی صفت قہر کہ مسبوق بالرحمت ہے۔ اس سے پیدا کی گئی ہے۔ اور مسبوق سابق کی فرع ہے۔ اور یہ قول ہے اللہ تعالےٰ کا جو اس پر شاہد ہے۔ کہ سبقت رحمتی وغلبت غضبی۔ پس رحمت سابق اصل ہے۔ اور مسبوق اس کا فرع۔ کیا تو اس بات کی طرف خیال نہیں کرتا۔ کہ چونکہ رحمت اصل تھی۔ اس لئے اس نے حکم اول وجود سے آخر تک کھینچا۔ اور غضب چونکہ فرع تھا۔ اول وجود سے آخر تک نہ کھینچا۔ اس لئے کہ عدم سے مخلوق کو اس کا پیدا کرنا رحمت کے لئے تھا نہ کہ غضب کے لئے۔ کیونکہ عدم کی حالت میں ان سے کوئی گناہ وقوع میں نہیں آیا کہ وہ مستوجب غضب ہوں۔ خدا کے اس قول کی طرف دیکھ۔ کہ وہ فرماتا ہے ورحمتی وسعت کل شئی۔ اور یہ نہیں کہا۔ وسبق غضبی کل شئی۔ اس لئے کہ اس نے اشیاء کو رحمت کے لئے پیدا کیا۔ پس اس نے ان کو دے غضب کی طرح اول وجود تک نہیں کھینچا۔ اس کا بھید یہ ہے۔ کہ رحمت صفت ذاتی ہے۔ اور غضب صفت فعلی۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ بسم اللہ کا آغاز رحمٰن رحیم سے ہے۔ کہ شیطان سے۔ اور نہ غضب سے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ غضب ایک صفت ہے۔ جس کو عدل نے واجب کیا ہے۔ اور عدل اس لئے ہوا۔ تاکہ درمیان حکم کرنے کے لئے یعنی عدل دونوں کو یکساں نسبت سے رکھتا ہے۔ اور اس کی طرف سے نقص نہیں۔ اور اس کی بکارت ظاہر ہے۔ کیونکہ رحمت بھی مرحوم کا تقاضا کرتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مترجم) پس اسم رحمٰن اسم صفت ہے۔ اور اسم رحیم اسم ذات۔ کیا تو غفار کی طرف نہیں دیکھتا۔ جو اس لئے کہ اس نے کیا ہے۔ پہلا مظہر ہے۔ کہ اس میں کس طرح تین سے دو۔ یعنی غفر۔ غفار

یعنی قاہر۔ قہار اور قھور دار و نہیں رہا۔ اور سبب

پھر اس کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ آگ چونکہ جزئی مادہ چیز

وہ منتقل ظہوری۔ یعنی اپنی اصلی نسبت کو بدلتے ہوئے اس طرز پر تھا۔ اور جو

سے مدد کی لیتی۔ اور اس کی صفت کچھ

سے افعال کے ذریعہ کی بگڑ جانے

Marfat.com

ہے۔ اور جنت میں سب رنگوں سے اچھا رنگ سبز ہے۔ پس معاملہ منعکس ہوگیا۔ کہ جو جحیم تھا وہ نعیم بن گیا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں جب حق تعالےٰ نے آگ کو کہا۔ کہ کُوْنِیْ بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ تو وہ آگ ریاحین اور باغ ہوگئی۔ اور اس کا محل اب تک ویسے ہی باقی ہے۔ لیکن نارتیت چلی گئی۔ اگر تو چاہے تو کہدے۔ کہ آگ زائل نہیں ہوئی۔ لیکن عذاب کی تکلیف راحت کے ساتھ مبدل ہوگئی۔ ایسا ہی قیامت کے دن جحیم کا حال ہوگا۔ چاہے تو یہ کہدے۔ کہ قدم رکھنے کے بعد بالکل آگ زائل ہوجائیگی۔ اور چاہے تو کہدے۔ کہ وہ اپنے حال پر باقی ہے۔ لیکن تکلیف راحت سے بدل جائیگی۔ یہ دونوں احتمال صحیح ہیں۔ دنیا میں طبیعت نفسانیہ دوزخ کی آگ سے مناسبت رکھتی ہے۔ کہ جس نے مجاہدات اور ریاضات سے حق کی طرف کھینچا اور اسے پاک کرلیا۔ تو اس کے نفس کے متعلق اگر تو یہ کہدے۔ کہ طبیعت نفسانیہ جاتی رہی ہے۔ تو یہ بھی سچ ہے۔ اور اگر تو یہ کہدے۔ کہ وہ انوار تزکیہ الٰہیہ کے نیچے چھپ گئی ہے۔ تو اس قول میں بھی صادق ہوگا۔ پھر معلوم کرنا چاہیے۔ کہ جن ذات ریاضات اور اُن تکلیفوں کی نسبت جو نفس میں اہل اللہ اس دنیا میں اٹھاتے ہیں بمنزلہ عذاب دوزخ کے ہے۔ اور اُن دہشتوں کے ہے۔ قیامت کے دن ہونگی۔ اور اقسام عذاب اور ان کی زیادتی اور کمی کی نسبت۔ مجاہدات۔ ریاضات۔ مخالفات نفس کی قوت کی نسبت ہے۔ اس شخص میں جس میں کہ طبیعت نفسانیہ متمکن ہوگئی ہے۔ کہ وہ زائل نہیں ہوتی۔ لیکن بڑی مشقت کے بعد بہ خلاف اس کے جس شخص میں طبیعت نفسانیہ نے پورا تمکن حاصل نہیں کیا۔ اس کا حال دوزخیوں کے اس شخص کی مانند ہوگا۔ جس کو تھوڑا سا عذاب دیا جائیگا۔ اور دوزخ سے باہر نکالا جائیگا۔ مجھے اس روح نے خبر دی ہے۔ جس نے یہ امور مجھے سکھلائے۔ کہ یہ امور جو کہ مجاہدات۔ ریاضات۔ مخالفات سے زائل ہوجائینگے۔ یہ موجب خدا تعالےٰ کے اس قول کے کہ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا اہل اللہ کا دعویٰ ہے۔ (معنی اس آیت کے یہ ہیں۔ کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں (جو کہ دوزخ پر نہ ہو) پس وہ اس کے بعد دوزخ کی آگ پر نہیں گذریں گے۔ یہ خدا تعالےٰ کی ان پر مہربانی ہے۔ کہ وہ اپنے بندہ کو دو دفعہ عذاب نہ دے۔ اور دو حضروں میں اس کو نہ لائے۔ یہ مشقتیں جو ہمیں ان کو اٹھانی پڑتی ہیں۔ اس عذاب کا عوض ہونگی۔ جو دوسروں کو آخرت میں ہوگا۔ اس کی تائید یہ حدیث بھی کرتی ہے۔ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بخار ہر مومن کا آگ سے حصہ ہے۔ جب بخار کی آگ کا قائمقام ہوسکتا ہے۔ تو کیا مجاہدات۔ ریاضات۔ مخالفات جن سے تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے۔ وہ جن میں ہر تکلیف سے بڑھ کر تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ دوزخ کی آگ کا قائمقام نہیں ہوسکتے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجاہدات کا نام جہاد اکبر رکھا ہے۔ اور تلوار کے جہاد کا نام جہاد اصغر۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ بخار بمقابلہ دشمن سے لڑنے مارنے اور نیزہ لگانے وغیرہ سے زیادہ آسان ہے۔ اور یہ تمام جہاد اصغر ہے۔ ان مجاہدات و مخالفات کی سختیوں کے مقابلہ میں جن کو اہل اللہ اٹھاتے ہیں۔

Marfat.com

اور جاننا چاہیئے۔ کہ جب خدا تعالےٰ نے آگ کو اپنے اسم قہار سے پیدا کیا ہے۔ تو اس کو جلال کا مظہر بنایا ہے۔ پس اس پر سات تجلیات کے ساتھ تجلی فرمائی۔ یہ تجلیات دوزخ کے دروازے ہیں۔ اور ان کے معنی ہیں۔

پہلی تجلی۔ اسم منتقم سے اس پر تجلی کی۔ جس سے ایک وادی پیدا ہوئی۔ جس کے تین لاکھ [illegible] ہزار درکات تھے۔ کہ بعض ان کے بعض کے نیچے تھے۔ اس کا نام لظیٰ رکھا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے اس وادی کا دروازہ معصیت اور گناہ کی ظلمت سے کہ وہ مجرم ہے۔ بنایا۔ اور وہ اُن گنہگاروں کا مقام ہے جن کے [illegible] حقوقِ خلق کے متعلق نہیں ہیں۔ اور وہ ایک امر ہے۔ جو اللہ اور بندہ کے درمیان ہے۔ مثلاً کذب۔ ریا۔ لوا[illegible] شراب نوشی۔ فرائض کا چھوڑنا اور اللہ کے محرمات کو سہل سمجھنا۔ یہ وہی مجرم ہیں۔ جن کی نسبت خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ كَلَّا إِنَّهَا لَظَىٰ نَزَّاعَةً لِلَّذِي تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ۔ یعنی اللہ کی اطاعت سے جس نے پشت دی اور اس کے ذکر سے منہ پھیرا وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ یعنی گناہ و معصیت کو جمع کیا۔ اس طبقہ کا عذاب دردناک ہے۔ اور باوجود شدت کے دوسرے طبقوں کے عذاب سے خفیف ہے۔

دوسری تجلی۔ اسم عادل سے تجلی فرمائی۔ جس سے ایک وادی کھل گئی جس کا نام جحیم ہے جس کے سات لاکھ بیس ہزار درکات ہیں۔ کہ بعض ان کے بعض کے نیچے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے [illegible] کا دروازہ فجور سے پیدا کیا ہے۔ اور وہ ظلم۔ تعصب۔ طلب باطل اور طغیانی و سرکشی ہے۔ یہ ان لوگوں کا مسکن ہے۔ جو ناحق بندگانِ خدا پر ظلم کرنے میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے مالوں کو چھینا اور ان کے [illegible] گالی گلوچ اور غیبت وغیرہ سے ان کی آبروریزی کی۔ اور یہ وادی پہلی وادی کے مرتبہ کے نیچے ہے [illegible] کے طبقات پہلے طبقوں سے عذاب میں بڑھ کر ہیں۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ [illegible] مراد وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے ایمان میں جھوٹے ظالم۔ سرکش۔ لوگوں پر زیادتی کرنے والے ہیں۔ [illegible] کا مسکن ہے۔ جو ناحق لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ یہ اہل حقوق کا محل ہے۔ اور اس طبقہ کا عذاب [illegible] زیادہ سخت ہے۔

تیسری تجلی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس پر اپنے اسم شدید سے تجلی [illegible] پیدا ہوئی۔ جس کا نام عسری ہے۔ اس کے چودہ لاکھ چالیس ہزار درکات ہیں۔ [illegible] ہیں۔ اس وادی کا دروازہ خدا نے بخل اور بہت سے مال کی خواہش اور کینہ۔ حسد۔ شہوت۔ [illegible] سے پیدا کیا ہے۔ اور یہ اس شخص کا مسکن ہے۔ جس میں ان مذکورہ خصلتوں میں سے کوئی خصلت ہو۔ اور یہ وادی پہلی وادی کی تحت میں ہے۔ اور اس کا عذاب اس سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔

Marfat.com

چوتھی تجلی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اسم غضب سے تجلی کی۔ جس سے ایک وادی جس کا نام ہاویہ ہے۔ اور دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہے۔ اس کے اٹھارہ لاکھ اسی ہزار درجے ہیں۔ کہ بعض ان کے بعض کے نیچے ہیں۔ ان میں آدمی ہر دو درجوں کے درمیان دنیا کی ساعتوں کے شمار کے موافق کئی حقبوں تک کہ ہر حقبہ اسی ہزار برس کا ہوتا ہے۔ پڑا رہیگا۔ اور اپنی مدت پوری کریگا۔ اور دوسرے درجہ تک نہیں پہنچیگا۔ خدا تعالیٰ نے اس وادی کا دروازہ نفاق۔ ریا۔ دغا وغیرہ سے پیدا کیا ہے۔ ان خصائل میں سے جس شخص میں کوئی خصلت ہوگی۔ وہ ان میں ٹھہریگا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ اس لئے اس کا نام ہاویہ رکھا گیا ہے۔ یہ طبقہ پہلے طبقوں کی نسبت عذاب میں کئی گنا بڑھ کر ہے

پانچویں تجلی یہ ہے۔ کہ اس پر اپنے اسم مذل سے تجلی کی۔ جس سے سقر نام ایک وادی کھل گئی جس کے ستاون لاکھ ساٹھ ہزار درکات ہیں۔ کہ بعض بعض کے نیچے ہیں۔ اس وادی کا دروازہ خدا نے تکبر سے پیدا کیا ہے۔ اس میں وہ فرعون اور جابر لوگ ہوں گے۔ جو ناحق کے علو اور فوق کے خواستگار ہوتے ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ غیور ہے۔ جو اس کی صفت یا کسی اسم کا بغیر حق کے دعوے کرتا ہے۔ تو وہ اس دعوے کو اس پر اثنا کر قیامت کے روز اس کی نسبت اس پر عذاب کریگا۔ ان لوگوں نے چونکہ زمین میں تکبر کیا۔ اور ناحق خدا کے وصف کا لباس پہنا۔ لہذا ان کو اپنے اسم مذل سے عذاب دیگا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ثُمَّ اَدْبَرَ۔ یعنے عبادت الٰہی سے پشت دی۔ اور تجبر و نیاز مندی سے منہ پھیرا۔ وَاسْتَکْبَرَ اور تکبر کیا اور چاہا کہ وہ عبادت نہ کرے۔ پھر یہ کہا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ۔ کہ یہ قرآن صرف ایک بشری کلام ہے۔ جس پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ۔ سقر یہاں سے اس کے دوزخ سقر میں داخل کرونگا۔

چھٹی تجلی یہ ہے۔ کہ اس پر اسم ذی البطش سے تجلی فرمائی۔ جس سے ایک وادی سعیر نام کھل گئی۔ اس کے ایک کروڑ چھ لاکھ اور بیس ہزار درکات ہیں۔ ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان کئی حقبوں کا فاصلہ ہے۔ جو اہل دنیا کے سالنوں کے شمار کے موافق ہیں۔ اسی طبقہ کا دروازہ خدا نے شیطنت سے پیدا کیا ہے۔ یہ ایک آگ ہے۔ جو نفس کے دھوئیں سے طبیعت کے شعلوں سے بھڑکتی ہے۔ جس سے فتنے غضب۔ شہوت۔ بغی۔ الحاد وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس میں وہ شخص رہیگا۔ جس میں ان خصلتوں میں سے کوئی خصلت پائی جاتی ہے۔ اور اس میں اس کے ساتھ شیاطین بھی ہونگے۔ قال اللہ تعالیٰ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ یعنے ہم نے ستاروں کو شیطانوں کے رجم کرنے کے لئے بنایا ہے وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ اور ان کے لئے سعیر کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ساتویں تجلی یہ ہے۔ کہ اس پر اپنے اسم ذو عقاب الیم سے تجلی فرمائی۔ جس سے جہنم کی وادی کھل گئی۔ جس کے دو کروڑ تینتالیس لاکھ درکات ہیں۔ اور ہر دو درجوں کے مابین اس قدر حقبوں

Marfat.com

کا فاصلہ ہے۔ جو قدرتِ الٰہی کے سوا کسی کے احاطۂ شعار میں نہیں آ سکتے۔ ترتیب حکمت پر یہ شمار ممکن نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ قدرت کبھی غیر متناہی کو متناہی کے رنگ میں اور تھوڑی سی محدود متناہی چیز کو غیر متناہی کے رنگ میں دکھا دیتی ہے۔ اور ترتیب حکمت میں یہ بات نہیں ہے قیامت کے تمام احوال یا ان میں سے اکثر بطریق قدرت ہوں گے۔ اس لئے کہ دنیا دار الحکمت ہے اور آخرت، دار القدرۃ حتیٰ کہ اہل دوزخ و اہل جنت کے حالات میں سے ایک حال کو اس حال والا ایسا معلوم کریگا۔ کہ وہ ازل سے ابد تک چلا جا رہا ہے۔ اور اس کا اول و آخر اس کو معلوم نہیں ہوگا۔ پس اس میں مثلاً ایک حال اس قدر رہوتا ہے۔ جو ازل سے ابد تک ہے۔ اور وہ ایک آن ہے۔ ایک وقت ہے۔ متمدد بھی نہیں۔ پھر اس سے منتقل ہو کر موافق اللہ تعالےٰ کی مرضی کے غیر کی طرف جاتا ہے۔ اور یہ ایک عجیب راز ہے۔ جس کو عقل قبول نہیں کرتی۔ بلکہ اس کی تاب نہیں لا سکتی۔ اس لئے کہ عقل کا مدار حکمت پر ہے اور کشف کا قدرت پر۔ پس سوائے اہل کشف کے اسے کوئی نہیں جان سکتا۔

جاننا چاہیئے۔ کہ حق تعالےٰ نے اس طبقہ کا دروازہ کفر اور شرک سے پیدا کیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ۔ پس ان کا عذاب بہت برا عذاب ہوگا۔ اس لئے کہ جہنم کے عذاب کا امر نہایت نہیں رکھتا۔ خدا تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں۔ یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَھَنَّمَ ھَلِ امْتَلَاْتِ جس دن کہ ہم دوزخ کو کہیں گے۔ کہ کیا تو پر ہو گئی ہے۔ تو وہ اس کے جواب میں کہیگی۔ کہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ اس کی یہ زیادتی کی طلب عدم تناہی کی دلیل ہے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ ہر طبقہ کے لوگ اس طبقہ سے نہیں نکلیں گے جب تک کہ وہ اس طبقہ کے تمام درکات سے ہو نہ آئیں گے۔ پھر بعض پر خدا تعالےٰ ان کلستے کرنا ان کر دیگا۔ اور بعض پر ان کا طے کرنا شکل ہو جائیگا۔ جب ایک آدمی تمام درکات کو طے کر چکیگا اس وقت جبار دوزخ میں اپنا قدم رکھیگا۔ اور ہو گی وہ بات جس کا پہلے بیان ہو چکا۔ اور یہاں ایک لطیفہ راز ہے۔ جو ہر مرتبہ پھر ہر طبقہ کے حق میں جبار کے قدم رکھنے کا تقاضا کرتی ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ تمام تقدیرات ایک ہی لمحہ اور ایک ہی یوم میں ہوئے ہیں قدرت اس تعدد کو ظاہر کریگی۔ اور ایک واحد زمانہ میں یہ حرف دو نہیں بن سکتا۔ جو بات کہ یہ [illegible] جس میں عقلیں حیران رہ جاتی ہیں کشف الٰہی کے سوا اس کا ادراک ممکن نہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے [illegible] جواب جہنم کا خازن ہے شدت کا مظہر بنایا ہے۔ اس لئے کہ اس کا نام یعنی اس کی اصل اسم شدید قوی ہے ان تمام کی طرف جن سے خدا تعالےٰ جہنم پر تجلی کریگا۔ دیکھو کہ سب میں شدت کے معنی پائے جاتے ہیں جمیع طبقات جہنم میں مالک کی سلطنت ہوگی۔ اور وہ ان سب طبقوں کا خازن ہوگا۔ پھر عذاب کے تمام وقت حقیقت اثنات کے دقائق یعنی پرزے و شعبے ہیں۔ قال اللہ تعالےٰ عَلَیْھَا [illegible] فَلَا تَاْخُذُنَا [illegible]

Marfat.com

اور اسم صاحب ملک سے مشتق ہے۔ جس کے معنی شدت کے ہیں۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ دوزخی کبھی ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں جائینگے۔ پھر اعلےٰ طبقہ کے ادنےٰ طبقہ کی طرف جائینگے۔ اور یہ ان کے حق میں تخفیف ہوگی۔ اور کبھی ادنےٰ اعلےٰ کی طرف جائینگے۔ اور یہ ان کے عذاب میں زیادتی ہوگی۔ یہ کل امور اللہ تعالےٰ کے ارادہ کے موافق ہونگے۔ جس قدر کہ وہ عذاب میں زیادتی اور کمی چاہیگا۔ اسی کے موافق ہوگا۔

دوزخ میں بے شمار عجائبات ہیں۔ اگر ہم سب طبقہ والوں اور ان کے اقسام عذاب کا جو ہر درجہ میں ہوگا۔ ذکر کرنے لگیں۔ اور ملائکہ جو دوزخ پر متوکل ہیں۔ ان کی قسموں کو بیان کرنے لگیں۔ اور اس مومن کا جو بغیر کسی ظاہری قصور کے دوزخیوں میں ڈال دیا جائیگا۔ ذکر کریں۔ جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً ط یا ہم اس قوم کا ذکر کریں۔ جو ان طبقات والوں کے بعد ہیں۔ کہ قدرت نے ان کو اس چیز کی طرف کیونکر نقل کیا۔ جو موحدین کو اپنی زندگی میں نصیب نہیں ہے۔ وہ یہ چیز ہے۔ مثلاً حقائق الٰہیہ کی تحقیق۔ اور میں ایک مرتبہ اقلاطون سے ملا۔ جس کو اہل ظاہر کافر کہتے ہیں۔ میں نے ایسی حالت میں اس کو پایا۔ کہ عالم غیبی نور اور ہیبت سے بھر گیا تھا۔ اور اس کا ایسا مرتبہ میں نے دیکھا۔ کہ بعض کے سوا کسی ولی کو بھی یہ رتبہ نصیب نہیں ہوا۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں قطب زمان اور اپنے وقت کا یگانہ ہوں۔ ہم نے اس قسم کے تمہارے لئے بہت سے عجائب و غرائب دیکھے ہیں۔ جن کا ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس باعث میں ہم نے تیرے لئے طرز کے طور پر بہت سے اسرار رکھے ہیں۔ جن میں لسان رمز کے سوا کلام کرنے کی ہم کو گنجائش نہیں ہے۔ پس میرے کلام کے پوست کو پھینک دے۔ اور اگر تو عقلمند ہے تو مغز کو لے۔ ان اوراق میں میں نے وہ علوم جمع کئے ہیں۔ کہ دوزخیوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے کسی دوسری شے کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔ جبکہ پورے طور پر ان کو سمجھ لیا جائے۔ مختلف اقسام عذاب اور ملائکہ کی مدتوں کا ذکر کرنے کی ہم کو حاجت نہیں۔ اس لئے کہ کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں۔ پس زیادہ بسط و تفصیل سے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ دوزخیوں کو دوزخ میں لذت ہوگی۔ جیسے کہ اس شخص کو لڑائی بھڑائی میں لذت آتی ہے۔ جو اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ ہم نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ لڑائی بھڑائی میں لذت پاتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہوتے ہیں۔ کہ وہ اس میں تکلیف پا رہے ہیں۔ لیکن وہ ربوبیت جوان کے نفس میں پوشیدہ ہے۔ ان امور میں خوض کرنے پر ان کو آمادہ کرتی ہے۔ پھر ان کے لئے ایک اور بھی لذت ہے جو خارش والوں کی لذت کے مشابہ ہے۔ کہ اگرچہ کھجا کھجا کر اس کا بدن کٹ جاتا ہے۔ اور چھل جاتا ہے۔ مگر وہ اس کھجلانے میں لذت پاتا ہے۔ اور وہ عذاب و لذت کے مابین ہوتا ہے۔ اور ان کے لئے ایک اور بھی لذت ہے۔ جو اس جاہل کی لذت کے مشابہ ہے۔ جو اپنی رائے پر اگرچہ وہ خطا پر ہو نازاں ہوتا ہے۔ اس کی مثال

Marfat.com

یہ ہے۔ کہ ہمنے ہند کے ایک شہر میں جس کا نام کوشی ہے۔ دیکھا۔ اور یہ واقعہ ۷۹۰ھ ہجری کا ہے۔ کہ اس کے تین بڑے آدمیوں کے مارنے کا قصد کیا۔ پھر متفرق طور پر ان کو قتل کر ڈالا۔ جب ایک کو قتل کر چکتا۔ تو دوسرے کی طرف دوڑتا۔ اور اس کو قتل کرتا۔ اس طرح اس نے تینوں آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ جب وہ پکڑا گیا۔ اور اس کی گردن مارنے کے لئے اُسے لایا گیا۔ تو میں اس کے سامنے گیا۔ اور اس سے پوچھا۔ کہ تو نے یہ کیا کیا۔ کہا۔ اے فلاں چپ رہو۔ اللہ کی قسم میں نے بہت بڑا کام کیا۔ وہ اپنے جی میں اس کام کو بڑا خیال کرتا تھا۔ اور ایسی لذت اس کو حاصل تھی۔ جو میں نے اپنی زندگی کی قسم اس سے پہلے کسی کو ایسی لذت میں نہیں پایا۔ باوجود اس کے کہ وہ اس حالت میں تھا۔ کہ اُسے قید کیا گیا تھا۔ مارا پیٹا گیا تھا۔ اور اس کے مار ڈالنے اور سولی دینے کی تیاری تھی۔ وہ اپنے جی میں بڑی بھاری لذت اٹھا رہا تھا۔ دوزخیوں کے لئے ایک اور بھی لذت ہے۔ جو اس عقلمند کی لذت کے مشابہ ہے۔ جو ایک ایسے جاہل کے مقابلہ میں اپنی عقل سے لذت اٹھاتا ہے۔ کہ تقدیر اور زمانہ اس کے موافق ہوتا ہے۔ اور پھر وہ خطا کرتا ہے۔ وہ اگرچہ ان امور کو جو جاہل کو حاصل ہیں۔ اچھا جانتا ہے۔ لیکن اس کی حالت کو وہ اچھا نہیں جانتا۔ اور جاہل کے سے افعال نہیں کرتا۔ کہ جن سے اس کو یہ سعادت حاصل ہوئی ہے۔ بلکہ وہ اپنی بدبختی کے دریاؤں میں ہی غوطہ لگائے رہتا ہے۔ اپنے نفس کی ریاست کو لازم سمجھتا ہے اور جیسا اس کی عقل اور فکر تقاضا کرتی ہے۔ وہ کرتا ہے۔ اپنے نفس کی حالت سے متلذذ اور جاہل کی حالت سے متنفر رہتا ہے۔

پھر ان کے لئے ایک مختلف لذت ہے حتیٰ کہ میرا ایک جماعت سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ جو دوزخ کے سخت ترین عذاب میں تھے۔ اس حالت میں میں نے ان کو دیکھا۔ کہ جنت ان پر پیش کی جاتی تھی۔ اور وہ اُسے اچھا نہیں جانتے تھے۔ یہ تو ایک طائفہ کا حال تھا۔ اور ایک دوسرے طائفہ کا حال میں نے ان کے برعکس پایا کہ وہ جنت کی ایک سانس بھر ہوا سے بھی ترستے تھے۔ اور اس کے ایک گھونٹ پانی کی خواہش کرتے تھے۔ اور تقدیر اس امر میں ان کی موافقت نہیں کرتی تھی۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کی بابت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ جنتیوں کو کہیں گے۔ کہ ہم کو بھی جنت کا پانی پلاؤ۔ اور جو رزق تم کو دیا گیا ہے۔ اس سے ہم کو بھی چکھاؤ۔ وہ اس کے جواب میں کہیں گے۔ کہ یہ دونوں چیزیں کافروں پر اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی ہیں۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ یہ سب امور جو ہم نے ذکر کئے۔ انہی میں دوزخیوں کا حال منحصر نہیں ہیں۔ بلکہ وہ انواع و اقسام کے ہیں۔ بعضے ان میں سے ایسے ہیں۔ کہ اپنے عذاب میں لذت پاتے ہیں۔ اور بعض ایسے کہ ان کا عذاب محض ہے۔ ان کو اس میں کچھ لذت نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے دلوں میں اس سے سخت نفرت کر رہے ہیں۔ پھر ان میں سے بعض ایسے ہیں۔ کہ ان کی وفور عقل جو دنیا میں تھی۔ عذاب کی طرف لیجائیگی۔ بعض ایسے جن کا وفور جہل ان کو عذاب میں ڈالیگا۔ اور بعض کو ان کے عقائد نے عذاب میں گرفتار کیا ہوگا

Marfat.com

اور بعض کو ان کے اعمال نے۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جن کو آدمیوں کی جھوٹی تعریف نے عذاب میں ڈالا ہوگا۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو اس وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ کہ ان کو اُن برائیوں پر ناز ہوتا ہے۔ جو ان میں ہیں۔ یا اُن خوبیوں پر جن کو وہ اپنے نفس میں ملاحظہ کرتے ہیں۔ یا اس بات پر وہ فخر کرتے ہیں۔ کہ ہم میں کوئی برائی نہیں ہے غرضیکہ اہل دوزخ کا حال نہایت عجیب ہے۔ اور وہ خدا تعالےٰ کے اس قول کا راز ہے۔ هٰؤُلَاءِ إِلَى النَّارِ وَلَا أُبَالِي۔ وَهٰؤُلَاءِ إِلَى الْجَنَّةِ وَلَا أُبَالِي۔ پھر جاننا چاہئے۔ کہ دوزخیوں میں سے ایسے بھی ہیں۔ جو اللہ کے نزدیک بہت سے جنتیوں کی نسبت اچھے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے ان کو دار الشقاوۃ میں داخل کیا ہے۔ تاکہ اس میں ان پر تجلی کرے۔ اور اشقیاء میں سے وہ شخص اس کی نظر کا محل ہو۔ یہ ایک عجیب غریب امر درپیش ہے۔ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔

فصل

اس فصل میں صورت محمدیہ کی دوسری قسم کا حال مذکور ہوگا۔ یہ وہ قسم ہے۔ جس کی طرف خدا تعالےٰ نے اسم منان سے دیکھا۔ اور اس سے جنتوں کی قسموں کو پیدا کیا۔ پھر اس میں اسم لطیف سے تجلی کی۔ اور اپنے نزدیک ہر ایک صاحب کرامت و شرافت کا اس کو محل بنایا۔ جاننا چاہئے۔ کہ جنت کے آٹھ طبقے ہیں۔ ہر طبقہ میں بہت سے جنت ہیں۔ ہر جنت میں درجے ہیں۔ جن کا کوئی حصر و شمار نہیں ہے۔

طبقہ اولیٰ اس کا نام جنت النعیم ہے اور اس کا نام جنت المجازاۃ بھی ہے۔ خدا نے اس جنت کا دروازہ اعمال صالحہ سے پیدا کیا ہے۔ اس میں خدا تعالےٰ نے ایسے اعمال والے لوگوں پر اسم حسیب سے تجلی کی ہے۔ پھر وہ جزائے محض ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کہ کوئی شخص اپنے عمل سے جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اس سے مراد صرف جنت المواہب ہے۔ لیکن جنت المجازاۃ اعمال سے ملیگی۔ اس جنت کے لوگوں کے متعلق خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ۔ اور کوئی شخص اس جنت میں بغیر اعمال صالحہ کے داخل نہیں ہوگا۔ پس جس نے عمل نہیں کیا ہے۔ وہ اس میں داخل نہیں ہوگا۔ اور اس جنت کا نام یسریٰ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ اور اس میں داخل ہونے کا سبب تھوڑے سے اعمال مقبولہ ہوں گے۔ پس وہ اس شخص کے واسطے آسان ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے آسان کر دیا ہے۔

دوسرا طبقہ پہلے طبقہ سے بلند ہے۔ اور اس کے اوپر ہے۔ اس کا نام جنت الخلد اور جنت المکاسب ہے۔ اور جنت المجازات میں یہ فرق ہے۔ کہ جنت المجازات بقدر اعمال کے ہے اور اعمال کے مقابل ہے۔ اور جنت المکاسب محض فضل ہے۔ کیونکہ وہ اچھے عقائد اور اچھے گمانوں نے جو

Marfat.com

کے ساتھ رکھتا تھا۔ نتائج ہیں۔ اس میں کوئی چیز بطور مجازات کے بدن کے کاموں سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنت والوں پر اپنے اسم بدیع کے ساتھ تجلی کی ہے۔ پس ان اچھے عقائد والوں کو وہ امر ظاہر ہوگا جس کی ان کو امید نہ تھی۔ اور یہ امر خدا کی طرف ظاہر ہوا۔ پس اس جنت کا دروازہ خدا کے ساتھ عقائد اور گمان اور امید جو رکھتا تھا۔ اس سے پیدا ہوا ہے۔ اور اس جنت میں وہی شخص داخل ہوگا۔ جس میں خصائل مذکورہ ہیں۔ اور جس میں یہ باتیں نہیں ہیں۔ وہ نہیں داخل ہوگا۔ اور اس جنت کا نام جنت المکاسب ہے۔ کیونکہ جو چیز اس کے خلاف ہے۔ اور وہ نقصان اور ٹوٹا بھی ہے۔ وہ خدا کے ساتھ برے گمانوں کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔ پس برے گمان والے خسارت کی آگ میں ہیں۔ اور جو لوگ خدا کے ساتھ اچھا گمان رکھتے ہیں۔ وہ جنت المکاسب میں ہیں۔

طبقۂ ثالثہ۔ اس کا نام جنت المواھب ہے۔ یہ طبقہ پہلے دونوں طبقوں سے اعلیٰ ہے۔ اس لئے کہ عطیاتِ الٰہی بے نہایت ہیں۔ پھر وہ اس کو جس کا کوئی عمل نہیں۔ اور نہ کوئی عقیدہ ہے۔ ان لوگوں سے زیادہ دیتا ہے۔ جن کے بہت سے اعمال اور اچھے عقائد ہیں۔ میں نے اس جہت میں ہر مذہب کی قوموں اور بنی آدم کے ہر جنس کے گروہ کو دیکھا ہے۔ حتےٰ کہ جب اہل عقائد اور اہل اعمال کو خدا نے باب موہبت سے عطا کیا۔ اور اس جنت میں داخل ہوئے۔ تو خدا نے ان پر اسم وھاب سے تجلی فرمائی پس کوئی شخص اس میں داخل نہیں ہوگا۔ مگر محض اللہ کی بخشش سے۔ یہ وہ جنت ہے۔ جس کی نسبت آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ اس میں کوئی شخص اپنے عمل سے داخل نہیں ہوگا۔ پھر صحابہؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا آپ بھی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہاں میں بھی داخل نہیں ہوں گا۔ مگر اس وقت جبکہ خدا اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لیگا۔ یہ جنت سب جنتوں سے وسعت میں بڑھ کر ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے اس قول کا سر ہے وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اور یہ حق ہے۔ حتیٰ کہ نوع انسانی سے بہ حیثیت امکان عقلی وہمی کوئی ایسا فرد باقی نہیں رہ سکتا۔ جس کا اس میں داخل ہونا حقائق تجویز نہ کریں۔ اگر اس کو ایام الٰہی میں سے کسی دن بھی اس جنت میں داخل ہونے کا نصیب ہے۔ تو حقائق من حیث الامکان الوہمی اس کا دخول تجویز کرینگے لیکن جو ہم نے مشاہدہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہم نے مختلف اقسام کے مذاہب میں سے ہر مذہب کا [illegible] اس جنت میں پایا ہے۔ نہ کل ان کا۔ اور نہ اکثر ان کا۔ بلکہ ہر ملت کا ایک فرقہ۔ بخلاف اس کے جنت المجازات کہ وہ اعمال صالحہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس میں بس وہی لوگ داخل ہوں گے۔ جن کے اعمال صالحہ ہیں اور اس سے زیادہ وسیع جنت المکاسب ہے۔ اس لئے کہ نفع جزاء کے قریب ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ راس المال سے چارہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اس پر نفع حاصل ہو۔ پس اہل جنت المکاسب کا راس المال عقائد اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اچھے گمان ہیں۔ لیکن یہ جنت المواہب تمام جنتوں سے وسعت میں بڑھا ہوا ہے حتیٰ

Marfat.com

وہ اپنے اوپر کے جنتوں سے بھی زیادہ وسیع ہے۔اس کا نام قرآن کریم میں جنت الماویٰ رکھا گیا ہے۔اس لئے کہ رحمت سب کی جائے پناہ ہے۔قال اللہ تعالےٰ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی نُزُلًا بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ بجائے نُزُلًا کے جَزَآءً نہیں کہا۔تاکہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ وہ ان کو جنت المواہب میں داخل کریگا۔نہ کہ جنت المجازات میں اور نہ جنت المکاسب میں۔اور یہ خزائن حق سے ان کے لئے مہمانی ہے۔اور جود اور بخشش انہی لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔جو نیک عمل کرنے والے ہیں۔پس اس کو سمجھ۔

الطبقۃ الرابعہ۔اس کا نام جنت الاستحقاق اور جنت النعیم اور جنت الفطرت ہے۔ اور یہ طبقہ اپنے پہلے طبقوں سے اعلےٰ ہے۔اس لئے کہ وہ نہ مجازات کے طور پر ہے۔اور نہ موہبت کے طور پر۔بلکہ وہ مخصوص اقوام کے لئے ہے۔جن کا ان کے وہ حقائق تقاضا کرتے ہیں۔جن پر اللہ تعالےٰ نے ان کو پیدا کیا کہ وہ اس جنت میں بطریق استحقاق اصلی داخل ہوں۔وہ اس کے بندوں میں سے ایک جماعت ہے۔کہ دار دنیا سے آئی ہے۔درآنحالیکہ ان کی روحیں اپنی اصلی فطرت پر باقی ہیں۔بعض ان میں سے ایسے ہیں۔جنہوں نے اپنی تمام عمر دنیا میں گذاری۔اور وہ اپنی اصل فطرت پر قائم رہے۔ان میں سے اکثر دیوانے۔مجنون اور اطفال ہیں۔اور بعض وہ ہیں۔جنہوں نے اعمال صالحہ۔مجاہدہ۔ریاضت اور خدا کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے سے اپنے نفس کو پاک کیا۔پھر ان کی روح نشیب بشریت سے اپنی اصلی فطرت کی طرف لوٹ آئی۔اور وہ فطرت قول اللہ تعالےٰ کا ہے۔لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اور بشری چرک کے متعلق خدا تعالےٰ کا یہ قول ہے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ۔ یہ وہ لوگ ہیں۔جن کو خدا تعالےٰ نے پاک کیا۔اور بموجب اپنے اس قول کے کہ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ۔ان بشری چرک میں مبتلا ہونے والوں سے ان کو مستثنےٰ رکھا۔یعنی وہ اس جنت میں جس کا نام جنت استحقاق ہے۔داخل ہونگے۔وہ ان کا حق ہے۔نہ موہوب جس کا ان پر احسان ہو۔اور نہ مکسوب کہ بطریق جزاء کے اعمال وغیرہ کی راہ سے ان کو حاصل ہو۔یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس کو پاک کیا۔حتیٰ کہ اپنی اصل فطرت کی طرف لوٹ آئے۔یہ لوگ ابرار کے نام سے موسوم ہیں۔قال اللہ تعالےٰ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ۔اس کا راز یہ ہے۔کہ حق تعالےٰ نے اس جنت میں اپنے اسم حق سے تجلی فرمائی۔اس لئے بجز ان لوگوں کے جو اپنی اصل فطرت میں اس کا استحقاق رکھتے ہیں۔دوسروں کے لئے اس جنت میں داخل ہونا حرام ہو گیا۔اور فطرت اللہ تعالےٰ کی وہ ہے۔جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا۔پھر بعض ان میں سے وہ ہیں۔جو دار دنیا سے نکل کر اس میں داخل ہو گئے۔اور بعض دوزخ میں معذب ہو کر جتنے کہ ان کی برائیاں زائل ہو جاتی ہیں۔پھر وہ فطرت کی طرف لوٹ آتے ہیں پھر اس کے مستحق ہو کر اس میں داخل ہو جاتے ہیں۔اس جنت کی چھت عرش ہے۔بخلاف اس کے وہ جنت جن کا پہلے ذکر ہو چکا۔کہ ان میں سے ہر اعلےٰ ادنےٰ کا سقف ہے۔جنت سلام کا سقف جنت خلد اور جنت

Marfat.com

خلد کا سقف جنت ماویٰ اور جنت ماویٰ کا سقف یہ جنت ہے۔ جس کا نام جنت استحقاق و جنت فطرت و جنت نعیم ہے۔ اور اس کا سوائے عرش کے کوئی سقف نہیں۔

پانچواں طبقہ۔ اس کا نام جنت فردوس ہے۔ اور وہ جنت معارف ہے۔ اس کی زمین نہایت وسیع اور فراخ ہے۔ جوں جوں انسان اس کے اوپر جاتا ہے۔ وہ تنگ ہوتی جاتی ہے۔ حتےٰ کہ اس کا سب سے اوپر کا مکان سوئی کے ناکے سے بھی زیادہ تنگ ہے۔ نہ اس میں کوئی درخت ہے۔ نہ نہر۔ نہ محل نہ ماڑی نہ حور یعنی جنت کی سفید چشم عورتیں اور نہ عین یعنی فراخ چشم عورتیں۔ لیکن جب اس جنت کے اہل اپنے ماتحت کی طرف نظر کرتے ہیں۔ اور ماتحت کے کسی جنت کی طرف دیکھتے ہیں۔ تو اس میں ان سب مذکورہ چیزوں حور و غلمان وغیرہ کو موجود پاتے ہیں۔ اور جنت معارف میں ان چیزوں میں سے کسی چیز کو نہیں پاتے۔ اور ایسا ہی اس کے اوپر بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ جنت عرش کے دروازہ پر ہے۔ اور اس کی چھت دروازہ کی چھت ہے۔ اس جنت والے ہمیشہ مشاہدہ میں رہتے ہیں۔ اور وہ شہداء ہیں۔ یعنی جمال و حسن الٰہی کا مشاہدہ کرنے والے شمشیر فنا سے اپنے نفسوں سے اللہ کی محبت میں قتل کئے گئے ہیں۔ جس سے وہ اپنے محبوب کے مشاہدہ میں رہینگے۔ اس جنت کا نام وسیلہ ہے۔ اس لئے کہ معارف عارف کے لئے اپنے معروف کی طرف کہ ذات حق ہے۔ وسیلہ ہوتے ہیں۔ اس جنت کے رہنے والے پہلے جنتوں کے رہنے والوں کی نسبت تعداد میں نہایت قلیل ہیں۔ اس جنت سے جوں جوں اوپر جائیں۔ ایسا ہی حال ہے۔

چھٹا طبقہ۔ اس کا نام فضیلت ہے۔ اور اس کے رہنے والے صدیق ہیں۔ جن کی صفت میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ نزدیک بادشاہ توانا کے ہیں۔ یہ جنت جنت الاسماء ہے۔ اور وہ عرش کے درجوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس طبقہ کے رہنے والوں میں سے ہر طائفہ عرش کے درجوں میں سے ایک درجہ پر رہتا ہے۔ اس کے رہنے والے جنت المعارف کے رہنے والوں کی نسبت تعداد میں کم ہیں۔ لیکن وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اعلےٰ مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کا نام اہل اللذت الالٰہیہ ہے۔

ساتواں طبقہ۔ اس طبقہ کا نام درجۃ الرفیعہ ہے۔ اور یہ من حیث الاسم جنت الصفات اور من حیث الرسم جنت الذات ہے۔ اس کی زمین عرش کا باطن ہے۔ اور اس طبقہ کے رہنے والے اہل التحقق بالحقائق الالٰہیہ ہیں۔ یعنی حقائق الٰہیہ سے متحقق ہونے والے۔ اور یہ اس طبقہ سے جس کا اوپر ذکر ہو چکا۔ قلیل التعداد ہیں اور اس طبقہ کے رہنے والے مقرب اور خلافت الٰہیہ کے مالک ہیں۔ یہ لوگ تحقیق الٰہی میں صاحب عزم و صاحب تمکین ہیں۔ میں نے ابراہیم خلیل اللہ کو اس محل کی داہنی جانب میں کھڑے ہوئے اور اس کے بیچ میں دیکھتے ہوئے پایا ہے۔ کہ اولیاء اور رسولوں کا ایک گروہ ان کی بائیں جانب میں اس محل کے وسط کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے وسط میں عرش کی چھت کی طرف ٹکٹکی باندھے مقام محمود کی طلب میں کھڑے تھے۔ جس کا اللہ تعالےٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے۔

Marfat.com

آٹھواں طبقہ - اس کا نام مقام محمود ہے - اور یہ جنت الذات ہے - اس کی زمین عرش کی چھت ہے کوئی اس طرف جا نہیں سکتا - اور سب جنت الصفات والے اس میں پہنچنا چاہتے ہیں - اور ہر ایک یہ گمان کرتا ہے - کہ میرے سوا دوسرے کے نامزد نہیں - اور ہر ایک اس کو اپنا حق خیال کرتا ہے - لیکن وہ صرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی ہے - جیسا کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں - کہ مقام محمود جنت میں ایک اعلےٰ مکان ہے - اور وہ صرف ایک ہی شخص کے لئے ہوگا - میں امید کرتا ہوں - کہ میں ہی وہ آدمی ہوں گا - صلے اللہ علیہ وسلم - پھر خبر دی - کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس کا وعدہ دیا ہوا ہے - ہمیں چاہئے - کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے - اس پر ایمان لائیں - اور اس کی تصدیق کریں - کیونکہ آپ کا ارشاد ہوائے نفسانی سے نہیں - بلکہ وہ وحی الٰہی ہے -

فصل جاننا چاہئے - کہ جب حق تعالےٰ نے صورت محمدیہ سے جنت و نار کو اور ان نعمتوں اور عذاب کو جو ان دونوں میں ہیں - پیدا کیا - تو اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کی صورت کو اس صورت محمدیہ کا نسخہ بنایا - پھر جب آدم علیہ السلام جنت نازل ہوئے - تو ان کی صورت کی زندگی بوجہ عالم ارواح سے جدا ہونے کے جاتی رہی - کہا - تو اس بات کی طرف خیال نہیں کرتا - کہ جب تک وہ جنت میں تھے جس چیز کا اپنے جی میں تصور کرتے تھے - خدا تعالےٰ ان کی حس میں اس کو پیدا کر دیتا تھا - اور جو جنت میں داخل ہوگا اس کے لئے بھی یہی ہوگا - اور جب عالم دنیوی میں وہ نازل ہوئے - تو یہ بات ان کے لئے نہ رہی - اس لئے کہ ان کی حیات مصوّرہ یعنی وہ زندگی کہ جس چیز کا وہ تصوّر کرتے تھے - وہ موجود ہو جایا کرتی تھی - جنت میں بالذات تھی - اور اس دنیوی زندگی میں روح کے ساتھ - کہ وہ اہل دنیا کے لئے مردہ کا حکم رکھتی ہے - مگر اس شخص کی روح جس کو حیات ابدیہ سے خدا تعالےٰ نے زندہ فرمایا - اور اُسے اس نظر سے دیکھا - جس نظر سے اپنی ذات کو دیکھا - اور اپنے اسماء و صفات سے اُسے متحقق کیا - پس ایسے شخص کو دنیا میں وہ قدرت حاصل ہوتی ہے - جو اہل جنت کو دار الآخرت میں ہوگی - وہ جس چیز کا اپنے جی میں تصور کرتا ہے - خدا تعالےٰ اس کی حس میں اس کو پیدا کر دیتا ہے - اس باب میں جس چیز کی طرف ہم نے تیرے لئے اشارہ کیا ہے - اس کو سمجھ - جس نے اس باب میں ہماری رمز کو پہچان لیا - اس پر وہ چیز ظاہر ہو گئی - جسے وجود اس سے چھپائے ہوئے تھا - واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل -

ترجمہ عرض کرتا ہے - کہ جو کچھ مصنف علیہ الرحمت نے بیان فرمایا ہے - اگر کتاب و سنت یا دیگر ارباب کشف کے کشوفات سے اس کے خلاف کسی کو کوئی بات ظاہر ہو - تو وہ اس اصل اور قاعدہ کو یاد رکھے - کہ کشوف و تجلیات متجلی لہ کی حالت و استعداد کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں - اور وہ بجائے خود صحیح ہوتے ہیں - اس لئے کہ وہ اس عارف کے ذاتی کمال کی تفصیل ہوتی ہے - واللہ اعلم بالصواب

Marfat.com

اُنسٹھواں باب ۵۹

نفس کے بیان میں وہ ابلیس اور دوسرے شیاطین کا محتد ہے

النفس سر الرب وھی الذات فلھا بھا فی ذاتھا لذات

ترجمہ۔ نفس سر الٰہی ہے۔ اور وہ ذات ہے۔ اور اس کو اس سے بذاتِ خود لذتیں ہیں۔

مخلوقۃ من نور وصف ربوبۃ فلھا لذا لکم ربوبیات

ترجمہ۔ وہ نور وصفِ ربوبت سے پیدا کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے واسطے ربوبیات ہیں۔

ظھرت بکل تعاظم وتکبر اذھن اخلاق لھا وصفات

ترجمہ۔ وہ پوری بڑائی اور تکبر سے ظاہر ہوا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے اخلاق وصفات ہیں۔

لم ترض بالتحجیر کون مکانھا من فوقہ ولھا ھناک ثبات

ترجمہ۔ وہ روک دینے سے راضی نہیں رہتا۔ اس لئے کہ اس کا مکان اس کے اوپر ہے۔ اور وہاں اس کے لئے ثبات وقیام ہے۔

وجمیع انوار نزلن نسین ما قد کن فیہ وغیرھا النزلات

فعقلن الا النفس لم تعقل ولا نسیت ریاستھا وذا اثبات

ترجمہ۔ تمام انوار جو نازل ہوئے۔ وہ اس چیز کو بھول گئے۔ جس میں وہ تھے۔ اور اس کے سوا وہ سب نازل ہونے والے ہیں۔ یعنی سر ربوبیت نفس کے سوا دوسرے انوار یعنی لطائف وقویٰ میں بھی تھا۔ لیکن وہ اس کو بھول گئے اور عقل میں پڑ گئے۔ لیکن ایک نفس نے نہ سوچا۔ اور اپنی ریاست کو نہ بھلایا اور اسی کا نام ثابت اور قائم رہنا ہے۔

جاننا چاہئے۔ خدا تعالیٰ تجھے اپنی روح سے تائید دے۔ اور کسی وقت اسی سے تجھے خالی نہ رکھے کہ جب خدا تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے کمال سے پیدا کیا۔ اور اسے اپنے جلال وجمال کا مظہر بنایا۔ تو ہر اس حقیقت کو جو اس کے اسماء وصفات کے حقائق کی حقیقت سے تھی۔ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیدا کر دیا۔ پھر نفس محمدی کو اپنے نفس سے پیدا کیا۔ اور نفس کسی شے کی ذات سے مراد ہے۔ ہم ان ابواب میں جو گذر چکے۔ بیان کر آئے ہیں۔ کہ بعض حقائق محمدیہ حقائق الٰہی سے پیدا کئے گئے ہیں جیسا کہ عقل وہم وغیرہ ابواب میں گذر چکا۔ اور جو بات باقی رہ گئی ہے۔ اس کا بیان ابھی آتا ہے۔

پھر جاننا چاہئے۔ کہ جب خدا تعالیٰ نے نفس محمدی کو اس وصف پر جو بیان ہوا۔ پیدا کیا۔ تو نفس

Marfat.com

آدمؑ تو نفس محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نسخہ بنایا۔ اسی لطیفہ کی وجہ سے جب وہ جنت میں دانہ کھانے سے روکا گیا تو نفس آدمؑ نے اس کو کھا لیا۔ اس لئے کہ وہ ذات ربوبیت سے پیدا کیا گیا تھا۔ اور ربوبیت کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی کو منع کرنے سے باز نہ رہے۔ پھر اس پر یہ حکم دنیا و عقبیٰ میں اسی طرح جاری رہا۔ تو کسی چیز سے اس کو نہیں روکتا۔ مگر وہ اس لطیفہ کی وجہ سے اسی ممنوع شے کو تجھ سے طلب کرتا ہے۔ خواہ وہ ممنوع عنہ شے اس کی سعادت کا سبب ہو۔ خواہ شقاوت کا۔ اس لئے کہ وہ سعادت کے لئے کسی چیز کو طلب کرتا ہے۔ اور نہ شقاوت کے لئے۔ بلکہ وہ محض ربوبیتِ اصلیہ کے مقتضا کے موافق کرتا ہے۔ کیا تو اس دانہ کی طرف نہیں دیکھتا۔ جس کو اس نے جنت میں کھایا۔ کہ اس نے کیسا اسے لاپروائی پر آمادہ کیا۔ حتیٰ کہ باوجود اس بات کے جانتے کے کہ اس کا کھانا امر الٰہی کی مخالفت اور شقاوت کا باعث ہے۔ اس نے اس کو کھا ہی لیا۔ اور وہ امر الٰہی جس کی اس نے مخالفت کی یہ تھا۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ ۝ ورنہ بجز ظلمتِ طبیعت کے اور کچھ نہ تھا۔ وہ ورنہ جو درخت سے پیدا کیا گیا تھا۔ مثال کے طور پر حق تعالیٰ نے اُسے ظلمتِ طبیعت کے قائمقام رکھا۔ اس کے کھانے سے اس کا منع کرنا اس وجہ سے تھا۔ کہ جب وہ نافرمانی کریگا۔ تو (طبیعتوں) کی تاریکی کے گھر میں اترنے کا مستحق ہو جائیگا۔ اور یہ امر اس کی شقاوت کا باعث ہوگا۔ اس لئے کہ وہ ایک درخت ہے۔ جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔ پھر جو شخص اس کے نزدیک بھٹکتا ہے۔ لعنت کیا جاتا ہے یعنی راندہ جاتا ہے۔ پھر جب نفس اس کے نزدیک پھٹکا۔ اور اس کو کھا لیا۔ تو قربِ الٰہی و حی سے بُعدِ جسمانی کی طرف اسے ہٹا دیا گیا۔ پس ہبوط و نزول کے یہی معنی ہیں۔ اور وہ عالم علوی سے کہ قید و حصر سے منزہ ہے۔ عالمِ سفلی طبیعی کی طرف جو قید کی تحت میں ہے۔ اس کے رخ کا پھر جانا ہے۔

فصل جاننا چاہیئے کہ نفس جب اس دانہ کے کھانے سے منع کر دیا گیا۔ اور اس کی شان یہ تھی کہ وہ روکا نہ جاتا۔ تو یہ امر دو باتوں کے درمیان اس پر مشتبہ ہو گیا۔ ایک وہ بات جسے وہ سعادتِ ربوبیت سے اپنی ذات کے لئے جانتا تھا۔ دوسرے اخبارِ الٰہی کہ اس دانہ کا کھانا شقاوت کا موجب ہے۔ پس اس نے اپنے ذاتی علم پر اعتماد کیا۔ اور بوجہ اس کے کھانے کی محبت کے اخبارِ الٰہی پر نہ رہا۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تمام عالم کو دھوکا لگ جاتا ہے۔ جو شخص شقی ہوا۔ وہ اسی دھوکا میں پڑ کر شقی ہوا۔ جس سے نفس نے پہلے مرتبہ شقاوت حاصل کی۔ انبیاء اپنے اسی علم پر اعتماد کرتی رہیں۔ جو از راہِ عقل یا اس جیسی خبر کے ذریعہ ان کو حاصل تھا۔ اور اخبارِ الٰہیہ صریحہ واضحہ کو باوجود اُن دلائل قاطعہ کے جو ان رسولوں کی صداقت کے متعلق تھیں۔ جو ان کی طرف بھیجے گئے۔ چھوڑتی رہیں۔ اور سب کی سب ہلاک ہو گئیں۔ اور اس کا راز یہ کہ اول مرتبہ اس سے نفس ہلاک ہوا۔ جو سب انسانوں کی اصل ہے۔ اس لئے کہ وہ بموجب قول اللہ تعالیٰ کے کہ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ایک ہی نفس سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے فرع نے اصل کا تتبع کیا۔ اور سوائے بعض آدمیوں کے سب ہلاک ہو گئے۔ یہی راز ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس قول میں لَقَدْ خَلَقْنَا

Marfat.com

الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
معنی اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے یہ ہیں۔ کہ وہ اخبار الٰہی پر ایمان لائے۔ اور جن امور کو وہ بمقتضا نفس جانتے تھے۔ ان کو چھوڑ دیا۔ اور اچھے کام کئے۔ اور وہ ترک معاصی اور طاعات کی بجا آوری تھی۔ جس پر وہ مامور تھے۔ اور معاصی ظلمت طبیعت کے مقتضیات کا نام ہے۔ اور طاعات روحانی انوار کے مقتضیات ہیں

معلوم کرنا چاہئے۔ کہ نفس صرف دانۂ گندم کی لالچ کے پوشیدہ مکر میں آکر دھوکا میں پڑ گیا تھا۔ ورنہ درحقیقت علم مخبر پر علم شخص کی تقدیم جائز تھی۔ جبکہ ان میں سے ایک دوسرے کا منافی ہو۔ اور جس امر کی خدا تعالےٰ نے خبر دی تھی۔ وہ خبر نفس کے علم کے منافی نہ تھی۔ اس لئے کہ نفس اپنی اصلی قابلیت سے اس راز کو جانتا ہے۔ جس کا طبیعت کی ظلمت جس کی دانہ کے ساتھ ضرب المثل بیان کی گئی ہے۔ تقاضا کرتی ہے۔ اور جانتا ہے۔ کہ طبیعتوں کے مقتضاء کو پورا کرنا روح کی زمین کو تاریک کر ڈالتا ہے۔ اور اسے شقی بنا دیتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے۔ کہ ان چیزوں کا عمل میں لانا شان ربوبیت سے نہیں ہے۔ جو شقاوت پیدا کرتی ہیں۔ اور اس کا یہ علم تقدیس ذاتی اور تنزیہہ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ پس جس چیز کی حق تعالےٰ نے خبر دی۔ وہ عین وہی چیز تھی۔ جس کو نفس بذات خود جانتا تھا۔ لیکن کھانے کی لالچ کا پوشیدہ مکر جس کو قضاء حتمی نے قائم کیا تھا اس نے حقیقت الامر کو اس پر شبہ کر ڈالا۔ حتیٰ کہ اس نے گمان کیا۔ کہ دانہ سے باز رہنا اس ربوبیت کو فوت کر دینے والا ہے۔ جس کا سر نفس کی ذات میں رکھا گیا ہے۔ یہ وہی بات ہے۔ جس کی نسبت ابلیس نے کہ مراد اس سے وہ حقیقت تلبیس ہے۔ جو نفس میں مخلوق تھی۔ کہا تھا۔ کہ تم کو تمہارے رب نے اس درخت سے منع نہیں کیا۔ مگر اس وجہ سے کہ تم دونوں فرشتے بن جاؤ گے۔ کیونکہ فرشتہ پر ممانعت نہیں ہے۔ پھر اگر تم اس درخت کے پاس جانے سے باز رہو گے۔ تو ممانعت کی تحت میں آجاؤ گے۔ یا اگر تم اس دانہ کو کھا لو گے۔ تو ہمیشہ اس میں رہو گے۔ اس لئے کہ جب تم نے کھانے کی ممانعت کو قبول نہ کیا۔ تو جنت سے نکالے نہیں جاؤ گے کیونکہ اس صورت میں تم نے وہی کام کیا۔ جس کا ربوبیت تقاضا کرتی تھی۔ پھر قسم کھا کر کہا۔ کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اور قسم حجت قاطعہ اور براہین ساطعہ سے اس امر کا واضح کرنا ہوتا ہے۔ جس کا دعوےٰ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قسم سے اس نے واضح کر دکھایا۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ امم ماضیہ سے بھی جو ہلاک ہوا۔ نفسانیت کے پنہانی [illegible] ہلاک ہوا۔ اس لئے کہ رسول مخلوق کے پاس امور معقول لیکر اس واسطے آئے۔ کہ امور مجہولہ کو واضح کریں مثلاً دلیل مصنوع سے صانع کا اثبات اور دلیل صنعت سے اقتدار و قدرت کا اثبات اور پہلے مرتبہ زندہ کرنے کی دلیل سے قیامت کا ثابت کرنا۔ جیسا کہ فرمایا۔ کہ مار کر تم کو وہ شخص دوبارہ زندہ کریگا۔ جس نے پہلی دفعہ تم کو زندہ کیا۔ اور اس قسم کے بہت سے دلائل ہیں۔ پھر انہوں نے وہ معجزات ظاہر کئے۔ اور وہ نشان دکھائے۔ جو شبہوں کو قطع کرنے والے اور جڑ سے اکھیڑنے والے تھے۔ اور امور خارق عادات میں سے

Marfat.com

جن پر قدرتِ الٰہیہ کے سوا مخلوق کبھی قادر نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کسی قسم کو نہ چھوڑا۔ مثلاً مردہ کا زندہ کرنا۔ اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنا۔ دریا کا پھاڑنا اور اس قسم کے اور معجزات۔ پھر جو شخص رسولوں کی اطاعت سے باز رہا۔ اس کو سوائے نفس کے پوشیدہ مکروں کے کسی چیز نے باز نہیں رکھا۔ پھر بعض نے ان میں سے یہ کہا۔ کہ مجھ کو یہ ڈر ہے۔ کہ میرے اسلام لانے پر عرب مجھ کو عار لائینگے۔ کہ یہ بڑا ذلیل آدمی ہے۔ اور بعض نے کہا۔ کہ اس پیغمبر کو جلا دو۔ اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ اور بعض نے یہ کہا۔ کہ کیا تو یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم اس چیز کو چھوڑ دیں۔ جس کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے تھے۔ حالانکہ پیغمبروں کے اقوال اس چیز کے موافق تھے جو ان کے پاس تھی۔ پس ان لوگوں کا یہ منع کرنا محض نفسانی حیلہ کی وجہ سے تھا۔ ورنہ اخبار الٰہیہ اس چیز کے جو ان کے پاس تھی۔ موافق تھیں۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ط پس وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے۔ لیکن ظالم لوگ ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ یہ تمام کھانے کا مخفی حیلہ ہے۔ جس سے نفس پر حقیقت الامر مشتبہ ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس چیز کا سر ہے۔ جس کا سر الٰہی اور شان ذاتی تقاضا کرتی ہے۔

فصل جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے چونکہ نفس محمدیہ کو اپنی ذات سے پیدا کیا ہے۔ اور ذات حق جامع ضدین ہے۔ اس لئے دو ضدیں اس سے منسلب ہوئیں۔ ملائکہ عالین تو بہ حیثیت صفات جمال و نور ہدایت کے جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ اور ابلیس اور اس کے اتباع بحیثیت صفات جلال ظلمت و ضلال کے نفس محمدی سے پیدا ہوئے۔ ابلیس کا نام عزازیل تھا۔ کہ قبل پیدائش عالم اس نے اتنے ہزار سال خدا تعالےٰ کی عبادت کی۔ حق تعالےٰ نے اُسے کہا تھا۔ کہ اے عزازیل میرے سوا کسی کی پرستش نہ کرنا پھر جب آدمؑ کو پیدا کیا۔ اور ملائکہ کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کریں۔ تو ابلیس پر امر مشتبہ ہو گیا اس نے سمجھا کہ اگر آدم کو سجدہ نہ کرونگا۔ تو غیر خدا کا عابد بنوں گا۔ یہ نہ جانا۔ کہ جس نے امر الٰہی کے بموجب سجدہ کیا۔ خواہ وہ سجدہ غیر کے لئے ہو۔ وہ سجدہ خدا ہی کے لئے ہوتا ہے۔ اس خیال پر وہ سجدہ سے رکا رہا۔ اسی تلبیس کے نکتہ کی وجہ سے جو اس میں واقع ہوئی اس کا نام ابلیس پڑ گیا۔ اس نکتہ کو سمجھ۔ ورنہ اس کا نام اس سے پہلے ابلیس تھا۔ اور اس کی کنیت ابو مرہ تھی۔ پھر جب اس کو حق تعالےٰ نے کہا۔ کہ تجھے کونسی چیز اس شخص کو سجدہ کرنے سے مانع رہی۔ جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ کیا تو متکبر ہے۔ یا عالین میں سے ہے۔ اور عالین وہ فرشتے ہیں۔ جو نور الٰہی سے پیدا کئے گئے ہیں مثلاً نون فرشتہ اور اس کی مانند اور سارے اور باقی فرشتے عناصر سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور انہی کو حکم ہوا تھا۔ کہ آدم کو سجدہ کریں۔ خدا تعالےٰ کے قول کے جواب میں ابلیس بولا۔ کہ میں اس سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا۔ اور اس کو مٹی سے۔ ابلیس کا یہ جواب اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ دربار الٰہی کے آداب سے سب سے زیادہ واقف تھا۔ اور سوال اور اس کے مناسب جواب کو خوب جانتا تھا۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ نے اس سے مانع کا سبب نہیں پوچھا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو سوال کی صورت یہ ہوتی۔ کہ تو اس کو سجدہ کرنے سے کیوں رکا۔

Marfat.com

جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ لیکن خدا تعالےٰ کو مانع کی ماہیت مطلوب تھی۔ نہ کہ مانع کا سبب۔ پس ابلیس نے بھی اس امر کے بھید پر کلام کیا۔ کہ اس سے بہتر ہوں۔ اس لئے کہ حقیقت ناریہ کہ وہ ظلمتِ طبیعت ہے۔ جس سے تو نے مجھ کو پیدا کیا۔ حقیقتِ خاکیہ سے جس سے تو نے آدمؑ کو پیدا کیا۔ بہتر ہے۔ اسی سبب نے اس بات پر مجھے آمادہ کیا۔ کہ میں اُسے سجدہ نہ کروں۔ کیونکہ حقیقتِ ناریہ علو کو چاہتی ہے۔ اور حقیقتِ طینیہ پستی کو۔ کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ اگر موم بتی کو الٹا بھی کر دیا جائے۔ تو پھر بھی شعلہ کا میلان اوپر کی جانب رہتا ہے۔ بخلاف اس کے مٹی کہ اگر اُس سے تو ایک مٹھی بھر خاک اوپر کو پھینکے۔ تو وہ فوراً نیچے کو گرے گی۔ اس لئے کہ مقتضاء حقائق کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے ابلیس نے کہا تھا۔ کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے۔ اور اس جواب پر زیادتی نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ خدا اس راز سے واقف ہے۔ اور نیز یہ بھی اسے معلوم تھا۔ کہ یہ مقام قبض ہے۔ نہ مقام بسط۔ اگر بسط کا مقام ہوتا۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتا۔ کہ میرا تیرے اسی امر پر اعتماد ہے۔ جس میں تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ کہ میرے سوا کسی کو سجدہ نہ کرنا۔ لیکن جب اس نے دیکھا۔ کہ یہ محل عتاب ہے۔ تو ادب اختیار کیا۔ اور اس عتاب سے اس نے یہ بھی معلوم کر لیا۔ کہ دراصل امر اس پر مشتبہ ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ نے اس کو ابلیس کے نام سے پکارا تھا۔ اور وہ التباس سے مشتق ہے۔ جس کے معنی اشتباہ کے ہیں۔ اور اس سے پہلے وہ اس نام سے پکارا نہیں گیا۔ پس ثابت ہوا۔ کہ وہ اس امر سے فارغ ہو چکا ہے۔ نہ اس پر وہ رویا۔ پیٹا اور نہ نادم ہوا۔ اور نہ توبہ کی۔ اور نہ مغفرت کا طالب بنا۔ اس لئے کہ وہ جانتا تھا۔ کہ اللہ وہی کرتا ہے۔ جو اس کا ارادہ ہوتا ہے۔ اور وہ اسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ جو حقائق کا مقتضاء ہوتا ہے۔ کہ اس میں تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی۔ پھر حق تعالےٰ نے اُسے اپنی بارگاہِ قرب سے بُعدِ طبیعی کی پستی کی طرف پھینکدیا۔ اور کہا۔ کہ دور ہو جا۔ کہ تو راندۂ درگاہِ الٰہی ہے۔ یعنی حضرت علیا سے مرکز سفلی کی طرف چلا جا۔ اس لئے کہ رجم کے معنی کسی چیز کو اوپر سے نیچے کی طرف پھینکنے کے ہیں۔ اور کہا۔ کہ تجھ پر میری لعنت قیامت کے دن تک ہے۔ اور لعنت کے معنی وحشت میں ڈالنے اور دور کر دینے کے ہیں۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎ ذعرت بہ القطا ونفیت عنہ ۔ مقام الذئب کالرجل اللعین۔ میں نے اس سے مرغ سنگخوار کو ڈرایا۔ اور مثل ڈراؤنے آدمی کے اُسے وہاں سے نکال کر بھیڑیے کے مقام پر ہٹا دیا۔

اوپر کے شعر میں مراد رجل لعین سے رجل موحش ہے۔ یعنی آدمی کی ایک ڈراؤنی تصویر جو کھیت میں کھڑی کی جاتی ہے۔ کہ وحوش اور طیور اُسے دیکھ کر بھاگ جائیں۔ اور کھیت اور پھل سلامت رہیں۔ اور خدا تعالےٰ کا ابلیس کو یہ کہنا کہ اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ کہ تجھ پر میری لعنت ہے۔ تو یہ قول حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ کہ تیرے سوا دوسرے پر لعنت نہیں ہے۔ کیونکہ حروف جارہ و ناصبہ جب مقدم کئے جاتے ہیں۔ تو حصر کا فائدہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ نحویوں کا یہ قول کہ علی زیدالدرھم کہ زید کے ذمہ درہم ہے۔ یعنی زید پر ہے زید

Marfat.com

کے سوا دوسرے پر نہیں۔ اور قولہ تعالےٰ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اس میں حروف ناصبہ پہلے آئے ہیں اور اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ تیرے سوا نہ ہم کسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اور نہ کسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ پس خدا تعالےٰ نے ابلیس کے سوا کسی کو لعنت نہیں کی۔ اور ظالموں اور فاسقوں وغیرہ پر جو لعنت وارد کی گئی ہے تو یہ اس کے اتباع کے طور پر ہے۔ بطریق اصالت لعنت ابلیس پر ہے۔ اور بطریق تفریع اس کے غیر پر اور خدا تعالےٰ کا یہ قول کہ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ یہ لعنت قیامت تک ہوگی۔ تو یہ تحدید اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ جب قیامت کا دن گذر جائیگا۔ تو لعنت بھی اس پر نہیں رہیگی۔ اس لئے کہ قیامت کے دن ظلمتِ طبیعت کا حکم اس سے اٹھ جائیگا اور یَوْمِ الدِّیْنِ کی تفسیر چالیسویں باب میں گذر چکی ہے۔ پس دربار الٰہی سے ابلیس صرف قیامت کے دن تک ہٹایا گیا ہے۔ کیونکہ اس کی اصل اس امر کی مقتضی ہے۔ اور وہ طبیعت کے موانع ہیں۔ جو حقائق الٰہیہ سے متحقق ہونے سے روح کو مانع ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد یہ حکم نہیں کیونکہ اس وقت طبائع کو بھی تمام کمالات حاصل ہوں گے۔ پس لعنت نہیں ہوگی۔ بلکہ قرب محض ہوگا اس وقت ابلیس اس قرب الٰہی کی طرف رجوع کریگا۔ جو خدا کے ہاں اس کو حاصل تھا۔ اور یہ بات جہنم کے زائل ہونے کے بعد ہوگی۔ کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ ضرور اپنے اصل کی طرف لوٹیگی۔ پس اس مضمون کو سمجھ۔ کیا کہا ہے۔ کہ جب ابلیس پر لعنت کی گئی ہے۔ تو وہ خوشی کے مارے اس قدر پھولا اور سرگشتہ ہوا۔ کہ اس نے اپنے وجود سے عالم کو بھر دیا۔ اسے کہا گیا۔ کہ کیا تو بارگاہِ الٰہی سے ہٹائے جانے پر ایسا کر رہا ہے۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ یہ ایک خلعت ہے۔ جو تنہا مجھ کو پہنایا گیا ہے۔ نہ اس کو کوئی ملک مقرب پہنیگا۔ اور نہ نبی مرسل۔ پھر اس نے حق کو پکارا۔ جیسا کہ اس کے متعلق خدا تعالےٰ نے خبر دی ہے قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ اے میرے پروردگار قیامت تک مجھے مہلت دے۔ اس بات کو ممکن جان کر اس نے سوال کیا تھا۔ اس لئے کہ ظلمت طبیعیہ جو اس کے وجود کی اصل تھی۔ باقی رہیگی حتیٰ کہ خدا تعالےٰ اس کے اہل اٹھائیگا۔ پھر وہ ظلمتِ طبیعت سے خلاصی پاکر انوار ربوبیت کی طرف رجوع کرینگے۔ پھر خدا تعالےٰ نے اسے جواب دیا۔ اور اس جواب کو لفظ اِنَّ کے ساتھ مؤکد فرمایا۔ اور کہا۔ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ کہ بیشک وقت معین تک تجھے مہلت دی جاتی ہے۔ اور مراد اس وقتِ معین سے وہ وقت ہے۔ جس میں امر وجود حضرت ملک معبود کی طرف رجوع کریگا شیطان بولا۔ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ کہ مجھے تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ سب حکمِ طبیعت کی تحت میں ہیں۔ اور یہ کہ مقتضیاتِ ظلمانی نورانی مقامات کی طرف صعود کرنے سے مانع ہوتے ہیں اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ۔ لیکن تیرے وہ بندے جو ظلمتِ طبیعت سے خلاصی پا چکے ہیں۔ ان پر میرا کوئی بس نہیں ہوگا۔ یعنی وہ لوگ جو آدمی کے وجود میں ناموسِ الٰہی کے قائم کرنے سے ظلمتِ طبیعت سے چھوٹ گئے ہیں۔ مخلص بصیغہ اسم مفعول کی صورت میں تو

Marfat.com

حقیقتِ الہیہ کی طرف منسوب ہے۔ یعنی اپنی طرف کھینچکر خدا تعالےٰ نے ان کو ظلمتِ طبیعت سے خلاص کر دیا اور مخلص بصیغہ اسم فاعل کی صورت میں امر حقیقتِ عبدیہ کی طرف منسوب ہے۔ یعنی پاکیزہ اعمال سے وہ خلاصی پا گئے۔ مثلاً مجاہدات۔ ریاضات۔ مخالفاتِ نفس وغیرہ پھر جب اس نے یہ کلام کی۔ تو حق تعالےٰ نے اس کو جواب میں کہا۔ کہ یہ حق ہے۔ اور میں بھی حق کہتا ہوں۔ کہ میں جہنم کو تجھ سے اور ان لوگوں سے جو تیرے پیچھے لگیں گے۔ پر کروں گا۔ چونکہ ابلیس ملعون کا یہ کلام بمقتضا۔ حقائق تھا۔ لہذا خدا تعالےٰ نے بھی اس کو حکمت الہی سے جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ ویسا ہی جواب دیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ظلمتِ طبیعیہ جس کی وجہ سے ابلیس ان پر مسلّط ہوا۔ اور ان کے بہکانے کی قسم کھائی۔ یہی چیز ان کو دوزخ کی طرف کھینچکر لے جائیگی۔ بلکہ یہی بعینہ دوزخ ہے۔ اس لئے کہ طبیعت مظلمہ ایک آگ ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ مفسدوں کے دلوں پر مسلّط کرتا ہے۔ پس کوئی ابلیس کا اتباع نہیں کریگا۔ مگر وہی جو ظلمت طبیعت میں داخل ہوگا۔ اور جو اس میں داخل ہوگا۔ وہ دوزخ میں بھی داخل ہوگا۔ پس اس حکمت الہیہ میں غور کر کہ کیسے اللہ تعالےٰ نے اس کو باریک اشارہ اور دقیق عبارت میں ظاہر کیا۔ تاکہ وہ شخص اس کو سمجھے۔ جو کلام کو پہن کر اس میں جو اچھی بات ہے۔ اس کا اتباع کرتا ہے۔ پس اگر تو سمجھ دار ہے۔ تو اس کو سمجھ لے اور میں اس شخص پر قربان ہوں۔ جو میری رمز کو سمجھتا اور جانتا ہے۔

فصل جب ہم نے حقیقتِ ابلیسیہ کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ تو ضروری ٹھہرا۔ کہ ہم اس کے مظاہر اور گوناگوں رنگوں میں اس کا ظاہر ہونا اور اس کے وہ آلات جن سے وہ خلقت کے گمراہ کرنے پر مدد لیتا ہے۔ ان کے متعلق بھی ہم گفتگو کریں۔ اور اس کے شیاطین اور اس کی ذریات کو بیان کریں۔ اور اس بات کو بیان کریں۔ کہ اس کے وہ سوار اور اس کے وہ پیادے کون سے ہیں۔ جن کا ذکر خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب گرامی میں فرمایا ہے۔ جہاں کہ اس نے یہ کہا ہے وَاجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ الآیۃ کہ اپنے سواروں اور پیادوں کو ان پر کھینچ لا۔ اور ان کے اموال و اولاد میں شریک ہو جا۔ اور ان کو وعدے دے اور شیطان کا وعدہ دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

جاننا چاہئے۔ کہ ابلیس کے دنیا میں نمائندے مظہر ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے اسماء حسنیٰ کے مدد کے موافق ہیں۔ اور ان مظاہر میں کئی رنگ ہیں۔ جن کا شمار ممکن نہیں۔ اور پورے طور پر اس کے تمام مراتب کی تشریح بھی بڑی لمبی چوڑی ہے۔ ہم صرف سات مظاہر کے بیان پر جو جمیع مظاہر کی اصل ہیں اقتصار کرتے ہیں۔ جیسا کہ سات ذاتی اسماء جمیع اسماء حسنیٰ کی اصل ہیں۔ اور یہ ایک عجیب بات ہے۔ اور یہ اس نفس سے کہ جو اللہ تعالےٰ کی ذات سے موجود ہے۔ اس کے ایجاد کے راز کا نکتہ ہے۔ پس اس اشارہ کو سمجھ اور اس عبارت سے غافل نہ ہو۔ اور اس کے وہ سات مظاہر یہ ہیں :۔

پہلا مظہر دنیا ہے۔ اور وہ چیزیں ہیں۔ جو اس پر بنائی گئی ہیں۔ مثل کواکب۔ دہر و دور کے مظہر و

Marfat.com

مسالک اور عناصر وغیرہ۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ ابلیس کا مظہر کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہیں ہے لیکن غالباً وہ ہر گروہ میں جیسا کہ ہم اشارہ کرینگے۔ ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جب وہ کسی گروہ پر کسی مظہر میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو اسی مظہر پر بس نہیں کرتا۔ بلکہ ہمیشہ وہ تمام مظاہر میں متنوع ہوتا رہتا ہے۔ حتی کہ اس پر توبہ و رجوع کے تمام دروازے بند کر دیتا ہے۔ لیکن ہر گروہ میں ہم اس کے انہی مظاہر کا ذکر کرینگے۔ جن میں وہ اغلباً ظاہر ہوتا ہے۔ اور باقی کو چھوڑ دینگے۔ کیونکہ ان کے ساتھ وہ وہی کرتا ہے۔ جو باقی مظاہر میں ان کے غیر کے ساتھ کرتا ہے۔ پھر اہل شرک پر اس کا ظہور دنیا میں اور ان چیزوں میں ہوتا ہے۔ جو اس پر بنائی گئی ہیں۔ مثل عناصر۔ افلاک۔ استقصات۔ اقالیم وغیرہ۔ وہ ان مظاہر میں کفار اور مشرکوں کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر پہلے وہ ان کو دنیا کی زینت اور اس کی آراستگیوں سے گمراہ کرتا ہے۔ حتی کہ ان کی عقلیں گنوا دیتا ہے۔ اور ان کے دلوں کو اندھا کر دیتا ہے۔ پھر ان پر اسرار کواکب ظاہر کرتا ہے۔ اور اصول عناصر وغیرہ ان کو بتاتا ہے۔ اور ان کو یہ کہتا ہے۔ کہ عالم میں یہ چیزیں مؤثر ہیں۔ پھر جو وہ احکام کواکب کو صحیح پاتے ہیں۔ اور آفتاب کی حرارت سے اجسام عالم کی تربیت کو مشاہدہ کرتے ہیں سلور مینہ کا برسنا طلوع ہونے والے اور غروب ہونے والے ستاروں کے حساب کے موافق ان کو نظر آتا ہے۔ تو وہ افلاک کی پرستش کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور کواکب کی ربوبیت کے متعلق کوئی کھٹکا ان کے دلوں میں باقی نہیں رہتا پھر جب یہ اصول ان میں مضبوط ہو جاتے ہیں۔ تو ان کو مثل بہائم کے چھوڑ دیتا ہے۔ کہ کھانے پینے کے سوا کسی چیز کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اور قیامت وغیرہ پر ایمان نہیں لاتے۔ پھر بعض ان کے بعض کو قتل کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو لوٹتے ہیں۔ طبائع کی ظلمت کے دریاؤں میں وہ غرق ہو جاتے ہیں۔ جن سے کبھی ان کو مخلصی نہیں ہوتی۔ ایسا ہی وہ اہل عناصر کے ساتھ پیش آتا ہے۔ ان کو کہتا ہے۔ کہ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ جسم جوہر ہے اور جوہر حرارت۔ برودت۔ رطوبت و یبوست سے مرکب ہے۔ یہ تمام چیزیں ہی جن پر وجود مترتب ہے۔ معبود ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اور یہی چیزیں عالم میں مؤثر ہیں۔ پھر ان کے ساتھ وہی کرتا ہے۔ جو پہلے لوگوں کے ساتھ کیا۔ ایسا ہی آگ کے پجاریوں کو کہتا ہے۔ کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وجود دو قسموں نور و ظلمت پر منقسم ہے۔ پس ظلمت ایک معبود ہے۔ جس کا نام آہرمن ہے اور نور بھی ایک معبود ہے۔ جس کا نام یزدان ہے اور آگ نور کی اصل ہے (آگ میں نور و ظلمت دونوں چیزیں ہیں مترجم) پھر وہ اس کی پرستش کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر ان کے ساتھ وہی کرتا ہے۔ جو پہلے لوگوں کے ساتھ کیا۔ غرضیکہ وہ تمام مشرکین کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے۔

دوسرا مظہر۔ طبیعت۔ شہوتیں اور لذتیں ہیں۔ جن میں وہ عوام مسلمین کے لئے ظاہر ہوتا ہے پھر اولاً وہ امور شہوانی کی محبت اور لذاتِ حیوانی کی رغبت سے جن کا طبیعت ظلمانی تقاضا کرتی ہے

Marfat.com

ان کو گمراہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ان کو اندھا کر دیتا ہے۔ پھر اس وقت وہ ان کے لئے دنیا میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان کو خبر دیتا ہے۔ کہ یہ امور مطلوبہ حاصل نہیں ہوتے مگر دنیا کے ساتھ۔ پھر وہ دنیا کی محبت میں منہمک ہو جاتے ہیں اور ہمیشہ اس کی طلب میں لگے رہتے ہیں۔ پھر جب وہ ان کے ساتھ یہ کام کرتا ہے۔ تو ان کو چھوڑ دیتا ہے اس لئے کہ جب وہ اس کے چیلے بن جاتے ہیں۔ تو پھر اس کے بعد وہ ان کے ساتھ کسی اور تدبیر و علاج کا محتاج نہیں رہتا۔ وہ کسی چیز میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جو حکم ان کو دیتا ہے۔ اس کو بجا لاتے ہیں۔ اسلئے کہ حُبِّ دنیا اور جہالت باہم ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ اگر وہ ان کو کفر کا بھی حکم دیتا ہے۔ تو وہ کافر بھی ہو جاتے ہیں۔ اس وقت وہ امور غیبیہ میں جن کے متعلق خدا نے خبر دی ہے۔ ان کو شک اور وسواس بھی ڈالتا ہے۔ اور وہ الحاد میں جا پڑتے ہیں۔ اور گمراہی کا کام پورا ہو جاتا ہے۔

تیسرا مظہر یہ ہے۔ کہ وہ صالحین کے لئے اعمال میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے اعمال و کردار کو ان کی نظر میں مزین کرتا ہے۔ جس سے ان کے دلوں میں عُجب پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جب ان کو اپنے نفوس اور اپنے اعمال اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ تو وہ اپنی حالت پر مغرور ہو جاتے ہیں۔ اور کسی عالم کی نصیحت قبول نہیں کرتے۔ پھر جب وہ اس کے نزدیک اس مرتبہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ تو ان سے کہتا ہے۔ کہ تمہارے واسطے یہ اعمال کافی ہیں اگر تمہارے سوا کوئی دوسرا شخص ان اعمال کا جو تم کر رہے ہو۔ وسواں حصہ بھی بجا لائے۔ تو وہ ضرور نجات پا جائے۔ پھر وہ اعمال میں کمی کرتے ہیں۔ اور آرام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو بڑا جانتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ پھر جب ان سے یہ کام مع اس درشتی کے جو زشت خوئی اور دوسرے کے ساتھ بدگمانی کرنے کی قبیل سے ان میں ہوتی ہے۔ کرا لیتا ہے۔ تو وہ غیبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور بسا اوقات یکے بعد دیگرے گناہوں کا خیال ان کے دل میں پڑتا ہے۔ اور وہ ان کو کہتا ہے۔ کہ جو تمہاری مرضی چاہتی ہے کرو۔ اور جان رکھو۔ کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اللہ کی قسم وہ کسی کو عذاب نہیں دیتا۔ وہ اس بڈھے سے شرم کرتا ہے۔ جس کے بال سفید ہوں۔ وہ کریم ہے۔ اور کریم ہرگز اپنے حق کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اس قسم کے بہت سے وساوس ان کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس صلاحیت سے جس پر کہ وہ ہوتے ہیں۔ ہٹ کر فسق کی طرف چلے جاتے ہیں۔ پھر اس وقت ان پر بلا نازل ہوتی ہے۔ خدا اس مصیبت سے بچا رکھے۔

چوتھا مظہر نیتیں ہیں۔ اور اعمال میں ایک دوسرے پر فضیلت طلبی ہے۔ جن میں وہ شہداء پر ظاہر ہوتا ہے ان کی نیتوں کو بگاڑ دیتا ہے۔ تاکہ ان کے اعمال فاسد ہو جائیں۔ پھر جب کوئی عمل کرنے والا اللہ کے لئے عمل کرتا ہے۔ تو شیطان اس کے دل میں پوشیدہ ہو کر یہ کہتا ہے۔ کہ اپنے اعمال کو خوب سنوار کر بجا لا۔ کیونکہ جب لوگ تجھے دیکھیں گے۔ تو ممکن ہے۔ کہ وہ تیرا اقتدا کریں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ عامل اپنے اعمال لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لئے نہیں کرتا۔ تاکہ اس کی نسبت یہ کہا جائے۔ کہ فلاں شخص ایسا ہے ایسا ہے پس وہ بھلائی کی راہ سے اس پر داخل ہوتا ہے۔ پھر جب اس کے پاس آتا ہے۔ اور وہ کسی عمل میں مثلاً تلاوتِ

Marfat.com

قرآن میں مصروف ہوتا ہے۔ تو اُسے کہتا ہے۔ کہ کیا تو بیت اللہ شریف کا حج نہیں کرتا اور رستہ میں جو چاہتا ہے پڑھتا چلا جا۔ کہ حج اور قرأت دونوں کے اجر تجھ کو حاصل ہوں۔ یہاں تک کہ اس کو رستہ پر لے آتا ہے۔ پھر اسے کہتا ہے۔ کہ تو بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہو جا۔ اب تو مسافر ہے۔ تلاوت قرآن تجھ پر واجب نہیں۔ وہ تلاوت کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی شامت سے فرائض مفروضہ مکتوبہ بھی اس سے فوت ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی وہ حج کو بھی نہیں پہنچتا۔ اور کبھی جمیع عباداتِ حج سے اُسے پھیر کر روزی کی تلاش میں اسے مصروف کر دیتا ہے اور کبھی بخل۔ بدخلقی۔ تنگ دلی اس کو مناسکِ حج سے روک رکھتی ہے۔ اور اس قسم کی مثالیں بہت ہیں جس کا عمل خراب کرنے پر وہ قدرت نہیں پاتا۔ اس پر اس عمل کی راہ سے آتا ہے۔ جو اس کے پہلے عمل سے افضل ہوتا ہے۔ حتّٰی کہ پہلے عمل سے اس کو نکال دیتا ہے۔ اور دوسرے عمل میں بھی اس کو رہنے نہیں دیتا۔

پانچواں مظہر علم ہے۔ جس میں وہ علماء پر ظاہر ہوتا ہے۔ ابلیس پر یہ بات سہل تر ہے۔ کہ علم سے ان کو گمراہ کرے۔ کہا گیا ہے۔ کہ ابلیس کا یہ حلفیہ قول ہے۔ کہ ہزار عالم کا گمراہ کرنا ایک قوی الایمان امی سے مجھ پر زیادہ سہل ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کے بہکانے میں حیران رہ جاتا ہے۔ بخلاف اس کے عالم کہ جو بات اسے کہتا ہے وہ اس علم سے مدلل ہوتی ہے۔ جس کو عالم حق خیال کرتا ہے۔ پھر وہ اس کا اتباع کر لیتا ہے۔ اور اس میں مضبوط ہو جاتا ہے۔ مثلاً محل شہوت میں وہ علم کی راہ سے اُسے یہ کہتا ہے۔ کہ تو مذہب داؤد پر اس عورت سے نکاح کر لے۔ حالانکہ وہ حنفی ہوتا ہے۔ یا یہ کہ حنفی مذہب پر بغیر ولی کے اس عورت سے نکاح کر لے۔ حالانکہ وہ شافعی ہوتا ہے حتّٰی کہ جب وہ یہ کام کر چکتا ہے۔ اور عورت اس سے حق مہر۔ نفقہ اور کپڑے طلب کرتی ہے۔ تو پھر اُسے کہتا ہے۔ کہ تو حلف اٹھا کر اُسے کہہ دے۔ کہ میں تجھے فلاں فلاں چیز دوں گا۔ اور تیرے ساتھ ایسا سلوک کروں گا اگرچہ تو اس وعدہ کو پورا نہ بھی کرے۔ پھر بھی تجھے کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ مرد کے لئے جائز ہے۔ کہ وہ عورت کو راضی کرنے کے لئے حلف اٹھا دے۔ اگرچہ وہ جھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ پھر جب مدت زیادہ گذر جاتی ہے۔ اور وہ جھگڑا حاکم کے پاس لے جاتی ہے۔ تو پھر اسے کہتا ہے۔ کہ تو منکر ہو جا کہ میرا اس کے ساتھ نکاح ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عقد تیرے مذہب میں فاسد ہے۔ وہ تیری بیوی نہیں ہے۔ کہ تجھ سے نفقہ وغیرہ لے سکے۔ پھر وہ قسم اٹھا لیتا ہے اور اس کام کو کر چکتا ہے۔ اور اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں۔ جو شمار میں نہیں آسکتیں۔ اور نہ ان کی کوئی حد ہے۔ بلکہ اس سے سوائے بعض اشخاص کے کوئی سلامت نہیں رہتا ہے۔

چھٹا مظہر۔ اس میں وہ صادق الاعتقاد مریدوں پر عادات اور آرام طلبیوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان کو بہ حیثیت عادت و آرام طلبی طبیعت کی تاریکی میں مبتلا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ طلب میں ہمتوں کی قوت اور عبادت میں ان کی شدت رغبت کو ان سے سلب کر لیتا ہے۔ پھر جب وہ اس کو کھو بیٹھتے ہیں۔ تو اپنی نفسانیت کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ تو پھر ان سے وہ کام کرواتا ہے۔ جو ان لوگوں سے کرواتا ہے۔ جو مرید نہیں ہیں۔ مریدوں کے حق میں طلبِ راحت اور سکون الی العادات سے بڑھ کر گمراہ کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے جس کا ابلیس کو زیادہ خیال ہے

Marfat.com

ساتواں مظہر معارفِ الٰہیہ ہیں۔ جن میں وہ صدیقین۔ اولیاء و عارفین پر سوائے ان لوگوں کے جن کو خدا محفوظ رکھتا ہے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن مقربین پر اس کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ پھر پہلے وہ ان پر حقیقتِ الٰہیہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان سے کہتا ہے۔ کہ کیا اللہ تمام وجود کی حقیقت نہیں ہے۔ پھر اس تمام وجود میں سے تم بھی ہو۔ اور حق تمہاری حقیقت ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ ہاں ٹھیک ہے۔ اس کے بعد وہ ان کو کہتا ہے۔ کہ پھر تم ان اعمال سے جن کو مقلد کرتے ہیں۔ کیوں اپنے نفسوں کا اتباع کرتے ہو۔ وہ اس بات پر لگ کر اعمال صالحہ کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ پھر جب وہ اعمال کو ترک کر دیتے ہیں۔ تو ان کو کہتا ہے۔ کہ جو تمہارا جی چاہتا ہے۔ کرو۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ تمہاری حقیقت ہے پس تم وہی ہو۔ اور وہ جو کچھ کرتا ہے۔ اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔ پھر وہ زنا کرتے ہیں۔ چوری کرتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کا مآل یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی گردنوں سے اسلام و ایمان کی رسی اتار دیتے ہیں۔ اور زندیق اور ملحد بن جاتے ہیں پھر بعض ان میں سے اتحاد کے قائل ہوتے ہیں۔ اور بعض اس میں افراد کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور جب قصاص کے لئے طلب کئے جاتے ہیں۔ اور انکی بدفعلیوں کے متعلق ان سے باز پرس کی جاتی ہے۔ تو شیطان ان کو کہتا ہے۔ کہ انکار کر دو۔ اور اپنے نفسوں سے قدرت اٹھا دو۔ یعنی ان اعمال میں اپنے آپ کو بیچ میں نہ لو۔ اس لئے کہ تم نے جو کچھ بھی کیا۔ اس میں فاعل درحقیقت اللہ ہی تھا۔ اور تم لوگوں کے اعتقاد کے موافق تم ہی ہو۔ اور قسم حلف لینے والے کی نیت پر ہوتی ہے۔ پھر وہ حلفاً کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اور کبھی حق کے لباس میں ان میں سے کسی سے یہ راز گوئی کرتا ہے۔ کہ بیشک میں اللہ ہوں۔ تمام حرام چیزیں تیرے لئے میں نے مباح کر دی ہیں پھر جو تو چاہتا ہے۔ کر۔ یا یہ کہ محرمات میں سے فلاں فلاں کام کرنے کی تجھے اجازت ہے۔ تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ تمام باتیں غلط نہیں ہوتیں۔ مگر اسوقت جبکہ ابلیس ان پر ظاہر ہو۔ ورنہ حق تعالےٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ایسی خصوصیات و اسرار ہیں جو اس سے بڑھ کر ہیں۔ اور حقانی وجدانیات کیلئے اہل اللہ کے ہاں علامتیں ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بجز اس کے نہیں۔ کہ یہ باتیں ان لوگوں پر مشتبہ ہو جاتی ہیں۔ جن کو اصول کا علم نہونے کی وجہ سے ان علامات کی معرفت نہیں ہوتی۔ ورنہ اس قسم کی چیزیں اس شخص پر مخفی نہیں رہتیں۔ جس کو اصول کی معرفت ہو۔ دیکھو۔ میرے سید شیخ عبدالقادرؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک جنگل میں تھے۔ انکو کہا گیا۔ کہ اے عبدالقادر! میں اللہ ہوں۔ تیرے لئے میں نے حرام چیزوں کو مباح کر دیا۔ پس جو تو چاہتا ہے۔ کر۔ آپ نے اس کہنے والے کو کہا۔ تو نے جھوٹ بولا۔ بیشک تو شیطان ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا۔ کہ آپنے کس طرح معلوم کیا تھا۔ کہ وہ شیطان ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے اس قول سے کہ خدا [illegible] کا حکم نہیں دیتا۔ جب اس لعین نے مجھے اس بات کا حکم دیا۔ تو میں نے جانا۔ کہ وہ شیطان ہے۔ جو مجھے گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ خود اس قسم کی باتیں خدا کے ان بندوں پر جاری ہوتی ہیں۔ جن کو حق کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ اہل بدر وغیرہ کو یہ بات پیش آئی۔ اور یہ وہ مقام ہے جس کا میں انکار نہیں کر سکتا۔ میرے ابتدائی حال میں اس سے کچھ مجھ پر وقت آچکا ہے۔ اور اس حال میں میرا وجود مٹا ہوا تھا۔ پھر حق تعالےٰ نے سیدی و شیخی استاد الدین و شرف الدین سید الاولیاء المحققین الی المعروف الشیخ اسمٰعیل بن ابراہیم الجبرتی کی برکت سے مجھے اس مقام سے نکالا۔ بیشک اس نے میرے حال پر

Marfat.com

عنایت کی میں اس حالت میں عنائت ربانی سے نفحات رحمانیہ سے مؤید تھا۔ یہاں تک کہ حق تعالےٰ نے اپنی نظر عنایت سے اپنے بندہ کو دیکھا۔ اور اپنا مقرب بنالیا۔ پس اچھا ہے۔ سید فاضل اور اچھا ہے۔ شیخ کامل میرے جامعہ و قصیدوں میں سے اسکے متعلق میرا قصیدہ ہے

وافی المحبّ فزاره محبوبه بشراه یا بشراه ذا مطلوبه

ترجمہ۔ محب نے حج ادا کیا۔ پھر اسی اثناء میں اسکے محبوب نے اسکی ملاقات کی۔ اس کو بشارت ہو۔ خوشخبری ہو۔ کہ یہ ہے اس کا مطلوب"

قدم الحبیب بعید هجر یا لها من فرحة داوی السقیم طبیبه

ترجمہ۔ دوست مدت کے بعد ملا۔ اس بات کی خوشی پر تعجب آتا ہے۔ کہ اس کے طبیب نے بیمار کی دوا کی"

یاقدة العسال هل هذا القنا یناد ام یاردفا انت کثیبه

ترجمہ۔ شہد بہانے والے اس کے قد پر تعجب ہے کہ کیا یہ شاخ ہے جو جھوم رہی ہے یا وہ تیرے شاخ وادتہ کی ایک شاخ ہے"

وبخاله المسکی تهت عن التقی لکن هدانی سلافة طیبه

ترجمہ۔ اور تو اس کے مشکین تل سے پرہیزگار کی پے در پے نقل لیتا ہے۔ لیکن مجھے اس کی خوشبو نے شراب کی راہ بتائی ہے

ابرو دثقر ذا الاقاح ولؤلؤ نظمت علی مرجان فیه حبوبه

ترجمہ۔ اسکے اگلے دانت ایک شوخ خطوار جامہ ہے۔ اور موتی ہیں۔ کہ مرجان یعنی مسوڑھوں پر پروئے ہوئے ہیں۔ جن میں اسکے دانے ہیں"

ای شعر لیلك هل یضیئ صباحه ای خدیومك هل یجئ غروبه

ترجمہ۔ تعجب ہے تیری رات کے بالوں پر یعنی تیرے سیاہ بالوں پر کہ کیا ان کی صبح روشنی دیگی یعنی کیا وہ کبھی سفید ہوں گے۔ اور تعجب ہے۔ تیرے یوم شباب کے رخساروں پر کہ کیا اس کا غروب بھی ہوگا۔

أ سنة ام اسهم تلك الملتقی ونصیب قلبی ام ذاك نصیبه

ترجمہ۔ کیا وہ گوشۂ چشم بھالے ہیں۔ یا تیر ہیں۔ اور وہ میرے دل کا نصیب ہے۔ یا اس کا نصیب ہے"

اتسی حاجبه الی کم قوة! هب اننی هدف الست تصیبه

ترجمہ۔ اس کے ابرو کی کمان کس قدر سخت ہے۔ کیوں نہیں۔ تو ضرور کسی نشانہ پر یہ تیر لگائیگا سو وہ نشانہ مجھ کو فرض کر

یاایها الواشون لا کان الوشا یاایها الرقبا امیت رقیبه

ترجمہ۔ اے سخن چینوں سخن چینی کی کوئی بات نہیں رہی۔ اے رقیبو اس کا رقیب مارا گیا۔

لله فقد کما عدمت نقا کما لولا کما هم لحبیب حبیبه

ترجمہ۔ خدا کرے تم دونوں یعنی عیب چین اور رقیب مفقود ہو جاؤ۔ تمہاری شکل معدوم ہو جائے۔ اگر تم نہ ہو۔ تو دوست اپنے دوست سے چمٹ جائے۔

افلستها تزیاه یرسل نشره سحرا فیجی المستهام هبوبه

ترجمہ۔ کیا پھر تم اس کو نہیں دیکھتے ہو۔ کہ وہ اپنی خوشبو صبح کو بھیجتا ہے۔ پھر اس کا چاہنا عاشق کو زندہ کر دیتا ہے"

انا من یضم حبیبه عند اللقاء خوف الرقیب فلا یبین رقیبه

Marfat.com

ترجمہ۔ "میں وہ ہوں۔ جو ملاقات کے وقت اپنے دوست سے چمٹ جاتا ہے۔ اس اندیشہ سے کہ رقیب نہ آجائے۔ اور اس کا رقیب ظاہر نہیں ہوتا۔"

لم انس صحابا لهنا انسته ۔۔۔ حتّٰی اجتری خوض الدجی مرکوبه

ترجمہ۔ میں نے رقیب کو صبح سے مانوس نہیں کیا۔ پارۂ شب سے مانوس کیا ہے حتیٰ کہ شبِ تاریک میں ہی اسکی سواری چل پڑتی ہے

رکب الاسنة والذوابل شرع ۔۔۔ ماصده عن حی می خطوبه

ترجمہ۔ وہ رقیب بھالوں اور باریک نیزوں کو لیکر سوار ہوتا ہے۔ بڑے بڑے کام اس کو مَی (نام عورت) کے محلہ سے نہیں روکتے

کادت نجائب عزمه تکبو بها ۔۔۔ فاشتد منها بالعنانِ نجیبه

ترجمہ۔ اس کے عزم کے عمدہ گھوڑے قریب ہے۔ کہ ان نیزوں سے اوندھے گر پڑیں۔ پھر عزائم کی باگ سے اس کا گھوڑا سخت ہو جاتا ہے

وطرقت سعدی والسهام کانها ۔۔۔ نیسان صدق برقه مسکوبه

ترجمہ۔ اور میں نے اپنے سعد گھوڑے کو اور تیر کو چلایا۔ اور وہ اس طرح چلا۔ گویا کہ وہ سچائی کا ہے۔ اس کی روانی اسکی برق ہے۔ یعنی وہ بجلی کی طرح جاتا ہے۔

حتی انخت مطیتی فی منزل ۔۔۔ لم یدع الا بالاهیل غریبه

ترجمہ۔ حتیٰ کہ میں نے اپنی سواری کو ایک ایسی منزل میں بٹھایا۔ جس نے اپنے مسافر کو اپنے ایک رہنے والے کے ساتھ چھوڑا۔

دار بها سعاد مغنی مغرب ۔۔۔ عنقاؤه فوق السماك تریبه

ترجمہ۔ وہ ایک ایسا گھر تھا۔ کہ سعادت مندوں کے لئے وہ ایک بے نیاز کرنے والی منزل تھی۔ جس کے عنقاء مغرب کو بلندی کے اوپر رہنے کی تہمت لگائی جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ عنقاء مغرب یعنی حق کو میں نے بڑی بلند پروازی کے بعد گھر میں پایا۔ جس کی نسبت تہمت لگائی جاتی ہے۔ کہ وہ اوپر ہے۔ جس گھر میں میں نے اس کو پایا۔ وہ خود ہی اس کا رہنے والا تھا۔ جس کے ساتھ اس گھر نے مجھ کو چھوڑا۔

دار بها حل المکارم والعلا ۔۔۔ فالجود جود فنائها وخصیبه

ترجمہ۔ وہ ایسا گھر تھا۔ کہ تمام بزرگیاں اور بلندیاں اس میں اتر پڑیں۔ پس اسکے صحن میں خوش عیشی جود اور بخشش برس رہی تھی۔

دار بها اسماعیل اسمی من سما ۔۔۔ اسماء اسما راحه ونسیبه

ترجمہ۔ اس گھر میں میرا مرشد اسمٰعیل تھا۔ کہ میرا نام اسماء کی بلندی سے ایک نام تھا۔ جو اس گھر کی کشادگی اور [illegible] یعنی ہم نسب تھا۔ یعنی اس گھر میں ایسی وسعت ہے۔ کہ اگر حق کی طرف ان معنوں کو لگاؤ۔ تو بھی درست ہیں۔ [illegible] میرا مرشد ایک ہی اصل واحد کی فرعیں ہیں۔ اور اگر عالم خلق میں دیکھو۔ تو بھی درست اس لئے کہ میرے باپ کا نام ابراہیم ہے۔ اور میرے مرشد کے باپ کا نام بھی ابراہیم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ملك الصفات وکامل الذات الذی ۔۔۔ فاح الشمال بعطره وجنوبه

ترجمہ۔ وہ صفات کا بادشاہ اور ذات میں کامل تھا۔ کہ جس سے شمال اور جنوب معطر ہو گیا۔

Marfat.com

ملك ملوك الله تحت لوائه ما بينهما موهوبه و سليبه

ترجمہ۔ وہ ایسا بادشاہ ہے۔ کہ اللہ کے تمام بادشاہ اس کے جھنڈے تلے ہیں۔ وہ سب اس امر کے درمیان ہیں کہ وہ کسی کو بخشتا ہے۔ اور کسی سے چھین لیتا ہے۔

اسد دم الاساد غمد حسامه نسر وفی مخ النسور خلیبه

ترجمہ۔ ایک شیر تھا۔ کہ شیروں کا خون اس کی تلوار کا میان ہے۔ اور ایک نسر تھا۔ کہ نسروں کے مغز میں اس کا پنجہ تھا۔

بحر لآلی التاج من امواجه فوق الرؤس علی الملوك وهيبه

ترجمہ۔ ایک دریا ہے۔ کہ تاج کے موتی اس کی لہروں سے ہیں۔ کہ بادشاہوں کے سروں پر اس کی بخشائش ہیں۔

قطب الحقيقة محور الشرع الضيا فلك الولاء محيطه وعجيبه

ترجمہ۔ حقیقت کا قطب اور شریعت روشن کا محور ہے۔ وہ ایک ایسا فلک ہے۔ کہ محبت اور دوستی اس کا محیط ہے۔ اور وہ اس کی ایک عجیب چیز ہے۔

واخو التمكن من صفات طالما حز الرقاب دونهن رقيبه

ترجمہ۔ وہ صفات سے تمکن کو لازم پکڑنے والا ہے۔ بسا اوقات جب گردنیں کٹتی ہیں۔ تو ان کے قریب اس کے رقیب کی گردن بھی ہوتی ہے۔

لله درك من مليك ناهب بل واهب بدمی ولحمی ذيبه

ترجمہ۔ خدا کے لئے غارت کرنے والے بلکہ میرے خون اور گوشت کو بھیڑئے کو دینے والے بادشاہ سے میری خبر لو۔

ويعز بالملك العقيم من ابتغى ويذل من هو شاء فهو حسيبه

ترجمہ۔ اور ملک ویران سے جسے چاہتا ہے۔ عزت دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے۔ ذلت دیتا ہے۔ پھر وہی اس کا حساب کرنے والا ہے۔

يا ابن ابراهيم يا بحر الندى يا ذا الجبرتی الجبور طبيبه

ترجمہ۔ اے ابراہیم کے بیٹے۔ اے سخاوت کے دریا۔ اے صاحب جبروت کہ جس کا طبیب ٹوٹی ہڈیوں کو درست کرنیوالا ہے۔

ألعبدك الجيلی منك عناية صباغة صبغ المحب حبيبه

ترجمہ۔ اے وہ شخص کہ تیرا بندہ جیلی تیری عنایت سے ایسا رنگا ہوا ہے۔ جیسے دوست اپنے محبوب کے رنگتا ہے

انت الكريم بغير شك وهو ذا عبد الكريم ومنك يرجی طيبه

ترجمہ۔ تو بے شک کریم ہے۔ اور وہ یہ عبد الکریم ہے۔ کہ تجھ سے بوئے خوش کی امید رکھتا ہے۔

والسامعون وناشدوه جميعهم اضياف جودك اذ يعم سكوبه

ترجمہ۔ سننے اور پڑھنے والے سب تیری جود اور بخشش کے مہمان ہیں۔ جبکہ اس کا جاری ہونا عام ہوتا ہے۔

ما انت يا غصن النقا بالمنحنی الا الخزامی قد تنشر طيبه

Marfat.com

ترجمہ۔ اے پاکیزگی کی شاخ کہ تو جھکنے والی نہیں ہے۔ مگر خزامی کہ ایک نہایت خوشبودار گھاس ہے۔ کہ اس کی خوشبو بھی پھیل جاتی ہے۔"

قسمًا بمکۃ والمشاعر وَالّذی من اجلہ ھجر المنام کئیبہ

ترجمہ۔ قسم ہے مکہ کی اور اس کی مشاعر کی اور اس شخص کی جس کی وجہ سے اس کا غمناک نیند کو ترک کر دیتا ہے

صاحب قلبی قط شیئا غیرکم کلا ولیس سواکم مطلوبہ

ترجمہ۔ کہ میرے قلب کی محبت سوائے تمہارے بالکل کسی چیز کے ساتھ نہیں ہے۔ اور نہ ہی تمہارے سوا کوئی اس کا مطلوب ہے۔"

ابلیس اور اس کے رنگارنگ مظاہر کے متعلق اتنا ہی بیان کافی ہے۔ ورنہ اگر ہم ان سات مظاہر میں سے صرف ایک مظہر میں بھی ہم اس کے تنوع کو پورے طور پر بیان کرنے لگیں۔ تو کئی جلدیں تیار ہوں مثلاً جیسا کہ وہ اعلےٰ طبقات پر کہ عارفین کے طبقات ہیں۔ ظاہر ہوتا ہے۔ انہی کا بیان ختم نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ بقیہ طبقات کے مظاہر کا بیان ہو۔ اس میں یہ قدرت ہے۔ کہ وہ ادنےٰ طبقات پر ان تمام مظاہر میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ جن میں وہ اعلےٰ طبقات پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس کا عکس صحیح نہیں۔ پھر وہ بعض عارفوں کے پاس آتا ہے۔ اور کبھی ان پر بہ حیثیت اسم الٰہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی بہ حیثیت وصف۔ اور کبھی بہ حیثیتِ ذات اور کبھی بہ حیثیت عرش۔ اور کبھی بہ حیثیت کرسی۔ اور کبھی بہ حیثیت لوح۔ اور کبھی من حیث القلم۔ اور کبھی من حیث العماء اور کبھی بہ حیثیت الوہیت ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان پر ادنےٰ و اعلےٰ وصف میں ظاہر ہوتا ہے۔ سوائے بعض اولیاء کے اسے کوئی نہیں پہچان سکتا۔ جب ولی اس کو پہچان لیتا ہے۔ تو جس چیز سے وہ اُسے گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ ضلالت عارف کے حق میں ہدایت بن جاتی ہے۔ جس سے وہ بارگاہ الٰہی کا مقرب ہوتا ہے ایسا ہی وہ ہمیشہ ولی کے ساتھ کرتا رہتا ہے۔ حتےٰ کہ وہ وقت آجاتا ہے۔ جو ایک مضبوط اور محکم امر ہے اس میں ولی حقائق الٰہیہ سے متحقق ہوتا ہے۔ اور بحکم تمکین اس میں ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتا رہتا ہے۔ اس وقت ابلیس کا حکم منقطع ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات اس کے حق میں قیامت تک باقی رہتی ہے۔ کیونکہ یَوْمِ الدِّیْنَ قیامت کے دن کو کہتے ہیں۔ اور عارف جب تیسرے مرتبہ میں باللہ میں فانی ہوتا ہے اور مٹ جاتا ہے۔ اور بس جاتا ہے۔ تو اس کی قیامتِ صغریٰ اس پر قائم ہو جاتی ہے۔ پس یہ اس کا آخری امر یوم الدین ہے۔ پس ہم اس امر کے واضح کرنے میں اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس راز کا فاش کرنا مناسب نہیں۔

پھر جاننا چاہیئے۔ کہ شیاطین ابلیس علیہ اللعنت کی اولاد ہیں۔ کہ جب وہ نفس طبیعیہ پر قدرت پا لیتا ہے۔ تو وہ دل کی نار شہوانیہ کا عادات حیوانیہ سے نکاح کر دیتا ہے۔ پھر اس سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آگ سے چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور زمین سے نباتات پھر وہ اس کی اولاد ہے۔ اور اس کے

Marfat.com

اتباع ہیں۔ کہ وہ مثل احادیثِ نفس قلب میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور انہی کا نام وسواس خناس ہے۔ اور یہ بنی آدم میں اس کی مشارکت ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں وارد ہوا ہے وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ۔ پھر ان میں سے بعض پر طبیعتِ ناریہ غالب ہوتی ہے۔ وہ ارواحِ عنصریہ سے مل جاتے ہیں۔ اور بعض پر طبیعتِ نباتیہ حیوانیہ غالب ہوتی ہے۔ وہ بنی آدم کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور وہ شیطان محض ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ اور یہ جو بنی آدم کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ اس کے سوار ہیں۔ اس لئے کہ وہ ان شیاطین سے جو ارواحِ عنصریہ سے ملحق ہوتے ہیں قوی تر ہوتے ہیں۔ دنیا میں یہ اس کے فتنوں کے اصول ہیں۔ اور وہ اس کے فروع ہیں۔ اور پیادے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ۔ پھر جاننا چاہئے۔ کہ اس کے آلات میں سے سب سے زیادہ قوی غفلت ہے یہ اس کے لئے بمنزلہ تلوار کے ہے۔ جس سے وہ قطع کرتا ہے۔ پھر شہوت ہے۔ اور یہ بمنزلہ تیر کے ہے۔ جس کو وہ مقتل میں پہنچاتا ہے۔ پھر ریاست ہے۔ کہ وہ بمنزلہ قلعوں کے ہے۔ جس سے وہ زائل ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔ پھر جہالت ہے۔ اور وہ بمنزلہ سواری کے ہے۔ جس پر وہ سوار ہو کر جہاں چاہتا ہے۔ چلا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد اشعار۔ قصے۔ کہانیاں۔ شرابیں کھیل کود کی باتیں وغیرہ ہیں۔ جو باقی آلات جنگ کی مانند ہیں۔ لیکن عورتیں سو وہ اس کی نائب اور اس کی رسیاں ہیں۔ جن سے جو چاہتا ہے کرواتا ہے۔ اس کے لشکر میں عورتوں سے بڑھ کر کوئی مؤثر چیز نہیں ہے۔ یہ اس کے وہ آلات ہیں۔ جن سے وہ مقاتلہ کرتا ہے۔ اور اس کے بہت سے آلات اور ہوسم ہیں۔ ان تمام مواسم میں سے ایک رات ہے اور تینوں کی جگہیں ہیں۔ اور نزع کا وقت ہے۔ اور اس قسم کے اور اوقات۔ اس قدر بیان اس شخص کے لئے درست اور کافی ہے۔ جو قلب رکھتا ہے۔ اور حضورِ قلب سے کان لگا کر سنتا ہے۔

فصل

پھر اس کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ اصطلاح میں نفس پانچ قسم پر ہے۔ (۱) نفس حیوانیہ (۲) نفس امارہ (۳) نفس ملہمہ (۴) نفس لوامہ (۵) نفس مطمئنہ۔ اور یہ تمام ممدوح کے نام ہیں۔ اس لئے کہ سوائے روح کے نفس کی اور کوئی حقیقت نہیں۔ اور حق کے سوا روح کی کوئی حقیقت نہیں۔ پس اس کو سمجھ۔ پس باعتبار تدبیر بدن روح پر نفس حیوانیہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور فلسفیوں کے نزدیک نفس حیوانی وہ خون ہے۔ جو عراق میں جاری ہے۔ اور ہمارا یہ مذہب نہیں ہے۔ اور روح کا نام اس اعتبار سے نفس امارہ ہے۔ کہ وہ ملاذ حیوانیہ میں منہمک ہو کر طبیعتِ شہوانیہ کے مقتضیات میں پھنس جاتا ہے۔ اور اوامر و نواہی کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اور نفس ملہمہ روح کا اس اعتبار سے نام ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بھلائی کا اُسے الہام کرتا ہے۔ نفس جو بھلائی کرتا ہے وہ الہام الٰہی کی قبیل سے ہوتا ہے۔ اور جو برائی کرتا ہے۔ وہ بمقتضاء طبیعت ہوتی ہے۔ اور یہ اقتضاء طبیعت بمنزلہ اس کے حکم کرنے کے ہوتا ہے۔ گویا وہ بذاتِ خود اُن مقتضیاتِ طبیعت کا حکم دینے والا ہے۔ اس لئے اس کا نام امارہ پڑ گیا ہے۔ اور الہام الٰہی کی وجہ سے اس کا نام

Marfat.com

ملہمہ رکھا گیا ہے۔ اور نفس لوّامہ روح کا نام اس اعتبار سے ہے۔ کہ وہ رجوع اِلے الحق اور مقتضیاتِ طبعی سے نفس کو اکھیڑنے میں لگا ہوا ہے۔ گویا کہ وہ مہالک طبعی میں خوض کرنے پر نفس کو ملامت کرتا ہے اس لئے اس کا نام لوامہ ہوا۔ اور نفس مطمئنّہ روح کا نام اس اعتبار سے ہے۔ کہ وہ حق پر اطمینان و آرام پا جاتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ افعال و خواطر مذمومہ بالکل اس سے قطع ہو جاتے ہیں۔ جب تک یہ بات نہیں ہوتی۔ اس کا نام نفس مطمئنہ نہیں ہوتا۔ بلکہ لوامہ ہوتا ہے۔ جب بالکل بُرے خیالات کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت اس کا نام مطمئنہ ہوتا ہے۔ پھر جب جسد پر روحی آثار مثلاً تمام زمین کا طے کرنا اور غیب کا علم وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں۔ تو اس وقت صرف اس کا نام روح رہ جاتا ہے۔ اور جب خواطر محمودہ بھی اس سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ جب کہ میرے خواطر اس سے منقطع ہو گئے تھے۔ اور اوصاف الٰہیّہ سے وہ متصف ہوتا ہے۔ اور حقائق ذاتیہ سے وہ متحقق ہوتا ہے۔ تو عارف کا نام اس کے معروف کا نام جس کو اس نے شناخت کیا ہے۔ اور اس کی صفات اس کی صفات اور اس کی ذات اس کی ذات ہو جاتی ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ۝

ساٹھواں باب

انسان کامل کے بیان میں

جاننا چاہئے۔ کہ یہ باب تمام ابواب سے عمدہ ہے۔ بلکہ تمام کتاب اول سے آخر تک اس باب کی شرح ہے۔ پس اس بات کو سمجھ۔ جان کہ جمیع افراد انسانی میں سے ہر ایک اپنے کمال کے ساتھ دوسرے کا نسخہ ہے۔ جو بات ایک میں ہے۔ وہ دوسرے میں پائی جاتی ہے۔ ہاں عارضی اسباب اس سے مستثنےٰ ہیں۔ مثلاً جس کے ہاتھ پاؤں کٹ جائیں۔ یا کسی عارضہ کی وجہ سے اپنی ماں کے پیٹ سے ہی اندھا پیدا ہو۔ اور جب کوئی عارضہ پیدا [illegible] پھر افراد انسانی مثل دو متقابل آئینوں کے ہیں۔ کہ ان میں سے ہر ایک میں وہی بات پائی جاتی ہے۔ جو دوسرے میں پائی جاتی ہے۔ لیکن بعض میں وہ اشیاء بالقوہ ہوتی ہیں۔ اور بعض میں بالفعل۔ اور رود نفوس کاملہ انبیاء و اولیاء ہیں۔ پھر وہ کمال میں متفاوت ہوتے ہیں۔ بعض ان میں سے کامل اور اکمل ہوتے ہیں۔ لیکن اس وجود تعینات میں جس کمال میں محمد صلعم متعین ہوئے ہیں۔ کوئی شخص متعین نہیں ہوا۔ آپ کے اخلاق۔ احوال۔ افعال اور بعض اقوال اس امر کے شاہد ہیں۔ کہ وہ اس کمال میں منفرد ہیں۔ وہ انسان کامل ہیں۔ اور باقی انبیاء

Marfat.com

واولیاء کمّل صلوٰۃ اللہ علیہم آپ کے ساتھ ایسے ملحق ہیں۔ جیسے کامل اکمل سے ملحق ہوتا ہے۔ اور آپ کے ساتھ وہ نسبت رکھتے ہیں۔ جو ناقص کو افضل سے ہوتی ہے۔ لیکن مطلق انسان کامل جو میری تالیفات میں آیا ہے۔ ان کے مقام اعلےٰ وارفع کے پاس ادب سے میری مراد اس سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کے لئے میرے اس نام کے رکھنے میں ایک یہ راز ہے۔ کہ مطلق انسان کامل کے مقام پر میں نے جو اشارات وتنبیہات کی ہیں۔ اُن اشارات کی اضافت سوائے محمد صلعم کے کسی کی طرف مناسب نہیں۔ اور نہ ہی ان عبارات کا کسی کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔ لیکن اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی ان کا مصداق ٹھہر سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بالاتفاق انسان کامل ہے۔ اور کاملین میں سے کسی میں ان کا سا خلق واخلاق نہیں پایا جاتا۔ اور اسی کے متعلق میں نے یہ قصیدہ مسمّٰی بالدرّۃ الوحیدہ فی اللجۃ السعیدہ کہا ہے ؎

قلب اطاع الوجد فیہ جنانہٗ　　وعصی العواذل سرّہ و لسانہٗ

"ترجمہ۔ وہ ایسا قلب ہے۔ کہ اس میں وجد نے اس کے دل کی اطاعت کی ہے۔ اور اس کے سر اور اس کی زبان نے ملامت گروں کی نافرمانی کی ہے۔ یعنی آپ سے کوئی ایسی بات ظاہر نہیں ہوئی۔ جس سے ملامت گروں کو موقعہ ملے۔

عقد العقیق من العیون لانہ　　فقد العقیق ومن ھموا عیانہ

"ترجمہ۔ خون اوگلنے سے آنکھوں سے عقیق کا ایک ہار بن گیا۔ کیونکہ وہ عقیق کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے اس عقیق کے وجود کا قصد کیا۔ یعنی صحابہ کرام کو گم کر بیٹھا ہے۔"

الف السھا وما سھا فکانّما　　نظم السھی فی ھدیہ اسنانہٗ

"ترجمہ۔ وہ بیداری سے مالوف ہو گیا ہے۔ اور سہو نہ کیا۔ گویا کہ اس کی پتلی نے اسکی پلکوں میں سہی (سہا نام ستارہ) کو پرو دیا۔"

یبکی علی بعد الدیار بمدمع　　سل عنہ سلعا کم رودت غدرانہ

"ترجمہ۔ بہ سبب دوائی شہر کے آنسوؤں سے روتا ہے۔ اسکی بابت پہاڑ کو پوچھ کتنے گڑھے اور جوہڑ جاری ہو گئے۔"

فحنینہ رعد وناز رفیرہ　　برق ومزن المنحنی اجفانہ

"ترجمہ۔ آواز سے اس کا رونا رعد ہے۔ اور اسکی ڈھائیں مارنے کی آگ بجلی ہے۔ اور اس کی پلکیں جھکا ہوا بادل ہے۔

فکان بحر الدمع یقذف درہ　　حتی نفدن وقد بدا مرجانہٗ

"ترجمہ۔ پھر گویا آنسوؤں کا دریا اپنے موتی پھینکتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے مرجان نما ہو جاتے ہیں۔ یعنی آنکھوں سے خون پھوٹ آتا ہے۔"

ولئن تداعی فوق ایلک طائر　　داعی الحمام بانۃ خفتانہٗ

"ترجمہ۔ اگر ٹیکل پر کوئی پرندہ چہچہاتا ہے۔ تو وہ ایسا معلوم کرتا ہے۔ کہ کوئی موت کی طرف بلانے والا ہے۔ اس سے اس کا دل دھڑکنے لگتا ہے۔"

ویزیدہ شجوا حسنین مطیۃ　　افلت بھا نحو الحمی رکبانہٗ

Marfat.com

ترجمہ۔اس سواری کی آواز جس پر اس کے سوار سبزہ زار کی طرف جارہے ہوں۔اسکے غم و اندوہ کو زیادہ کرتی ہے۔

یاسائق العیس المعم فی الشری　　قف للذی تحدوبکر شجانہ

ترجمہ۔اے رات میں عمامہ باندھے ہوئے فتران سفید سرخ موکے ہانکنے والے اس شخص کے پاس ٹھہر۔جس کے غموں کا توگیت گاکر اونٹوں کو ہانکے لے جارہا ہے۔"

بلغ حدیثا قد اوتہ مدامعی　　اذ عنعنتہ مسلسلاً فیضانہ

ترجمہ۔وہ حدیث اس کو پہنچا۔جس کو میرے آنسوؤں نے اپنے مسلسل بہنے سے بطریق عنعنہ روایت کیا ہے۔ معنعن وہ حدیث ہے۔جو لفظ عن سے مروی ہو)

اسند لھم ضعفی وما قد صح من　　متواترا لخبر الذی جریانہ

ترجمہ۔ان کی طرف میرے ضعف اور اس چیز کی نسبت کر۔جو خبر متواتر سے کہ آنسوؤں کا لگاتار جاری رہنا ہے صحیح ہوچکی ہے۔"

یرویہ عن عبراتہ عن مقلتی　　عن اضلعی عما روت نیرانہ

ترجمہ۔اس چیز کی نسبت کر۔جس کو قلب اپنے گرم آنسوؤں سے میری آنکھ سے روایت کرتا ہے۔اور نیز اس چیز کی جس کو میرے دل کی آگ میرے پہلوؤں سے روائت کرتی ہے۔

عن مھجتی عن شجوھا عن خاطری　　عن عشقتی عما حواہ جنانہ

ترجمہ۔میری جان اور اس کے غم سے اور میرے دل کی باتوں اور میرے عشق سے جن کو قلب کا باطن اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔روائت کر۔

عن ذالک العھد القدیم عن الھوی　　عمن ھم روحی وھم سکانہ

ترجمہ۔عشق کے اس قدیم عہد سے اور اس بات سے کہ وہ میری روح ہیں۔اور قلب کے اندر رہنے والے ہیں۔روایت کر۔

واسال سلمت احبتی بتلطف　　المسکین عند ھم وھم سلطانہ

ترجمہ۔میرے حبیبوں کے پاس جاکر میرا سلام عرض کر۔اور یہ بات کہ وہ قلب کے بادشاہ ہیں۔اور یہ کہ وہ مسکین پر نوازش کریں

واستنجد العرب الکرام تعطفا　　لمضیع فی ھجرھم ازمانہ

ترجمہ۔اور از راہ مہربانی عرب کرام سے اس شخص کے لئے مدد مانگ۔جو انکے ہجر میں اپنے زمانے کو ضائع کر رہا

لایوحشنک عزھم وعلوھم　　تلک الدیار لوفدھا اوطانہ

ترجمہ۔انکی عزت۔بزرگی اور علو تجھ کو وحشت میں نہ ڈالے۔یہ شہر اپنے وفد کے لئے اس کے وطن ہیں۔

کلا ولا تنس الحدیث لحبھم　　قصص الصبابۃ لن تزل قرانہ

ترجمہ۔حدیث کو ہرگز نہ بھول کہ انکی محبت مشق بازی کے قصے ہیں جن کو تو ہمیشہ پڑھتا رہیگا

ما آیسوا المقطوع من ایسالھم　　بل انشدہ بانھم خلانہ

Marfat.com

ترجمہ۔ بچھڑے ہوئے حق کے ساتھ ان کے ملانے سے مایوس نہیں ہوئے۔ بلکہ اس بات نے ان کو مانوس کر دیا ہے کہ وہ اس کے دوست ہیں۔

قد کنت اعهد منهم حفظ الودا ولیت شعری هل هم اخوانه

ترجمہ۔ دوستی کے نگاہ رکھنے کا میں نے ان سے عہد لیا ہوا تھا۔ کاش کہ میں جانتا۔ کہ وہ اس کے بھائی ہیں (آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا تھا۔ کہ تم میرے صاحب ہو۔ اور میرے بھائی وہ ہیں۔ جو تمہارے بعد ہونگے)

ولقد انزهه عن خیانة عهدنا شان الحبیب وان یکن هو شانه

ترجمہ۔ میں حبیب کی شان کو عہد میں خیانت کرنے سے منزہ جانتا ہوں۔ اگرچہ خیانت کرنا بھی حبیب کی شان میں ہے

حیا الاله حبیبی وسقاهمو غیثا یجود ببوله سکبانه

ترجمہ۔ میرے حبیب اللہ کی بارش ہیں۔ ان کی سیرابی ایک ایسا بادل ہے۔ جو بزرگ قطروں سے برسنے کی فیاضی کرتا ہے

یحیا به الربع الخصیب ولم یزل حیا تمیس بورقه اعصانه

ترجمہ۔ سرسبز زمین اسی سے زندہ ہوئی ہے۔ اور ہمیشہ زندہ رہیگی۔ اس کی شاخیں پتوں سمیت جھومتی رہینگی۔

عجبا لذاك الحی کیف یمده قحط السنین واحمد نیسانه

ترجمہ۔ اس بادل کیلئے تعجب ہے۔ برسوں کا قحط کیسے اس کا قصد کر سکتا ہے۔ جبکہ احمدؐ اس کا نیسان یعنی بارش کا مہینہ ہے

او کیف یظمأ وفده ولدیهمو بحر یموج ببدره طفحانه

ترجمہ۔ اس کا وفد کیسے پیاسا رہیگا۔ حالانکہ انکے نزدیک دریا ہے۔ جو موتیوں کی موجیں اٹھاتا ہے

شمس علی قطب الکمال مضیئة بدر علی فلك العلی سیرانه

ترجمہ۔ آفتاب ہے۔ کہ کمال کے قطب پر روشن ہے۔ ماہتاب ہے۔ کہ علو کے آسمان پر سیر کر رہا ہے۔

اوج العظائم مرکز العز الذی لرحی العلا من حوله دورانه

ترجمہ۔ وہ اوجِ عظمت مرکزِ عزت ہے۔ جس کے گرد علو کی چکی گردش کرتی ہے۔

ملك وفوق الحضرة العلیا علی العرش المکین مثبت مکانه

ترجمہ۔ بادشاہ ہے۔ کہ حضرتِ عالیہ اور عرشِ مکین کے اوپر اپنا مرتبہ ثابت کرنے والا ہے۔

لیس الوجود باسره ان حققوا الا حبابا طفحته دنانه

ترجمہ۔ اگر تحقیق کی نگاہ سے دیکھو۔ تو وجود تمام بجز حباب کے کوئی چیز نہیں۔ جس کو اس کے خم اوپر لے آئے ہیں۔

الکل فیه ومنه کان وعنده تفنی الدهور وما تزال زمانه

ترجمہ۔ کل اُسی میں ہے اور اسی سے ہے۔ زمانے وہاں فانی ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کے زمانے ہمیشہ رہتے ہیں۔

فالخلق تحت سماعلاه کحزولٍ والامر یبرمه هناك بنانه

ترجمہ۔ پس خلق اس کے علو کے آسمان کی تحت میں مثل ایک انی کے دانہ کے ہے۔ اور امر کو وہاں اسکی زبان مضبوط کرتی ہے

Marfat.com

والكون اجمعه لديه كخاتم　　في اصبع منه اجل اكوانه

ترجمہ۔ تمام موجودات اس کے نزدیک ایسی ہے جیسے انگلی میں انگوٹھی اس کے بزرگ کون اسی سے پیدا ہوئے۔

والملك والملكوت في تياره　　كالقطربل من فوق ذاك مكانه

ترجمہ۔ ملک اور ملکوت اس کی موج میں مثل قطرہ کے ہیں۔ بلکہ اس کا مرتبہ اس سے بھی بلند ہے۔

وتطيعه الاملاك من فوق السما　　واللوح ينفذ ما قضاه بنانه

ترجمہ۔ آسمان کے اوپر فرشتے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس کی انگلیوں کی قضاء کو لوح جاری کرتی ہے۔

فلكم دعابالنخلة ايصا فجا　　ءت مثل ما جاءت لداعزلانه

ترجمہ۔ تمہارے لئے ان کی بزرگی کا ایک یہ نشان ہے۔ کہ اس نے ٹھوس زمین کے درخت کو بلایا۔ پھر وہ اس طرح آیا۔ جیسے ہرن دوڑ کر آتے ہیں۔

ناهيك شق البدر منه باصبع　　والبدر اعلى ان يزل قرانه

ترجمہ۔ تیرے لئے یہی کافی ہے۔ کہ اس نے اپنی انگلی سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ حالانکہ بدر اس بات سے اعلیٰ ہے۔ کہ اس کا قران زوال میں آئے۔

شهد بمكنة الكيان وخير بيئة　　يكفي الشاهدين كيانه

ترجمہ۔ اس کے مرتبہ کی خود صاحب کون نے یعنی خدا تعالیٰ نے شہادت دی۔ اور سب گواہوں میں۔

وہ تو وہ ہے جو تمام موجودات کا مالک اور پیدا کرنے والا ہے۔

هو نقطة التحقيق وهو محيطه　　هو مركز التشريع وهو مكانه

ترجمہ۔ وہ تحقیق کا نقطہ اور اس کا محیط ہے۔ وہ تشریع کا مرکز اور اس کا مکان ہے۔

هو بحر الوهية وخضمها　　هو سيف رض عزة وسنانه

ترجمہ۔ وہ بحر الوہیت کا موتی ہے۔ اس کا وسط میدان اور معظم چیز ہے۔ وہ رض عزت کی تلوار ہے۔

معنی ہیں کہ

هو بهاؤ وهو واو هو باؤ ه　　هو ب ا ل ا ص ر ا ن ه

ترجمہ۔ وہ اس کی باؤ ہے۔ واؤ ہے اور باؤ ہے۔ وہ ب ا ل ا ص ر ا ن ہے۔

بمعنی مرکب شیم

هو قاف هو نون هو طاؤ ه　　هو نورة هو نار هو رانه

ترجمہ۔ وہ اس کا قاف ہے۔ نون ہے۔ طاؤ ہے۔ وہ اس کا نور ہے۔ وہ اس کا نار ہے۔ وہ اس کا ران ہے۔ وہ ماننے

ست وہ از ترازان گرفتم ندارد۔ (منہ الاریب)

عقد الهدا بحمده وثنائه　　فاز بمدحه وكلا ان اوانه

Marfat.com

ترجمہ۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی ثناء کا جھنڈا گاڑ دے۔ پس زمانہ زمانہ ہے اور وقت اس کے وقت ہیں"۔

وله الوساطة وهو عين وسيلة هي للفتى يجلى بها رحمانه

ترجمہ۔ وساطت اسی کے لئے ہے اور وہ عین وسیلہ ہے۔ جو ان کے لئے اس وسیلہ سے اس کا رحمٰن ظاہر ہوتا ہے"۔

وله المقام وذالك المحمودما لم يدر من شأن تعالى شانه

ترجمہ۔ اس کے لئے مقام ہے۔ اور وہ مقام محمود ہے۔ کہ اس کی شان کوئی نہیں جان سکتا۔ وہ بڑی شان والا ہے"۔

ميكال طست موجة من بحره وكذاك روح امينه وامانه

ترجمہ۔ میکائیل اس کے دریا کی موج کا ایک طشت ہے۔ اور ایسا ہی وہ روح ہے۔ جو اس کا امین اور اس کی روا ہے یعنی جبرئیل علیہ السلام

وبقية الاملاك من مائة كالثلج بعقدة الصبا وحرانه

ترجمہ۔ باقی فرشتے مائیت سے مثل برف کے ہیں۔ جس کو صبا جما دیتی ہے اور اس کے پیاسے ہیں"۔

والعرش والكرسي ثم المنتهى مجلاه ثم محله ومكانه

ترجمہ۔ عرش۔ کرسی پھر سدرۃ المنتہےٰ اس کے جلوہ گاہ ہیں۔ پھر اس کا محل اور اس کا مکان ہیں"۔

وطوى السموات العلا بعروجه طي السجل كما لج ركبانه

ترجمہ۔ اپنے معراج میں بلند آسمانوں کو اس طرح لپیٹا۔ جیسے کہ کاغذ کو لپیٹتے ہیں۔ یا جیسے کہ رات کو چلنے والا اپنی سواریوں کو باندھتا ہے"۔

انباء عن الماضي وعن مستقبل كشف القناع وكم اضا برهانه

ترجمہ۔ ماضی اور مستقبل سے خبر دی۔ پردوں کو اٹھا دیا۔ کتنی ہی دلیلیں اس کی روشن ہو چکیں"۔

وانت يداه بسال قيصره ففرقها وكسرى ساقط ايوانه

ترجمہ۔ اس کے دونوں ہاتھ قیصر کے مال کو لائے۔ پھر اس مال کو بانٹ دیا۔ اور کسریٰ کے محل کو گرا دیا۔

ولكم له خلق يضيئ بنوره يهدى بذكراه الهدى جيرانه

ترجمہ۔ اور تمہارے لئے اس کا ایسا خلق ہے۔ کہ جس کے نور سے روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے ذکر سے ہمسائے ہدایت پاتے ہیں"۔

ولكم تطهر في التزكي وانتقى حتى ارتقى مالا يرام عيانه

ترجمہ۔ تمہارے لئے نہایت پاک اور مطہر ہونے میں اس کی ایک دلیل یہ ہے۔ کہ وہ پاک ہوا۔ حتی کہ پاکی کے اس مقام پر اس نے ترقی کی۔ کہ آنکھ اس کے وجود کو بسبب لطافت کے دیکھ نہیں سکتی"۔

انباء عن الاسرار اعلانا وهم يفشى السرية تلواى اعلانه

ترجمہ۔ اس نے اسرار کو بطور اعلان کے خبر دی۔ حالانکہ اس کے اعلان نے خلق میں راز کو فاش نہیں کیا۔

Marfat.com

نظم الدراری فی عقود حدیثه منتشرات فوقها عقیانه

ترجمہ۔ اپنی حدیث کی لڑیوں میں پراگندہ موتی پرو دئے۔ کہ جن کے اوپر اس کی زر خالص ہے۔

حتی یبلغ فی الامانه حقها من غیرهتك رامه خوانه

ترجمہ۔ حتیٰ کہ بغیر ہتک کے جس کا کہ اس کا خائن قصد کرتا ہے۔ حق امانت کو ادا کر دیا۔

اللہ حسبی مالاحمد منتهی وبمدحه قد جاءنا فرقانه

ترجمہ۔ اللہ مجھ کو کافی ہے۔ احمدؐ کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس کی مدح میں ہمارے پاس اس کا فرقان آچکا ہے۔

حاشاه لم تدرك لاحمد غایة اذ کل غایات النهایة انه

ترجمہ۔ پاکی ہے خدا کو احمدؐ کی غایت کا کسی نے ادراک نہیں کیا۔ اس لئے کہ کل انتہاد رجے اس کی ابتدا ہیں۔

صلی علیه الله مهما زمزمت کلم علی معنی یریم بیانه

ترجمہ۔ اللہ نے ان پر درود بھیجا۔ جبکہ کلموں نے ایسے معانی پر کہ اس کے بیان کو ختم کریں۔ زمزمہ کیا۔

والآل والاصحاب والانساب والاقطاب قوم فی العلا اخوانه

ترجمہ۔ اور انکی آل۔ اصحاب اور انساب پر اور اقطاب پر کہ وہ ایک قوم ہے۔ جو علو میں اس کے بھائی ہیں۔

مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ ابتدائے حال میں جبکہ بطریق سلوک اس عاجز کو بھی تصوف کا خبط تھا۔ اور میرے مرشدی میاں محمد اسمعیل صاحب دوکوی الملقب بفرشتہ قدس اللہ سرہ العزیز کے فیض صحبت سے مجھ پر سر عالم کا انکشاف ہوا۔ حجابات ظلمانی مرتفع ہونے۔ تو مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی۔ کہ عالم ناسوت ظل عالم ملکوت ہے۔ اور عالم ملکوت ظل جبروت اور جبروت ظل لاہوت ہے۔ لاہوت بمنزلہ سر کے ہے۔ جبروت سینہ اور ملکوت پیٹ اور ناسوت ٹانگیں ہیں۔ اور دو وصف الٰہی یعنی جلال و جمال جن کا ہر شے میں ظہور ہے۔ دو ہاتھ ہیں۔ اور یہ انسان کامل کی صورت ہے۔ اور حدیث خلق اللہ آدم علے صورتہ کا راز ہے۔ عالم ملکوت و جبروت و لاہوت روحانی ہیں جو تصویر کے ذریعہ ظاہر نہیں کئے جا سکتے۔ مگر تاہم سمجھانے کے لئے ہم اس مسئلہ کو تصویر کے ذریعہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے:۔

عالم ناسوت آسمان اور زمین ہیں۔ اور جو شے عالم ناسوت میں ہے۔

Marfat.com

مگر مثالی نورانی صورتوں میں اور جو کچھ عالم ملکوت میں ہے۔ وہ عالم جبروت میں ہے۔ مگر ارواح مجردہ کی صورت میں۔ اور ایسا ہی عالم جبروت عالم لاہوت کا ظلّ ہے۔ میں نے یہ صورت حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں عرض کی۔ تو آپ نے تصدیق فرمائی۔ عالم لاہوت سرِّ حق ہے۔ جو جمیع عوالم پر محیط ہے۔ اور یہ یاد رہے۔ کہ ظلّ حقیقت کا عین نہیں ہوتا۔ اور نہ من کل الوجوہ اس کا غیر ہوتا ہے۔ فافہم۔ مترجم

جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ تجھ کو نگاہ رکھے۔ کہ انسان کامل وہ قطب ہے۔ جس پر اول سے آخر تک وجود کے فلک گردش کرتے ہیں۔ اور وہ جب سے وجود کی ابتدا ہوئی۔ اس وقت سے لیکر ابدالآباد تک ایک ہی شخص ہے۔ پھر اس کے لئے رنگا رنگ لباس ہیں۔ اور کنیسوں اور گرجوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور باعتبار لباس کے اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے۔ کہ دوسرے لباس کے اعتبار سے اس کا وہ نام نہیں رکھا جاتا۔ اس کا اصلی نام محمد ہے۔ اور اس کی کنیت ابوالقاسم اور اس کا وصف عبداللہ اور اس کا لقب شمس الدین ہے پھر باعتبار دوسرے لباسوں کے اس کے نام ہیں۔ پھر ہر زمانہ میں اس کا ایک نام ہے۔ جو اس زمانہ کے لباس کے لائق ہوتا ہے۔ پس میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے شیخ شرف الدین اسمٰعیل الجبرتی کی صورت میں جمع ہوا۔ اور میں نہیں جانتا تھا۔ کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں یہی جانتا تھا۔ کہ وہ میرے شیخ ہیں اور یہ منجملہ اُن مشاہدہ کے ہے۔ جن کو میں نے زبید میں ۹۶۸ھ ہجری میں مشاہدہ کیا ہے۔ اور اس امر کا بھید یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر صورت میں متصور ہو سکتے ہیں۔ پس ادیب جب آپ کو اس صورت پر دیکھتا ہے۔ جو زندگی میں آپ کی صورت تھی۔ تو اس کا نام صورتِ محمدیہ رکھتا ہے۔ اور جب کسی اور صورت میں دیکھتا ہے۔ اور جانتا ہے۔ کہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تو اس کا نام وہی رکھتا ہے۔ جو اس صورت کا نام ہے۔ اور وہ اس وہ نام بجز حقیقت محمدیہ کے اور کسی شے پر واقع نہیں ہوتا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب آپ شبلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ تو شبلیؒ نے اپنے تلمیذ سے کہا کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں۔ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ تلمیذ صاحب کشف تھا۔ اس نے نور کشف سے پہچان لیا۔ اور کہا۔ کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کا انکار نہیں کیا جاتا۔ اور وہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ سونے والا دیکھے۔ کہ فلاں شخص فلاں شخص کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ اور کشف کا ادنےٰ مرتبہ یہ ہے۔ کہ بیداری میں بھی وہی دیکھے۔ جو خواب میں دیکھا ہے لیکن نیند اور کشف میں فرق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس صورت میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھتا ہے۔ بیداری میں اس کا نام حقیقت محمدیہ پر واقع نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ عالم مثال کے واقعات کی تعبیر ہوتی ہے۔ پس بیداری میں حقیقت محمدیہ سے اس صورت کی حقیقت کی طرف تعبیر کی جاتی ہے۔ برخلاف اس کے کشف کہ کشف جب حقیقت محمدیہ سے تجھ پر انکشاف ہوتا ہے۔ کہ وہ آدمیوں کی صورتوں میں سے فلاں صورت میں تجلی ہے۔ تو تجھ پر لازم ہوتا ہے۔ کہ تو اس صورت کا نام حقیقت محمدیہ پر واقع کرے۔

Marfat.com

اور اس صورت والے کا ایسا ادب کرے۔ جیسا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ تجھے کشف سے یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ اس صورت میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم متصور ہیں۔ اس شہود کے بعد تیرے لئے یہ جائز نہیں۔ کہ تو اس صورت کے آدمی سے وہی معاملہ کرے۔ جو پہلے کرتا تھا۔ اس بات سے بچنا۔ کہ مبادا میرے قول میں مذہب تناسخ کا تجھے وہم گذرے۔ میں خدا کی اور پھر رسول کی اس بات سے پناہ لیتا ہوں۔ کہ میری یہ مراد ہو۔ بلکہ میری غرض یہ ہے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ قدرت حاصل ہے۔ کہ وہ ہر صورت میں متصور ہوں۔ حتی کہ وہ ان صورتوں میں متجلّی ہوتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور جاری ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ہر زمانہ میں اس زمانہ کے اکمل کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ تاکہ ان کی شان بلند ہو۔ اور زمانہ کا اس کی طرف میلان درست اور قائم ہو۔ وہ ظاہر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفے ہوتے ہیں۔ اور باطن میں آنحضرت صلعم ان کی حقیقت ہیں۔

جاننا چاہیئے۔ کہ انسان کامل بذاتِ خود جمیع حقائق وجودیہ کے مقابل ہے۔ وہ اپنی لطافت میں حقائق علویہ کے مقابل ہے۔ اور کثافت میں حقائق سفلیہ کے مقابل ہے۔ حقائق خلقیہ سے اوّلاً جو چیز اس کے مقابل ہے۔ وہ عرش ہے۔ جو اس کے قلب کے بالمقابل ہے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ قلب المومن عرش اللہ۔ اور کرسی اس کی انیّت کے۔ سدرۃ المنتہےٰ اس کے مقام کے۔ قلم اعلےٰ اس کی عقل کے مقابل ہے۔ لوح محفوظ اس کے نفس کے۔ عناصر اس کی طبع کے مقابل ہیں۔ ہیولیٰ اس کی قابلیت کے اور غبار یعنی ذرّات۔ اس کی جسّیت ہیکل کے مقابل ہیں۔ فلکِ اطلس اس کی رائے کے اور ستاروں والا آسمان اس کی مدرکہ کے مقابل ہے۔ اور ساتواں آسمان اس کی ہمت کے اور چھٹا آسمان اس کے وہم کے اور پانچواں آسمان اس کی متمّمہ کے اور چوتھا آسمان اس کی فہم کے مقابل ہے۔ اور تیسرا آسمان اس کے خیال کے اور دوسرا آسمان اس کے فکر کے اور پہلا آسمان اس کے حافظہ کے مقابل ہے۔ پھر زحل قوی لامسہ کے اور مشتری قوی دافعہ کے اور مریخ قوی محرکہ کے مقابل ہے۔ اور شمس قوت باصرہ کے اور زہرہ قوت ذائقہ کے اور عطارد قوت شامہ کے اور قمر قوت سامعہ کے مقابل ہے۔ پھر کرۂ نار اس کی حرارت کے اور کرۂ آبی اس کی برودت کے اور کرۂ ہوائی اس کی رطوبت کے اور کرۂ ارض اس کی یبوست کے مقابل ہے۔ پھر ملائکہ اس کے خواطر کے اور جن اور شیاطین اس کے وساوس کے مقابل ہیں۔ اور بہائم اس کی حیوانیت کے شیر اس کی قوتِ قاہرہ غضبیہ اور قوت گرفت کے اور لومڑی اس کی قوتِ مائرہ کے مقابل ہے۔ بھیڑیا اس کی قوت خادعہ یعنی دھوکا دینے والی قوت کے اور بندر قوت ساسدہ کے اور موش قوت حریصہ کے مقابل ہے۔ اس طرح باقی قوتوں کو قیاس کر۔ پھر وہ اپنی رہنمائیت سے پرندہ کے مقابل اور مادۂ صفراویہ سے آگ کے مقابل ہے۔ اور مادۂ بلغمیہ سے پانی کے اور مادۂ دمویہ سے ہوا کے اور مادۂ سوداویہ سے مٹی کے مقابل ہے۔ پھر ساتواں دریا اس کی منی اور اس کی اینٹ اور اس کے پسینے

Marfat.com

اور اس کے کانوں کی میل اور اس کے آنسوؤں اور اس کے پیشاب اور ساتویں اس مادہ کے مقابل ہے۔ جو تمام وجود میں محیط ہے۔ خون رگوں اور جلد کے مابین جاری ہے۔ اور ان میں سے بعض وہ چیزیں ہیں۔ جو ان چھ چیزوں سے متفرع ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے ذائقہ ہے۔ کہ وہ میٹھا ہے۔ کھٹا ہے۔ کڑوا ہے مختلف ذائقوں سے ملا ہوا اور نمکین اور بدبودار اور خوشبودار ہے۔ پھر جوہر اس کی ہویت کے کہ وہ اس کی ذات ہے۔ اور عرض اس کے وصف کے مقابل ہے پھر جمادات اس کے انیاب یعنی دانتوں کے مقابل ہے۔ اس لئے کہ دانت جب اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ تو وہ جمادات کے مشابہ رہ جاتا ہے۔ کہ نہ بڑھتا ہے۔ اور نہ کم ہوتا ہے۔ اور جب تو اُسے توڑ ڈالے۔ تو کسی چیز سے جڑ نہیں سکتا۔ پھر نبات اس کے بالوں اور ناخنوں کے مقابل ہے۔ اور حیوان اس کی قوت شہویہ کے مقابل ہے۔ اور اس جیسے دوسرے آدمی اس کی بشریت اور اس کی صورت کے مقابل ہیں۔ پھر آدمیوں کی جنسوں میں بھی تقابل ہے۔ بادشاہ اس کی روح کے وزیر اس کی نظر فکری کے اور قاضی اس کے مسموع و منقول اور اس کی رائے پسندیدہ کے مقابل ہے۔ اور شرطی یعنی کوتوال اس کے ظن کے اور اعوان اس کے عروق اور اس کی تمام قوتوں کے مقابل ہیں۔ اور مومنین اس کے یقین کے اور مشرکین اس کے شک اور شبہ کے مقابل ہے۔ پس حقائق وجود میں سے ہر حقیقت اس کے وجود کے پرزوں میں سے ایک پرزہ کے مقابل ہے۔ اور ہم گذشتہ ابواب میں انسان کامل کی ہر قوت سے ملک مقرب کا مخلوق ہونا بیان کر آئے ہیں۔ اور اسماء و صفات کے تقابل کے متعلق گفتگو باقی رہ گئی۔

جاننا چاہیئے۔ کہ انسان نسخۃ الحق ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے۔ کہ خلق اللہ آدم علی صورۃ الرحمن آدم کو خدا تعالےٰ نے رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور دوسری حدیث میں یہ ہے۔ کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ حی۔ علیم۔ قادر۔ مرید۔ سمیع۔ بصیر۔ متکلم ہے۔ اور ایسا ہی انسانی حی اور علیم الخ ہے۔ پھر ہویت ہوّیت کے مقابل ہے۔ اور انیت انیّت کے۔ اور ذات ذات کے اور کل کل کے اور شمول شمول کے اور خصوص خصوص کے اور اس کے لئے ایک اور مقابلہ بھی ہے۔ کہ حق اس کے حقائق ذاتیہ کے مقابل ہے۔ اور ہم نے اس کتاب میں کئی جگہ اس امر پر تنبیہ کی ہے۔ اور یہاں اسی قدر اس پر تنبیہ کر دینی کافی ہے۔

پھر جاننا چاہیئے۔ کہ انسان کامل وہ ہے۔ جو بمقتضاء حکم ذاتی بطور ملک و اصالت اسماء ذاتیہ و صفاتِ الٰہیہ کا مستحق ہو۔ اس لئے کہ ان عبادات کے ساتھ اپنی حقیقت سے وہی معبّر ہو سکتا ہے اور ان اشارات سے اس کے لطیفہ کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کا وجود میں سوائے انسان کامل کے کوئی مستند نہیں ہے۔ حق کے لئے اس کی مثال آئینے کی سی مثال ہے۔ کہ سوائے اس کے کوئی شخص اپنی صورت نہیں دیکھ سکتا۔ ورنہ اس کے لئے ممکن نہیں ہے۔ کہ سوائے اسم اللہ کے آئینے کے

Marfat.com

کہ وہ اس کا آئینہ ہے۔ اپنے نفس کی صورت دیکھ سکے۔ اور انسان کامل بھی حق کا آئینہ ہے۔ اس لئے حق تعالےٰ نے اپنے آپ پر لازم کر لیا ہے۔ کہ سوائے انسان کامل اپنے اسماء و صفات کو اور کسی چیز میں نہ دیکھے۔ یہی معنی ہیں۔ خدا تعالےٰ کے اس قول کے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ کہ ہم نے اپنی امانت آسمانوں۔ زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کی۔ سب نے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ کیونکہ وہ ظالم جاہل ہے۔ یعنی اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ کہ اس درجہ سے اس کو متنزل کر دیا ہے۔ اپنی قدر سے جاہل ہے۔ اس لئے کہ وہ نہیں جانتا۔ کہ وہ امانت الٰہیہ کا محل ہے۔

معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ انسان کامل تمام اسماء و صفات دو قسموں پر منقسم ہیں۔ ایک قسم اسکی سیدھی جانب سے ہے۔ مثل حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادت۔ سمع۔ بصر وغیرہ کے اور ایک قسم اس کی الٹی جانب سے ہے۔ مثل ازلیت۔ ابدیت۔ اولیت۔ آخریت وغیرہ کے اور ان تمام کے سوا اس کو ایک۔ ازلت سریانیہ ہے۔ جس کا نام لذت الوہیت ہے۔ جس کو وہ بطور احاطت اپنے تمام وجود میں محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ بعض فقراء نے اس لذت میں پڑے رہنے کی درخواست کی۔ تجھے اس شخص کا کلام مغرور نکرے جو ان لوگوں کو ناچیز جانتا ہے۔ اس لئے کہ اُسے اس مقام کی معرفت حاصل نہیں۔ اور اس تمام میں انسان کامل کو اس کے متعلق مثل اسماء و صفات سے فراغت ہو جاتی ہے۔ ان کی طرف اس کی نظر نہیں رہتی بلکہ اسماء و صفات اور ذات سے وہ تجرد کر کے سوائے اس کی ہویت کے وجود میں کسی چیز کو نہیں جانتا۔ بحکم تعین و کشف صدور وجود کو اعلےٰ ہو یا ادنےٰ اسی سے مشاہدہ کرتا ہے۔ اور وجود کی متعدد چیزوں کو بذات خود ایسا دیکھتا ہے جیسے کہ کوئی شخص اپنے دلی خواطر اور حقائق کو دیکھتا ہے۔ اور انسان کامل کو قدرت ہے۔ کہ ادنےٰ و اعلےٰ خواطر کو اپنے دل سے ہٹا رکھے۔ پھر اشیاء میں اس کا تصرف نہ کسی چیز کے ساتھ موصوف ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور نہ کسی آلے سے اور نہ اسم سے اور نہ رسم سے بلکہ وہ ایسا تصرف ہوتا ہے جیسے کوئی ہم میں سے اپنی کلام اور خورد و نوش میں تصرف کرتا ہے۔ اور انسان کامل کے تین برزخ ہیں۔ اور اس کے آگے ایک مقام ہے۔ جس کا نام ختام ہے۔ برزخ اوّل بدایت ہے۔ اور وہ اسماء و صفات سے متحقق ہوتا ہے۔ دوسرا برزخ توسط ہے۔ اور وہ حقائق رحمانیہ کے ساتھ دقائق انسانیہ کو ملانا ہے۔ مشہد کامل ہو جاتا ہے۔ تو تمام پوشیدہ چیزوں کو جان لیتا ہے۔ اور غیبی چیزوں میں سے [illegible] اطلاع پا لیتا ہے (مترجم عرض کرتا ہے۔ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ۔ غیب کی چابیاں خدا کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ کہ جب چاہیں چابی لگا کر غیب معلوم کر لیں) مصنف علیہ الرحمۃ نے واقعات و حوادث میں جو خطیرۃ القدس میں منعقد ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

تیسرا برزخ ان امور کے اختراع کرنے میں مختلف اقسام حکمت کی معرفت سے جو ربوبیت کے کمالات

Marfat.com

میں داخل ہیں۔ ہمیشہ سلطانِ قدرت میں انسان سے امورِ خارقِ عادات صادر ہوتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ خرقِ عادات فلک حکمت اس کی عادت بن جاتی ہے۔ اس وقت اس کو ظاہر اکوان میں قدرت کے ظاہر کرنے کا اذن دیا جاتا ہے۔ پھر جب اس برزخ میں اُسے رسوخ حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت مقام ختام میں وہ اترتا ہے۔ جو جلال و اکرام سے موصوف ہے۔ اور اس کے سوائے کبریاء کے اور کچھ نہیں۔ اور وہ نہایت ہے۔ جس کی غائت کا کوئی پتہ نہیں۔ اس مقام میں آدمی مختلف درجات کے ہیں۔ بعض کامل ہیں۔ بعض اکمل بعض فاضل بعض افضل۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلِ۔

اکسٹھواں باب ۶۱

علاماتِ قیامت کے بیان میں

جاننا چاہیئے۔ کہ دنیوی عالم جس میں اب ہم ہیں۔ اس کی ایک انتہا ہے۔ جو اس کا مآل ہے۔ اس لئے کہ وہ حادث ہے۔ اور حادث کے لئے یہ ضروری بات ہے۔ کہ وہ ختم ہو جائے۔ اس حکم کا ظاہر ہونا ضروری اور لابدی امر ہے۔ پس اس کا ختم ہونا اور اس کا فنا ہونا قہرِ حقیقت الٰہیہ کی تحت میں ہے۔ جو اس عالم دنیوی کے افراد کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ اس کی موت ہے۔ اور حقیقت الٰہیہ کا ظاہر ہونا جو ہم پر اُن احکام میں ظاہر ہو گی۔ جن کا ذکر حق سبحانہ و تعالےٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ وہ اس وجود کی قیامتِ کبریٰ ہے۔ پھر ہر فرد عالم کے لئے ایک خاص ساعت ہے۔ اور یہ تمام ساعت عامہ میں جمع ہوں گے۔ اس لئے کہ ہر فرد کو اس بات سے چارہ نہیں۔ کہ وہ ساعت عامہ کے حکم میں داخل نہ ہو۔ اگرچہ وہ ساعت بھی اس پر متحقق ہوتی ہے۔ جو اس کے ساتھ منصوص ہے۔ اور یہ حکم تمام افرادِ عالم کو عام ہے۔ اور یہ عموم قیامتِ کبریٰ ہے۔ جس کا خدا نے وعدہ فرمایا ہے۔ جب تو نے یہ بات سمجھ لی۔ اور اسے تحقیق کر لیا۔ اور معلوم کر لیا۔ کہ جمیع افرادِ عالم کے لئے کیا اجل اور کیا اوقت ایک وقت معین ہے۔ کہ تمام اشیاء عالم کو وہ اس وقت تک مہلت دیتا ہے۔ تو اب جاننا چاہیئے کہ عموم حکم تمام عالم کی اجل ہے۔ اور وہاں سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ پس میں نہیں جانتا۔ کہ اس نکتہ کو تو موافق تصریح کتاب کے سمجھا ہے۔ یا تیری سمجھ میری مراد کے خلاف ہے۔ لیکن عام لوگ جیسا کہ ظاہر مفہوم سمجھے ہوئے ہیں میں ایک اور عبادت میں تجھے اس پر آگاہ کروں گا۔

جاننا چاہیئے۔ کہ حق تعالےٰ کے بہت سے عالم ہیں۔ ہر عالم جس کی طرف اللہ تعالےٰ بوساطت الٰہ

Marfat.com

دیکھتا ہے۔ شہادت وجودیّہ کے نام سے موسوم ہے۔ اور حس عالم کی طرف بدوں توسط انسان نظر کرتا ہے۔ وہ غیب کے نام سے موسوم ہے۔ پھر اس غیب کی دو قسمیں بنائی ہیں۔ ایک وہ غیب جس کو علم انسان میں مفصل کر دیا ہے۔ اور ایک وہ جسے قابلیتِ انسان میں مجمل رکھا ہے۔ غیب مفصّل غیب وجودی کے نام سے موسوم ہے۔ اور وہ مثل عالم ملکوت کے ہے۔ اور غیب مجمل غیب عدمیّہ کے نام سے موسوم ہے۔ اور یہ وہ عوالم ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ اور تو ان کو نہیں جانتا۔ پس وہ ہمارے نزدیک بمنزلہ عدم کے ہے۔ یہی مراد ہے غیب عدمی سے۔

پھر جاننا چاہیئے۔ کہ یہ دنیوی عالم جس کی طرف خدا تعالےٰ بواسطہ انسان دیکھتا ہے۔ جب تک نظر حق کے لئے اس میں انسان کا واسطہ باقی رہتا ہے۔ شہادت وجودیّہ کے نام سے موسوم ہے۔ پھر جب انسان اس دنیا سے اٹھ جاتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ بہ توسط انسان اس عالم کی طرف دیکھتا ہے۔ جس کی طرف انسان منتقل ہوا ہے۔ پھر وہ عالم شہادتِ وجودیّہ ہو جاتا ہے۔ اور عالم دنیوی غیب رمیّہ میں داخل ہو جاتا ہے اور عالم دنیوی کا وجود اس وقت عالم الٰہی میں ایسا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آج جنت اور دوزخ کا علم الٰہی میں وجود ہے۔ اور یہی دنیوی عالم کی عین فنا ہے۔ اور عین قیامتِ کبریٰ ہے۔ کہ وہ ساعت عامّہ ہے۔ اور ہم اس کے ذکر کے درپے نہیں ہیں۔ بلکہ ہماری غرض اس ساعت کی شرح کرنے سے ہے۔ جو ہر فرد عالم سے مخصوص ہے۔ اور اس امر میں ہم انسان کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جمیع افرادِ وجود کا ایک۔ کامل ترین فرد ہے۔ چاہیئے۔ کہ باقیوں کو ہم اسی پر قیاس کریں۔ اور ہم خدا تعالےٰ کی کتاب سے ساعت عامہ کی سمجھ تیری سمجھ کے حوالہ کرتے ہیں۔ کہ مبادا تیرے ایمان کو شک کا شیطان سلب نہ کرلے۔ قیامت کبریٰ کے عجائبات ہم تیرے لئے بیان کر چکے ہیں۔ اب ہم قیامت صغریٰ کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو قیامت کبریٰ سے پہلے ہے۔ یہ گمان نہ کرنا۔ کہ وہ دو ساعتیں ہیں۔ بلکہ وہ ایک ہی ساعت ہے۔ اس کی مثال کلی کی سی مثال ہے۔ جو اپنی جزئیات میں سے ہر واحد پر صادق آتی ہے۔ مثلاً جب تو مطلق حیوان کا لفظ بولتا ہے تو گھوڑے۔ چارپائے انسان وغیرہ اس کی تمام نوعوں پر وہ صادق آتا ہے۔ اس لئے کہ وہ کلی نام ہے۔ اور کلی نام اپنی جزئیات پر بدوں تعدد صادق آتی ہے۔ ایسا ہی قیامت کبریٰ بدوں تعدد قیامت صغریٰ پر صادق آتی ہے۔ اوّلاً ہم قیامت کی علامات واشراط کا ذکر کرینگے۔ پھر ہم قیامت کا ذکر کرینگے۔

جاننا چاہیئے۔ جیسا کہ قیامت کبریٰ کی علامات سے ایک یہ ہے۔ کہ لونڈی اپنی مالکہ یعنی اپنی آقا کو جنیگی اور یہ کہ ننگے اور ننگے پیروں والوں کو اور بکریاں چرانے والوں کو تو دیکھیگا۔ کہ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنائینگے ایسا ہی انسان کی ساعت خاصہ کے قائم ہونے کی علامت اس کی ذات میں حق تعالےٰ کی ربوبیت کا ظہور ہے۔ پس ذات انسان تو لونڈی ہے۔ اور ولادت ربوبیت کے پوشیدہ امر کا باطن سے ظاہر میں ظہور ہے۔ اس لئے کہ بچہ کا مقام پیٹ ہے۔ اور ولادت عالم محسوس کی طرف نکلنے کا نام ہے۔ ایسا ہی

Marfat.com

حق سبحانہ تعالےٰ بھی انسان میں بغیر حلول کے موجود ہے۔ اور یہ وجود باطن ہے۔ اور جب اپنے احکام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور بندہ اس حقیقت سے متحقق ہوتا ہے۔ جس کا بیان اس حدیث میں ہے کنت سمعہ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَاَجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا حق تعالےٰ اس انسان کے وجود میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر انسان عالم اکوان میں تصرف کرنے پر قدرت پاتا ہے۔ اس کی ذات بمنزلہ لونڈی کے ہے۔ اور حق کی ربوبیت کے آثار بمنزلہ اس لونڈی کی مالکہ کے ہیں۔ اور اس کا ظہور بمنزلہ ولادت کے ہے۔ پھر عارف کا اسماء سے تجرد بمنزلہ جوتی سے برہنہ پا ہونے کے ہے۔ اس لئے کہ اسماء عارفین کی سواریاں ہیں۔ اور صفات سے تجرد بمنزلہ برہنہ آدمیوں کے حال کے ہے۔ اور ہمیشہ انوار ازلیہ کو اس کا ملاحظہ کرنا بکریوں کو چرانے والوں کی مانند ہے۔ اور مجذوب کا معارف الٰہیہ کی ترقی میں رگار رہنا بمنزلہ لمبی لمبی عمارتیں بنانے کے ہے۔ پھر جیسا کہ ظاہر حدیث سے قیامت کبریٰ عامہ فی الوجود کی علامات معلوم ہوتی ہیں۔ ایسا ہی اس کا باطن جس کے متعلق ہم نے گفتگو کی ہے۔ قیامت صغریٰ کی علامات ہیں۔ جو ہر فرد انسانی سے مخصوص ہے۔ اور قیامت کبریٰ کی علامات سے ایک زمین میں یاجوج وماجوج کا ظہور ہے۔ حتی کہ وہ زمین کے مالک ہونگے۔ پھلوں کو کھا جائینگے۔ دریاؤں کو پی جائینگے۔ پھر حق تعالےٰ ان پر ایک رات میں کرم بھیجیگا۔ جس سے وہ سب مرجائینگے۔ اس وقت کھیتی کثرت سے ہوگی۔ اور جڑ اور شاخیں پھوٹ آئینگی پھل پاکیزہ اور خوشبودار ہوں گے۔ اور بادشاہ جبّار کی حمد کی جائیگی۔ ایسا ہی قیامت صغریٰ کے قائم ہونے کی علامات سے ہے۔ کہ دل میں فاسد خطروں اور مخالف وسوسوں کے برانگیختہ ہونے سے نفس جوش میں آتا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ اپنے آپ پر قابو پائے۔ پھر وہ اس کے قلب کی زمین کے مالک ہوتے ہیں۔ اور اس کے پھلوں کو کھاتے ہیں۔ اور اس کے سر کے دریاؤں کو پی جاتے ہیں حتےٰ کہ اس کے معارف واحوال کا کوئی اثر ان میں ظاہر نہیں ہوتا۔ پھر وہ نشہ سے ہوشیاری کی حقیقت کی طرف رجوع کرتا ہے پھر عنایت ربانی نفحاتِ رحمانی کے تحفے لیکر آپہنچتی ہے۔ اور یہ کہتی ہے۔ کہ ہوشیار ہو۔ کہ آخرکار اللہ ہی کا گروہ غالب آتا ہے۔ خبردار ہو۔ کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔ پھر اس کی ہدایت کی آنکھ میں سرمہ ڈالا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ برگزیدہ کرتا ہے۔ اس وقت خواطر نفسانی فانی ہوجاتے ہیں۔ اور یہ شیطانی وسوسے دور ہوجاتے ہیں۔ اور ان کی بجائے اللہ کے فرشتے علوم لدنیہ کے ساتھ قائم ہوجاتے ہیں۔ اور کمالاتِ قلبی میں روح کے پاکیزہ خطرات پھونکنے والے فرشتے آجاتے ہیں۔ اور وہ بمنزلہ زراعت کے کثرت کے ساتھ ہونے اور جڑ اور شاخ کے سرسبز ہونے کی مانند ہے پھر مقام قرب میں اس کا تحقق اور مشاہدۂ رب میں اس کا تلذذ بمنزلہ پاکیزہ پھلوں اور بادشاہ جبّار کی حمد کے ہے۔ پس جیسا کہ ظاہر حدیث قیامت کبریٰ کی علامتیں ہیں۔ ایسا ہی باطن حدیث میں جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا۔ قیامت صغریٰ کی علامتیں ہیں۔ جو ہر فرد انسانی سے مخصوص ہے۔ اور قیامت کبریٰ کی علامات

Marfat.com

سے ایک دابۃ الارض کا نکلنا ہے۔ قال اللہ تعالےٰ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ یعنی جب امر الٰہی ہوگا کہ یہ عالم اس کی طرف رجوع کرے۔ اور عالم دنیوی کا امر منقطع ہو کر آخرت کی طرف منتقل ہو۔ تو اس وقت ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور پیدا کرینگے۔ کہ ان سے کلام کریگا۔ یعنی اس امر کی حقیقت سے ان کو خبر دیگا۔ جس کا ہم نے ان سے بعث نشور جنت دوزخ وغیرہ سے وعدہ کیا ہے۔ اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيَاتِنَا یعنی ان امور پر جن کی ہم نے اپنے کلام میں ان کو خبر دی ہے لَا يُوْقِنُوْنَ یقین نہیں رکھتے ہیں۔ اسی لئے ہم نے ان کے لئے یہ جانور نکالا۔ تاکہ وہ جان لیں کہ ہم ہر شے پر قادر ہیں۔ پھر وہ ان باتوں پر جو اس کے بعد وقوع میں آئینگی۔ یقین کرلیں۔ اور جن امور کی یہ جانور ان کو خبر دیگا۔ ان کو صحیح مان لیں۔ پھر جو شخص حق کی طرف آنا چاہتا ہے۔ آئے۔ اور جس امر کی خدا تعالےٰ نے خبر دی ہے۔ اس کا یقین کریں۔ ایسا ہی انسان میں قیامت صغریٰ کے قائم ہونے کی علامتیں ہیں۔ کہ جب وہ امور عادیہ کے ترک کرنے اور سفلی خواہشوں کے پورا نہ کرنے سے طبیعت بشریہ کی زمین سے نکل جاتا ہے اور حضرت قدس میں روح الامین کا بروز ہوتا ہے۔ تو اس وقت کشف کبیر اس کو حاصل ہوتا ہے۔ اور روح القدس اس کو ایک تل اور پوست خستۂ خرما یعنی ذرہ ذرہ باتوں کی بھی خبر دیتا ہے۔ اور یہ تمام خبریں اس کے آگے بیان کرتا ہے۔ اور اس پر پوشیدہ بھید ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور اسرار کے پوشیدہ رکھنے کی اس کو تعلیم دیتا ہے۔ تاکہ وہ تصدیق کے مقام سے قرب کے مقام کی طرف رفیق اعلےٰ میں پہنچ جائے۔ اور وہ اچھا رفیق ہے اور یہ اپنے بندہ پر اللہ تعالےٰ کا احسان۔ فضل اور مہربانی ہے۔ تاکہ دائمی حجابات کے شکروں سے اس کے ایمان کے جیوش شکست نہ کھا جائیں۔ پھر وہ راہ راست کی حقیقت کو چھوڑ کر خطا کی طرف نہ لوٹ جائے۔ کیونکہ ربوبیت کے پوشیدہ امور اور مرتبہ الٰہیہ کے مقتضیات عزیز القدر اور بلند رتبہ شے ہیں۔ انکے غلبۂ عزت کی وجہ سے دل اس بات کے قریب نہ تھے۔ کہ ان کے حصول کا یقین کر سکیں۔ مگر بعد کشف کے یہ بات دلوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے مخلوق کا یہ حوصلہ نہیں۔ کہ ان چیزوں کو قبول کر سکے۔ پس وہ ان کا بدوں کشف الٰہی یقین نہیں کرتی۔ پھر جیسا کہ اس امر کی تصدیق آدمیوں کو دابۃ الارض کے نکلنے کے بغیر حاصل نہیں ہوگی۔ ایسا ہی عارف ان مقتضیات الٰہیہ کے قبول کرنے سے متحقق نہیں ہوتا۔ مگر اس وقت جبکہ طبائع کی زمین سے اس کی روح نکل آتی ہے۔ اور راہ کے قطع کرنے والی اور منع کرنے والی چیزوں سے اس کو مخلصی ہو جاتی ہے۔ پس اس کو سمجھ۔

اور قیامت کبریٰ کی علامات سے ایک دجال کا نکلنا ہے کہ جنت۔ اس کی بائیں جانب اور دوزخ اس کی داہنی جانب ہوگا۔ اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر یا اللہ لکھا ہوگا وہ لوگوں کو پیاسا رکھیگا۔ اور وہ بھوکے رہینگے۔ حتیٰ کہ وہ کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں پائینگے۔ مگر اس ملعون کے پاس۔ جو اس پر ایمان لائیگا۔ اس کو وہ کھانا کھلائیگا۔ اور پانی پلائیگا۔ اور جو اس سے کھائیگا اور پئیگا۔

Marfat.com

وہ کبھی خلاصی نہیں پائیگا۔ وہ اپنے مومن کو اپنی جنت میں داخل کریگا۔ اور جو اس کی جنت میں داخل ہوگا اللہ تعالےٰ اس جنت کو اس کے لئے دوزخ بنا دیگا۔ اور جو اس پر ایمان نہیں لائیگا۔ اس کو وہ اپنے دوزخ میں ڈالیگا۔ اور جو اس کے دوزخ میں داخل ہوگا۔ خدا اسے جنت بنا دیگا۔ اور بعض آدمی ایسے ہونگے جو گاجر کی سوکھی گھاس کھائینگے۔ حتی کہ یہ تکلیف اللہ تعالےٰ اس سے اٹھا دیگا۔ وہ یعین مکہ اور مدینہ کے سوا تمام اطراف زمین میں پھریگا۔ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا۔ اور وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوگا جب رملہ تک پہنچیگا۔ اور وہ ایک گاؤں ہے۔ جو بیت المقدس کے قریب ہے۔ اور بیت المقدس اور اس گاؤں کے درمیان ایک رات دن کا فاصلہ ہے۔ تو اس وقت عیسے علیہ السلام وہاں ایک منارہ پر نازل ہونگے۔ اور ان کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا۔ پھر جب یہ یعین ان کو دیکھیگا۔ تو ایسا گداز ہوگا۔ جیسے نمک پانی میں گداز ہوتا ہے۔ حضرت عیسے علیہ السلام حربہ سے اسے ماریں گے۔ اور اس کو قتل کر ڈالیں گے۔ انسان میں قیامت صغری کے قائم ہونے کی بھی یہی علامتیں ہیں۔ کہ دجال اس کی حقیقت سے نکلتا ہے۔ اور وہ نفس دجالہ ہے۔ کہ باطل کو اس پر حق میں مشتبہ کر دیتا ہے۔ اور حق کے مقام میں اس کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ دجل فلاں علی فلاں۔ یعنی امر کو اس پر مشتبہ کر دیا۔ اور اس کو مغالطہ میں ڈال دیا۔ یہ نفس دجالہ بعض وجوہات سے شیطان الانس کے نام سے موسوم ہے۔ اور وہ شیاطین اور وسواس کا محل اور سرکش جنوں اور خناس کی جگہ ہے۔ اور نیز بعض دوسری وجوہات سے نفس امارہ کے نام سے موسوم ہے۔ جو بدیوں کا حکم دیتا ہے۔ اور صوفیہ کی اصطلاح میں مطلق نفس اسی کا نام ہے۔ جب وہ نفس کا ذکر کرتے ہیں۔ تو اس سے بندہ کے اوصاف معلومہ مراد لیتے ہیں۔ پھر وہ بمنزلہ دجال کے ہے۔ اور اس کی شہوانی خواہشیں بمنزلہ جنت کے ہیں۔ جو اس کی بائیں جانب ہے۔ اس لئے کہ وہ اہل شقاوت کی راہ ہے۔ اور طبعی خواہشوں اور عادات کے ترک کرنے اور تعلقات کے قطع کرنے اور قاطع خواہشات ریاضتوں سے اس کی مخالفت بمنزلہ دوزخ کے ہے۔ جو دجال کی دہنی جانب ہے۔ کہ داہنی جانب اہل سعادت کی راہ ہے۔ اور امور نفسانیہ جو حجابات ظلمانیہ کو کثیف کرتے ہیں۔ بمنزلہ اس نوشتہ کے ہیں۔ جو دجال کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔ کہ هٰذَا هُوَ الْكَافِرُ بِاللّٰهِ۔ اور عارف کا اس کی قید میں ہونا یہاں تک کہ راہ راست اس سے معدوم ہو جائے پھر وہ اس کے غلبہ کے وقت خطاب حق کے معنوں کو نہ سمجھے۔ وہ بمثابہ اس بھوک اور پیاس کے ہے جو لوگوں کو دجال کے زمانہ میں ہوگی۔ اور بالخاصہ دوات پر اس کا قہر کرنا حتے کہ عارف اس کی موافقت کئے بغیر کوئی چارہ نہیں پا سکیگا۔ بمنزلہ اس بات کے ہے۔ لوگ کھانے پینے کی چیزیں سوائے دجال کے اور کسی کے پاس نہیں پائینگے۔ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول میں انہی معنوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا جس میں دین پر قائم رہنے والا ایسا ہوگا۔ جیسے آگ کی انگاریوں پر قائم رہنے والا اور جو شخص کہ اس مدت میں نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ مجاہدہ کو چھوڑ کر نفسانی خواہشات

Marfat.com

کی طرف مائل ہوگا۔ اور امور طبیعیہ پر ٹھہر گیا۔ اور لذات شہوانی کو عمل میں لائیگا۔ اور افعال عادیہ میں لگ جائیگا۔ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جس نے دجال کی خوبی۔ پھر ان مباح امور کی طرف مائل ہو جانا۔ جو عارف کے نزدیک مثل حرام شراب کے ہیں۔ بمثابہ اس شخص کے ہے۔ جس کو دجال نے اس کھانے میں سے کھانا کھلایا۔ اور جو شخص نفس غفلتوں اور ان آرزوؤں میں منہمک ہو گیا۔ جو مثل شراب کے ہیں۔ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جس کو اس ملعون نے اپنے پاس سے پانی پلایا۔ اور عارفین میں سے جو شخص مقام معرفت پر پہنچنے سے پہلے ان اشیاء کی طرف مائل ہو گیا۔ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جو کبھی نجات نہیں پائیگا۔ پھر دنیاوی زینتوں پر دھوکا کھانا جن کا باقی رہنا محال ہے۔ اور جس کی لذتیں خیالی ہیں۔ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جو دجال کی جنت میں داخل ہوگا۔ جس کو خدا تعالےٰ دوزخ بنا دیگا۔ اور اس میں اس کا ٹھہرنا ہلاکت ہوگا۔ جس کو توفیق یاور ہوگی۔ اور حق اسے راہ حق پر ثابت رکھیگا۔ وہ انوار شریعت سے تحقیق کی رات میں مخالفات۔ مجاہدات۔ ریاضات کی پشتوں پر سوار ہو کر راہ حق میں روانہ ہوگا۔ اور دنیا کی گھاس سے ظہور رحمٰن کی گاجر میں کھا کر گذارہ کریگا۔[1] وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جو دجال کی آگ میں داخل ہوا۔ جس کو خدا لایزال نعمتیں بنا دیگا۔ اور ایسا ملک بنا دیگا۔ جس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ لیکن وہ ہمیشہ اطراف زمین میں پھریگا۔ مکہ منورہ اور جنت الاسلام مدینہ میں نہیں جائیگا۔ یہاں تک کہ امر مقدر پورا ہو جائے۔ ایسا ہی دجال نفس کا حال ہے۔ کہ جمیع مقامات میں سوائے دو مقاموں کے وہ بندہ کو اشتباہ میں ڈالتا ہے۔ وہ دو مقام یہ ہیں۔ ایک مقام اصطلام ذاتی یعنی ذات کو بوسہ دینا ہے۔ اور وہ جاذبہ الٰہیہ ذاتیہ سے بندہ کا اپنے وجود سے غائب ہو جانا ہے۔ اور اپنی حس سے کھویا جانا اور اپنے نفس سے فانی ہو جانا ہے۔ اور یہ ہے۔ مقام سکر اور دوسرا مقام مقام محمدی ہے۔ جو قوم کی اصطلاح میں صحو ثانی کے نام سے موسوم ہے۔ ان دو مقاموں میں نفس کو کوئی مجال نہیں۔ کہ دخل پا سکے۔ اس لئے کہ وہ دونوں غیب الازل میں حوادث علل سے محفوظ ہیں۔ پس وہ دونوں بمنزلہ ان دو شہروں کے ہیں۔ جن میں دجال داخل نہیں ہوگا۔ اور کشوف الٰہیہ میں جو بندہ کو اشتباہ پڑ جاتا ہے۔ اور راہ صواب سے مغالطہ لگ جاتا ہے۔ سو یہ امر اس ملعون پلید کے بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونے کی مانند ہے۔ پھر اس کا اس حلہ کے قریب جس کا نام رملہ ہے۔ ٹھہرنا یہ ہے۔ کہ نفسوں کا دجال جب ہر لباس میں عارف پر ظاہر ہوتا ہے۔ تو کبھی مقام انفس کے مقابلہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جس شخص کو اس بات کی معرفت نہیں ہوتی وہ گمان کرتا ہے۔ کہ وادی اقدس میں پہنچ گیا۔ حالانکہ اس مقام سے اسے کچھ مساس نہیں ہوتا۔ لیکن وہ بدوں حجاب اس کی حد کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے کہ رملہ مٹی کی اصل سے ہے۔ پھر عیسےٰ روح نازل ہوتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ میں فتوحات کا حربہ ہوتا ہے۔ پھر وہ وہاں اس کو قتل کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ عیسےٰ روح اللہ مالک ہے۔ اور جب حق آجاتا ہے۔ تو باطل ناچیز اور نابود ہو جاتا ہے۔ اور وساوس اور شبہات کا حکم منقطع

[1] لفظ جزر کے معنی گاجر کے ہیں۔ اور اس فقرہ کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مترجم

Marfat.com

ہو جاتا ہے۔ پس جیسا کہ ظاہر میں یہ سب امور قیامتِ کبریٰ کی شروط و علامات سے ہیں۔ ایسا ہی باطن میں قیامت صغریٰ کی بھی علامات ہیں۔ جو صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور شروطِ ساعت سے ایک مہدی علیہ السلام کا خروج ہے۔ اور یہ کہ وہ لوگوں میں چالیس سال عدل کرینگے۔ ان کے ایام سرسبز اور ان کی راتیں شگفتہ ہونگی۔ کھیتی اُن میں سرسبز ہو گی۔ تھنوں میں دودھ کثرت سے ہوگا۔ لوگ امن و امان سے عبادتِ رحمٰن میں مصروف ہونگے۔ ایسا ہی انسان میں قیامت صغری کے قائم ہونے کی شرطوں میں سے ایک خروج مہدیؑ ہے۔ اور اس سے مراد وہ شخص ہے۔ جو صاحب مقام محمدی ہے۔ اور ہر کمال کی بلندی میں کامل اعتدال رکھتا ہے۔ اور اس کی دولت چالیس برس تک بغیر انکار کے رہیگی۔ اور وہ مراتب وجود کے عدد ہیں۔ جن کو ہم نے اپنی کتاب مسمّی بالکہف والرقیم میں بیان کیا ہے۔ جس کو اس امر کی معرفت مطلوب ہو۔ وہ اس کا مطالعہ کرے۔ اور اس کے ایام کا سرسبز اور راتوں کا شگفتہ ہونا بمنزلہ عارف کے سکرِ مُرتی اور صحوِ مبقی بدلتے رہنے کے ہے۔ (سکرِ مُرتی۔ ترقی دینے والا نشہ اور صحوِ مبقی بقا بخش ہوشیاری) اور زراعت کا کثرت سے ہونا اور تھنوں میں دودھ کا زیادہ ہونا بمنزلہ تواترِ انعامات اور پے در پے کرامات کے ہے۔ اور امان بمنزلہ عارف کے مقام خلّت میں داخل ہونے کے ہے۔ اور حلّہ دخلت میں اس کا نازل ہونا ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالےٰ نے مقام ابراہیم کی بابت فرمایا ہے۔ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ کہ جو شخص اس میں داخل ہوا۔ وہ امان میں آگیا۔ یعنی دردناک عذاب سے امن میں ہو گیا۔ جب مقام صوری اور ظاہری آگ میں جلنے سے امان کا موجب ہے۔ پس مقام معنوی اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ مکرِ رحمٰن سے محفوظ رکھ سکے۔ یہ وہ مقام ہے۔ کہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام میں نازل ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ حق تعالےٰ نے ان سے شرعِ عہد اس امر کے متعلق کئے ہیں۔ کہ وہ ان سے مکر نہیں کریگا۔ پھر اس کے بعد سوائے عبادتِ رحمٰن اور ثناء ملک رحمٰن کے اور کچھ نہیں ہے۔ ان اشارات میں غور کر۔ کہ ان عبادات سے میں نے ان کو کیسی مناسبت دی پھر جیسا کہ یہ شروط قیامت کبری سے ہیں۔ ایسے ہی قیامت صغریٰ کی شروط سے بھی ہیں۔

اور شروطِ قیامت کبریٰ میں سے ایک مغرب سے آفتاب کا طلوع ہے۔ اور یہ کہ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ اور کسی شخص کو اس کا ایمان اس وقت نفع نہیں دیگا۔ جو اس سے پہلے ایمان نہ لا چکا ہوگا۔ کیونکہ اس دن وصل کا فرش طے کر لیا جائیگا۔ پھر اس وقت نہ توبہ قبول ہو گی۔ اور نہ گناہ بخشا جائیگا۔ ایسا ہی انسان میں قیامت صغریٰ کے قیام کی بھی یہ شرط ہے۔ کہ اس کے مغرب وجود سے آفتابِ شہود کا طلوع ہوگا۔ اور اس سے مراد باطن کشفی ہے۔ اور وہ ستر پوشیدہ پر اس کی اطلاع کا متحقق ہونا ہے۔ اس وقت وہ جان لیگا کہ وہ کیا چیز ہے۔ اور کون ہے۔ اور اس کے اوصاف سے وہ متحقق ہوگا۔ اور اس کے اعراف کی جنت سے منتفع ہوگا۔ رموز کو حل کریگا۔ اور خزانے اس سے نکالیگا۔ اور معموں اور چیستانوں کو پہچانیگا۔ اور خدا کے ساتھ مراد پانے والوں کے ساتھ مراد پائیگا۔ اس وقت اس سے وصل اور فصل کا فرش طے ہو جائیگا۔ اور

Marfat.com

ایمان اس وقت نافع نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس کا حکم عالم شہود و کشف سے پہلے ہے۔ کیونکہ ایمان اسی چیز کے متعلق ہوتا ہے۔ جو غائب ہے۔ اور جب حجاب اٹھ گیا۔ تو ایمان کا حکم بھی موقوف ہو گیا۔ پھر نہ توبہ قبول ہو گی۔ اور نہ گناہ بخشا جائیگا۔ اس لئے کہ گناہ اور مغفرت دونوں کے مقام میں ہوتے ہیں۔ اور احدیت یعنی احدیت میں گناہ اور مغفرت سے منزہ ہے۔ یہ قیامت صغریٰ کی شروط قیامت کبریٰ کی شروط کے مقابل ہیں۔ امام محی الدین ابن عربی نے ان عبادات سے تعبیر کی ہے۔ اور باب اشارات سے باطنی علامات جو چیز ظاہری علامات کے مقابل تھی۔ اس کو مقابلتہً بیان کیا ہے۔ پس انہوں نے مغرب سے طلوع آفتاب کو مرکز و منصب اول کی طرف روح کے رجوع کرنے کے مقابل قرار دیا ہے۔ اور وہ موت سے اور بحکم وفات آخرت کی طرف امر کے منتقل ہو جانے سے مراد ہے۔ اور باب توبہ کے بند ہونے کے مقابل انہوں نے یہ بات قرار دی ہے۔ کہ قریب المرگ کی توبہ قبول نہیں کی جاتی۔ اور نہ اس کا گناہ بخشا جاتا ہے۔ اور یہ بات بھی اس امر کی تائید کرتی ہے۔ جو کہا جاتا ہے۔ کہ دونوں بابوں[1] کے درمیان نوّے برس کا فاصلہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ قیاس و نظام کے اعتبار سے عمروں کے مقابل ہے۔ اور جو کچھ اس امام نے ذکر کیا ہے۔ وہ مقبول ہے۔ اور معقول وجہ پر محمول ہے۔ لیکن چونکہ ہم اس قیامت صغریٰ کے بیان کے درپے ہیں۔ جو انسان سے مخصوص ہے۔ جبکہ وہ اس دار دنیا میں موجود ہے۔ لہٰذا ہم اس کو چھوڑ کر دوسری طرف نہیں جائینگے۔ اس اندیشہ سے کہ راز فاش نہ ہوں۔ باوجود اس کے کہ جمیع اسرار کو ہم نے مرموز کر دیا ہے۔ اور کوئی بات ایسی نہیں چھوڑی۔ جس پر ہم نے اس کتاب میں تنبیہ نہیں کی۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی للصواب

فصل

اس میں ہم کچھ تھوڑا سا موت کا ذکر کرینگے۔ اس کا بیان اس کتاب کے باب چوراسی[۸۴] میں بھی گذر چکا ہے۔ اُسے ملاحظہ فرمائیے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ موت حرارت غریزی کے بجھنے کا نام ہے۔ جو اس دار دنیوی میں زندگی کا سبب ہے۔ اور یہ زندگی ابدان میں روحوں کی اس نظر سے عبادت ہے۔ جو روحوں کو اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ اور اس [illegible] روکنے والی چیز یہی حرارت غریزیہ ہے۔ جب تک کہ اپنے اعتدال طبعی پر قائم رہے۔ اور اعتدال حرارت غریزیہ کہ وہ چوتھے درجہ میں برابر ہو۔ اس لئے کہ پہلے درجہ میں اس کا انصاف حرارت غریزیہ کی قوت ہے۔ اور وہ اس درجہ میں کسی دوسرے رکن میں امتزاج کو قبول نہیں کرتی۔ کیونکہ وہ یہاں اپنی حد میں نہایت پر پہنچکر دوسرے درجہ میں لگی ہوئی ہے۔ اور دوسرا درجہ وہ حرارت ناریہ ہے۔ جو امتزاج کو قبول کرنے والا ہے۔ اگر باقی ارکان سے اس کا امتزاج نہ ہوتا۔ تو آگ کا وجود نہ ہوتا۔ اس لئے کہ آگ۔ پانی۔ ہوا مٹی میں سے ہر ایک اربعہ عناصر

[1] یعنی کھلنے اور بند ہونے کے درمیان ۱۲

Marfat.com

حرارت۔ برودت۔ یبوست۔ رطوبت سے مرکب ہے۔ لیکن جس میں رکن حرارت کا غلبہ ہُوا۔ یہاں تک کہ باقیوں کا حکم اس میں مغلوب ہو گیا۔ اس کا نام طبیعت ناری رکھا گیا۔ اور جس میں رکن برودت غالب آیا۔ حتے کہ باقیوں کا حکم اسی میں مضمحل ہو گیا۔ اس کا نام طبیعت مائیہ رکھا گیا۔ اور جس میں رکن رطوبت کا حکم غالب ہُوا۔ اور باقیوں کا حکم مغلوب ہو گیا۔ اس کا نام طبیعت ہوائی رکھا گیا۔ اور جس میں یبوست کا حکم غالب ہُوا اور باقیوں کا حکم اس میں فانی ہو گیا۔ اس کا نام طبیعتِ ترابیہ رکھا گیا۔ اس درجہ میں اس کا نام ناری۔ ہوائی مائی۔ ترابی نہیں رکھا جاتا ہے۔ مگر جبکہ تیسرے درجہ پر پہونچ جائے۔ اور ارکان سے امتزاج پائے۔ پھر جس چیز میں حرارت۔ یبوست اس سے تیسرے درجہ میں برابر ہو۔ اور باقی دو رکن اس درجہ سے ضعف کی وجہ سے اس میں چھپ جائیں۔ اس شے کا نام آگ ہے۔ اور جس چیز میں برودت اور یبوست تیسرے درجہ میں برابر ہو یہاں تک کہ دوسرے رکن اس درجہ سے کمتر ہونے کی وجہ سے اس میں چھپ جائیں۔ اس کا نام مٹی ہے ایسا ہی جس میں اس درجہ میں حرارت اور رطوبت برابر ہو۔ اور دوسرے دو رکن اس درجہ سے ضعف کی وجہ سے چھپ جائیں۔ اس کا نام ہوا۔ اور جس میں برودت اور رطوبت اس درجہ میں مساوی ہو۔ اور باقی دو رکن اس درجہ پر نہ پہنچنے کی وجہ سے اس میں چھپ جائیں۔ اس کا نام پانی ہے۔ کیا تو فلک عناصر کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ وہ کیسے فلک طبائع کے اوپر ہے۔ اور فلک طبائع کیسے فلکِ استقصات[1] کے اوپر ہے۔ اور وہ افلاک نار و ہوا و ماء و تراب ہیں۔ پھر جب حرارت طبیعیہ ایک درجہ اور متنزل ہوتی ہے۔ اور چوتھے درجہ میں اعتدال پر آتی ہے۔ تو ہیاکل صوریہ میں سے کسی ہیکل میں باقی ارکان سے امتزاج جسمانی حیوانی پا کر پائی جاتی ہے۔ اور وہ ہیکل حیوانی ہوتی ہے۔ اور جب تک یہ حرارت غریزیہ اس درجہ میں موجود رہتی ہے۔ وہ ہیکل بھی موجود رہتی ہے۔ اس چوتھے درجہ میں اس کا نام غریزیہ ہوتا ہے۔ جیسے کہ تیسرے درجہ میں اس کا نام حرارت ناریہ تھا۔ اور دوسرے درجہ میں حرارت طبیعیہ اور پہلے میں حرارت عنصریہ کے نام سے موسوم تھی۔ ایسا ہی باقی ارکان کا حال بھی نام رکھنے میں بمنزلہ اسی رکن کے حال کے ہے۔ پس موت ہیکل حیوانی سے اس حرارت غریزیہ کے اپنی ضد یعنی برودت غریزیہ سے زائل ہو جانے کا نام ہے۔ اور یہ جسم کا حصہ ہے۔

لیکن نصیب روح یہ ہے۔ کہ اس کی ہیکل کی حیات جبھی تک ہے۔ کہ روح کی نظر اس ہیکل کی طرف ہے۔ جب روح ہیکل سے نظر اٹھا کر اپنی ذات کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اور کلیتہً اپنے عالم میں مصروف ہو جاتی ہے۔ لیکن اس ہیکل کی ہیئت پر جو اس کے لئے تھی وہ عالم ارواح میں اپنی اس شکل میں متجسد ہوتی ہے اس تجسد کی وجہ سے اس پر وجود کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس محل میں اس کے احکام اس کے تجسد پر ظاہر ہوتے ہیں۔ یہاں بہت سے ارباب کشف نورانی چوک گئے۔ اور اس بات پر انہوں نے حکم لگایا۔ کہ

---

[1] باب ۵۹ میں شیطان کے مظاہر میں بھی لفظ استقصات کا آیا ہے۔ وہاں اس کا ترجمہ غلط لکھا گیا ہے۔ فلکِ استقصات یعنی کرۂ استقصات کہ مراد اس سے کرۂ ناری۔ ہوائی وغیرہ ہیں۔ مترجم

Marfat.com

اجسام کے لئے حشر نہیں ہے۔ لیکن ہم نے اللہ کی طرف سے اس بات پر اطلاع پائی ہے۔ کہ ارواح کے ساتھ اجسام کا بھی حشر ہے۔ اس لئے کہ ارواح کی موت نفس جسد ہیکلی سے ان کے جدا ہونے کا نام ہے۔ اس لئے کہ یہ وہ بات ہے۔ جس پر انعدام کا حکم لگایا جاتا ہے۔ پھر وہ ایسے ہو جاتے ہیں۔ گویا کہ وہ ایک مدت معلومہ تک وجود میں ایک بسیط شے ہیں۔ اور اس کی مثال سونے والے کی سی مثال ہے۔ جو اپنی خواب میں کچھ نہیں دیکھتا۔ وہ اس ساعت میں مثل معدوم کے ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ نہ تو عالم شہادت میں ہوتا ہے۔ کہ بیدار ہو۔ اور نہ عالم غیب میں ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی چیز کو دیکھتا ہو۔ جو اس کے وجود پر دلالت کرے۔ پس وہ موجود معدوم ہوتا ہے۔ اور آفتاب کے ساتھ بھی اس کی مثل بیان کی جاتی ہے۔ پس جب آفتاب گھر کے کسی روزن سے چمکتا ہے۔ تو وہ گھر آفتاب کی روشنی سے روشن ہو جاتا ہے۔ نہ اس گھر میں وہ نازل ہوتا ہے۔ اور نہ اس میں حلول کرتا ہے۔ ایسا ہی روشنی بمنزلہ روح کی نظر کے ہے۔ جو اجسام حیوانات میں سے کسی جسم مخصوص میں ہوتی ہے۔ پھر ایسا ہی جب روشندان سبز شیشے کا ہو۔ تو اس وقت گھر میں آفتاب کی روشنی سبز دکھائی دیتی ہے۔ اور اگر سرخ ہو۔ تو سرخ نظر آتی ہے۔ غرضیکہ جس رنگ کا شیشہ ہوگا۔ روشنی اسی رنگ میں ہوگی۔ روح کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ کہ جب ہیکل انسانی یا کسی اور ہیکل کی طرف روح کی نظر ہوتی ہے۔ تو اس وقت وہ اس کی صورت پر ہوتی ہے۔ کہ اس سے متغیر نہیں ہوتی۔ پھر گھر سے آفتاب کا زائل ہو جانا جسد سے روح کی نظر کے اٹھ جانے کی مانند ہے۔ اور موت شعاع آفتاب میں اس روشنی کے مخفی ہو جانے کا نام ہے۔ پس وہ شخص ہمیشہ مردہ رہتا ہے۔ اور عالم میں اس کی نسبت شعاع آفتاب میں روشنی کے مخفی ہو جانے کی نسبت ہے۔

پھر برزخ ایک وجود غیر تام اور غیر مستقل کا نام ہے۔ اگر وہ تام اور مستقل ہوتا۔ تو مثل دار دنیوی و آخرت کے دار الاقامت ہوتا۔ اور اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ہم اس شعلہ کو اور اس کی سبزی کو بوجہ شیشے کی سبزی کے تصور کرتے ہیں۔ پھر وہ جیسی ہے۔ ویسی ہی ہمارے تصور میں قائم ہو جاتی ہے۔ لیکن عالم خیال میں اور عالم خیال اہل دنیا کے لئے ایک غیر تام اور ایک غیر مستقل شے ہے۔ باوجود اس کے کہ عالم خیال فی نفسہ عالم تام ہے۔ لیکن بنظر ذات خود ورنہ بہ نظر عالم حس و معانی کے وہ ایک غیر تام شے ہے۔ بخلاف اس کے اہل اللہ کا خیال کہ وہ بنفسہ کامل مستقل اور تام ہوتا ہے۔ اور وہ ان کے موجودات ارباب دنیا کی آخرت کی مانند ہے۔ برہمنوں اور دیگر کفار مشرکین وغیرہ کا خیال جو مجاہدات و ریاضات وغیرہ سے اپنے نفس کی صفائی کرتے ہیں بمنزلہ اہل دنیا کی نوم کے ہے۔ اور اہل دنیا کے خیال کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ فی نفسہ خیال کی اصل سب کے لئے ایک ہی ہے۔ لیکن جب امور عادیہ و مطلوبات جسدیہ سے ان کا خزانہ خیال فاسد ہو جاتا ہے۔ تو وہ روحی صفائی کے حکم سے نکل جاتا ہے۔ چونکہ براہمہ اور اہل فلسفہ صوفی ان امور عادیہ و خواہشات نفسانیہ سے مجاہدات کی بدولت خلاصی پا جاتے ہیں۔ لیکن امور عقلیہ اور احکام

Marfat.com

طبیعیہ ان کے خزانۂ خیال میں چونکہ ٹھہرے ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ معانیٔ الٰہیہ کی طرف ترقی کرنے سے رُکے رہتے ہیں۔ بخلاف اس کے اہل اللہ کا خیال کہ وہ حوادثِ علل سے غیب ازل میں بتائید الٰہی مامون و محفوظ ہوتا ہے۔ پس عالم برزخ کے لئے کوئی وجود تام نہیں ہے اس لئے اس کا نام برزخ رکھا گیا ہے ایسا ہی اہل دنیا کا خیال عالم وجودی اور عالم عدمی کے مابین برزخ ہے۔

پھر قیامت کی نسبت ایسی ہے۔ جیسا کہ آفتاب کی اس روشندان میں اس کے لوٹنے کی نسبت ہے جس سے وہ روشن تھا۔ اس سے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ارواح جب تک ہیاکل میں غیر متجسد رہتے ہیں۔ بساطت سے ملحق ہوتے ہیں۔ اور یہی موت کی حقیقت ہے۔ پھر جب متجسد ہوتے ہیں۔ تو یہ تجسد ان کے لئے وجود ہوتا ہے۔ لیکن جب تک وہ اس تجسد میں لوازم جسدیہ سے مقید ہوتے ہیں۔ وہ عالم برزخ میں ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ان تمام چیزوں سے قاصر ہوتے ہیں۔ جن کا روح اطلاق روحانی میں تقاضا کرتی ہے پھر جب اللہ تعالےٰ قیامت میں ان کی بعثت کا ارادہ کریگا۔ تو مقتضیاتِ جسد سے ان کو آزاد کر دیگا۔ اور وہ محشر کی زمین میں ہو جائینگے۔ پھر اطلاق یعنی قید برزخ سے آزاد کرنا اس حالت کے موافق ہوگا۔ جس پر وہ دنیا میں تھا۔ پھر اگر وہ دنیا میں بھلائی پر تھا۔ تو اس کا اطلاق بھی خیر پر ہوگا۔ اور اگر شر پر تھا۔ تو اس کا اطلاق بھی شر پر ہوگا۔ اس لئے کہ اپنے اطلاق میں اس سے اُسی بات کا مطالبہ ہوتا ہے۔ جس پر کہ وہ دنیوی عالم میں تھے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى۔ انسان کو اپنی ہی کمائی کام آتی ہے۔

معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ نور حق سے ارواحِ متعددہ ہونے کی نسبت ان مختلف شعاعوں کی نسبت ہے جو آفتاب کی شعاع سے روشن ہوتی ہیں۔ اور محققین واحدیت عالم کی جس نسبت کا دعوےٰ کرتے ہیں وہ آفتاب کی واحدیت کی نسبت ہے۔ اگرچہ وہ ان شیشوں میں باختلافِ زجاجات مختلف طور پر ظاہر ہو اور وہ اپنے محل میں اور اپنی ذات میں واحد ہے۔ نہ متعدد ہے۔ نہ متنوع۔ تنوع و تعدد صرف مظاہر میں ہے اس امر پر اسی قدر تنبیہ کافی ہے۔ ہم باب سابق میں قبضِ ارواح اور عزرائیل کے آنے کی کیفیت بیان کر آئے ہیں۔

جاننا چاہیئے۔ کہ برزخ میں لوگوں کے حالات مختلف ہیں۔ بعض سے حکمت کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے۔ اور بعض سے قدرت کے ساتھ۔ جس سے حکمت کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے۔ وہ برزخ میں اپنی اس حقیقتِ عمل کی طرف پلٹ جاتا ہے۔ جو دنیا میں کرتا رہا ہے۔ مثلاً اگر وہ دنیا میں مطیع تھا۔ تو حق تعالےٰ برزخ میں اس کے لئے معانیٔ طاعت کی صورتیں بنا دیتا ہے۔ پھر وہ ایک طاعت کی صورت سے جس کو اللہ تعالےٰ نے اس کے لئے قائم کیا ہے۔ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ وغیرہ دوسری اطاعت کی صورت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ ہمیشہ وہ ایک اچھے عمل سے دوسرے عمل کی طرف انتقال کرتا رہتا ہے۔ خواہ وہ عمل اس کی مانند ہو

Marfat.com

یا اس سے بہتر جیسا کہ وہ دنیا میں کرتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ امور کی حقیقتیں اس پر ظاہر ہوں۔ اور اس کی قیامت قائم ہو۔

پھر اس صورت کی اچھائی۔ رونق اور روشنی اس کی اطاعت اور دل کے اس میں جمع ہونے اور اس عمل میں اس کی اچھی نیت کے موافق ہوتی ہے۔ اور صورت کا قبیح ہونا اس عمل کے قبیح ہونے کے موافق ہوتا ہے۔ مثلاً اگر وہ زانی۔ چور اور شارب الخمر ہے۔ تو حق تعالےٰ اس کے لئے اُن افعال کے معانی کی صورتیں قائم کرتا ہے۔ جن میں وہ منتقل ہوتا ہے۔ زانی کے لئے وہ ایک آگ کا خرچ بنا دیتا ہے جس میں وہ اپنے ذکر کو داخل کرتا ہے۔ اس کی آگ کی حرارت اور اس کی بدبو بقدر اس معصیت میں اس کی قوتِ انہماک کے ہوتی ہے۔ ایسا ہی وہ شارب کے لئے آگ کا وہ ایک پیالہ بنا دیتا ہے جس میں آگ کا شراب ہوتا ہے۔ پھر اس کو وہ پیتا ہے۔ اور اس سے وہ اس چیز کی طرف انتقال کرتا ہے۔ جو مثل اس چیز کے ہوتی ہے۔ جس کی طرف وہ دنیا میں منتقل ہوتا تھا۔ اور جو اطاعت اور معصیت دونوں کے مابین رہا ہے۔ وہ انہی دونوں میں منتقل ہوگا۔ یعنی ان معانی کی صورتوں میں جن کو خدا تعالےٰ پیدا کر دیگا۔ یا نور سے جیسا کہ اطاعات کی صورتیں ہونگی۔ یا آگ سے جیسا کہ معاصی کی صورتیں ہونگی۔ پس وہ ہمیشہ اس میں منتقل ہوتے رہینگے۔ پے در پے منتقل ہونے سے چیزوں کی حقیقتیں بھی رفتہ رفتہ ان پر ظاہر ہونگی۔ یہاں تک کہ ان پر دو حکموں میں سے ایک حکم تمام ہو جائیگا۔ اور قیامت ان پر قائم ہو جائے گی۔ اور جس کے ساتھ قدرت سے معاملہ کیا جائیگا وہ قدرت سے اعمال کی صورتوں کے معانی میں پڑ دیگا۔ نہ کہ اعمال کے معانی میں۔ پھر اگر وہ عاصی ہوگا۔ اور حق تعالےٰ نے اُسے بخش دیا ہوگا۔ پس وہ منتقل ہوگا مگر اس صورت میں جو مشابہ بالطاعات ہے۔ حق تعالےٰ اس کے لئے ایک ہیئت الہیہ قائم کر دیگا۔ پھر وہ برابر ایک صورت حسنہ سے احسن صورت کی طرف انتقال کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ سابق پر حقائق کے ظاہر ہونے سے اس کی قیامت قائم ہوگی۔ پھر اگر وہ مثلاً مطیع ہو۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس کا عمل ضبط کر دیا ہو۔ پس حق تعالےٰ اس کے لئے شقاوت کی وہ صورت قائم کریگا۔ جو ازل میں اس کے لئے لکھی گئی ہے۔ پھر وہ اسے اس پر ظاہر کریگا۔ اور وہ رنگا رنگ صورتوں میں اس پر ظاہر ہوگی۔ پھر وہ ہمیشہ اس میں بدلتا رہیگا۔ یہاں تک کہ اس کے دوزخ کے طبقہ کے موافق اس کی قیامت قائم ہوگی۔ اور وہ جہنم میں عذاب دیا جائیگا۔

پھر اس کے بعد بتانا چاہئے۔ کہ برزخ کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک قوم پیدا کی ہے۔ جو اس میں رہتی ہے اور اس کو آباد کرتی ہے۔ نہ وہ اہل دنیا سے ہے۔ اور نہ اہل قیامت سے لیکن وہ اصل کے ایک ہونے کی وجہ سے جس سے وہ پیدا ہوئے ہیں اہل آخرت سے ملتی ہیں۔ پھر جو شخص اپنی موت کے بعد ان سے راحتی و آسائش

Marfat.com

رکھتا ہے۔ وہ ان سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جو کسی ایسی قوم سے پیوند رکھتا ہے۔ جس کو وہ پہچانتا ہے۔ اور وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ پھر وہ ان سے مانوس ہو جاتا ہے۔ ان کے ساتھ اپنا غم غلط کرتا ہے۔ اور جو ان کے ساتھ نہیں بیٹھا۔ پس وہ ان کو غصہ سے دیکھتا ہے۔ نہ وہ اس سے مالوف ہوتے ہیں۔ اور نہ وہ ان سے مالوف ہوتا ہے۔ پھر خدا تعالےٰ ان میں سے ایسے شخص کو اٹھاتا ہے۔ جو اس کے لئے عذاب کا سبب ہوتا ہے۔ اور وہ ایسی قبیح ترین صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جسے وہ دنیا میں مکروہ خیال کرتا تھا۔ پھر اس صورت میں وہ اس کے پاس آتا ہے۔ وہ اس کے عمل کی صورت ہوتی ہے۔ جس سے اس کو وحشت اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔ جو اس کے غیر کے ساتھ نہیں ہوتی۔ اور بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ جن کے پاس وہ نہایت اچھی صورت میں آتا ہے۔ اور اس کے عمل کی صورت ہوتی ہے۔ جس سے وہ الفت۔ مہربانی اور شفقت کے ساتھ ملتا ہے اور وہ صورت اس سے مانوس ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی قیامت ہو۔

پھر جاننا چاہیئے۔ کہ قیامت و برزخ اور دار دنیا ایک ہی وجود ہیں۔ اس کی مثال ایک مفروض دائرہ کی مثال ہے۔ جس کا نصف دنیا اور نصف آخرت ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان برزخ تقدیری ہے۔ یہ سب فرضی طور پر ہے۔ اس لئے کہ تیری ہویت جس کے ساتھ تو موجود ہے۔ وہ عین اس ہویت کی ہے۔ جس کے ساتھ تو برزخ میں ہوگا۔ اور وہ عین اس چیز کی ہے۔ جس کے ساتھ تو قیامت میں ہوگا۔ پس تو دنیا۔ برزخ اور آخرت میں اس انیّت کے ساتھ ہوگا۔ لیکن ان دونوں کے درمیان تفاوت ہے۔ یہ کہ امور برزخ ضروری امور ہیں۔ اس لئے کہ وہ دنیا پر مبنی ہیں۔ اور امور قیامت بھی ضروری امور ہیں۔ اس لئے کہ وہ برزخ پر مبنی ہیں۔ اور امور دنیا اختیاری امور ہیں۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ جب ارادہ کریگا قیامت قائم ہو۔ تو اسرافیل علیہ السلام کو صور میں نفخہ ثانیہ کے پھونکنے کا حکم دیگا۔ اس لئے کہ پہلا نفخہ فنا ثابت ہوگا۔ اور صور سے مراد عالم صور روحی ہے۔ جس میں پہلی پھونک بہ حیثیت اس کے اسم مفنی اور ممیت کے پھونکی جائیگی۔ صورتیں معدوم ہو جائینگی۔ ان کی ہیکلوں کی گرہیں کھل جائینگی۔ جیسا کہ وہ صورتیں جو خواب میں دیکھی جاتی ہیں۔ جاگتے وقت معدوم ہو جاتی ہیں۔ پس وہ اپنے اس محل کی طرف جس سے وہ پیدا ہوئی ہیں۔ رجوع کرینگی۔ پھر دوسری نفخہ صور پھونکا جائیگا۔ پھر وہ جیسا کہ پہلے عالم ارواح میں تھا۔ ویسا ہی ہو جائیگا۔ اور اجسام کے قالبوں میں داخل ہوگا۔ جیسا کہ آفتاب کی روشنی شیشے میں لوٹ آتی ہے۔ چنانچہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ اور یہ کل باعتبار اُن کے اپنے وجود کے ہے۔ اس لئے کہ عالم اخروی عالم ارواح ہے۔ اور تمام عالم ارواح مطلق روح سے مراد ہے۔ جو انسان میں موجود ہے۔ پس انسان اپنے وجود سے باہر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ آخرت عالم ارواح سے مراد ہے۔ اور عالم ارواح کو اس کی مطلق روح جمع کرتی ہے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ تمام عالم مثل ان آئینوں کے ہے۔ جو ایک دوسرے کے مقابل رکھے جائیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے میں

Marfat.com

بحکم احدیّت پایا جاتا ہے۔ نہ بحکم مماثلت و مشابہت کے۔ پس تمام عالم جوہر فرد ہے۔ کہ فی الحقیقت بذاتِ خود غیر منقسم ہے۔ اور شمار اور انقسام کی قبیل سے جو تجھے نظر آتا ہے۔ وہ خیال ہے۔ اور بمنزلہ اس بات کے ہے کہ جوہر فرد میں ہم انقسام کو فرض کرلیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں وکلھم اٰتیہ یوم القیامۃ فردًا۔ قیامت کے دن وہ تمام اکیلے ہی آئینگے۔

پھر جب تو نے یہ نکتہ سمجھ لیا۔ تو تو نے وجود میں حق تعالےٰ کی احدیت کا راز سمجھ لیا۔ اور جس چیز کا خدا تعالےٰ نے جنت دوزخ اور آخرت کے خطرناک امور کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان سب کا تو یقینی۔ کشفی۔ عیانی طور پر شاہد بن گیا۔ اور تیرا ایمان مثل زید بن حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایمان کی مانند ہو گیا۔ جیسا کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا تھا۔ کہ میں نے صبح ایسی حالت میں کی۔ کہ میں یکا مومن بن گیا۔ پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ کہا۔ کہ میں دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہو گئی۔ اور میرے رب کا عرش کھلے طور پر نظر آ رہا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔ لیکن قیامتِ صغریٰ جو ہر فرد انسانی سے مخصوص ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب اس کی عقلِ اول کی میزان اس کے عدلِ اکمل کے قبہ میں قائم ہو گی۔ اور مقتضیاتِ حقائق آکر بمقتضاء ہر حقیقت اس کا حساب لینگے۔ یا اس کے واسطے احدیت کی صراط قائم کی جائیگی۔ اور جہنم طبیعت کی پشت پر وہ چھا لیگا۔ جو پوشیدہ ہونے کی وجہ سے بال سے زیادہ باریک ہے۔ اور اپنے بُعد کی وجہ سے تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ پھر یا تو معارف میں سیر کرنے والی اپنی سواری کی قوت سے ایسا سرعت کے ساتھ جائیگا۔ جیسا کہ اچک لے جانے والی بجلی جاتی ہے اور یا بہ سبب پستی کی طرف مائل ہونے کے بوجھل پہاڑ کی مانند ہو گا۔ پھر جب صراط سے گزر جائیگا اور ترازو کا ناموس قائم ہو گا۔ تو جنتِ ذات میں داخل ہو گا۔ اور اپنی انیّت سے مٹ کر اور اپنی ہویت سے پس کر صفات کے میدانوں میں چریگا۔ پھر اپنے نفس کا کوئی اثر نہیں دیکھیگا۔ اور اس کی کوئی خبر نہیں پہچانیگا۔ خود اس کے وجود کی مملکت سے جبار کی یہ ندا اٹھیگی۔ کہ آج کے دن کس کے لئے ملک ہے۔ پھر جب اپنے سوا کسی کو نہیں پائیگا۔ تو کہیگا۔ کہ اللہ واحد قہار کے لئے ہے۔ اس کے بعد نہ اس کو غفلت ہو گی اور نہ حضور اور نہ اس کے بعد موت کی توقع ہو گی۔ اور نہ بعثت و نشور کی۔ اس کی قیامت ساق پر قائم ہو گئی۔ اور اس کی غایت معدوم ہو گئی۔ پس یہ قیامت صغریٰ ہے۔ اور اسی پر قیامت کبریٰ کے احوال کو قیاس کر۔ اور حساب۔ میزان اور صراط کی معرفت کو اس چیز سے حاصل کر۔ جس پر ہم نے تصریح اشارت سے تیری رہنمائی کی ہے۔ عاقل کے لئے اسی قدر تلویح و اشارہ کافی ہے۔ اور جنت دوزخ کا اپنے ابواب میں بھی ہم ذکر کر آئے ہیں یعنی باب اٹھاون میں۔ بطریق اشارہ ہم ان دونوں کی طرف اس مقام پر بھی ایما کرتے ہیں۔ پھر اگر تو بلند فہم اور قوی العزم ہو گا۔ تو تو ہمارے اشارہ کو سمجھ لیگا۔ ورنہ اپنے غیر کی طرح اس کے ظاہر کے ساتھ ہی واقف رہ۔ اور اس سے بیگانہ ہو۔

Marfat.com

جان لے کہ اللہ تعالےٰ نے دارآخرت کو مع ان تمام چیزوں کے جو اس میں ہیں۔ دارِ دنیا کا نسخہ بنایا ہے۔ اور دارِ دنیا کو حق کا نسخہ بنایا ہے۔ پس دنیا اصل ہے۔ اور آخرت اس کی فرع ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَاہُ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَاہُ پس معلوم ہوا کہ اصل وہ عمل ہے۔ جو دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ چیز جسے تو آخرت میں دیکھے گا۔ اس کی فرع ہے۔ اور آخرت سب کی وہی ہے۔ جو قیامت کے دن اس میں ہو گی۔ اور وہ وہی بات ہے۔ جو اس کے نسخہ عمل میں ہے۔ اور نتیجہ مقدمہ کی فرع ہوتا ہے۔ اور مقدمہ دنیوی عمل ہے۔ اسی لئے دنیا ایجاد میں آخرت پر مقدم ہوئی۔ اور اس کا نام اولیٰ رکھا گیا۔ اس لئے کہ وہ اصل ہے۔ اور آخرت کو پیچھے چھوڑا گیا۔ اور اس کا نام اخریٰ رکھا گیا۔ اس لئے کہ وہ فرع ہے۔ اگر آخرت دنیا کی فرع نہ ہوتی تو اس کا پیچھے رکھنا حکمت میں نقص ٹھہرتا۔ اس لئے کہ مقدم کی تاخیر اور مؤخر کی تقدیم حکمت میں ایک عیب وطعن کی بات ہے۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ محسوس آخرت محسوس دنیا سے قوی تر ہے۔ اور اس کی لذت دنیا کی لذت سے اور اس کی سختی وناگواری دنیا کی سختی اور ناگواری سے بڑھ کر ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ روح آخرت میں اس امر کے قبول کرنے کے لئے فارغ ہو گی۔ جو مرغوب یا مکروہ ہے اس پر وارد ہو گا۔ بخلاف اس کے عالم دنیوی کہ جسم اپنی کثافت کی وجہ سے روح کو اس بات سے مانع رہتا ہے۔ کہ وہ ملائم وغیر ملائم کے ادراک کے لئے پورے طور پر فارغ ہو سکے۔ پس وہ اس سے تھوڑا سا حصہ حاصل کرتی ہے۔ جیسا کہ کسی نے لذیذ طعام کھایا ہو۔ اور وہ فارغ البال نہ ہو۔ بلکہ کسی اہم امر میں مشغول ہو۔ پس وہ اس طعام سے وہ لذت نہیں پائیگا۔ جو اس کا غیر پاتا ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے۔ کہ دوسرے امر کا اہتمام اس کو بفراغت اس وارد کے قبول کرنے سے مانع رہتا ہے۔ اسی لئے اخروی عالم دنیوی عالم سے اعلےٰ واشرف ہے۔ اگرچہ دنیا آخرت کے لئے اصل ہے۔ اس سے تعجب مت کر۔ کہ اکثر اولاد اپنے والد سے اشرف ہوتی ہے۔ اور دنیا اگرچہ آخرت کی اصل ہے۔ لیکن آخرت اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس سے افضل واشرف ہے۔ اور یہ حقیقتِ آخرت کا ذاتی اقتضاء ہے۔ مثال کے طور پر لفظ کو لو۔ کہ جو معنی اس سے سمجھے جاتے ہیں۔ وہ لفظ سے کیسے بے نہایت اعلےٰ اشرف اور بلند قدر ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ لفظ کا نتیجہ ہیں۔ اور اس کی فرع ہیں۔ اگر لفظ نہ ہوتا۔ تو معنوں کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ ایسا ہی دارِ آخرت اگرچہ دنیا کا نتیجہ ہے۔ لیکن وہ اس سے افضل۔ اشرف اور وسیع تر ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ ارواح سے مخلوق ہے۔ اور ارواح نورانی لطیفے ہیں۔ اور دنیا اجسام سے مخلوق ہے۔ اور اجسام تاریک اور کثیف چیزیں ہیں۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ لطائف کثائف سے افضل ہیں۔

پھر جاننا چاہئے۔ کہ آخرت دارالعزۃ والقدرت ہے۔ اس میں جو شخص موانع سے سلامت رہا۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ جیسے کہ اہل جنت کہ جو چاہینگے کر سکیں گے۔ اور دنیا ذلت اور عجز کا گھر ہے۔ اسکے ملوک و

Marfat.com

سلاطین ایک چیونٹی کی ضرر بھی دفع کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ اور پھر وہ اپنی زوال پذیر نعمتوں پر حساب بھی کئے جاتے ہیں۔ اور اہل آخرت کے لئے ہر نعمت کے پیچھے اس سے افضل نعمت ہوگی۔ اس لئے کہ بخشش الٰہی آخرت میں بے حساب ہوگی۔ اور دنیا میں اس کی بخشش حساب کے ساتھ ہے۔ جب تو نے اسے سمجھ لیا اور اسے تحقیق کر لیا۔ تو تو مراد کو پہنچ گیا۔

معلوم کرنا چاہئے۔ کہ آخرت بتمامہ یعنی جنت۔ نار۔ اعراف۔ کثیب یہ سب ایک ہی گھر ہے۔ منقسم ہے۔ نہ متعدد ہے۔ جس پر حقائق اخروی حاکم ہوں گے۔ وہ دوزخ میں ہوگا۔ اس لئے کہ اہل جہنم محکوم و مقہور ذلت ہیں۔ اور جس پر اُس دارِ اُخروی کے حقائق حاکم نہیں ہوں گے۔ وہ جنتی ہوگا۔ اور جس نے اس عالم دنیوی میں حق تعالےٰ کی اطاعت کی۔ اور اس کا محکوم بنا۔ اُسے حق تعالےٰ دار الآخرت کے حقائق پر حاکم کریگا۔ کہ اس میں جو چاہیگا۔ کریگا۔ اور جس نے حق کی فرمانبرداری اس دنیا میں نہ کی۔ وہ وہاں دار اخروی کے حقائق کا محکوم ہوگا۔ جس میں اس کو مخالفت کرنے کی وسعت اور قدرت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ اہل جہنم پیادوں یعنی سخت عذاب کرنے والے فرشتوں کے قابو میں ہونگے۔ نہ کہ اہل جنت۔ کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ اہلِ جنت میں سے ہر ایک جو چاہیگا۔ کریگا۔ اس پر کسی چیز کی حکومت نہیں ہوگی۔ جو شخص اس عالم کے علم سے متحقق ہوتا ہے۔ اور اس سے تصرف پر قدرت پاتا ہے۔ وہ اعراف میں ہوتا ہے۔ اور اعراف قربِ الٰہی کا محل ہے۔ جس کی بابت قرآن شریف میں مذکور ہے۔ کہ وہ بادشاہ توانا کے پاس ہوں گے۔ اور اس منظر کا نام اعراف معرفت کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ اور وہ اس علم سے متحقق ہوتا ہے۔ جس کا میں نے تیرے لئے ذکر کیا ہے۔ اہل الاعراف اللہ کے عارف ہیں۔ اس لئے کہ جس نے اللہ کو پہچان لیا۔ وہ علم آخرت سے متحقق ہو گیا۔ اور جس نے اس کو نہیں پہچانا۔ وہ اس کے علم سے متحقق نہیں ہوا۔ کیا تو حق تعالےٰ کے اس قول کی طرف نظر نہیں کرتا۔ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ یعنی معرفت الٰہی کے مقام پر رجال ہیں۔ لفظ رجال کو بوجہ ان کی جلالتِ شان کے نکرہ لایا گیا ہے۔ اور نیز اس لئے کہ غیر ان کو شناخت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک اپنے قیافہ سے شناخت کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ جس نے خدا کو شناخت کر لیا۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں رہتی اور کثیب اعراف کے سوا ایک اور مقام ہے۔ کہ جنات نعیم کے اوپر ہے۔ جوں جوں اہل جنت کے لئے معرفت الٰہی میں زیادتی ہوتی ہے۔ کثیب میں ان کے درجے بلند ہوتے ہیں۔ اہل الکثیب اور اہل الاعراف میں فرق یہ ہے۔ کہ اہل کثیب دار دنیا سے قبل اس کے کہ حق اس میں ان پر متجلی ہو۔ رخصت ہو گئے ہیں اور جنت کی طرف چلے گئے۔ تو ان کا مقام وہاں جنت میں ہے۔ اور حق تعالےٰ کی یہ ان پر مہربانی ہوئی۔ کہ ان کو کثیب کی طرف لے جا کر وہاں ان پر تجلی کریگا۔ اور ہر ایک پر تجلی بقدر اس کے ایمان بخدا اور قدر الٰہی کی شناخت کے ہوگی۔ جیسے اس نے دنیا میں حاصل کیا ہوگا۔ اور اہل الاعراف وہ قوم ہے۔ جو دنیا سے رخصت نہیں ہوئی مگر اس حال میں کہ حق تعالےٰ نے دنیا میں ان پر تجلی فرمائی۔ اور اس میں انہوں نے اس کو شناخت کیا پھر

Marfat.com

جب وہ آخرت کی طرف منتقل ہوئے۔ تو ان کا مقام نہیں ہوگا۔ مگر اللہ تعالےٰ کے پاس اس لئے کہ جو شخص کسی شہر میں داخل ہوتا ہے۔ اور وہاں اس کا صاحب ہے۔ جس کو وہ شناخت کرتا ہے۔ تو وہ اسی کے پاس نازل ہوتا ہے بلکہ اس صاحب پر واجب ہوتا ہے۔ کہ اپنے سوا کسی اور جگہ اُسے نازل نہ ہونے دے۔ جب مخلوق میں یہ دستور ہے۔ تو خالق بطریق اولیٰ اس امر کا لحاظ رکھیگا۔ کیا تو اس بات کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ حق تعالےٰ نے مصرح طور پر فرمایا ہے۔ اور یہاں بہت سے عجائب و غرائب ہیں۔ کہ وجود بہ تمامہ اس بات کی گنجائش نہیں رکھتا۔ کہ ہم علے سبیل صریح ان کا ذکر کریں۔ بلکہ وہ دقیق اور غامض ہونے کی وجہ سے نہیں سمجھے جاتے۔ مگر اشارت اور تلویح سے۔ بار خدایا۔ مگر جب کتاب کو دیکھنے والا اُس مرتبہ پر پہنچ گیا ہو۔ اور ان امور عجیبہ کو اس نے معائنہ کیا ہو۔ تب وہ ادنےٰ رمز سے سمجھ جائیگا۔ اور نہایت درجہ کے مخفی چیستان کو بوجھ لیگا۔ اس کتاب کے بنانے سے ہمارا مقصود جاہل کو واقف کرنا ہے۔ اور جو شخص عالم ہے۔ اس کو ان عجائبات کے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں بجز اس کے اس کو یہ بات معلوم ہو جائے۔ کہ ہم بھی اس کا علم رکھتے ہیں۔ اور ہم کو اس امر کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ پس اب ہم باگ کو روک لیتے ہیں۔ اور اللہ سے مدد چاہتے ہیں۔ اور ہمارا اسی پر اعتماد ہے۔

باسٹھواں باب

ساتوں آسمانوں اور جو کچھ انکے اوپر ہے۔ اور ساتوں زمینوں اور جو کچھ انکے نیچے ہے اور ساتوں دریاؤں اور جو کچھ ان میں عجائب و غرائب ہیں۔ ان سب چیزوں کا ذکر ہے

جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ تجھے اپنی روح سے قوت دے۔ کہ قبل پیدائش عالم حق تعالےٰ اپنی ذات میں موجود تھا۔ اور موجودات اس میں فانی تھی۔ اور اسے وجود کی کسی چیز میں ظہور نہ تھا۔ یہی کنز مخفی ہے جس کو نبی کریمؐ نے عماء سے تعبیر فرمایا ہے۔ کہ نہ اس کے اوپر ہوا ہے۔ اور نہ نیچے۔ اس لئے کہ حقیقت الحقائق کا بوجود خود نسبتوں میں سے کسی نسبت سے اختصاص نہیں ہے۔ نہ اعلےٰ کے ساتھ نہ ادنےٰ کے ساتھ۔ اور وہ سفید یاقوت ہے۔ جس کی بابت حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ حق تعالےٰ قبل پیدائش عالم سفید یاقوت میں تھا۔ پھر جب امن عالم کو ایجاد کرنا چاہا۔ تو حقیقت الحقائق کی طرف دیکھا۔ خواہ تو یہ کہدے۔ کہ یاقوت سفید کی طرف دیکھا۔ جو وجود کی اصل ہے۔ یہ دیکھنا بہ نظر کمال تھا۔ پھر وہ پگھل گیا۔ اور پانی بن گیا۔ اسی واسطے

Marfat.com

وجود میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو خدا کے ظہور کے کمال کو اٹھا سکے۔ مگر صرف وہی۔ اس لئے کہ حقیقت الحقائق جو وجود کی اصل ہے۔ اس کی متحمل نہیں ہو سکی۔ مگر بطون میں پھر جب وہ اس پر ظاہر ہوا۔ تو وہ اس کی وجہ سے پگھل گیا۔ پھر اس کی طرف بہ نظر عظمت دیکھا۔ پھر وہ اس کی وجہ سے ایسا موجزن ہوا۔ جیسے دریا ہواؤں سے موجزن ہوتا ہے۔ پھر اس کے کثائف جوش مار کر باہر نکل آئے۔ جیسے کہ جھاگ دریا سے باہر آجاتی ہے خدا تعالےٰ نے ان کثائف سے زمین کے سات طبقے بنائے۔ ہر طبقہ کے باشندے اس کی زمین کی جنس سے پیدا کئے۔ پھر اس پانی کے لطائف اوپر کو چڑھے۔ جیسے کہ دریاؤں سے بخار اوپر کو چڑھتا ہے۔ ان لطائف سے اللہ تعالےٰ نے سات آسمانوں کو ایک دوسرے سے جدا پیدا کر دیا۔ ہر آسمان کے فرشتے اس آسمان کی جنس سے پیدا کئے۔ پھر اس پانی کے خدا تعالےٰ نے سات دریا بنا دئے۔ جو عالم کو احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ پس یہ جمیع وجود کی اصل ہے۔ اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے۔ کہ جیسے کہ حق تعالےٰ قدم میں اس عماء میں موجود تھا۔ جس کا نام حقیقۃ الحقائق۔ کنز مخفی۔ یاقوتِ بیضا ہے۔ ایسا ہی وہ اب بھی ان چیزوں میں جو اس یاقوتِ بیضاء سے پیدا ہوئیں۔ بغیر حلول و امتزاج کے موجود ہے سو وہ اجزاء ذراتِ عالم میں بلا تعدد اور بلا انفصال و انفصال تجلی کئے ہوئے ہے۔ اور وہ ان سب میں متجلی ہے۔ اللہ سبحانہ ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ وہ پہلے عماء اور یاقوتِ بیضاء میں موجود تھا۔ یہ تمام وجود ہی یاقوت اور وہی عماء ہے۔ اگر حق سبحانہ و تعالےٰ تمام وجود میں متجلی ہوتا۔ تو بیشک جیسا کہ وہ تھا۔ اس میں تغیر ہو جاتا۔ اور خدا تعالےٰ کی ذات تغیر سے منزہ ہے۔ پس تغیر پیدا نہیں ہوا۔ مگر اس مجلی میں جس کا نام یاقوتِ بیضاء ہے۔ نہ متجلی میں کہ وہ اس سے پاک و منزہ ہے۔ اور وہ اپنی مخلوق میں ظہور کرنے کے بعد بھی اپنی اسی کنہیت پر باقی ہے۔ جو اس کے نفسی عماء میں تھی۔ پس اس میں تامل کرو ہم نے پہلے ابواب میں عماء اور حقیقت الحقائق کا بیان کھلے طور پر کر دیا ہے۔ اور یہ مقام ان اشیاء کے ذکر کرنے کا ہے۔ جو حقیقت الحقائق میں موجود ہیں۔ سو اوّلاً ہم ساتوں آسمانوں کا ذکر شروع کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے۔ کہ یہ آسمان جو ہم کو نظر آرہا ہے آسمان دنیا نہیں ہے۔ اور نہ اس کا رنگ اس کا رنگ ہے اور نہ اس کا وصف اس کا وصف۔ یہ چیز جسے ہم دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ یہ ایک بخار زمین کی نیوست اور پانی کی رطوبت سے آفتاب کی حرارت کی وجہ سے ہوا کی طرف بعلم طبیعت چڑھ گیا ہے۔ پس وہ جو جو زمین اور آسمان دنیا کے درمیان خالی ہے۔ اس بخار سے بھرا ہوا ہے۔ اسی واسطے کبھی وہ کبود نظر آتا ہے اور کبھی سفید اور کبھی مٹیالا ہوا۔ اور کبھی غبار آلود۔ یہ تمام رنگ اسی بخار کی وجہ سے ہیں۔ جو زمین سے چڑھتے ہیں۔ اور بقدر ان بخارات کے روشنی کے پڑنے کے یہ اختلاف رنگ پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ بسبب آسمان دنیا کے ساتھ رہنے کے متصل ہونے کے اس کا نام آسمان رکھا گیا ہے۔ دراصل جو آسمان دنیا ہے۔ نہایت بعید ہونے کی وجہ سے اس پر نظر نہیں ٹھہرتی وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ اور حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ آسمان دنیا اور تین سو دنیا ان پانچ کی راہ ہے۔ اور یہ متفق علیہ امر ہے کہ نظر پانچسو برس کی مسافت قطع نہیں کرتی۔ پس ثابت ہوا کہ وہ چیز جو

Marfat.com

آرہی ہے۔ وہ عین سماء دنیا نہیں ہے۔ اگر کواکب کی شعاعیں زمین پر نہ گرتیں۔ تو وہ بھی مشہود اور مرئی نہ ہوتے۔ اور آسمانوں میں کتنے ہی ایسے روشن ستارے ہیں۔ جن کی شعاعیں زمین پر نہیں پڑتیں۔ ان کے بعد اور ان کی لطافت کی وجہ سے ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن ارباب کشف اس کو دیکھتے ہیں۔ اور اہل زمین کے آگے بیان کرتے ہیں۔ اور ان کو سمجھا دیتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے سب رزقوں اور طرح طرح کی غذاؤں کو چار دن میں پیدا کیا۔ اور ان کو آسمان اور زمین کے درمیان چار کروں کے قلب میں پوشیدہ رکھا۔ کرۂ اول کرۂ حرارت ہے۔ کرۂ ثانی کرۂ یبوست۔ کرۂ ثالث۔ کرۂ برودت کرۂ رابع کرۂ رطوبت ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں کہ چار دن میں ان میں روزیوں کو مقدر کیا۔ سَوَاءً لِّلسَّائِلِيْنَ یعنی علےٰ قدر سوال ذاتی بطور تسویہ اقوات کو مقدر کیا۔ اس لئے کہ حقائق بذات خود اس چیز کو طلب کرتے ہیں۔ جو ان کا مقتضاء ہوتا ہے۔ جب یہی معنی ہیں۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُن فرشتوں کو جو رزق پہنچانے کے لئے مقرر ہیں۔ سات آسمانوں میں رکھا ہے۔ پھر ہر آسمان میں ایک فرشتہ ہے۔ جو رزق پہنچانے والے فرشتوں پر حاکم ہے۔ اس کا نام ملک حوادث ہے۔ اور اس فرشتہ میں اس کوکب کی روحانیت رکھی گئی ہے جو اس آسمان سے مخصوص ہے۔ رزق پہنچانے والے فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ اس فرشتہ کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتا۔ جو اس آسمان کے کوکب کی روحانیت پر مخلوق ہے۔ آسمان دنیا کا کوکب قمر اور دوسرے آسمان کا عطارد اور تیسرے کا زہرہ اور چوتھے کا آفتاب اور پانچویں کا مریخ اور چھٹے کا مشتری اور ساتویں کا زحل ہے۔ آسمان دنیا چاند سے زیادہ سفید ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو روح کی حقیقت سے پیدا کیا ہے۔ تاکہ زمین کے ساتھ اس کی وہ نسبت ہو۔ جو روح کو جسد کے ساتھ ہے۔ اور ایسا ہی کرۂ چاند کو اس میں رکھا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے چاند کو اپنے اسم حَیّ کا مظہر بنایا ہے۔ اور اسے سماء بروج میں جس میں وجود کی حیات ہے۔ اور جس پر موہوم و مشہود کا مدار ہے۔ گردش کرنے والا بنایا ہے۔ پھر کوکب قمری کے فلک کو تدبیر زمین کا متولی بنایا ہے۔ جیسے کہ روح تدبیر جسد کی متولی ہے۔ اگر خدا آسمان دنیا کو حقیقت روح سے پیدا نہ کرتا۔ تو حکمت زمین سے وجود حیوان کا تقاضا نہ کرتی۔ بلکہ جمادات کا محل ٹھہرتی۔ پھر آدمؑ کو خدا نے اس آسمان میں رکھا۔ اس لئے کہ آدمؑ عالم دنیوی کی روح ہے۔ کیونکہ اسی سے حق تعالےٰ نے موجودات پر نظر کی۔ اور اس پر رحم کیا۔ اور اسے آدمؑ کی زندگی سے زندہ کیا۔ پھر جب تک یہ نوع انسانی دنیا میں موجود ہے۔ دنیا قائم رہیگی۔ اور جب دنیا سے بالکل اٹھ جائیگی۔ دنیا بھی ہلاک ہو جائیگی۔ اور بعض بعض کے ساتھ مل جائیگی۔ جیسے کہ روح حیوانی جب جسد سے جدا ہو جاتی ہے۔ تو جسد خراب ہو جاتا ہے۔ اور اس کا بعض بعض سے مل جاتا ہے۔ حق تعالےٰ نے آسمان دنیا کو تمام کواکب سے مزین کیا۔ جیسے کہ روح کو ان تمام چیزوں سے جنہیں ہیکل انسانی اٹھائے ہوئے ہے مزین و آراستہ کیا ہے یعنی لطائف ظاہرہ سے کہ وہ حواس خمسہ ہیں۔ اور لطائف باطنہ سے کہ وہ سات قوتیں

Marfat.com

ہیں۔عقل۔ہمت۔فہم۔وہم۔قلب۔فکر۔خیال پھر جیسا کہ آسمانِ دنیا کے کواکب شیطانوں کے رجم کا ذریعہ ہیں ایسے ہی یہ قوتیں جب صحیح وسالم ہوتی ہیں۔تو انسان سے شیاطین خواطر کو ہٹا دیتی ہیں۔اور ان قوتوں سے اس کا باطن محفوظ رہتا ہے۔جیسے کہ سماءِ دنیا روشن ستاروں سے محفوظ رہتا ہے۔اور اس آسمان کے فرشتے ارواحِ بسیطہ ہیں۔جو ہمیشہ اس میں اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔جب ملک موکل ان کو کسی امر کے لئے دنیا میں نازل ہونے کا حکم دیتا ہے۔تو جس امر کے لئے وہ نازل ہوتے ہیں۔اس کی ہیئت پر متشکل ہو جاتے ہیں اور اس شے کی روحانیت ہو جاتے ہیں۔جس کے لئے وہ موکل ہوتے ہیں۔پھر وہ اس کو اس مقام کی طرف لئے جاتے ہیں۔جس کا خدا نے ان کو حکم دیا ہے۔اگر رزق ہوتا ہے۔تو اُسے مرزوق کی طرف پہنچا دیتے ہیں۔اور اگر کوئی امر قضائی ہوتا ہے۔تو اسے اس شخص کے پاس لے جاتے ہیں۔جس کے لئے وہ مقدر ہوتا ہے۔خواہ وہ خیر کا ہو یا شر کا۔پھر وہ اس آسمان میں اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔اور کبھی اس کے بعد کسی امر کے لئے نازل نہیں ہوتے۔اللہ تعالےٰ نے ملک مسمی اسمٰعیل کو اس آسمان کے تمام فرشتوں پر حاکم بنایا ہے۔اور وہ قمر کی روحانیت ہے پھر جب خدا تعالےٰ کسی امر کا اسے حکم دیتا ہے۔اور فرشتہ اس امر کو پورا کرتا ہے۔تو اسے کرسی پر بٹھاتا ہے جس کا نام منصۃ الصور ہے۔پس وہ مامور بہ کی صورت بنا کر اس پر بیٹھتا ہے۔اور اس کے بعد کبھی اپنی بساطت کی طرف نہیں لوٹتا۔بلکہ اسی تشکل و تصور جرمی جزئی پر باقی رہتا ہے۔اور اس وجود میں اللہ کی عبادت کرتا ہے۔اس لئے کہ ارواح جب کسی صورت پر متشکل ہوتے ہیں۔تو وہ صورت اس کے نفس سے جدا نہیں ہو سکتی کہ وہ اس سے جدا ہو کر اپنی بساطت اصلیہ کی طرف رجوع کرے۔یہ امر محال ہے۔لیکن ان میں یہ قوت ہے کہ صورت اصلیہ سے مفارقت کرنے کے بغیر ہر صورت میں متصور ہوں۔اور وہ صورت اصل اللہ کی حکمت سے ہے۔اور وہ صورت روحانیہ کلماتِ الٰہی ہیں۔جو موجودات کے ساتھ قائم ہیں۔جیسے کہ روح جسد کے ساتھ قائم ہے۔پھر جب وہ خفاءِ علمی سے ظہورِ عینی کی طرف نکلتے ہیں۔تو وجود میں ان کی ذوات کے ساتھ قائم رہتے ہیں۔پس جمیع اجسامِ عالم معدن۔نبات۔حیوانات۔الفاظ وغیرہ کے لئے روحیں ہیں۔جو اجسام کی صورت پر ان کے ساتھ قائم ہیں۔یہاں تک کہ جب جسم زائل ہو جائیگا۔تو روح خدا تعالےٰ کی تسبیح میں لگی رہیگی۔حق تعالےٰ کے باقی رکھنے سے وہ باقی رہیگی۔اس لئے کہ حق نے ارواح کو فناء کے لئے پیدا نہیں کیا۔بجز اس کے نہیں کہ وہ بقاء کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔صاحب کشف جب وجود کے کسی امر کے کشف کا ارادہ کرتا ہے۔تو ارواح جو کلماتِ الٰہی ہیں۔اس پر متجلی ہوتے ہیں۔پھر وہ ان کی ذوات۔اسماء و اوصاف کو شناخت کر لیتا ہے اس لئے کہ عالم وجود کی ہر روح ان لباسوں میں متجلی ہوتی ہے۔جو اس جسم کے اوصاف۔نعوت اور اخلاق ہیں۔جس کی وہ روحیں مدبر رہی ہیں۔اور وہ اجسام حیوان۔معدن۔نبات۔مرکب اور بسیط ہیں۔یا اس صورت پر متجلی ہوتی ہے۔کہ روح اس صورت کے معنی تھی۔اور وہ مثل الفاظ۔اعمال۔اغراض۔اغراض وغیرہ کے ہیں یہ اس وقت ہے جبکہ عالم علمی سے عالم عینی کی طرف نکلے۔لیکن جب وہ عالم علمی میں اپنے حال

Marfat.com

پر باقی رہتی ہے۔ تو صاحب کشف ان روحوں کو ایسا ہی ان صورتوں میں دیکھتا ہے۔ جو طرح طرح کے لباسوں سے اس پر قائم ہوتی ہیں۔ جو اس جگہ کے مظہر کے لئے کہ جسد یا صورت ہے۔ اعمال واوصاف بن جاتے ہیں لیکن وہ جانتا ہے۔ کہ ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ لیکن اس حیثیت سے کہ وہ ہیں۔ پھر اس سے جو علوم وہ چاہتا ہے۔ حاصل کرتا ہے۔ لیکن نہ اس حیثیت سے کہ وہ ہیں۔ بلکہ صاحبِ کشف کی حیثیت سے جیسی کہ وہ ہے۔ پر بمقتضاء اُن ارواح کے حقائق کے اسے وہ علوم حاصل ہوتے ہیں۔ بخلاف اس کے اگر وہ وجود عینی کی طرف نکلنے کے بعد ان کو دیکھے۔ تو اس وقت وہ جانتا ہے۔ کہ ان کا وجود اپنی حیثیت سے ہے جیسی کہ وہ ہے۔ پھر وہ ان سے کلام کرتا ہے۔ اور طرح طرح کے علوم وحقائق سے جو ان میں ہوتے ہیں۔ وہ اس کو جواب دیتے ہیں۔ اس مشہد بعض انبیاء واولیاء بعض کے ساتھ اکٹھے ہوتے ہیں پس میں نے اس میں شہر زبید میں سنہ ۸۰۰ھ ماہ ربیع الاول میں قیام کیا۔ اور تمام رسولوں۔ نبیوں صلوات اللہ علیہم اجمعین اور ولیوں اور ملائکہ علوی اور مقربین اور ملائکہ تسخیر کو دیکھا۔ اور جمیع موجودات کی روحانیت کو بھی ملاحظہ کیا۔ اور حقائق امور جس طور سے کہ ازل سے ابد تک ہیں۔ ان کا کشف کیا۔ اور ان علوم الٰہیہ سے متحقق ہوا۔ جن کے بیان کی عالم گنجائش نہیں رکھتا۔ اور اس شہد میں تھا۔ جو تھا۔ اور ہوا جو ہوا پس نیک گمان رکھ۔ اور خبر کی بابت نہ پوچھ۔ غواص بیان نے ہمیں اس تبیان کے دریا میں غوطہ زن کیا۔ حتے کہ ہم ان موتیوں کو نکال لائے۔ جن کے لئے تقدیر نے ہمیں مجبور کیا۔ پس چاہئے۔ کہ ہم اسی پر اکتفا کریں۔ جو اس کے متعلق ہم پر ظاہر ہوا۔ اور جن کے اظہار کا خیال کبھی ہمارے دل میں نہیں گذرا تھا۔ اور اب ہم اس امر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جس کے ہم درپے تھے۔ یعنی آسمانِ دنیا کا ذکر شروع کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اس فلک کا کھیرا گیارہ ہزار برس کی راہ کا بنایا ہے۔ اور وہ گھیرے میں تمام افلاک سے چھوٹا ہے۔ چاند اس فلک کے گھیرے کو چوبیس معتدل مستقیم گھنٹوں میں طے کرتا ہے۔ اور ہر گھنٹہ میں چار سو اٹھاون برس اور ایک سو بیس دن کی راہ طے کرتا ہے۔ اور اس فلک کا قطر چار ہزار پانچسو برس کی راہ ہے۔ پھر قمر کے لئے اس فلک میں ایک فلک ہے۔ اور ایسا ہی ہر کوکب کے لئے ایک چھوٹا سا فلک ہے۔ جس میں وہ اس فلک کبیر میں گھومتا ہے۔ فلک اکبر سست رفتار اور یہ فلکِ صغیر تیز رفتار ہے۔ اور پیچھے ہٹ جانے والے کوا کب کا جو تو پیچھے لوٹ جاتا دیکھتا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ فلک کبیر کی گردش میں ان کے فلک کی گردش مختلف ہوتی ہے۔ پھر وہ گردش میں اس سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ آدمی ان کو گمان کرتا ہے۔ کہ وہ پیچھے لوٹ گئے ہیں۔ حالانکہ وہ لوٹتے نہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ لوٹیں تو تمام عالم برباد ہو جائے۔

اور جاننا چاہئے کہ چاند کا جرم نیلگوں ہے۔ بذات۔ بذاتِ خود اس میں کوئی روشنی نہیں ہے۔ بلکہ جب اس کا نصف حصہ آفتاب کے مقابل ہوتا ہے۔ تو وہ اس سے نور حاصل کرتا ہے۔ پس ہمیشہ اس کا

Marfat.com

نصف روشن رہتا ہے۔ اور جو نصف آفتاب کے مقابل نہیں ہوتا۔ وہ تاریک رہتا ہے۔ اسی لئے چاند کا نور ہمیشہ آفتاب کی جہت سے ہی دیکھا جاتا ہے۔ بخلاف اس کے باقی سیارے کہ ان میں سے ہر کوکب بہ تمام نور شمس کے مقابل رہتا ہے۔ ان کی مثال شفاف بلور کی سی مثال ہے۔ کہ جب اس پر روشنی پڑتی ہے۔ تو اس کے ظاہر اور باطن میں سرایت کر جاتی ہے۔ بخلاف اس کے چاند۔ کہ وہ مثل کرہ معدنیہ صیقل کردہ کے ہے۔ کہ بجز مقابلۂ شمسی کے نور قبول نہیں کرتا۔ اسی لئے اس کا نور زمین میں کم اور زیادہ ہوتا رہتا ہے باقی کواکب کا یہ حال نہیں ہے۔ معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ بعض آسمان بعض پر محیط ہیں۔ اور ان میں سے سب سے بڑا سماء زحل ہے۔ اور سب سے چھوٹا سماء قمر ہے۔ اور یہ ان کی صورت ہے۔

ہر فلک اپنے نیچے کے فلک کا مماس ہے۔ اور وہ ایک امر معنوی ہے۔ اس لئے کہ جہات میں کا ان کی سمتِ گردش کا وہ ایک نام ہے۔ اور کوکب شفاف جرم کا نام ہے۔ جو ہر آسمان سے روشن ہے۔ الرقم دقائق۔ ثوانی۔ دقائق۔ درجوں اور حلول اور سمت اور سیر کا بیان کرنے لگیں۔ اور ان کے خواص اور مقتضیات کی شرح کریں۔ تو کئی جلدوں کی ہم کو حاجت پڑے۔ پس اب ہم اس سے اعراض کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا مقصود صرف اللہ تعالےٰ کی معرفت ہے۔ اور جو کچھ ہم نے ان ظاہر چیزوں سے ذکر کیا ہے ان کے اندر بھی ہم نے اسرار الٰہیہ مخفی رکھے ہیں۔ اور اس چھلکے کے لئے ان کو ہم نے بمنزلہ مغز کے رکھا

Marfat.com

ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلِ۔

فلک دوم۔ وہ ایک جوہر شفاف ہے۔ اور لطیف ہے۔ اور اس کا رنگ سفید و سیاہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اُسے حقیقت فکریہ سے پیدا کیا ہے۔ یہ وجود کے لئے بمنزلہ انسان کے لئے فکر کے ہے۔ اسی لئے وہ فلک کاتب یعنی عطارد کا محل ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اسے اپنے اسم قَدِیْرُ کا مظہر بنایا ہے۔ اور اس کا آسمان اپنے اسم عَلِیْمُ خبیر کے نور سے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ فرشتے جو اہل صنعت کو مدد دینے والے ہیں۔ وہ تمام خدا تعالےٰ نے اسی آسمان میں رکھے ہیں۔ اور ان پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جس کو کوکب عطارد کی روحانیت بنایا ہے۔ اس آسمان میں دوسرے آسمان کے فرشتوں کی آوازیں سنتے تھے۔ اس لئے کہ ارواح کو بُعد کلام کے سننے سے مانع نہیں ہوتا۔ لیکن یہ بات اس وقت ہے۔ جبکہ وہ اپنے عالم میں ہوں۔ لیکن جب وہ اپنے عالم میں نہ ہوں۔ تو ان کا حکم اسی عالم کا حکم ہوتا ہے۔ جس میں وہ ہوں۔ چونکہ جن ارواح ہیں۔ اور وہ اس عالمِ اجسام و کثافت میں ہیں۔ وہ اوپر چڑھتے ہیں۔ حتیٰ کہ عالم روحی کی طرف پہنچتے ہیں۔ اور وہ آسمان دنیا کا کنارہ ہے۔ اس ارتقاء کی بدولت وہ آسمان دوم کے فرشتوں کا کلام سنتے ہیں۔ کیونکہ اس میں کوئی فاصلہ نہیں ہوتا۔ اور تیسرے آسمان کا سماع بسبب فاصلہ کے ان کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ ایسا ہی ہر مقام کے لوگ بجز اس چیز کے جو ایک مرتبہ ان کے اوپر ہے۔ کشف سے معلوم نہیں کر سکتے جب فاصلہ پایا جائے۔ اور مرتبے متعدد ہوں۔ تو اس وقت ادنےٰ اس چیز کو نہیں جانتا جو اعلےٰ میں ہے۔ اس لئے جن آسمانِ دنیا کے قریب جا کر آسمانِ دوم کے فرشتوں کی آوازیں سنتے تھے۔ تاکہ کچھ باتیں چرا کر اپنے مشرکوں کے پاس آئیں۔ اور ان کو غیبی باتوں کی خبریں دیں۔ اب جس وقت وہ اس مقام پر چڑھتے ہیں۔ تو ایک روشن شہاب ان پر گرتا ہے۔ جو ان کو جلا دیتا ہے۔ اور وہ نور محمدی ہے۔ کہ تاریک حجابات والوں کے لئے ان کے اصل و مخدد کی کثافت کو ظاہر کرنے والا ہے۔ پس بسبب طائر ہمت کے بازوؤں کے جل جانے کے ان کے لئے ترقی ممکن نہیں ہوتی۔ وہ زیان کار اور پشیمان ہو کر لوٹ آتے ہیں۔

میں نے اس آسمان میں نوح علیہ السلام کو ایک تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جو نورِ کبریا سے مخلوق تھا۔ اور باب مجدد بناء کے مابین وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان پر سلام کیا۔ اور ان کے روبرو کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ مرحبا کہا اور کھڑے ہو گئے۔ پھر میں نے ان سے ان کے فکری آسمان اور سنری مقام کی بابت سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ یہ آسمان معارف کے سوتیوں کی لڑی ہے۔ کہ عوارف کی کنواریاں اس میں متجلی ہوتی ہیں۔ اس آسمان کے فرشتے نور قدرت سے مخلوق ہیں۔ عالم موجود میں کوئی چیز متصور نہیں ہوتی۔ مگر اس حال میں کہ اس آسمان کے فرشتے اس مشہود کی صورت بنانے کے متولی ہوتے ہیں۔ پس وہ رقائق تصویر کے لئے تقدیر محکمہ کے دقائق ہیں۔ آیاتِ قاہرہ و معجزات باہرہ کا امر انہی پر دائر ہوتا ہے۔ کرامات ظاہرہ انہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ خدا نے اس آسمان میں فرشتے پیدا کئے ہیں۔ کہ ان کی

Marfat.com

صرف یہی عبادت ہے۔ کہ خلق کو انوارِ حق کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ آسمانِ عبرت میں قدرت کے بازوؤں سے اڑتے ہیں۔ ان کے سروں پر نوروں کے تاج ہیں۔ کہ پوشیدہ اسرار سے مرصع ہیں۔ ان فرشتوں میں سے کسی فرشتہ کی پشت پر جو شخص سوار ہوتا ہے۔ وہ اپنے بازوؤں سے سات آسمان تک اُسے لے اُڑتا ہے۔ اور صُوَر روحانیہ کو جب چاہتا ہے۔ اور جس طرح چاہتا ہے۔ قوالب جسمانیہ میں نازل کر دیتا ہے۔ پھر اگر وہ اُن سے کلام کرتا ہے۔ تو وہ بھی اس سے کلام کرتے ہیں۔ اور اگر ان سے کوئی بات دریافت کرتا ہے۔ تو وہ اس کو بتا دیتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے اس آسمان کا گھیرا تیراں ہزار تین سو تینتیس اور ایک سو بیس دن کی راہ کا پیدا کیا ہے۔ اس آسمان کا کوکب کہ وہ عطارد ہے۔ ہر گھنٹہ میں پانچسو پچپن برس اور پانچ ماہ اور بیس دن کی راہ طے کرتا ہے۔ اور تمام آسمان کو چوبیس معتدل گھنٹوں میں طے کرتا ہے۔ اور فلک کبیر کو پورے ایک برس میں طے کرتا ہے۔ اس فرشتہ کی روحانیت کا نام جو اس آسمان کے تمام فرشتوں کا حاکم ہے۔ تو حائیل ہے میں نے اس آسمان میں عجیب و غریب رحمٰن کی قدرت کے کرشمے اور موجودات کے اسرار ملاحظہ کئے ہیں۔ جن کا اس زمانہ کے لوگوں میں شائع کرنا گنجائش نہیں رکھتا۔ پس جس چیز کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اس میں تامل کر۔ اور اس بات میں فکر کر۔ جسے ہم نے چیستان کے رنگ میں بیان کیا ہے۔ تیرے وجود سے ہے۔ تجھ سے خارج نہیں ہے۔ ہماری اس رمز کو حل کر۔

آسمانِ سوم۔ تیسرے آسمان کی رنگت زرد ہے۔ اور وہ زہرہ کا آسمان ہے۔ اس کا جوہر شفاف ہے اور اس کے رہنے والے تمام اوصاف میں متلون ہیں حقیقت خیال سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور عالم مثال کا محل بنایا گیا ہے۔ خدا تعالےٰ نے اس کے کوکب کو کہ زہرہ ہے۔ اپنے اسم علیم کا مظہر بنایا ہے۔ اور اس کے آسمان کو صانع حکیم کی قدرت کا مجلی قرار دیا ہے۔ اس کے فرشتے ہر شکل پر مخلوق ہیں۔ جن میں ایسے عجائب و غرائب ہیں۔ جن کا خیال کبھی کسی کے دل میں نہیں گذرا۔ محال اس میں آسان ہے۔ اور بسا اوقات اس میں جائز حلال بھی ممتنع ہو جاتا ہے۔ اس آسمان کے فلک کا گھیرا اللہ تعالےٰ نے پندرہ ہزار چھتیس برس اور بیس یوم کا بنایا ہے۔ اس کا کوکب کہ زہرہ ہے۔ ہر گھنٹہ میں چھ سو اکتیس برس اور ۱۸ ۱/۳ یوم کی راہ طے کرتا ہے۔ اور تمام فلک کو چوبیس گھنٹہ میں طے کرتا ہے۔ اور فلک کبیر کی تمام [illegible] کو تین سو چوبیس یوم میں قطع کرتا ہے۔ اور اس آسمان کے فرشتے ملک [illegible] اور وہ کوکب زہرہ کی روحانیت ہے۔ اس آسمان کے فرشتے عالم کو احاطہ کئے [illegible] ان کو پکارتا ہے۔ اس کو جواب دیتے ہیں۔ میں نے اس آسمان کے فرشتوں کو [illegible] اور موافقت کرنے والے پایا ہے۔ لیکن مختلف نوعوں پر ہیں۔ بعض ہونے والے پر وحی کرنے کے لئے مامور ہیں [illegible] طریق سے ہو۔ یا ضرب المثل کے طور پر جس کو عالم سمجھ سکتا ہے۔ اور بعض کو اللہ تعالےٰ نے اطفال کی تربیت اور ان کو [illegible] اور اقوال کی تعلیم دینے پر مامور فرمایا ہے۔ اور بعض کو متفکر اور مغموم کی تسلی اور تفریح کا کام سپرد کیا ہے۔ اور بعض

Marfat.com

کو وحشت زدہ لوگوں کی تالیف و تانیس اور تنہا رہنے والوں سے باتیں کرنے پر موکل کیا ہے۔ اور بعض کو اللہ تعالےٰ ارباب تمکین کے احکام کی فرمانبرداری پر موکل کیا ہے۔ تاکہ وہ ان کے لئے جنت کے پھلوں کو فراخ چشم حوروں کے ہاتھوں پہنچا دیں۔ اور بعض کو عاشقوں کے دلوں میں محبت کی آگ کرنے پر موکل کیا ہے۔ اور بعض کو محبوب کی صورت محفوظ رکھنے پر موکل کیا ہے۔ تاکہ وہ اپنے اس عاشق سے جس کے دل میں عشق کی آگ شعلہ زن ہے غائب نہ ہو جائے۔ اور بعض کو اللہ تعالےٰ نے اہل وسائل کے درمیان رسائل پہنچانے پر مامور کیا ہے۔ میں اس آسمان میں یوسف علیہ السلام سے ملا۔ ان کو تختِ اسرار پر بیٹھے دیکھا۔ کہ رموزِ انوار کو ظاہر کرنے والے تھے اس حقیقت کے عالم تھے۔ جس پر اجبار کا گروہ مطلع نہیں ہوا۔ معانی کی حقیقت سے متحقق تھے۔ پانی اور برتنوں کی قید سے چھوٹ چکے تھے۔ میں نے بطور تعظیم دعا اور بطور ان کے پاس آنے والے کے ان کو سلام دیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور دعا دی۔ اور مرحبا کہا۔ اور مزاج پرسی کی۔ میں نے ان کو کہا۔ کہ اے میرے سیّد میں آپ کے اس قول کی بابت رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ سوال کرتا ہوں۔ کہ اس میں کونسی دو مملکتیں آپ نے مراد لی ہیں۔ اور کونسی احادیث کی تاویل سے آپ نے کنایہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے مملکت رحمانیت سے مراد لی ہے۔ جو نکتۂ انسانیہ میں ودیعت رکھی گئی ہے اور تاویل احادیث سے وہ امانتیں مراد لی ہیں۔ جو حیوانوں کی بولیوں میں دائر ہیں۔ میں نے اسے کہا۔ اے میرے سیّد۔ کہ کیا یہ بیان اور تصریح کے طریقے تلویح اور اشارہ میں ودیعت نہیں رکھے گئے۔ کہا۔ جان رکھ۔ کہ بندوں میں حق تعالےٰ کی امانت ہے۔ جس کو اس امانت کے متکلمین اہل ارشاد کے پاس پہنچاتے ہیں۔ میں نے کہا حق کی امانت کیسے ہو سکتی ہے۔ حالانکہ وہ ظہور و اظہار میں وجود کی اصل ہے۔ کہا کہ وہ اس کا وصف ہے سو یہ اس کی شان ہے۔ وہ اس کا حکم ہے۔ اور یہ اس کی عبادت ہے۔ جاہل امانت کو زبان میں رکھتا ہے۔ اور عالم دل اور باطن میں اس کو اٹھاتا ہے۔ اور سب اس سے حیرت میں ہیں۔ اور عارف کے سوا کوئی شخص کسی چیز پر اس سے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہا۔ جان لے۔ کہ خدا تیری تائید کرے۔ اور تجھے محفوظ رکھے۔ کہ حق تعالےٰ نے اپنے اسرار کو مثل اشارات کے موتیوں کے اسرارِ عبارات میں ودیعت رکھا ہے پھر وہ راہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایک فریق کی زبانوں پر دائر ہیں۔ عام ان کی اشارت سے جاہل ہیں۔ اور خاص اس چیز کو پہچانتے ہیں۔ جو ان اسرار کی عبارت میں موجود ہے۔ پھر مقتضاء مقام کے موافق وہ ان عبارات کی تاویل کر لیتے ہیں۔ اور مرضئ الٰہی کے موافق ان کو تعبیر کرتے ہیں۔ خوابوں کی تعبیر بھی اسی طرح ایک قطرہ ہے یا اس بیابان کے پتھروں میں سے ایک کنکری ہے۔ پھر میں نے وہ چیز معلوم کر لی۔ جس کی طرف یوسفؑ نے اشارہ فرمایا تھا۔ اور میں اس سے پہلے بھی اس تحقیق سے جاہل نہ تھا۔ پھر میں ان کو چھوڑ کر رفیق اعلےٰ کی طرف لوٹا اور وہ اچھا رفیق تھا۔

آسمانِ چہارم۔ وہ ایک جوہرِ فاخرہ ہے۔ روشن رنگ والا ہے آفتاب منور کا آسمان ہے۔ افلاک کا

Marfat.com

قطب ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس آسمان کو نورِ قلبی سے پیدا کیا ہے۔ آفتاب کو اس میں بمنزلہ قلبِ عالم کے رکھا ہے۔ کہ اسی سے اس کی عمارت ہے۔ اور اسی سے اس کی تازگی ہے۔ اسی سے ستارے نور حاصل کرتے ہیں ان کے مراتب کا منارہ اُسی سے بلند ہوتا ہے۔ خدا نے اس کوکبِ شمسی کو اس فلکِ قلبی میں الوہیّت کا مظہر بنایا ہے۔ اور اپنے رنگا رنگ اوصافِ مقدسہ زکیّہ کا اُسے جلوہ گاہ بنایا ہے۔ آفتاب تمام عنصری مخلوقات کی اصل ہے۔ جیسا کہ اسم اللہ تمام بلند مرتبوں کا نام ہے۔ ادریس علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے حقیقت قلبیّہ سے ان کے عالم ہونے کی وجہ سے اس مقام نفیس میں نازل کیا ہے۔ پس وہ رتبۂ ربیت میں اپنے غیر سے متمیز ہو گئے۔ خدا نے اس آسمان کو انوار کی جائے نزول اور اسرار کا معدن بنایا۔

پھر معلوم کرنا چاہئے۔ کہ ملک جلیل جس کا نام اسرافیل ہے۔ اس آسمان کے فرشتوں پر حاکم ہے۔ اور وہ روشن آفتاب کی روحانیت ہے۔ کوئی پستی وجود میں بلند نہیں ہوتی۔ اور نہ کوئی قبض اور بسط اس میں پیدا ہوتی ہے۔ مگر اس فرشتہ کے ادل بدل کرنے سے جس کو اس فلک کا اللہ تعالےٰ نے محتد بنایا ہے۔ اور وہ تمام فرشتوں سے عظیم الہیت ہے۔ اور وسعت میں ان سے بڑا اور ہمت میں قوی تر ہے۔ سدرۃ المنتہےٰ سے تحت الثریٰ تک اسی کے لئے ہے۔ تمام میں وہ تصرف کرتا ہے۔ اور ہر ادنےٰ و اعلےٰ پر قادر ہے۔ اس کی جلوہ گاہ کرسی کے قریب ہے۔ اور اس کا محتد یہ فلک شمسی ہے۔ تمام آسمان زمین اور جو کچھ ان میں عقل اور حس سے ہے۔ سب اسی کا عالم ہے۔

پھر جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فلک شمسی کو سترہ ہزار اور انتیس ۲۹ برس اور ساٹھ دن کی راہ کا بنایا ہے۔ پس وہ تمام آسمان کو چوبیس گھنٹہ معتدل میں طے کرتا ہے۔ اور بڑے آسمان کو تین سو اور پینسٹھ اور چہارم حصہ دن اور تین دقیقہ میں طے کرتا ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ جس مقام میں ادریس علیہ السلام ہیں۔ وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مقامات سے ایک مقام ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ جب شب معراج میں چوتھے آسمان پر پہنچے۔ تو وہاں سے اوپر گئے ہیں۔ پس مقام ادریس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پہنچنا مرتبہ مربوبیت سے مقامات علیا میں آپ کی تحقیق کا شاہد ہے۔ اور اس سے ان کا گذر جانا اس چیز کا شاہد ہے۔ جو اس سے اعلےٰ ہے۔ یہاں تک کہ آپ کی سعادت کا فرمان سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کے خلعت کے متعلق نکلا۔ پس مقام عبودیت وہ بلند مقام محمود ہے۔ اور [illegible] لواء حمد ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے وجود کو بہ تمامہ قرص شمس میں مخفی رکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے امر سے قوائے طبیعیہ اس کو تھوڑا تھوڑا ظاہر کرتے ہیں۔ پس آفتاب نقطۂ اسرار اور دائرۂ انوار ہے۔ اکثر ارباب تمکین انبیا اسی مضبوط فلک کے دائرہ میں ہیں۔ مثلاً عیسےٰ۔ سلیمان۔ داؤد۔ ادریس۔ جرجیس وغیرہ انبیاء علیہم السلام جو کثیر العدد اور مدت دراز سے ہیں۔ وہ تمام اس منزل جلی میں مقام رکھتے ہیں۔ اور اس بلند مقام میں رہتے ہیں۔ [illegible]

Marfat.com

یقول الحق وھو یھدی الی الصراط السوی۔

آسمانِ پنجم۔ پس وہ بہرام نام کوکب کا آسمان ہے۔ اور وہ عظمتِ الٰہیہ اور انتقام کا مظہر ہے۔ اس میں یحییٰ علیہ السلام عظمت۔ جبروت کے مشاہدہ اور عزت اور ملکوت کے ملاحظہ کے لئے نازل ہوئے ہیں۔ اسلئے انہوں نے لغزش کا قصد نہیں کیا۔ اور ان میں سے بجز اس شخص کے جو ہم اور خلت کا رتبہ رکھتا ہے۔ کوئی نہیں ہے اس کا آسمان نورِ درھم سے مخلوق ہے۔ اور اس کا رنگ مثل خون کے سرخ ہے۔ اور اس آسمان کے فرشتوں کو خدا تعالےٰ نے کمال کے آئینے اور جلال کے مظہر بنایا ہے۔ انہی کے سبب اس وجود میں خدا تعالےٰ کی پرستش کی گئی ہے۔ اور انہی کے سبب سجود سے اہل تقلید حق کے تابع ہوگئے۔ اللہ تعالےٰ نے ان فرشتوں کی عبادت بعید کو قریب کرنا اور مفقود کو موجود کرنا بنائی ہے۔ ان میں سے بعض کی یہ عبادت ہے۔ کہ وہ قلب میں ایمان کے ستونوں کی بنیاد محکم کرتے ہیں۔ اور بعض کی یہ کہ وہ کفار کو عالم اسرار سے ہٹاتے ہیں۔ اور بعض کی عبادت شفاء مریض اور ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کا جوڑنا ہے۔ اور بعض کو قبض ارواح کے لئے پیدا کیا۔ پس وہ بحکم حاکم بے قصور روحوں کو قبض کرتا ہے۔ اور اس آسمان کے حاکم الائیل ہیں۔ جن کا نام عزرائیل فرشتہ ہے۔ اور وہ مریخ کی روحانیت ہے۔ کہ صاحب انتقام و توبیخ ہے۔ اس فرشتہ کا مختار خدا تعالےٰ نے اسی آسمان کو بنایا ہے اور اس کا دفتر قلم اعلےٰ کے پاس ہے۔ انتقام۔ قبض ارواح اور انتظام کے لئے کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوتا مگر اس فرشتہ کے امر سے جو کوکب بہرام کی روحانیت ہے

جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس آسمان کے دور کو انیس ہزار آٹھ سو اور تینتیس[۳۳] برس اور ایک سو بیس دن کی راہ کا بنایا ہے۔ یہ ستارہ اس سے ہر گھنٹہ میں آٹھ سو چھبیس برس اور ایک سو چالیس دن کی راہ طے کرتا ہے۔ پس تمام آسمان کو چوبیس گھنٹہ میں طے کرتا ہے۔ اور بڑے آسمان کو تقریباً پانچسو چالیس دن میں طے کرتا ہے۔ اور اس کی روحانیت اہل شمشیر و انتقام کی مددگار ہے۔ اور وہ اس شخص کی مدد کے لئے موکل ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کا معاہد ہوتا ہے۔ اور جس کی مدد کا خدا تعالےٰ نے ارادہ کیا ہوتا ہے۔

آسمانِ ششم۔ اس کا مختار نور ہمت سے ہے۔ وہ ایک جوہر شفافِ روحانی نیلے رنگ کا ہے۔ اور اس کا کوکب قیومیت کا مظہر اور دیومیت کا منظر ہے۔ صاحب نور ہے۔ ممد ہے۔ روشن ہے۔ مشتری نام رکھتا ہے۔ میں نے موسےٰ علیہ السلام کو اس مقام میں قائم دیکھا۔ کہ اپنے قدم کو اس آسمان کی سطح پر رکھے ہوئے تھا اور اپنے دہنے ہاتھ سے سدرۃ المنتہےٰ کی ساق کو پکڑے ہوئے تھا۔ تجلی ربوبیت کے شراب سے مست عزت الوہیت سے حیران تھا۔ اس کے آئینہ علم میں موجودات کی شکلیں منطبع تھیں۔ اور اس کی انیت میں ملک دیان کی ربوبیت متجلی تھی۔ ان کا چہرہ دیکھنے والے کو خوف دلاتا تھا۔ اور اس کا حال وارد وصادر یعنی آنے جانے والے کے دل کو ہلا دیتا تھا۔ پھر میں ادب سے اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ اور ان کے مرتبہ کو پہچان کر میں نے ان کو سلام دیا۔ انہوں نے ازل کی مستی سے سر اٹھایا۔ اور مجھے مرحبا کہا۔ اور اہل بنایا۔ میں نے ان سے

Marfat.com

کہا۔ اے میرے سیّد گویائے حق۔ راست گفتار نے خبر دی ہے۔ کہ دربار الٰہی سے آپ کو خلعت لَنْ تَرَانِیْ عطا ہؤا تھا۔ اور آپ کی یہ حالت محجوبوں کی سی حالت نہیں ہے۔ اس عجیب امر کی حقیقت سے مجھے آگاہ فرمائیے کہا۔ سُن۔ جب میں اپنی زمین کے مصر سے نکل کر اپنی فرضی حقیقت کی طرف آیا۔ اور میں انوار ازلیّہ کے پاک میدان میں درخت احدیت کی طرف سے اپنے رب کی زبان سے اپنے طورِ قلب سے پکارا گیا۔ کہ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ۔ کہ میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میری عبادت کر۔ تو پھر جب میں نے چیزوں کے اندر اس کی عبادت کی۔ جیسا کہ اس نے حکم دیا۔ اور صفات و اسماء سے جس ثناء کا وہ مستحق تھا اس کی ثناء کی۔ تو انوار ربوبیّت مجھ پر متجلی ہوئے۔ اور مجھے اس نے میری ہستی سے لے لیا۔ تو میں نے مقامِ لقاء میں بقاء کو طلب کیا۔ اور یہ امر محال ہے۔ کہ قدیم کے ظہور پر حادث قائم اور ثابت رہ سکے۔ پھر میری لسانِ سرّ نے اس عظیم امر کی ترجمانی کرتے ہوئے ندا دی۔ اور میں نے کہا۔ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ۔ اے میرے پروردگار مجھے دیدار دے۔ کہ میں تیری طرف دیکھوں۔ اور میری انیّت کو اپنے حضرتِ قدس میں داخل کر پھر میں نے درگاہِ قدس سے یہ جواب سنا۔ کہ لَنْ تَرَانِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ۔ کہ تو ہرگز نہیں دیکھ سکتا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اور وہ تیری ذات ہے۔ جو ازل میں میرے نور سے مخلوق ہے۔ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ۔ پھر اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ بعد اس کے کہ قدیم کی بادشاہت کا ظہور ہو۔ فَسَوْفَ تَرَانِیْ پھر تو مجھے دیکھ لیگا فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی کی۔ اور مجھے حقیقتِ ازل نے کھینچا۔ اور قدیم حادث پر ظاہر ہؤا۔ جَعَلَہٗ دَکًّا فَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔ تو پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور اس وجہ سے موسےٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پس قدیم میں بجز قدیم کے کوئی چیز باقی نہ رہی۔ اور عظمت میں صرف عظیم ہی متجلی تھا۔ اور یہ امر اس بنا پر ہے۔ کہ اس مقام کے حق کا پورا کرنا غیر ممکن ہے۔ اور اس کا حصر جائز نہیں ہے۔ پس اس کی ماہیت ادراک نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ دیکھی جا سکتی ہے۔ اور نہ اس کی کنہ معلوم کی جا سکتی ہے۔ اور نہ سمجھی جا سکتی ہے۔ پھر جب ترجمانِ ازل اس خطاب پر مطلع ہؤا۔ تو ام الکتاب سے اس امر کی تم کو خبر دی۔ اور حق بات کا ترجمہ کیا۔ پھر میں ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اور اس کے دریا سے چلّو میں جو لینا تھا لے لیا۔

جاننا چاہئے۔ کہ اللہ نے اس آسمان کے دور کو بائیس ہزار اور چھیاسٹھ برس اور آٹھ مہینے کی راہ کا بنایا ہے۔ پس اس کا ستارہ جس کو مشتری کہتے ہیں۔ ہر گھنٹہ میں نو سو انیس برس اور پانچ مہینے اور [illegible] دن کی راہ طے کرتا ہے۔ پس تمام آسمان کو چوبیس گھنٹہ میں طے کرتا ہے۔ اور بڑے آسمان کو بارہ برس میں طے کرتا ہے۔ اور ہر سال بڑے آسمان کا ایک برج طے کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس آسمان کو نورِ رحمت سے پیدا کیا ہے اور اس کے ملائکہ پر میکائیل کو موکل بنایا ہے۔ اور وہ رحمت کے فرشتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو انبیاء کی معراج اور اولیاء کی مرقاۃ یعنی ترقی کا زینہ بنایا ہے۔ خدا نے ان کو پیدا کیا ہے۔ کہ وہ دقائق کو وہاں پہنچا دیں۔ جہاں حقائق کا مقتضاء ہے۔ ان کا دستور پست کو بلند کرنا اور مشکل اور محال کو آسان کرنا ہے۔ جب اس زمین پستی کی ظلمت سے

Marfat.com

بلند ہوتے ہیں۔ تو وہ زمین میں جولانی کرتے ہیں۔ اور وہ ملائکہ میں اہل قبض و بسط ہیں۔ اور وہ علےٰ قدرِ حیثیت رزقوں کو مرزوقین کے پاس پہونچانے پر مامور ہیں۔ خدا نے اہل خطّ و بسط بنایا ہے۔ اور وہ ملائکہ میں دعاؤں کی اجابت کرنے والے ہیں۔ کسی کے لئے جب وہ کسی چیز کی دعا کرتے ہیں۔ تو وہ قبول کی جاتی ہے۔ اور جس آفت رسیدہ سے وہ گذرتے ہیں۔ وہ اچھا اور تندرست ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس قول میں کہ جس کا آمین کہنا ملائکہ کی آمین کہنے کے موافق ہو جاتا ہے۔ اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ اور اس کی مراد بر آتی ہے۔ انہی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ہر فرشتے کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ اور نہ ہر حامد کی ثناء اچھی سمجھی جاتی ہے۔ پھر میں نے اس آسمان کے فرشتوں کو تمام اقسام حیوانات کی صورت پر مخلوق دیکھا ہے۔ بعض پرندہ کی صورت میں ہیں۔ اور ان کے بازو ہیں۔ جن کو کوئی شمار کرنے والا شمار نہیں کر سکتا۔ اور اس قسم کے فرشتوں کی عبادت اسرار کی خدمت ہے۔ اور ظلمت کی بستی سے عالم انوار کی طرف بلند کرتا ہے۔ اور بعض نشان مند کئے ہوئے گھوڑوں کی صورت پر ہیں۔ اور اس گروہ مکرم کی عبادت قلوب کو قید شہادت سے فضاء غیوب کی طرف بلند کرنا ہے۔ اور بعض کو اللہ تعالےٰ نے عمدہ قسم کے اونٹوں اور سفری اونٹوں کی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور اس نوع کی عبادت نفوس کو عالم محسوس سے عالم معانی کی طرف لے جانا ہے۔

اور بعض کو گدھوں اور خچروں کی ہیئت پر پیدا کیا ہے۔ اور اس نوع کی عبادت حقیر کو اٹھانا اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا اور قلیل کو کثیر کرنا ہے۔ اور بعض کو انسان کی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور ان کی عبادت مذاہب کے قاعدوں کو محفوظ رکھنا ہے۔ اور بعض کو جوہروں اور عرضوں کی بسیط صفت پر پیدا کیا ہے۔ اور ان کی عبادت مریض اجسام کو صحت پہنچانا ہے۔ اور بعض کئی قسم کے دونوں۔ پانیوں اور تمام ماکولات و مشروبات کی صورت پر مخلوق ہیں۔ اور ان کی عبادت تمام مخلوقات کو رزق پہنچانا ہے۔ اور پھر اس آسمان میں میں نے ایسے فرشتے بھی دیکھے ہیں۔ جو وہ چیزوں سے مل کر پیدا ہوئے ہیں۔ پس نصف ان کا آگ سے ہے۔ اور نصف جمے ہوئے پانی یعنی برف سے۔ پس نہ پانی آگ کو بجھا سکتا ہے۔ اور نہ آگ اس پانی کی حالت کو بدلتی ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ میکائیل علیہ السلام اس آسمان کے کوکب کی روحانیت ہیں۔ اور وہ تمام ملائکہ پر حاکم ہیں جو اس آسمان میں رہتے ہیں۔ خدا نے اس آسمان کو اس کا محتد بنایا ہے۔ اس کا اجلاس سدرۃ المنتہےٰ کی دہنی طرف ہے۔ میں نے براق محمدی کی بابت اس سے سوال کیا۔ کہ کیا وہ اسی محتد عالیہ سے مخلوق ہے۔ کہا۔ نہیں۔ اسلئے کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پردے کثیف نہ تھے۔ اور ان کا سر سماء نور سے متنزل نہیں ہوا۔ اور وہ عقل اول کا مجتہد اور روح افضل کی جائے پیدائش ہے۔ اور آپ کا براق اس مضبوط مقام کے فلک سے تھا۔ اور جبرئیل آپ کے ترجمان تھے۔ اور وہ روح امین ہیں۔ اور ان کے سوا دوسرے نبی اور تمام اولیاء کرام کی سواریاں سفیر اعلےٰ میں اس آسمان کے برگزیدہ اونٹوں پر ہیں۔ پھر وہ طبائع کی زمین کی پستی سے ان پر سوار ہو کر اوپر کو چڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ساتویں آسمان سے گذر جاتے ہیں۔ اس کے بعد بجز صفات کے ان کی کوئی سواری نہیں ہے۔ اور بجز

Marfat.com

ذات کے ان کا کوئی ترجمان نہیں ہے۔

فلک ہفتم - پس وہ زحل مکرم کی جگہ ہے۔ اور اس کا جوہر شفاف سیاہ مثل شب تاریک کے ہے۔ خدا نے اُسے عقل اوّل کے نور سے پیدا کیا ہے۔ اور اس کی منزل اعلےٰ و برتر بنائی ہے۔ اس کی سیاہ رنگت سے اشارہ اس کی ناشناسی کی تاریکی اور بعد کی طرف ہے۔ اسی لئے عقل اول کو بجز عالم اکمل کے کوئی شناخت نہیں کرسکتا اور یہ کیوان کا آسمان ہے۔ جو جمیع عالم کو محیط ہے۔ تمام آسمانوں سے افضل اور تمام کائنات سے اعلےٰ ہے۔ اس کی اول کے تمام ثابت ستارے اس کے کوکب میں آہستہ رفتار سے چلتے ہیں۔ اور اس کے آسمان کا دورہ چھبیس ہزار پانچسو برس کا ہے۔ اور اس کا ستارہ ہر گھنٹہ میں ایک ہزار بیس برس اور دس مہینے کی راہ طے کرتا ہے۔ اور بڑے آسمان کو تیس برس کی مدت میں طے کرتا ہے۔ اور تمام ستارے ثابت جو اس میں موجود ہیں۔ اُن کی سیر ایسی خفی ہے۔ کہ ظاہر نہیں ہوتی۔ اور بعضے ان میں سے اس آسمان کے ہر برج کو تیس برس میں طے کرتے ہیں۔ اور بعضے ان میں سے اس سے کم یا زیادہ میں طے کرتے ہیں۔ اور بہ سبب دقیق اور کثیر ہونے کے پہچانے نہیں آسکتے۔ اور حساب نجوم میں ان کے کوئی نام نہیں ہیں۔ لیکن اہل کشف ہر ستارہ کے نام کو پہچانتے ہیں۔ اور اس نام سے اس کو مخاطب کرتے ہیں۔ اور اس کی سیر کے متعلق اُس سے سوال کرتے ہیں۔ وہ ان کو جواب دیتا ہے۔ اور اپنے فلک کے مقتضاء کے موافق ان کو خبر دیتا ہے۔

پھر جاننا چاہئے۔ کہ یہ آسمان پہلا آسمان ہے۔ جس کو خدا تعالےٰ نے عالم موجودات پر محیط بنایا ہے۔ اور اس سے نچلے کے آسمان اس کے بعد پیدا کئے ہیں۔ اور وہ عقل اول کا نور ہے۔ جو تمام حادث اشیاء سے سب سے پہلے مخلوق ہے۔ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو اس آسمان میں قائم دیکھا ہے۔ اور ان کے لئے ایک قبلہ تھا جس پر وہ عرش کی دائیں طرف کرسی کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ الآیۃ

جاننا چاہئے۔ کہ اس آسمان کے تمام فرشتے مقرب ہیں۔ اور ہر مقرب کے لئے منزل ہے۔ جو اس کے اس وظیفہ کے مطابق ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ نے اُسے قائم کیا ہے۔ اور اس کے اوپر بجز فلک اطلس کے کوئی چیز نہیں۔ اور وہ ایک بڑا فلک ہے۔ اس کی سطح کرسی اعلےٰ ہے۔ اور ان دونوں یعنی فلک اطلس اور فلک کواکب کے درمیان یہ تین وہمی حکمی فلک ہیں۔ جن کا کوئی وجود نہیں۔ مگر حکم میں نہیں [illegible] پہلا فلک اور وہ ایک اعلےٰ فلک ہے۔ فلک [illegible] کے اوپر ہے۔ فلک ثانی فلک [illegible] فلک عناصر ہے۔ اور وہ ان سب سے اخیر ہے۔ جو فلک کواکب سے ملا ہوا ہے۔ اور [illegible] کہ پھر ایک چوتھا فلک ہے۔ اور وہ فلک طبائع ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ فلک اطلس۔ سدرۃ المنتہےٰ کا میدان ہے۔ اور وہ کرسی کے نیچے ہے۔ اور اس سے پہلے کرسی کا بیان ہو چکا۔ اور سدرۃ المنتہےٰ میں ملائکہ کروبیین رہتے ہیں۔ میں نے ان کو مختلف صورتوں پر دیکھا ہے

Marfat.com

بجز اللہ کے ان کا شمار کوئی نہیں جانتا۔ انوار تجلیات ان سے ایسے ملے ہوئے ہیں کہ ان میں سے کوئی اپنی آنکھ کے پلک کو ہلا نہیں سکتی۔ بعض ان میں سے منہ کے بل پڑے ہوئے ہیں۔ اور بعض ان میں سے گھٹنوں کے بل پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ اکمل ہیں۔ اور بعضے اپنے پہلو کے بل پڑے ہوئے ہیں۔ اور بعض قیام میں مثل جماد کے قائم ہیں۔ اور وہ قوی تر ہیں۔ اور بعض اس کی ہویت میں حیران ہیں۔ اور بعضے اس کی انیت میں از خود رفتہ ہیں۔ اور میں نے ان میں سے سو فرشتے ایسے دیکھے۔ جو ان سب پر مقدم تھے۔ ان کے ہاتھوں میں نور کے ستون تھے۔ ہر ستون پر اسماء حسنیٰ الٰہیہ میں سے ایک اسم مکتوب تھا۔ جن سے وہ اپنے سوا دوسرے کروبی فرشتوں کو اور اہل اللہ میں سے ان کے ہم رتبہ لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ پھر میں نے ان سو فرشتوں میں سے سات کو دیکھا۔ کہ وہ ان سب سے آگے ہیں۔ اور ان کا نام قائمۃ الکروبیین ہے۔ اور ان سات میں سے میں نے تین کو دیکھا۔ جو ان سات پر مقدم تھے۔ ان کا نام اہل المراتب والتمکین تھا۔ اور ایک کو میں نے سب پر مقدم پایا جس کا نام عبد اللہ تھا۔ اور یہ تمام وہ عالین فرشتے ہیں۔ جو سجود آدم کے لئے مامور نہ تھے۔ اور ان کے اوپر بھی فرشتے ہیں۔ مثلاً نون فرشتہ اور قلم فرشتہ اور ان کی مانند اور کہ وہ بھی عالین میں داخل ہیں۔ اور باقی ملائکہ مقربین ان سے اونچے اور ان سے نیچے ہیں۔ مثلاً جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل اور ان کی مانند اور فرشتے اور اس فلک میں میں نے ایسے عجائب و غرائب دیکھے ہیں۔ جو بیان میں نہیں آسکتے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ تمام افلاک جن کو خدا تعالیٰ نے اس عالم میں پیدا کیا ہے۔ تعداد میں اٹھارہ ہیں پہلا فلک عرش محیط ہے۔ اور دوسرا کرسی اور تیسرا فلک اطلس ہے۔ اور اس کو فلک سدرۃ المنتہیٰ بھی کہتے ہیں۔ اور چوتھا فلک بیضا ہے۔ اور پانچواں فلک ہوا ہے۔ اور چھٹا عناصر ہے۔ اور ساتواں فلک طبائع ہے۔ اور آٹھواں فلک کواکب ہے۔ اور وہ فلک زحل ہے۔ اور اس کا نام فلک الافلاک ہے۔ اور نواں فلک مشتری ہے۔ اور دسواں فلک مریخ ہے۔ اور گیارھواں فلک شمس ہے۔ اور بارھواں فلک زہرہ ہے اور تیرھواں فلک عطارد ہے۔ اور چودھواں فلک قمر ہے۔ اور پندرھواں فلک اثیر اور وہ فلک نار ہے اور سولھواں فلک ہوا ہے۔ اور سترھواں فلک ماء ہے۔ اور اٹھارھواں فلک تراب ہے۔ اور وہ دریائے محیط ہے۔ جس میں ہموت نام ایک مچھلی رہتی ہے۔ جو زمین کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے۔ پھر فلک ہوا ہے۔ پھر اس کے اوپر فلک نار پھر فلک قمر اسی طرح اوپر کو چڑھتے چلے جاؤ جیسے کہ نیچے اترتے آئے تھے۔ پھر ہر موجود عالم کے لئے ایک فلک وسیع ہے۔ جس کو مکاشف دیکھتا ہے۔ اور جس میں وہ تیرتا ہے۔ اور اس کے مقتضاء کو جانتا ہے۔ افلاک اپنی کثرت کی وجہ سے شمار میں نہیں آسکتے۔ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ۔ ہر ایک ایک فلک میں تیر رہا ہے۔

جان۔ کہ افلاک نار و ماء و ہوا میں سے ہر ایک چار طبقوں پر ہے۔ اور فلک تراب کے سات طبقے ہیں۔ چنانچہ ان سب کا بیان اسی باب میں آئیگا۔ اب ہم زمین کا ذکر چھیڑتے ہیں۔ اور اس کے طبقوں کو

Marfat.com

بیان کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان کے پیچھے زمین کا ذکر کیا ہے۔ پس ہم بھی ان دونوں کے درمیان فاصلہ نہیں رکھتے۔

زمین کا پہلا طبقہ۔ اس طبقہ کو جب پہلے خدا نے پیدا کیا۔ تو وہ دودھ سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ پھر جو آدم علیہ السلام معصیت کے مرتکب ہو کر اس پر چلے۔ تو غبار آلود ہو گیا۔ اس زمین کا نام ارض نفوس ہے۔ اسی لئے اس میں حیوانات رہتے تھے۔ اس کرہ کا گھیرا گیارا سو چھیاسٹھ سال اور دو سو چالیس یوم کی راہ ہے۔ اس کے تین چوتھائی حصّہ کو بطور احاطت کے پانی نے چھپایا ہوا ہے۔ باقی ایک چوتھائی رہ جاتی ہے۔ جو وسط زمین ہے۔ سوائے اس حصّہ کے جو جانب شمال سے ملا ہوا ہے اور جانب جنوبی کی یہ حالت ہے۔ کہ وہ بہ تمامہ کہ کل زمین کا نصف ہے۔ پانی کے نیچے ہے۔ پس صرف ایک چوتھائی باقی رہ گئی۔ اور اس چوتھائی میں سے بھی تین چوتھائی تو ویرانہ ہے۔ پس نہ باقی رہا۔ مگر صرف ایک چوتھائی کا چوتھائی حصّہ۔ پھر اس باقی ماندہ ربع کی مدتِ مسکونہ یعنی آباد جگہ کی پہنائی صرف چوبیس برس کی راہ ہے باقی جنگل اور بیابان ہیں۔ جو رستوں سے آباد ہیں۔ اور ان میں آمد و رفت ممکن ہے۔ اسکندر زمین کے صرف اسی باقی ماندہ چوتھائی حصّہ پہنچا تھا۔ اور اس کے قطر کا شرق سے غرب تک سیر کیا ہے۔ اس لئے کہ اس کے شہر مغرب میں تھے۔ اور وہ روم کا بادشاہ تھا۔ پس پہلے اس نے اس جگہ سے چلنا شروع کیا۔ جو اس کے پہلو کے قریب تھی۔ یہاں تک کہ وہ زمین کے باطن تک پہنچ گیا۔ پس وہ آفتاب کے غروب ہونے کی جگہ تک پہنچ گیا۔ پھر وہ جنوب کی طرف چلا۔ اور وہ اس کے بالمقابل ہے۔ یہاں تک کہ ان اشیاء کی تحقیق اس پر ظاہر ہوئی۔ پھر وہ آفتاب کے نکلنے کی جگہ تک پہنچا۔ پھر جانب جنوبی کو چلا۔ اور وہ ظلمات ہے۔ یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کے پاس پہونچا۔ اور وہ زمین کی جانب جنوبی میں ہیں۔ زمین سے ان کو وہ نسبت ہے۔ جو ذوالقرنین یعنی نفسانی خیالات کو نفس کے ساتھ ہے۔ نہ ان کا شمار سمجھا جا سکتا ہے۔ اور نہ ان کا حصہ ہو سکتا ہے۔ آفتاب کبھی ان کی زمین پر طلوع نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے وہ ضعیف ہیں۔ حتی کہ وہ اس قدر زمانہ میں دیوار کے گرانے پر قدرت نہیں پا سکے۔ پھر وہ جانب شمال کو روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ اس مقام تک پہنچا۔ جہاں آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ اور یہ زمین جیسی کہ خدا نے پیدا کی تھی۔ اب تک ویسی ہی سفید ہے۔ اور وہ رجال غیب کی مسکن ہے اور اس کے بادشاہ خضر علیہ السلام ہیں۔ ان شہروں کے رہنے والوں کے ساتھ فرشتے کلام کرتے ہیں۔ وہاں نہیں پہونچے۔ اور نہ وہاں کوئی خدا کا نافرمان بندہ پہنچا ہے۔ پس وہ ابھی تک اپنی اصلی فطرت پر قائم ہے۔ اور وہ ارض بلغار کے قریب ہے۔ اور بلغار عجم کا ایک شہر ہے۔ اس میں بارہ گھنٹے دنوں میں نماز عشاء واجب نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں شفق شفق مغرب کے غروب ہونے سے پہلے نکل آتی ہے۔ اس زمین کے عجائبات بیان کرنے کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہیں۔ کیونکہ اس کے عجائبات کی خبریں عام طور پر شائع ہو چکی ہیں۔ اس لئے ان کے ذکر کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ پس جس چیز کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

Marfat.com

اس کو سمجھ (یعنی ہمارا مقصد اُن عجائبات کے بیان کرنے کا ہے۔ جن میں کوئی دقیقۂ معرفت ہو۔ چونکہ عدم وجوب نماز عشاء سے اس معرفت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جب صوفی پر ایسی حالت طاری ہو۔ جس میں وقت کا ادراک بالکل نہ رہے۔ تو اس پر کوئی نماز واجب نہیں رہتی۔ جیسے کہ اہل بلغار پر عشاء کی نماز واجب نہیں ہوتی۔ اسی لئے اس عجیب امر کا یہاں ہم نے ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم)

اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ زمین تمام زمینوں سے قدر میں اشرف وارفع ہے۔ اس لئے کہ وہ انبیاء مرسلین۔ اولیاء وصالحین کا محل ہے۔ پس اگر آدمی اس کی معرفت سے غافل نہ ہوتے۔ تو تُو ان کو غیب کی باتیں کرتے ہوئے اور مشکلات میں تصرّف کرتے ہوئے دیکھتا۔ اور اس بات کو دیکھتا۔ کہ وہ صانع تعالےٰ کی قدرت سے جو چاہتے ہیں۔ کرتے ہیں۔ ان تمام باتوں کو سمجھ۔ جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اور اس امر کو شناخت کر۔ جس کی طرف ہم نے تجھے رہنمائی کی ہے۔ اور ظاہر پر نہ رہ۔ جان کہ ہر ظاہر کے لئے باطن ہے اور ہر حق کی حقیقت ہے۔ والسلام

زمین کا دوسرا طبقہ۔ اس کا رنگ سبز زمرد کی مانند ہے۔ اور اس کا نام ارض العبادات ہے۔ اور اس میں مومن جنّ رہتے ہیں۔ ان کی رات پہلی زمین کا دن ہے۔ اور ان کا دن اس کی رات ہے۔ اس کے اہل ہمیشہ اس میں ساکن رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا کی زمین سے آفتاب غروب ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ظاہر زمین کی طرف نکلتے ہیں۔ بنی آدم سے ایسا تعشق کرتے ہیں۔ جیسے مقناطیس سے لوہا تعشق کرتا ہے۔ شکار کے شیروں سے ڈرنے کی نسبت وہ بنی آدم سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ اس کرۂ زمین کا گھیرا دو ہزار دو سو برس اور چار مہینے کی راہ کا ہے۔ لیکن اس میں ویرانہ نہیں ہے۔ بلکہ سب آباد ہے۔ اور اکثر مومنین جن سالکین اور مجاہدین نفس کا حسد کرتے ہیں۔ بہت سے سالک اس زمین کے جنون سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ آدمی کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ کہ وہ اس کو پکڑ لیتے ہیں۔ میں نے ایک جماعت اس زمانہ کے سادات متصوفین کی دیکھی۔ کہ ان کو بیڑیاں اور طوق پڑے ہوئے تھے۔ اس زمین کے جنون نے ان کو قید کیا ہوا تھا۔ پھر ان کو بہرہ کر دیا۔ اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا حالانکہ وہ کلماتِ خضر کو اپنے دونوں کانوں سے سنتے تھے۔ پھر وہ ایسے ہو گئے۔ کہ جب اس زمین کی دوسری جانب سے خطاب کئے جاتے تھے۔ تو نہ سنتے تھے۔ اور نہ سمجھتے تھے۔ اور وہ اس چیز سے محجوب ہیں۔ جس میں کہ ہیں۔ اگر ان کو وہ بات کہی جائے۔ جس پر کہ وہ پہلے تھے۔ تو وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ جس چیز کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس کو سمجھ۔ اور اس امر کی تحقیق کر۔ جس کی میں نے رہنمائی کی ہے۔ اور احکام طریق میں خدا سے مدد مانگ۔ کہ وہ تجھ کو اس فریق کے مکر سے بچائے۔ (مترجم عرض کرتا ہے۔ کہ یہ مقید اور مخلخل ہونے کا واقعہ مصنف علیہ الرحمۃ نے کشفی عالم میں دیکھا ہے۔ کیونکہ اگر کشفی عالم میں تمام آدمیوں کا حال دیکھا جائے۔ تو اکثر آدمی جنون اور شیطانوں کی قید میں محسوس طور پر مقید نظر آئینگے۔ جو بظاہر نظر نہیں آتے۔ واللہ اعلم بالصواب

زمین کا تیسرا طبقہ۔ مثل زعفران کے اس کا رنگ زرد ہے۔ اس کا نام طبیعت کی زمین ہے۔ اس

Marfat.com

میں مشرکین جنّ رہتے ہیں۔اور ان میں کوئی مومن نہیں ہے۔وہ شرک اور کفر کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔لوگوں میں بنی آدم کی صفت پر متمثل ہوتے ہیں۔اولیاء اللہ کے سوا انہیں کوئی شناخت نہیں کر سکتا۔جس شہر میں کوئی اہل تحقیق آدمی ہو۔اس شہر میں وہ داخل نہیں ہوتے۔یہ اس وقت ہے۔جبکہ وہ اپنے انوار کی شعاع پر قادر ہو۔ورنہ اس سے پہلے وہ داخل ہوتے رہتے ہیں۔اور وہ شخص ان سے یہاں تک لڑتا ہے۔کہ اللہ تعالےٰ اس کو فتح نصیب کر دیتا ہے۔پھر وہ اس کے بعد اس زمین کے قریب نہیں پھٹکتے۔جو ان میں سے اس طرف رخ کرتا ہے۔اس کے انوار کی شعاع سے وہ جل جاتا ہے۔خلقت کو خدا کی عبادت سے پھیرنے کے سوا زمین میں ان کا اور کوئی کام نہیں ہے۔اس کرۂ زمین کا گھیرا چار ہزار چار سو دو سو برس اور آٹھ مہینے کی راہ کا ہے۔وہ سب آباد ہے۔اس میں کوئی ویرانہ نہیں ہے۔جب سے کہ اللہ نے اسے پیدا کیا ہے۔اس میں اس کا ذکر سوائے ایک مرتبہ کے اور کبھی نہیں ہوا۔اور وہ بھی اس کے رہنے والوں کی زبان کے سوا کسی اور بولی میں تھا۔جس چیز کی طرف ہم نے رہنمائی کر۔اس کو شناخت کر۔

زمین کا چوتھا طبقہ۔اس کا رنگ مثل خون کے سرخ ہے۔اور اس کا نام شہوت کی زمین ہے۔اس کرۂ زمین کا گھیرا آٹھ ہزار پینسٹھ برس اور ایک سو بیس یوم کی راہ کا ہے۔اور وہ کل آباد ہے۔اس میں شیاطین رہتے ہیں۔ان کی بہت سی قسمیں ہیں۔کہ ابلیس کی ذات سے پیدا ہوئی ہیں۔جب وہ اس کے سامنے جاتے ہیں۔تو وہ ان کے گروہ بنا دیتا ہے۔ایک گروہ کو قتل کی تعلیم دیتا ہے۔تاکہ وہ اللہ کے بندوں کو قتل پر آمادہ کریں۔اور ایک کو شرک کی تعلیم دیتا ہے۔اور ان کو شرک کی تعلیم دیتا ہے۔اور ان کو علوم مشرکین سے لوگوں کو واقف کرنے کا حکم کرتا ہے۔تاکہ ان کے دلوں میں کفر کی بنیاد محکم ہو جائے۔اور ایک گروہ کو علم جدل کی تعلیم دیتا ہے۔تاکہ وہ علماء سے جھگڑیں۔اور ایک گروہ کو مکر کی تعلیم دیتا ہے۔اور ایک کو دغا کرنے کی اور ایک کو چوری کی۔حتیٰ کہ وہ نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑتا ہے۔نہ بڑا۔جس کے لئے وہ اپنی اولاد سے کسی گروہ کو آمادہ نہ کرتا ہو۔پھر ان کو حکم دیتا ہے۔کہ وہ معروف جگہوں پر بیٹھیں۔اور اہل خدع و مکر وغیرہ کو یہ تعلیم دیں۔کہ وہ طمع کی پستی کے درجہ میں قائم رہیں۔اور اہل قتل و طعن وغیرہ کو تعلیم دیں۔کہ وہ ریاست کے درجہ میں قائم رہیں۔اور اہل شرک کو یہ تعلیم دیں۔کہ وہ شرک کے درجہ میں قائم رہیں۔اور اہل علم کو تعلیم دیتے ہیں۔کہ وہ مناجات اور عبادات کی پستی میں قائم رہیں (مناجات اور عبادات سعادت میں داخل ہیں۔لیکن عارفین موحدین جو توحید وجودی پر فریفتہ ہیں۔اس کو عبادات میں داخل کرتے ہیں۔اسی لئے شیطانی ضلالت میں مصنف علیہ الرحمت نے اسے داخل کیا۔واللہ اعلم بالصواب مترجم) اور زناکاروں اور چوروں وغیرہ کو یہ تعلیم دیں۔کہ وہ درکۂ طبیعت میں ہی پڑے رہیں۔پھر ان کے ہاتھوں میں زنجیریں اور بیڑیاں دے کر ان کو حکم دیتا ہے۔کہ ان کو ان لوگوں کی گردنوں میں ڈال دیں۔جو ان کا حکم متواتر سات مرتبہ قبول کرتے ہیں۔اور ان کے درمیان انہوں نے توبہ نہیں کی ہوتی۔پھر اس کے بعد وہ اس کو بڑے خبیث شیاطین کے حوالہ کرتے ہیں۔وہ اپنے نیچے کی زمین میں اترتے ہیں۔اور ان زنجیروں کے سرے ان خبیث

Marfat.com

شیاطین کے ہاتھوں میں دیتے ہیں۔ پس وہ ان زنجیروں کے گردن میں ڈالے جانے کے بعد ان کی مخالفت نہیں کرسکتا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

زمین کا پانچواں طبقہ۔ اس کا رنگ مثل نیل کے نیلا ہے۔ اور اس کا نام ارض طغیان ہے۔ اس کے کرہ کا گھیرا ستاراں ہزار چھ سو دس برس اور آٹھ مہینے کی راہ کا ہے۔ یہ تمام زمین آباد ہے۔ اور اس میں قوی جن اور شیاطین رہتے ہیں۔ ان کا کام اہل معصیت کو کبائر کی طرف لے جانے کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اور یہ تمام اُلٹے کام کرتے ہیں۔ اگر ان کو کہا جائے۔ کہ چلے جاؤ۔ تو آجاتے ہیں۔ اور اگر کہا جائے۔ کہ آجاؤ۔ تو چلے جاتے ہیں مگر میں یہ تمام شیاطین سے قوی تر ہیں۔ ان کے اوپر چوتھے طبقہ کے شیاطین کا مکر ضعیف ہے کہ ادنےٰ حرکت سے بھی وہ ہٹ جاتے ہیں۔ انہی کے بارے میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطَانِ کَانَ ضَعِیْفًا لیکن ان کا مکر بڑا بھاری ہے۔ بنی آدم پر غلبۂ قہر سے حکم کرتے ہیں۔ ان کو ان کی مخالفت ممکن نہیں ہوتی۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

زمین کا چھٹا طبقہ۔ اس کا نام ارض الحاد ہے۔ مثل شب تاریک اس کا رنگ سیاہ ہے۔ اس کرۂ زمین کا گھیرا پینتیس ہزار دو سو اکیس برس اور ایک سو بیس یوم کی راہ کا ہے۔ یہ زمین بھی تمام آباد ہے۔ اس میں سرکش جن اور وہ جن رہتے ہیں۔ جو خدا کے بندوں میں سے کسی کا حکم قبول نہیں کرتے۔ معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ تمام جن باوجود اپنی جنسوں کے مختلف ہونے کے چار اقسام پر ہیں۔ ایک قسم عنصریون ہے۔ اور ایک ناریون اگرچہ نار بھی ایک عنصر ہے۔ لیکن یہاں ایک نکتہ ہے۔ اور ایک نوع ہوائی جنون کی ہے۔ اور ایک ترابی جنوں کی۔

عنصری عالم ارواح سے باہر نہیں آتے۔ ان پر بساطت غالب رہتی ہے۔ اور وہ قوت میں سخت تر ہیں ملائکہ کے ساتھ قوی مناسبت کی وجہ سے اس نام سے وہ موسوم کئے گئے ہیں۔ اور یہ بات ان کے امور طبعیہ سفلیہ پر امور روحانیہ کے غالب ہونے کی وجہ سے ہے۔ ان کا ظہور محض خیالات نفسانی میں ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالےٰ شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔ پس اس کو سمجھ۔ وہ دکھائی نہیں دیتے۔ مگر اولیاء کو۔ اور ناریوں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ غالباً عالم ارواح سے نکلتے ہیں۔ اور ہر صورت میں کئی طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اکثر انسان سے عالم مثال میں ان کو ملنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ پھر اس عالم میں جو چاہتے ہیں۔ اس سے کرتے ہیں۔ اور ان کا مکر بڑا زبردست ہے بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ جو آدمی کو اٹھا کر کسی دوسری جگہ رکھ دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو آدمی کے ساتھ قائم رہتے ہیں۔ پس جب تک وہ اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ دیکھنے والا بے ہوش پڑا رہتا ہے۔ اور ہوائیوں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ انسان کی روح کے مقابل ہو کر محسوس میں دکھائی دیتے ہیں۔ دیکھنے والے پر ان کی صورتیں منعکس ہوتی ہیں۔ پھر وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اور ترابیوں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ آدمی کو شبہے ڈالتے ہیں۔ اور اسے اپنی مٹی سے غبار آلود کرتے ہیں۔ یہ قوت اور مکر میں نہایت کمزور جن ہیں۔

کاسہ نواں طبقہ۔ اس کا نام ارض شقاوت ہے۔ اور وہ جہنم کی سطح ہے۔ کہ طبیعت کی پستیوں سے

Marfat.com

پیدا کی گئی ہے۔ اس میں سانپ اور بچھو رہتے ہیں۔ اور بعض عقوبت کے فرشتے بھی یہاں ہیں۔ اس کرۂ زمین کا گھیرا ستر ہزار چار سو بیالیس برس اور چار مہینے کی راہ کا ہے۔ اس کے سانپ اور بچھو مثل پہاڑوں اور بختیوں کی گردنوں کے ہیں۔ اور یہ طبقہ جہنم سے ملا ہوا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ خدا نے یہ چیزیں اس زمین میں رکھی ہیں۔ تاکہ وہ دنیا میں اس عذاب کا نمونہ ہوں۔ جو جہنم میں ہے۔ جیسا کہ مثل سکانِ جنت کے خدا تعالےٰ نے ایک طائفہ ناکب کواکب میں رکھا ہے۔ تاکہ وہ دنیا میں اُن نعمتوں کا نمونہ ہو۔ جو جنت میں ہیں۔ اور اس کی نظیر قوت متخیلہ انسانیہ ہے ممثل صورتوں میں سے جو اس کی بائیں جانب میں ہیں۔ وہ اس زمین کا نسخہ ہیں۔ اور جو دائیں جانب میں ہیں۔ وہ فلک اطلس میں جو روغیرہ کا نمونہ ہیں۔ یہ سب اس لئے ہے۔ کہ خدا کی حجت اس کی خلق پر قائم ہو۔ اس لئے کہ اگر اللہ تعالےٰ جنت اور دوزخ کی کوئی چیز اس دار دنیوی میں نہ رکھتا۔ تو عدم مناسبت کی وجہ سے عقول کو ان کی معرفت حاصل نہ ہو سکتی۔ اور ایمان ان پر لازم نہ آتا۔ خدا تعالےٰ نے اس دار دنیوی میں جنت اور دوزخ کی یہ چیزیں رکھ دی ہیں۔ تاکہ وہ عقول کے لئے ان چیزوں کی معرفت کا زینہ ہوں۔ جن کی نعیم جنت اور عذابِ دوزخ سے خدا تعالےٰ نے خبر دی ہے۔ پس جس چیز کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اس کو سمجھ۔ اور ظاہر لفظ پر نہ ٹھہر رہ۔ اور نہ اس کے معنوں کو باطن میں منحصر کر۔ بلکہ اس چیز سے متحقق ہو۔ جس کی طرف اس کے باطن نے اشارہ کیا ہے۔ اور جس چیز کی طرف اس کا ظاہر رہنمائی کرتا ہے۔ اس پر یقین کر۔ اس لئے کہ ہر ظاہر کا باطن ہے۔ اور ہر حق کی حقیقت ہے۔ اور آدمی وہ ہے۔ جو بات کو سن کر اس کی اچھی چیز کی پیروی کرتا ہے۔ خدا ہم کو اور تم کو ان لوگوں میں سے کرے۔ جو نصیحت لیکر صاحب ہو جاتے ہیں۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ طبقاتِ زمین جب انتہا سے شروع کئے جاتے ہیں۔ تو ان پر وہ پرچھائیں میں دور ہو گا۔ جیسا کہ اہل جہنم جب اس عذاب کو پورے طور پر بھگت لینگے۔ جو ان پر لکھا گیا ہے۔ اور دوزخ سے باہر آئینگے۔ تو اسی چیز کی طرف رجوع کرینگے۔ جو اہل جنت کا آخری حال ہے۔ مثل مشاہدہ کریہ اور انوار عظمت الٰہیہ کے مطالعہ سے مستحق ہونا۔ پھر جیسا کہ فلکِ ماء قبل فلک تراب کے فلک اول ہے۔ ایسا ہی وہ بعد فلک تراب کے بھی فلک اول ہے۔ پھر اس کے بعد ہوا ہے۔ پھر نار پھر قمر۔ پھر مذکورہ ترتیب کے موافق فلک الافلاک تک تمام فلک ہیں۔ یہاں تک کہ یہ امر عرش عظیم پر جا ختم ہوتا ہے۔

اور جاننا چاہئے۔ کہ سات محیط دریاؤں کی اصل دو دریا ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ نے جب دو بخار کی طرف جو کہ پانی ہو گیا تھا۔ دیکھا تھا۔ تو پھر جو علم الٰہی میں نظر ہیبت شوکت و کبریائے مقابل تھا۔ تو شدت ہیبت کی وجہ سے اس کا ذائقہ نمکین کڑوا ہو گیا۔ اور جو پانی علم الٰہی میں نظر لطف و رحمت کے مقابل ہوا اس کا ذائقہ شیریں ہو گیا۔ خدا تعالےٰ نے اپنے قول ھذا ملح اجاج و ھذا عذب فرات سائغ شرابہ و ھذا ملح اجاج میں عذب یعنی شیریں پانی کا بہ سبب اس راز کے کہ رحمت غضب پر سابق ہے۔ پہلے ذکر کیا ہے۔ اسی لئے اصل میں دو دریا تھے۔ ایک شیریں اور ایک نمکین۔ پھر شیریں سے ایک شاخ جانب مشرق کو

Marfat.com

اس جگہ سے جو جانب مغرب کے قریب ہے۔ اور وہ دریائے نمکین محیط کے قریب ہو گئی۔ اس میٹھے پانی کا ذائقہ کھاری پانی کے ذائقہ سے مل گیا۔ وہ ملا ہوا پانی ایک علیحدہ دریا ہو گیا۔ اور دریائے نمکین سے تین شاخیں نکلیں۔ ایک شاخ وسط زمین میں قائم ہو گئی۔ وہ اپنے پہلے ذائقہ پر نمکین ہی رہی۔ اور اس میں تغیر نہ آیا۔ اور وہ ایک علیحدہ دریا ہے۔ اور ایک شاخ دائیں طرف چلی گئی۔ اور وہ جانب جنوبی ہے۔ اور اس زمین کا ذائقہ اس پر غالب رہا۔ جس میں کہ وہ بہتی چلی گئی۔ اور وہ کھٹے ذائقہ والی بن گئی۔ اور ایک علیحدہ دریا ہو گیا۔ اور ایک جدول شام کی طرف چلی گئی۔ اور وہ جانب شمالی ہے۔ اس میں اس زمین کا ذائقہ مل گیا۔ جس میں کہ وہ بہتی چلی گئی۔ پھر وہ مثل زہر قاتل کے کڑوی ہو گئی۔ اور وہ ایک علیحدہ دریا ہے۔ جس نے کوہ قاف کو احاطہ کر لیا۔ اور تمام زمین مع اس چیز کے جو اس میں ہے۔ اس کا کوئی خاص ذائقہ پہچان میں نہیں آتا۔ لیکن وہ خوشبودار ہے۔ اس کا سونگھنے والا اپنی حالت پر باقی نہیں رہتا۔ بلکہ اس کی خوشبو سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ وہ بحر محیط ہے۔ جس کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ ان اشارات کو سمجھ اور اس چیز کو شناخت کر۔ جو ان عبارات میں لپٹی ہوئی ہے۔ لو۔ میں اس اجمال کی تفصیل کر دیتا ہوں۔ اور جو اسرار الٰہی اس میں ہیں۔ ان کو عجیب و غریب اقوال میں رکھتا ہوں۔

دریائے شیریں خوش مزہ ہے۔ کشتی اس میں آسانی کے ساتھ چلتی ہے۔ خاص اور عام اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔ اور افکار و افہام اس سے متعلق ہوتے ہیں۔ قریب اور بعید۔ ضعیف اور شدید اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ بدنوں کا ترازو اس سے سیدھا رہتا ہے۔ اور حکم میں ناموس مذاہب اسی سے قائم ہوتا ہے۔ اس کا رنگ سفید اور وجود اس کا شفاف ہے۔ اس کے منافذ میں لڑکا اور جوان سب تیز رو ہیں۔ اس کے دسترخوانوں میں طالب اور مفتنم سب چیرتے چگتے ہیں۔ اس کی مچھلیاں آسانی سے شکار کی جاتی ہیں۔ تعظیم الاحترام کے نور سے پیدا کیا گیا ہے حلال اس میں حرام سے متمیز ہے۔ حکم ظاہر نے اسی سے ارتباط پایا ہے۔ امر اول و آخر اسی سے صلاح پذیر ہے۔ سفر اس کا زیادہ ہے۔ اور خطرہ اس کا کم ہے۔ نادر ہے۔ کہ اس کی کشتیاں ہلاک ہوں۔ اور اس کی موج سے اس کا سوار غرق ہو جائے وہ نجات کی طرف بھاگنے والے کی راہ ہے۔ اور طالب کی اپنی آرزوؤں تک پہنچنے کی سبیل ہے۔ کہ وہ عبارات کے سیپیوں سے اشارات کے موتی اس سے نکالتا ہے۔ اور اس سے حکم کا مرجان کلمات کے جال میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی مراکب یعنی کشتیاں منقول ہیں۔ اور اس کی بندرگاہیں معلوم ہیں۔ مجہول نہیں۔ اس کی تہ قریب ہے۔ اور گہرائی بعید ہے۔ اور اس کے رہنے والے مختلف مذاہب اور متفق مذاہب کے ہیں۔ اس کے رئیس مسلمان ہیں۔ اور اس کے حکام فقہائے عاملین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ نعیم کو اس کی حفاظت کے لئے موکل کیا ہے۔ اور ان کو اس بسط و قبض بنایا ہے۔ اس کی چار شاخیں مشہور ہیں۔ اور چالیس ہزار شاخیں ہیں۔ جن کے نشان مٹے ہوئے ہیں۔ مشہور شاخیں یہ ہیں۔ فرات۔ نیل۔ سیحون۔ جیحون اور جن کے نشان ناپدید ہیں۔ ان میں سے اکثر زمین ہند اور ترکمان میں ہیں۔ اور ان میں سے دو شاخیں حبشہ میں ہیں۔ ان دریاؤں کے محیط کا دور چھ سو برس کی راہ کا ہے۔ اور وہ اطراف زمین شاخ در شاخ ہے۔ طول و عرض میں اس سے شاخیں نکلی ہوتی ہیں۔ اور اس کی دو شاخیں ہیں۔ کہ

Marfat.com

پہلی ان میں سے ارم ذات العماد میں ہے۔ اور دوسری نعمان میں ہے۔ اور جس کو عرض میں اور زمین کی آمیزش سے لیا گیا ہے۔ وہ اعمال و دیار کو آباد کرنے والا ہے۔ اور عمال اور کاتبوں کے ہاتھوں میں ظاہر ہے۔ اور وہ جو طول التحاد میں لیا گیا۔ (التحاد کے معنی جھکنے اور دین سے پھر جانے کے ہیں) اور ارم ذات العماد میں ساکن ہؤا۔ وہ وہ جاری کیا ہؤا دریا ہے۔ جس میں ممزوج و آمیختہ موتی پائے جاتے ہیں۔ ان اشارات کو سمجھ اور ان عبارات کی پہچان کر۔ یہ امر اپنے ظاہر پر نہیں ہے۔ اور اللہ ہر امر کے اول و آخر پر محیط ہے۔ اور بدبودار دریا سو اس کی راہیں دشوار گذار ہیں۔ خطرناک ہیں۔ وہ سالکوں کی راہ ہے۔ اور سیر کرنے والوں کا طریق ہے۔ ہر ایک اس پر گذرنے کا قصد کرتا ہے۔ لیکن اس کے بندے ہی اس کی طرف پہنچتے ہیں۔ اس کا رنگ سیاہ سفید ملا ہؤا ہے۔ اور اس کا وجود نہایت عجیب و غریب ہے۔ اس کی موجیں۔ طرح طرح کی خشکیاں برآمد کرتی ہیں۔ اور اس کی ہوائیں صبح اور شام قسم قسم کی فضیلتیں پیدا کرتی ہیں۔ اس کی مچھلیاں مثل خچروں اور اونٹوں کے ہیں۔ وہ سب کو اٹھا لیتی ہیں۔ بھاری بھاری بوجھوں کو اٹھا کر شہر درّ النفس (نہائت نفیس موتی) کی طرف لے جاتی ہیں۔ اور جان توڑ کر وہاں پہنچتی ہیں۔ لیکن وہ مشکل سے قابو میں آتی ہیں۔ بڑی جدوجہد اور کوشش سے شکار کی جاتی ہیں۔ ان کی کشادہ اور واضح سواریوں پر کوئی شخص عبور نہیں کر سکتا۔ مگر وہ شخص جو عزیمت قاہرہ رکھتا ہو۔ اس کی ہوائیں جانب شرق واضح سے چلتی ہیں اور ان کی کشتیوں کو دریائے کامیابی میں چلا کر اس کے کنارے تک لے جاتی ہیں۔ اس کے اہل افعال میں صادق اقوال و احوال میں ایماندار ہیں۔ اس کے رہنے والے عباد، صلحاء اور زاہد ہیں۔ اس دریا سے بقاء کے موتی اور صفائی اور پاکیزگی کے مرجان نکالتے ہیں۔ وہ شخص ان سے آراستہ ہوتا ہے۔ جس نے اپنے نفس کو پاک و مطہر کیا۔ اور جو صاحب تخلق و تحقق و تجلی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے عذاب کے فرشتوں کو اس عجیب و غریب دریاء کی حفاظت پر موکل کیا ہے۔ اس دریا کے محیط کا گھیرا پانچ ہزار برس کی راہ کا ہے۔ اور اس کا ایک حلقہ عرض میں ہے۔ جو زمین میں پھیلا ہؤا نہیں ہے۔ اور جاری کیا ہؤا دریا جس میں آمیختہ موتی ہیں۔ اس کا رنگ زرد ہے۔ اس کی موجیں مثل سرخ پتھر کے بستہ ہیں۔ کل آدمی اس کے پینے پر قدرت نہیں پا سکتے۔ اور نہ ہر ایک اس کی درز میں چلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور وہ دریائے ارم ذات العماد ہے۔ اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ۔ ارم ذات العماد وہ شہر ہے جس کی نظیر شہروں میں نہیں پائی جاتی۔ اس کی راہ دشوار گذار ہے۔ کثیر الہلاکت ہے۔ بعض مومنوں کے سوا اس میں کوئی شخص سلامت نہیں رہتا۔ اور معتقد افراد کے سوا کوئی اس کے امر کو مضبوط نہیں کرتا۔ کفار میں سے جو شخص اس کی کشتی پر سوار ہؤا۔ وہ کشتی انجام کار ڈوب گئی اور ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں کی اکثر کشتیوں کو اس دریائے جاری کی مچھلیاں نگل لیتی ہیں۔ اس کی کشتیوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں۔ جو کامل عقل رکھتے ہیں اور نقول شافیہ سے مؤید ہیں۔ اور جو ان کے سوا ہیں۔ وہ بہت چٹی بھرتے ہیں۔ اور اقامت میں فائدہ طلب کرتے ہیں۔ اس دریا کی مچھلیاں بڑے بڑے بہانے اور حیلے کرنے والیاں ہیں۔ یقیناً ابریشم کے جال کے سوا شکار نہیں کی جا سکتیں۔ اور وہ آدمی اس کے متولی ہوتے ہیں۔ جو مومن ہیں۔ لاہوتی الاصل موتی اور ناسوتی المشہد

Marfat.com

مرجان اس سے نکالتے ہیں۔ اور اس دریا کے فائدے اس قدر ہیں۔ کہ شمار میں نہیں آسکتے اور ان کی غائیت معلوم نہیں کی جاسکتی۔ اور اس کی ہلاکت سخت خسارہ والی ہے۔ ابدان وادیان میں مؤثر ہے۔ اس دریا کے رہنے والے مقام صدیقیت صغری کے اہل ہیں۔ اور صدیقیتِ کبری والوں کی ندا کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں نے اس دریا کے رہنے والوں کو سلیم الاعتقاد پایا ہے۔ کہ حسنِ ظن سے انقیاد کے فتنوں سے بچے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ملائکہ تسخیر کو اس دریائے کثیر الماء کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور وہ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ کے اہل ہیں۔ اور اس دریا کی موج اس شہر قریب کے کنارے پر پہنچتی ہے اور وہاں کے رہنے والے اس کی عجیب مچھلیوں سے منتفع ہوتے ہیں۔ اس دریا کے محیط کا قطر سات ہزار برس کی راہ کا ہے۔ اور کبھی مسافر اس کو تقریباً ایک برس میں قطع کر لیتا ہے۔ وار دنیوی کے طول میں متفرع ہے اس کے ویرانہ اور آبادی کو چھپائے ہوئے ہے۔

اور دریائے شور کا یہ قصہ ہے۔ کہ وہ محیط عالم ہے۔ پورے طور پر دائر ہے۔ نیلی رنگت والا ہے۔ اور نہایت گہرا ہے۔ جو شخص اس کا پانی پیتا ہے۔ پیاس سے مرجاتا ہے۔ اور جو شخص اس کے میدان میں گذرتا ہے۔ ہلاک ہوجاتا ہے۔ ازل کی ہوائیں اس کے مغارب میں چلتی ہیں۔ اور اس کی اطراف وجوانب میں موجوں کی تھپیڑ ہوتی ہے۔ پھر کوئی تیرنے والا بھی اس میں سلامت نہیں رہتا۔ اور صبح اور شام کو آنے والا اس میں ہدایت نہیں پاتا۔ لیکن اس وقت جبکہ توفیق کے ہاتھ اس کی تائید کرتے ہیں۔ تو اس وقت اس کی کشتی اس گہرے دریا سے کنارے پر آلگتی ہے۔ اس کی کشتیاں صبح کو چلتی ہیں۔ اور اس کی تمام ہوائیں دائیں اور بائیں جانب سے چلتی ہیں۔ اس کی کشتی ناموس کی تختیوں سے بنائی گئی ہے۔ اور ناموس کی میخیں اس میں جڑی ہوئی ہیں۔ اس کی راہ میں فکریں گم ہوجاتی ہیں۔ اور اس کی گہرائی میں عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ اس کی کشتیاں کثیر الہلاکت ہیں۔ جلدی ہلاک اور درست ہوجانے والی ہیں۔ سوائے بعض آدمیوں کے اس میں کوئی سلامت نہیں رہتا۔ اور اس کے مہالک سے بعض افراد ہی نجات پاتے ہیں۔ اس دریا کی مچھلیاں سواری اور سوار دونوں کو نگل جاتی ہیں۔ مقیم اور مسافر اس میں ہلاک ہوجاتے ہیں۔ مسافر اس میں ہر مسلک پر ہزاروں مصیبتیں اٹھاتا ہے۔ اس میں حرام حلال سے مبہم ہوجاتا ہے۔ اور اس میں منشاء و مال دونوں مل جاتے ہیں اس کی تہ کی کوئی انتہا نہیں۔ اور نہ اس کے آخر کی کوئی ابتداء ہے۔ اس میں وہی غوطہ لگا سکتا ہے۔ جو پوری عزیمت رکھنے والا ہے۔ اور اس کے موتیوں کو بڑی ہمت والے ہی لاسکتے ہیں۔ اس کا امر محصول کی حقیقت پر مبنی ہے۔ اور اس پر اصول و فروع کی بنیاد ہے۔ اس کی موجیں باہم تھپیڑیں مارنے والی ہیں۔ اور اس کی جنسیں باہم متصادم ہوتی ہیں۔ اس کے خطرے عظیم ہیں۔ اور اس کے بادل ایک دوسرے پر ہجوم کئے ہوئے ہیں۔ روشن ستاروں کے سوا اس کے اہل کے لئے کوئی رہبر نہیں ہے۔ اور تاریکیوں کے جنگل کے سوا اس

۱؎ تاموس۔ میانۂ دل و معظم آں اور دریائے کثیر الماء ۱۲

Marfat.com

کی کشتیوں کے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس کی مچھلیاں تمام مخلوقات کی ہیئت پر ہیں۔ اور اس کے ہوا میں پھرنے والے حشرات انواع و اقسام کے زہر پھونکنے والے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس دریاء کے حشرات کو اپنے اسم قادر کے نور سے پیدا کیا ہے۔ اور ان کو حکمت امر ظاہر کی حقیقت بنایا ہے۔ خواص جب اس دریا کے مدوجزر سے سلامت رہتے ہیں۔ تو عہد و پیمان کے سیپوں کے دُرِ یتیم اس سے نکالتے ہیں۔ اس کے رہنے والوں کو خدا تعالےٰ نے ملاء اعلےٰ کا ایک گروہ بنایا ہے۔ جو بڑی طاقت والا ہے۔ اور ان کی حفاظت کے لئے وحی لانے والے ملائکہ کو موکل کیا ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے قدم میں اس یاقوت کی طرف دیکھا۔ جو عدم میں موجود تھا۔ تو اس دریا کو اس یاقوت کا نور اور اس کی بہجت حاصل ہوئی۔ اور میٹھا پن اس کی جداول اور اس کی صورت اور اس کی ہیئت سے تھا۔ پھر جب یاقوت پانی ہو گیا۔ تو دونوں دریا ظلمت اور ضیا ہو گئے۔ پھر جب دونوں دریا جاری ہوئے۔ مل کر بہنے لگے۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کے درمیان ماء الحیات کو برزخ بنایا۔ کہ اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ اور یہ آب حیات کا پانی وہاں ہے۔ جہاں دو دریا لکھے ہوتے ہیں۔ اور جہاں دو حکم اور دو امر ملتے ہیں۔ اور وہ ایک چشمہ ہے۔ کہ پھوٹ کر جانب مغرب جاری ہوتا ہے۔ اس شہر کے نزدیک جس کا نام ازیل مغرب ہے۔ اس دریائے جاری کی خاصیت جس کو خدا نے مجمع البحرین میں پیدا کیا ہے۔ یہ ہے کہ جو شخص اس سے پانی پیتا ہے۔ وہ مرتا نہیں ہے۔ اور جو اس میں تیرتا ہے۔ وہ بہوت کے کلیجے کو کھاتا ہے اور بہوت دریائے شور میں ایک مچھلی ہے۔ کہ جو تمام دنیا و مافیہا کو اٹھائے ہوئے ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے جب زمین کو بچھایا۔ تو اس کو ایک بیل کے دونوں سینگوں پر جس کا نام بہوت ہے۔ رکھ دیا۔ اور اس بیل کو اس مچھلی کی پشت پر کھڑا کیا۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ اپنے قول مَاتَحْتَ الثَّرٰی میں اشارہ کرتا ہے۔ مجمع البحرین وہ جگہ ہے۔ جہاں حضرت موسےٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے اس کے کنارے پر ملاقات کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان سے وعدہ کیا ہوا تھا۔ کہ تم کو ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین کے کنارہ پر ملیگا۔ جب موسےٰ علیہ السلام اور وہ جوان جوان کے ساتھ تھا۔ اپنی غذا لیکر مجمع البحرین پر پہنچے۔ تو ان کو موسےٰ علیہ السلام نے اس مچھلی سے جس کو وہ جوان پتھر پر رکھ کر بھول آیا تھا۔ پہچانا۔ اور دریا اس وقت چڑھائی پر تھا۔ جب اس دریا کا پانی اترا۔ اور اس پتھ تک پہنچا۔ تو اس مچھلی نے سرنگ لگا کر دریا میں اپنی راہ لی۔ موسےٰ علیہ السلام نے مردہ مچھلی کو کہ جو آگ میں پکائی گئی تھی۔ زندہ دیکھ کر متعجب ہوئے۔ اس جوان کا نام یوشع بن نون تھا۔ اور وہ موسےٰ علیہ السلام سے عمر میں ایک برس بڑا تھا۔ اور ان دونوں کا قصہ مشہور ہے۔ اور ہم نے اس کی تفصیل اپنے رسالہ میں جس کا نام مسامرۃ الحبیب و مسائرۃ الصحیب ہے۔ کر دی ہے۔ پس اس میں تامل کرنا چاہئے۔ اسکندر نے افلاطون کے کلام پر اعتماد کر کے اس پانی کے پینے کے لئے سفر کیا۔ افلاطون نے یہ کہا تھا۔ کہ جو شخص اس سے پانی پی لیتا ہے۔ وہ مرتا نہیں ہے۔ کیونکہ افلاطون اس مقام پر پہنچا تھا۔ اور اس دریا کا اس نے پانی پیا

Marfat.com

تھا۔ اور وہ ایک پہاڑ میں جس کا نام دراونہ ہے۔ اب تک زندہ ہے۔ ارسطو افلاطون کا شاگرد تھا۔ اور وہ اسکندر کا استاد تھا۔ اس نے سفر میں مجمع البحرین تک سکندر کا ساتھ دیا۔ پھر جب وہ ظلمات کی زمین تک پہنچا۔ تو وہ اور لشکر کے کچھ آدمی اس کے ساتھ گئے۔ اور باقی ایک شہر میں جس کا نام ثبت تھا۔ ٹھہرے رہے۔ اور وہ آفتاب کے طلوع ہونے کی حد ہے۔ اسکندر کے ساتھ کے لشکر میں سے ایک خضر علیہ السلام بھی تھے۔ اور ایک مدت تک چلتے رہے۔ جس کا شمار اور حس کی غایت معلوم نہیں۔ اور وہ دریا کے ساحل پر تھے۔ اور جب وہ کسی جگہ اترتے تو اس کا پانی پیتے۔ جب طولِ سفر سے ملال پیدا ہوا۔ تو وہ لوٹ کر اس طرف آئے۔ جہاں لشکر نے مقام کیا ہوا تھا۔ حالانکہ وہ اپنے رستے میں مجمع البحرین پر سے گذر چکے تھے۔ اور اس کا ان کو پتہ نہ لگا۔ شناخت نہ کرنے کی وجہ سے وہ وہاں نہ ٹھہرے۔ اور نہ اترے۔ اور خضر علیہ السلام کو اس بات کا الہام ہوا تھا۔ پھر جب وہ اس مقام پر پہونچے۔ تو اس پرندہ میں جان آئی۔ اور وہ پھڑکنے لگا۔ پس وہ وہیں ٹھہر گئے۔ اور اس نے پانی پیا۔ غسل کیا۔ اور اس میں تیرنے لگے۔ سکندر سے یہ حال پوشیدہ رکھا۔ یہاں تک کہ وہ اس سے نکل آیا۔ پھر جب ارسطو نے خضر علیہ السلام کی طرف دیکھا۔ تو معلوم کیا۔ کہ وہ کامیاب ہو گئے۔ اور ان کے ساتھی ناکام رہے۔ پھر ارسطو نے مرتے دم تک اس کی خدمت کو نہ چھوڑا۔ اور اس نے اور اسکندر نے بہت سے علوم اس سے حاصل کئے

جان رکھ۔ کہ عینِ حیات اس وجود کی حقیقت ذریتہ کا مظہر ہے۔ ان اشارات کو سمجھ۔ اور ان عبارات کی رموز کو کھول۔ اور حقیقتِ امر کو اپنے وجود سے اپنی انیتِ نفس سے خارج ہو کر طلب کر۔ تا کہ تو ان لوگوں کے درجہ کو پہونچے۔ جو اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ رزق دئے جاتے ہیں۔ اور وقت اپنی فیاضی سے مجھے ان کے گروہ میں داخل کرے۔ اور موسےٰ خضر۔ اسکندر۔ ظلمات اور اس کے دریا سے مراد تو ہی ہو جائے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ خضر علیہ السلام جس کا پہلے ذکر ہو چکا۔ اللہ تعالےٰ نے اُسے ونفخت فیہ من روحی کی حقیقت سے پیدا کیا ہے۔ اور اللہ کی روح ہے۔ اسی لئے وہ قیامت تک زندہ ہیں۔ میں نے اس سے ملاقات کی۔ اور اس سے دریافت کیا۔ اور جو کچھ میں نے اس دریائے محیط کے متعلق بیان کیا ہے۔ یہ اُسی سے مروی ہے

جاننا چاہیئے۔ کہ اس مذکورہ دریائے محیط کی جو شاخ جبل قاف سے جو دنیا سے ملا ہوا ہے۔ جدا ہوتی ہے وہ تنور ہے۔ اور وہ وہی دریائے مذکور ہے۔ اور جو پانی اس سے جبل مذکور کے متصل ہے۔ وہ اس دریائے شور کے پیچھے ہے۔ وہ بحر احمر ہے۔ اور خوشبودار ہے۔ اور جو پانی جبل قاف کے پیچھے جبل اسود کے متصل ہے۔ وہ بحر اخضر ہے۔ اس کا ذائقہ مثل زہر قاتل کے کڑوا ہے۔ جو ایک قطرہ بھی اس سے پیتا ہے۔ وہ اسی وقت ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کا جو پانی جبل قاف کے پیچھے بحکم انفصال اور جمیع موجودات کو شمول اور احاطہ کے طور پر ہے۔ وہ بحر اسود ہے۔ جس کا نہ ذائقہ ہے۔ اور نہ بو۔ اور نہ وہاں کوئی شخص پہنچا ہے۔ بلکہ الہامی اخبار کے ذریعہ اس کا حال معلوم ہوا۔ چونکہ اس کے آثار منقطع اور ناپدید ہیں۔ لہذا وہ پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اور بحر احمر جس کی بو مشک خالص کی مانند ہے۔ وہ بلند شان۔ بزرگ موج دریا کے نام سے معروف ہے۔ اس دریا کے

Marfat.com

کنارے پر میں نے مومن آدمیوں کو دیکھا۔ جن کی عبادت صرف یہ تھی۔ کہ وہ خلق کو حق کے قریب کرتے تھے۔ یہ ان کا جبلّی امر ہے۔ جس نے ان سے معاشرت و مصاحبت کی۔ بقدر معاشرت کے اس نے خدا کو پہچان لیا۔ اور بقدر ان کے ساتھ سیر الی اللہ کرنے کے حق کے قریب ہوا۔ ان کے چہرے مثل آفتاب روشن کے اور مثل چمکدار بجلی کے ہیں۔ وہ آدمی جو ویران بیابانوں میں سرگرداں ہے۔ ان سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ اور جو دریاؤں کی تاریکیوں میں سرگشتہ ہے وہ ان سے ہدائت پاتا ہے۔ جب وہ اس دریا کے سفر کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس کی مچھلیوں کے لئے جال لگاتے ہیں۔ ان کو شکار کر لیتے ہیں۔ تو ان پر سوار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس دریا کی کشتیاں بھی اس کی مچھلیاں ہیں۔ اور اس دریا کا حاصل لؤلؤ اور مرجان ہیں۔ لیکن جب وہ مچھلی کی پشت پر ٹھیک بیٹھ جاتے ہیں۔ تو دریا کی خوشبو سے ان میں نشاط پیدا ہوتی ہے۔ اور ان پر ایک قسم کی غشی طاری ہو جاتی ہے جس سے وہ نہ اپنے نفسوں میں ہوش میں آتے ہیں۔ اور نہ اپنے محسوس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب تک کہ وہ اس دریا میں سوار رہتے ہیں۔ پھر مچھلیاں ان کو لئے جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ساحل سے ان کی مدت تک پہونچ جاتے ہیں۔ پھر وہ ان کو ان منازل میں سے کسی منزل میں پھینک دیتی ہیں۔ جب وہ خشکی پر پہونچتے ہیں۔ اور دریا سے نکل جاتے ہیں۔ تو ان کی عقلیں اور ان کے حواس بجا ہو جاتے ہیں۔ اور حاصل ان کا ظاہر ہو جاتا ہے اور بے حد و حصر عجائب و غرائب سے کامیاب ہوتے ہیں۔ جن کی کمتر تعبیر اور ادنےٰ درجہ کا وصف یہ ہے۔ کہ کوئی آنکھ نہیں۔ جس نے ان کو دیکھا ہو۔ اور کوئی کان نہیں۔ جس نے اس کو سنا ہو۔ اور نہ کبھی کسی بشر کے قلب میں اس کا خیال گذرا ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ اس دریا کی امواج میں سے ہر موج مابین آسمان و زمین کو لاکھ مرتبہ بھر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ انتہا پذیر نہیں ہوتی۔ اگر عالم قدرت میں اس دریا کی سمائی نہ ہوتی۔ تو عالم وجود میں وہ بالکل نہ پایا جاتا۔ اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کروبیوں کو اس بحر کی حفاظت پر مقرر کیا ہے۔ اور وہ اس کے کنارے پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس کے وسط میں وہ قرار نہیں کر سکتے۔ اس دریا میں سوائے اس کے چار پاؤں اور مچھلیوں کے اور کوئی چیز نہیں رہتی۔

اور بحر اخضر کا یہ حال ہے۔ کہ اس کا ذائقہ کڑوا ہے۔ غرق اور ہلاک کی معدن ہے۔ علماء اچھے وصف [illegible] اس کا وصف کرتے ہیں۔ اور عارف اچھے نشانات سے اسے نشان مند کرتے ہیں۔ اس میں کوئی [illegible] اور جو اس پر سوار ہوتا ہے۔ وہ مر جاتا ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے۔ اس حال میں کہ [illegible] جو با اطمینان اور با امانت ہے۔ یہ وہی شہر ہے۔ جس میں موسےٰ و خضر پہنچے تھے۔ اور وہاں کے لوگوں سے [illegible] کیا تھا۔ انہوں نے ان کی مہمانداری سے انکار کر دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ فقیروں کے بھیس میں تھے اور اس شہر کے لوگ صرف ملوک اور امراء کو کھانا کھلاتے تھے۔ پھر میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ اس دریا کی سیر کے مشتاق ہیں۔ ان کے دل اس امر کی محبت میں لگے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ ہر سال کے شروع میں

Marfat.com

کہ وہ ان کی عید کا دن ہوتا ہے۔ میلہ لگاتے ہیں۔ اور رنگا رنگ عمدہ قسم کے اونٹوں پر کہ کسی کا ان میں سے سبز رنگ ہوتا ہے۔ اور کسی کا سرخ اور کسی کا زرد وغیرہ ان پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ان سے مضبوط باندھ دیتے ہیں۔ اور اونٹوں کی آنکھوں پر بھی پٹیاں باندھ دیتے ہیں۔ پھر ان کو دریا کی جانب قریب کرتے ہیں۔ جس کا اونٹ اس کو دریا میں لے گھستا ہے۔ وہ اور اس کا اونٹ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور جس نے اپنی سواری کو دریا سے بطور روگردانی کے ہٹا رکھا۔ وہ زندہ واپس آتا ہے۔ لیکن اپنے جی میں اس کا حال مثل غائب۔ مردود۔ مہجور اور راندہ کے ہوتا ہے۔ پھر وہ ہمیشہ ایک اور اونٹ مہیّا کرتا رہتا ہے۔ اور آئندہ سال تک اس کی پرورش کرتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ بھی ویسا ہی کرتا ہے۔ جیسا کہ پہلے سال میں کیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ مارے عشق کے اس دریا میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا تعشق ایسا ہوتا ہے۔ جیسے کہ پروانے چراغ کی روشنی پر عاشق ہوتے ہیں۔ کہ وہ اس میں اپنے آپ کو گراتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس میں فانی اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اور ساتواں بحر اسود قاطع ہے۔ نہ اس کے رہنے والے شناخت کئے جاتے ہیں۔ اور نہ اس کی مچھلیوں کا کچھ پتہ لگ سکتا ہے۔ وہاں پہنچنا محال ہے۔ اور حصول اس سے غیر ممکن ہے۔ اس لئے کہ وہ اطوار سے باہر ہے۔ پیچوں اور دوروں کا آخر ہے۔ اس کے عجائب و غرائب کی کوئی نہایت نہیں۔ غائت اس سے کوتاہ ہے اس کے عجائبات یہاں تک بڑھے ہوئے ہیں۔ کہ گویا کہ وہ ایک محال شے ہے۔ وہ بحر ذات ہے۔ جس کے قریب صفات حیران ہیں۔ وہ معدوم بھی ہے۔ موجود بھی ہے۔ نشان مند بھی ہے۔ اور بے نشان بھی ہے۔ معلوم بھی ہے مجہول بھی۔ محکوم ہے۔ منقول ہے۔ محتوم ہے۔ معقول ہے۔ اس کا پانا اس کو مفقود کرنا ہے۔ اور اس کا فقدان اس کا وجدان ہے۔ اس کا اول آخر کو محیط ہے۔ اور اس کا باطن اس کے ظاہر پر قائم ہے۔ نہ اس کی کوئی چیز ادراک کی جا سکتی ہے۔ اور نہ پورے طور پر کوئی شخص اس کو معلوم کر سکتا ہے۔ پس ہم اس میں غوطہ لگانے سے اور اس کے بیان سے باگ کو پھیر لیتے ہیں۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الحق وھو یھدی السبیل وعلیہ التکلان۔

تریسٹھواں باب

تمام ادیان و عبادات اور جمیع احوال و مقامات کے نکتہ کے بیان میں

جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جمیع موجودات کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور وہ بالاصالت اس پر منظور و مجبول ہیں۔ عالم کی ہر شے اپنے حال۔ قال اور افعال سے بلکہ اپنی ذات و صفات سے اللہ کی پرستش

Marfat.com

کرتی ہے۔ پس ہر شے اللہ کی اطاعت میں ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو کہا تھا۔ کہ بخوشی یا ناخوشی سے ہمارے پاس آؤ۔ تو وہ بولے۔ کہ ہم خوشی سے آئے۔ اس قول الٰہی میں آسمانوں سے مراد اس کے اہل ہیں۔ اور زمین سے اس کے رہنے والے۔ اور فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے وَمَا خلقت الجنّ والانس اِلّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کی ان کے متعلق گواہی دی۔ کہ وہ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ کہ کل میسر لما خلق لہ کہ ہر شخص کے لئے وہ امر آسان ہے۔ جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ چونکہ جن و انس اللہ کی بندگی کے لئے مخلوق ہیں۔ اور یہ امر ان کے لئے آسان کیا گیا ہے اس لئے یہ ضروری تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ وہ سب عباد اللہ ہیں۔ لیکن مقتضاء اسماء و صفات کے اختلاف کی وجہ سے ان کی عبادتیں مختلف ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ جیسے کہ اسم ھادی سے متجلی ہے۔ ایسے ہی وہ اسم مفصل سے بھی متجلی ہے۔ اور جیسے کہ اس کے اسم منعم کے اثر کا ظہور کا واجب ہے ایسے ہی اس کے اسم منتقم کے اثر کا ظہور بھی واجب ہے۔ اسماء و صفات کے ارباب کے اختلاف کی وجہ سے لوگوں کے حالات مختلف ہیں۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً یعنی اللہ کے بندے تھے۔ فطرتِ اصلیہ کے رو سے اس کی اطاعت پر پیدا کئے گئے تھے۔ پھر اللہ نے بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے نبی بھیجے۔ تاکہ وہ لوگ جو رسولوں کی پیروی کریں۔ وہ بہ حیثیت اس کے اسم ھادی کے اس کی عبادت کریں۔ اور جو انکی مخالفت کریں۔ وہ بہ حیثیت اس کے اسم مفصل کے اس کی عبادت کریں۔ پس لوگ مختلف ہو گئے۔ اور ملتیں متفرق ہو گئیں۔ اور مذہب پیدا ہو گئے۔ اور ہر طائفہ نے وہ راہ لی۔ جو اس کے نزدیک صواب کی راہ تھی۔ اگر وہ صواب جاننے والا اپنی راہ کے سوا کوئی اور راہ اختیار کرتا۔ تو خطا پر ہوتا۔ لیکن اس کی نظر میں خدا نے وہی راہ اچھی بنا دی۔ تاکہ اس جہت سے وہ اس کی عبادت کریں۔ جس کا اس امر میں وہ صفت مؤثر تقاضا کرتی ہے۔ اس کے اس قول کے کہ مَامِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا کے یہی معنی ہیں۔ پس وہ ان کا فاعل ہے۔ کراتا ہے ان سے جو کچھ اس کی مراد ہوتی ہے۔ اور وہ عین اس چیز کا ہے۔ جو اس کی صفات کا اقتضاء ہوتا ہے۔ اور وہ سبحانہ و تعالےٰ اپنے اسماء و صفات کے مقتضاء کے موافق ان کو جزا دیتا ہے پس شکر کے اقرار ربوبیت سے اس کا نفع ہے۔ اور نہ اس کے انکار سے اس کا [illegible] کے موافق تصرف کرتا ہے۔ جس کا کہ وہ طرح طرح کی عبادتوں سے جو اس کے کمال کو چاہتی ہیں [illegible] جس عالم کی ہر شے اللہ تعالےٰ کی عابد و مطیع ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ اس لئے کہ ان کی تسبیح میں سے ایک مخالفت، معصیت اور انکار وغیرہ بھی ہے۔ اور اس کو ہر ایک نہیں سمجھ سکتا۔ پھر نفی جملہ پر وارد ہوئی ہے۔ پس صحیح ہوا کہ بعض اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا یہ کہنا کہ تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ بہ حیثیت جملہ آدمیوں کے ہے۔ پس جائز ہے کہ بعض ان کے اس کو سمجھ سکتے ہیں۔

Marfat.com

پھر جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جب اس وجود کو پیدا کیا۔ اور آدم کو جنت سے دنیا میں نازل کیا اور آدم قبل نزول کے ولی تھے۔ اور جب جنت سے دنیا میں نازل ہوئے۔ تو ان کو نبوت عطا ہوئی ہے۔ اس لئے کہ نبوت تشریع تکلیف ہے۔ اور دنیا دار التکلیف ہے۔ بخلاف جنت کے کہ وہ اس میں ولی تھے۔ کیونکہ وہ کرامت اور مشاہدہ کا گھر ہے۔ اور یہی ولایت ہے۔ پھر ہمیشہ ہمارے باپ اپنے آپ میں ولی رہے۔ یہاں تک کہ ان کی اولاد ظاہر ہوئی۔ پھر ان کو ان کی طرف بھیجا۔ وہ جس امر کا خدا نے ان کو حکم دیا تھا۔ ان کو تعلیم کرتے تھے۔ ان کے لئے صحیفے بھی تھے۔ جن کو خدا نے ان پر نازل کیا تھا۔ پھر جس نے ان کی اولاد میں سے وہ صحیفے پڑھے۔ وہ ضرور ان چیزوں پر ایمان لے آیا جن کا ان میں بیان تھا۔ اور جن کا ذکر نا متامل کیلئے ممکن نہیں۔ اور جو ان کو چھوڑ کر اپنی لذات میں مشغول ہو گیا۔ اور اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے پڑا ظلمتِ غفلت نے آخر کار اس کو دنیا پر فریفتہ کر دیا۔ پھر انکار کی۔ اور اس چیز پر ایمان نہ لانے کی نوبت آئی۔ جو اُن صحف منزلہ میں تھی۔ اور یہ لوگ کافر بنے۔ پھر جب آدم علیہ السلام فوت ہوئے۔ تو ان کی اولاد متفرق ہو گئی۔ پھر ایک جماعت نے جو آدم علیہ السلام کے مقرب الٰہی ہونے پر ایمان رکھتی تھی۔ آدمؑ کی صفت پر پتھر کا ایک بُت بنا لیا۔ تاکہ اس کی خدمت میں رہ کر ان کی حرمت کو محفوظ رکھیں۔ اور ہمیشہ ان کی صورت کے مشاہدے سے ناموسِ محبت کو قائم رکھیں۔ تاکہ یہ امر ان کو خدا کے قریب کرے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا۔ کہ حالت حیات میں جب آدم علیہ السلام کی خدمت قربِ الٰہی کا باعث تھی۔ تو پھر ان کی صورت کی خدمت بھی ضرور قربِ الٰہی کا باعث ہوگی۔ پھر ان کے بعد ایک جماعت نے ان کا اتباع کیا۔ اور وہ خدمت میں گمراہ ہو گئے۔ خود صورت پرستی انہوں نے شروع کر دی۔ پس یہ لوگ بتوں کے پوجنے والے ہیں۔ پھر ایک اور جماعت اٹھی۔ انہوں نے اپنی عقلوں سے قیاس کیا۔ اور بت پرستوں کو بُرا سمجھا۔ اور کہا۔ کہ بہتر یہ ہے۔ کہ ہم طبائع اربعہ کی عبادت کریں اس لئے کہ وہ وجود کی اصل ہیں۔ اس لئے کہ عالم حرارت۔ برودت۔ یبوست۔ رطوبت سے مرکب ہے۔ پس اصل کی عبادت فرع کی عبادت سے بہتر ہے۔ کیونکہ بت عابد کی فرع ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس کی تحت میں ہیں پس عابد ان کی اصل ہے۔ پس وہ طبائع کی عبادت کرنے لگ گئے۔ اور یہ لوگ طبیعین کہلائے۔ اور ایک گروہ نے سات سیاروں کی پرستش شروع کر دی۔ اور کہنے لگے۔ کہ حرارت۔ برودت۔ یبوست۔ رطوبت میں سے کوئی ایسی چیز نہیں۔ جس کو بذاتِ خود حرکت اختیاری ہو۔ پس ان کی عبادت میں کوئی فائدہ نہیں۔ عبادت کے لائق کواکب سبعہ یعنی سات سیارے ہیں۔ اور وہ زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ شمس۔ زہرہ۔ عطارد۔ قمر ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک بذاتِ خود مستقل ہے۔ اپنے فلک میں سیر کرنے والا ہے۔ ایسی حرکت سے متحرک ہے جو کبھی نفع میں اور کبھی ضرر میں وجود میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اور عبادت کے لائق وہی چیز ہے۔ جس کو تصرف حاصل ہو۔ پس وہ کواکب کی پرستش کرنے لگ گئے۔ ان کو فلاسفہ کہتے ہیں۔ اور ایک طائفہ نے نورِ ظلمت کی عبادت شروع کی۔ وہ اس پر یہ دلیل لانے لگے۔ کہ عبادت میں انوار کو خاص کر دینا دوسری جانب کو

Marfat.com

ضائع کرنا ہے۔ اس لئے کہ وجود نور و ظلمت میں منحصر ہے۔ پس ان کی عبادت اولیٰ معلوم ہوتی ہے۔ اس خیال پر وہ نور مطلق کی پرستش کرنے لگے۔ جس طور پر کہ وہ عالم اطلاق میں ہے۔ اور اس میں کسی خاص نور کی مثلاً نور کوکبی۔ ناری وغیرہ کی کوئی خصوصیت نہ رکھی۔ اور اسی طرح پر وہ ظلمت مطلق کی جس طور پر کہ وہ متجلی ہے پرستش کرنے لگے۔ نور کا نام انہوں نے یزدان رکھا۔ اور ظلمت کا آہرمن اور یہ لوگ ثانوی کہلاتے ہیں۔ اور ایک گروہ نے آگ کی عبادت اختیار کی۔ وہ کہنے لگے کہ زندگی کا مدار حرارت غریزیہ پر ہے۔ اور وہ معنی ہیں۔ اور اس کی صورت وجودیہ آگ ہے۔ پس یہی ایک چیز وجود کی اصل ہے۔ وہ آگ کی پرستش کرنے لگے۔ اور مجوس کہلائے پھر ایک گروہ سرے سے عبادت ہی کو چھوڑ بیٹھا۔ اس خیال پر کہ ان چیزوں کی عبادت کا کچھ فائدہ نہیں بجز اس کے نہیں۔ کہ دہر فطرتِ الٰہیہ کی حیثیت سے اس چیز پر جس کا کہ وہ تقاضا کرتا ہے۔ مطابق اس چیز کے جو اس میں وقوع پذیر ہے۔ پیدا کیا گیا ہے۔ پس یہاں کوئی ارحام یعنی رحم مادر نہیں ہے۔ جو بچہ کو جنے۔ اور نہ کوئی زمین ہے۔ جو مردہ کو نگل جائے۔ سوائے دہر کے کچھ نہیں۔ پس یہ لوگ دہریہ کہلائے۔ اور ان کا نام ملاحدہ بھی ہے۔

پھر جاننا چاہیئے۔ کہ اہل کتاب کے کئی فرقے ہیں۔ ایک براہمہ ہیں۔ جو گمان کرتے ہیں۔ کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر ہیں۔ اور ان کی اولاد سے ہیں۔ ان لوگوں کی ایک مخصوص عبادت ہے۔ اور یہودی ہیں۔ کہ موسوی کہلاتے ہیں۔ اور نصاریٰ ہیں۔ کہ ان کو عیسوی بھی کہا جاتا ہے۔ اور مسلمان ہیں۔ کہ محمدی کہلاتے ہیں۔ اور یہ دس مذہب ہیں۔ جو مذاہب مختلفہ کے اصول ہیں۔ جو کثرت کی وجہ سے بے نہایت ہیں۔ اور سب کا مدار ان دس مذہبوں پر ہے۔ اور وہ کفار۔ طبائعیہ۔ فلاسفہ۔ ثانویہ۔ مجوس۔ دہریہ۔ براہمہ۔ یہود۔ نصاریٰ مسلمان ہیں۔ ان میں سے ہر گروہ کا یہ حال ہے۔ کہ بعض ان میں سے جنت کے لئے ہیں۔ اور بعض دوزخ کے لئے۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ پہلے زمانوں میں ان علاقوں کے کفار جہاں اس وقت کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی۔ دو طرح کے تھے۔ ایک بھلے کام کرنے والے خدا نے ان کو جنت کی جزاء دی۔ اور ایک برے کام کرنے والے خدا نے ان کو دوزخ کی سزا دی۔ ایسا ہی اہل الکتاب کا حال ہے۔ کہ قبل نزول شرائع بھلائی کا کام وہ تھا۔ جس کو دلوں نے قبول کر لیا۔ نفوس نے ان کو دوست رکھا۔ روحیں اس سے خوش ہوگئیں۔ اور بعد نزول شرائع کے بھلا وہ کام ہے۔ جس سے اللہ کے بندے اس کی عبادت کریں۔ اور قبل نزول [illegible] برا وہ کام ہے۔ جس کی برائی کو دل قبول کر لیں۔ نفوس اس سے کراہت کریں۔ روحیں اس سے اذیت پائیں۔ اور بعد نزول شرائع کے برا وہ کام ہے۔ جس سے اللہ نے اپنے بندوں کو منع کیا۔ اور یہ سب طائفے اللہ کی بندگی کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ اس کی عبادت کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ اس نے ان کو اپنے نفس کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ ان کے لئے۔ پس وہ اس کے لئے ایسے ہی ہیں۔ جیسے کہ وہ استحقاق رکھتا ہے۔ پھر حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان ملتوں میں اپنے اسماء وصفات کے حقائق ظاہر کئے ہیں۔ اور ان سب میں اپنی ذات سے تجلی فرمائی ہے۔ پس

Marfat.com

تمام ملتوں نے اس کی عبادت کی۔ کفار نے تو ذات سے اس کی عبادت کی۔ اس لئے کہ جب حق سبحانہ وتعالےٰ تمام وجود کی حقیقت تھا۔ اور اس جملہ وجود میں سے ایک کفار بھی ہیں۔ اور وہ یعنی حق تعالےٰ ان کی حقیقت ہے۔ اس لئے انہوں نے اس بات کا انکار کر دیا کہ ان کے لئے کوئی دوسرا رب بھی ہے۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ ان کی حقیقت ہے اور حق کا کوئی رب نہیں ہے۔ بلکہ وہی رب مطلق ہے۔ پس بمقتضاء ذوات کہ وہ ان کا عین ہے۔ انہوں نے اس کی عبادت کی۔ پھر ان میں سے جس نے بت کی پرستش کی۔ تو وہ حق سبحانہ وتعالےٰ کے اس سرّ وجود کی وجہ سے ہے۔ جو اپنے کمال کے ساتھ بلا حلول وبلا امتزاج واتحاد ذرات وجود کے ہر فرد میں موجود ہے۔ اور حق تعالےٰ ان بتوں کی جن کی کہ وہ پرستش کرتے ہیں۔ حقیقت ہے۔ پس بجز اللہ کے وہ کسی کے عابد نہیں ہیں۔ اور اس بات میں وہ ان کے علم کا محتاج نہیں ہے۔ اور نہ ان کی نیات کا محتاج ہے۔ اس لئے کہ حقائق اگرچہ مدت تک مخفی رہیں ان کو اس بات سے چارہ نہیں ہے۔ کہ جیسا کہ وہ حقیقت الامر میں ہیں۔ ساق پر ظاہر ہوں۔ اور یہ ان کے نفسوں میں حق کے لئے ان کے اتباع کا راز ہے۔ اس لئے کہ ان کے قلوب نے ان کے لئے شہادت دیدی ہے کہ بھلائی اسی امر میں ہے۔ پس ان کے عقائد اس امر کی حقیقت پر جم گئے۔ اور وہ اپنے بندہ کے اس ظن کے ساتھ ہے۔ جو وہ اس سے رکھتا ہے۔ جو آنحضرتؐ نے فرمایا ہے اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَلَوْ اَفْتَوْكَ الْمُفْتُوْنَ۔ اپنے دل سے فتویٰ طلب کر اگرچہ مفتی تجھ کو فتویٰ دیدیں۔ یہ امر عموم قلب کی تاویل پر ہے۔ اور علی الخصوص یہ بات ہے۔ کہ نہ ہر قلب سے فتویٰ لیا جاتا ہے اور نہ ہر قلب ٹھیک فتویٰ دینے کے قابل ہے۔ پس اس بنا پر نفس قلوب مراد لئے گئے ہیں۔ نہ کہ کل۔ پس اس امر کی حقیقت کا یہ لطیفہ اعتقاد یہ جس کو کہ وہ کرنے والے ہیں اسی دستور پر آخرت میں حقیقت الامر کے ظہور کی طرف ان کو کھینچ لیا جائیگا۔ اور فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ یعنی دنیا وآخرت میں ہر گروہ جو ان کے پاس ہے۔ اسی میں خوش ہے اس لئے کہ اسم مسمّٰی سے جدا نہیں ہوتا۔ اور حق تعالےٰ نے ان کا نام فَرِحُوْنَ رکھا ہے۔ اور اس وصف سے ان کا وصف کیا ہے۔ اور وصف موصوف کا غائر نہیں ہے۔ بخلاف اس کے اگر یہ کہتا فرح کل حزب بما لدیہم۔ تو یہ فعل کا صیغہ تھا۔ یا اگر بصیغہ مضارع یفرح کہتا۔ تو تمام ہوتے کو چاہتا۔ لیکن اسم دوام استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ پس وہ دنیا میں اپنے افعال پر خوش ہیں۔ تو پھر اس چیز کی طرف لوٹ آتے ہیں جس سے کہ وہ منع کئے جاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ان کو اس عذاب سے بھی اطلاع دی جاتی ہے۔ جو ان کے ان خیالات وافعال پر مترتب ہوگا۔ بوجہ اس لطیفہ کے جس سے وہ ان امور میں لذت اٹھاتے ہیں۔ وہ باز نہیں آتے۔ اور وہ اس میں ان کے باقی رہنے کا سبب ہے۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ جب عذاب آخرت سے کسی بندہ کی تعذیب کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اپنی رحمت سے اس عذاب میں اس بندہ کے لئے ایک غریزی اور اصلی لذت پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے اس عذاب والے کا جسم تعشق پیدا کر لیتا ہے۔ تاکہ وہ اس عذاب سے خدا کی طرف التجا نہ کرے۔ اور اس سے پناہ نہ مانگے۔ اور جب تک یہ لذت اس میں موجود رہے۔ عذاب

Marfat.com

میں باقی رہے۔ اور جب حق کا ارادہ عذاب میں تخفیف کرنے کا ہوتا ہے۔ تو اس سے اس لذت کو مفقود کر دیتا ہے۔ پھر وہ رحمت کے لئے مضطر ہونے لگتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی شان یہ ہے۔ کہ وہ مضطر کی دعاء کو قبول کر لیتا ہے۔ اس وقت اللہ کی طرف اس کی التجا اور اس سے پناہ مانگنا درست ہو جاتا ہے۔ پس حق تعالےٰ اس کو اس سے پناہ دے دیتا ہے۔ پس کفار کی عبادت اس کے لئے عبادت ذاتی ہے۔ اگرچہ اس کا مآل بھی سعادت کی طرف ہے۔ لیکن چونکہ سعادت کا حاصل ہونا بعید ہے۔ اس لئے وہ ضلالت کا طریقہ ہے۔ کیونکہ اس سعادت والے کے لئے حقائق منکشف نہیں ہوتے۔ مگر دوزخ کے تمام طبقات کا عذاب بھگتنے کے بعد بطور اس امر کی سزا کے کہ اس نے بمقتضاء بشریت دنیا میں طبیعت کی آگ کے تمام طبقوں میں افعال۔ اقوال سے خوض کیا تھا۔ جب وہ اس عذاب کو پورے طور پر بھگت چکیگا۔ تب اس کو خدا کا رستہ مل جائیگا۔ اس لئے کہ اس کے بغیر اس کو ہدایت نہیں جاتی ہے۔ پھر وہ اس کے بعد سعادت الٰہیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اور وہ مراد پاتا ہے۔ جو مقربین کو ابتدائے قدم میں حاصل ہوئی تھی۔ یہ کہ وہ قرب سے پکارے گئے تھے۔

اور فرقہ طبائعیہ کے متعلق یہ بات ہے۔ کہ انہوں نے حق کی پرستش بہ حیثیت اس کی صفاتِ اربعہ کے کی ہے۔ اس لئے کہ وہ چاروں صفتیں کہ حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادت ہیں۔ موجودات کی اصل بنا ہیں۔ پس حرارت۔ برودت۔ رطوبت۔ یبوست عالم کون میں ان چاروں صفتوں کے مظاہر ہیں۔ رطوبت مظہر حیات ہے۔ برودت مظہر علم۔ حرارت مظہر ارادت۔ یبوست مظہر قدرت اور ان مظاہر کی حقیقت ذات حق تعالےٰ ہے۔ جو ان صفات سے موصوف ہے۔ جب تمام طبیعتین کی روحوں پر یہ طبیعہ الٰہیہ جو ان مظاہر میں موجود ہے۔ ظاہر ہوا۔ اور انہوں نے اوصاف اربعہ الٰہیہ کے اثر کو ملاحظہ کیا۔ پھر وجود میں حرارت۔ برودت یبوست۔ رطوبت کی صورت میں ان کی مباشرت کی۔ تو انہوں نے بہ حیثیت استعداد الٰہی قابلیتوں کی نسبت یہ معلوم کیا۔ کہ صفاتِ اربعہ الٰہیہ ان شعور اربعہ حرارت۔ برودت۔ یبوست۔ رطوبت کے معانی ہیں۔ یا یہ کہ ان قوالب کی روحیں ہیں۔ یا یہ کہ ان مظاہر کے ظواہر ہیں۔ پس انہوں نے اس بنا پر ان طبیعتوں کی پرستش شروع کر دی۔ بعض ان میں سے اس سر کو جانتے ہیں۔ اور بعض نہیں جانتے۔ جاننے والا پہلے ہے۔ اور نہ جاننے والا اس کے بعد۔ پس وہ بہ حیثیت صفات کے حق کے عابد ہیں۔ اور پہلوں کی طرح انجام بھی سعادت ہوگا۔ جبکہ ان حقائق کا ظہور ہوگا۔ جن پر ان کا امر مبنی ہے۔ اور فلاسفہ نے انسان عبادت بہ حیثیت اس کے اسماء کے کی ہے۔ اس بنا پر کہ نجوم اسماء الٰہی کے مظاہر ہیں۔ اور حق تعالےٰ اپنی ذات سے اس کی حقیقت ہے۔ آفتاب تو اس کے اسم اللہ کا مظہر ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے نور سے جمیع کواکب کا ایسا ہی ممد ہے۔ جیسا کہ اسم اللہ تمام اسماء اپنے حقائق کی امداد لیتے ہیں۔ اور چاند اس کے اسم رحمٰن کا مظہر ہے۔ کیونکہ وہ کمال میں سب ستاروں سے بڑھ کر ہے۔ جو آفتاب کے نور کو اٹھاتا ہے۔ تمام ستاروں سے

Marfat.com

آفتاب میں چاند کا مرتبہ ایسے ہی بلند ہے۔ جیسے کہ جمیع اسماء سے اسم اللہ میں اسم رحمٰن کا مرتبہ بلند ہے جیسا کہ اپنے باب میں اس کا بیان ہو چکا۔ اور مشتری اس کے اسم رب کا مظہر ہے۔ اس لئے کہ وہ آسمان میں سب ستاروں سے سعادت میں بڑھ کر ہے۔ جیسے کہ اسم ربّ جمیع مراتب الٰہیہ سے زیادہ خاص ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ کمالِ کبریاء کو شامل ہے۔ کیونکہ وہ مربوب کا تقاضا کرتا ہے۔ اور زحل واحدیّت کا مظہر ہے۔ کیونکہ تمام آسمان اس کے احاطہ کی تحت میں ہیں۔ جیسے کہ اسم واحد کی تحت میں جمیع اسماء و صفات ہیں۔ اور مریخ قدرت کا مظہر ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک ایسا ستارہ ہے۔ جو افعالِ قہاریّہ سے مخصوص ہے۔ اور زہرہ ارادت کا مظہر ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے نفس میں جلد اُلٹ پلٹ ہو جانے والا ہے۔ ایسا ہی حق بھی ہر آن میں ایک شے کا ارادہ کرتا ہے۔ اور عطارد علم کا مظہر ہے۔ اس لئے کہ وہ آسمان کا کاتب ہے۔ اور باقی کواکب معلومہ اُن اسماء حسنےٰ کے مظاہر ہیں۔ جو شمار میں نہیں آسکتے ہیں۔ اور کواکب غیر معلومہ ان اسماء کے مظاہر ہیں۔ جو شمار میں نہیں آسکتے۔ جب فلاسفہ کی ارواح نے بہ حیثیت ادراک استعدادی جو فطرت الٰہیہ سے ان میں موجود ہے۔ بطریق ذوق اس کو معلوم کیا۔ تو وہ اس لطیفہ الٰہیہ کی وجہ سے جو ہر کوکب میں موجود ہے۔ ان کواکب کی پرستش کرنے لگ گئے۔ پھر چونکہ حق ان کواکب کی حقیقت ہے۔ اس نے چاہا۔ کہ وہ اپنی ذات کے لئے معبود ہو۔ پس اسی سرّ کی وجہ سے انہوں نے اس کی عبادت کی۔ وجود کی کوئی ایسی چیز نہیں جس کی ابن آدم اور اس کے سوا دوسرے حیوانات نے اس کی پرستش نہ کی ہو۔ مثل گرگٹ کہ وہ آفتاب کی پرستش کرتا ہے۔ اور گوبر وغیرہ نجاست کا کیڑا کہ وہ بدبوؤں کی پرستش کرتا ہے غرضیکہ تمام موجودات میں کوئی حیوان ایسا نہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی پرستش نہ کرتا ہو۔ یا تو کسی مظہر اور حادث شے کے ساتھ مقید کر کے عبادت کرتے ہیں۔ یا مطلق طور پر پھر جس نے مطلق طور پر اس کی عبادت کی۔ پس وہ موحد ہے۔ اور جس نے کسی مظہر کی قید لگا کر عبادت کی۔ وہ مشرک ہے۔ اور درحقیقت سب اللہ کے عابد ہیں۔ اس لئے کہ حق کا وجود ان میں ہے۔ کیونکہ حق تعالےٰ بہ حیثیت اپنی ذات کے تقاضا کرتا ہے۔ کہ وہ جس چیز میں ظاہر۔ اسکی پرستش کی جائے۔ اور حال یہ ہے۔ کہ تمام ذرات وجود میں ظاہر ہے۔ پس بعض آدمیوں نے تو طبائع کی عبادت اختیار کی۔ جو اصلِ عالم ہیں۔ اور بعض نے کواکب کی۔ اور بعض نے معدن کی۔ اور بعض نے آگ کی غرضیکہ وجود میں کوئی چیز باقی نہ رہی۔ جس کی کسی نے پرستش نہ کی ہو۔ سوائے محمدیوں کے کہ انہوں نے بہ حیثیت اطلاق اس کی عبادت کی ہے۔ نہ حادث چیزوں میں سے کسی چیز کی قید لگا کر۔ غرضیکہ من حیث الجمع انہوں نے اس کی عبادت کی ہے۔ پھر ان کی عبادت ظاہر اور باطن میں ایک وجہ کو چھوڑ کر دوسری وجہ سے تعلق پانے سے منزّہ ہے۔ پس ان کا طریق ذات الٰہی کی راہ ہے۔ اسی لئے وہ پہلی ہی قدم میں قرب کے درجہ کو پہنچ گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کی طرف حق تعالےٰ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قریب کے مکان سے بلائے جائینگے۔ بخلاف

Marfat.com

اس کے جس نے من حیث الجہت اس کی عبادت کی۔ یا کسی مظہر مثلاً طبائع یا کواکب یا بت وغیرہ کے ساتھ اسے مقید کر کے اس کی پرستش کی۔ ان کی طرف خدا نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے اُولٰئِکَ ینادون من مکانٍ بعید۔ کہ وہ دور کے مکان سے بلائے جائینگے۔ اس لئے کہ وہ اس کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ مگر اس مظہر کی راہ سے جس کی کہ وہ عبادت کرتے ہیں۔ اس حیثیت سے کہ وہ وہی ہے۔ اور وہ سوا اس مظہر کے ظاہر نہیں ہوتا۔ اور یہ عین بعد ہے۔ جس کی طرف وہ من حیث ہو بلائے جائینگے۔ اور منزل پر پہنچنے کے بعد قریب سے بلائے ہوئے اور دور سے بلائے ہوئے ایک ہو جائینگے۔ فافہم

اور ثنویہ نے بہ حیثیت اس کے نفس کے اس کی اطاعت کی ہے۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ نے بذات خود اضداد کو جمع کیا ہے۔ کہ مراتب حقیہ اور مراتب خلقیہ دونوں کو شامل ہے۔ اور دو حکموں سے دو صفتوں میں ظاہر ہوا ہے۔ اور دونوں جہانوں میں دو صفتوں سے ظاہر ہوا ہے۔ پس جو حقیقت حقیہ کی طرف منسوب ہے۔ وہ انوار میں ظاہر ہے۔ اور جو حقیقتِ خلقیہ کی طرف منسوب ہے۔ وہ ظلمت سے عبادت ہے۔ پس اس سرِ الٰہی کی وجہ سے جو جامع وصفین و ضدین و اعتبارین و حکمین ہے۔ ثنویہ نے نور و ظلمت دونوں کی پرستش کی۔ بمقتضائے نفسِ الٰہی کہ وہ مسمّی بالحق بھی ہے۔ اور مسمّی بالخلق بھی۔ اور وہ نور اور ظلمت ہے۔

مجوس نے من حیث الاحدیت اس کی پرستش کی ہے۔ پھر جیسا کہ احدیت جمیع مراتب۔ اسماء و اوصاف کو جمع کرنے والی ہے۔ ایسا ہی آگ۔ اس لئے کہ وہ جمیع استقصات[1] سے اقوی و ارفع ہے کیونکہ وہ جمیع طبائع کو فناء کرنے والی ہے۔ جو طبیعت اس کے مقابلہ پر آتی ہے۔ وہ اس کے غلبۂ قوت کی وجہ سے آگ بن جاتی ہے۔ ایسا ہی احدیت کا وصف ہے۔ کہ جو اسم اور وصف اس کے مقابلہ پر آتا ہے۔ وہ اس میں مندرج ہو جاتا ہے۔ اور اس میں مضمحل ہو جاتا ہے۔ اس لطیفہ کی وجہ سے مجوس نے آگ کی پرستش کی۔ اور اس کی حقیقت اللہ تعالےٰ کی ذات ہے۔

جاننا چاہئے کہ ہیولیٰ ارکان طبائع یعنی آگ۔ مٹی۔ پانی۔ ہوا میں سے کسی رکن میں ظاہر ہونے سے پہلے اس بات کی قابلیت رکھتا تھا۔ کہ جس رکن کی صورت میں چاہے متلبس ہو۔ لیکن کسی رکن میں ظاہر ہونے کے بعد اس کے لئے ممکن نہیں ہے۔ کہ اس صورت کا لباس اپنے آپ سے اتار سکے۔ اور کوئی اور لباس پہن لے۔ ایسا ہی عین احادیت میں اسماء و صفات کا حال ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک کے دوسرے معنی ہو سکتے ہیں۔ اس عین میں منعم عین منتقم ہوتے ہیں جو ہر طبائع میں اسماء ظاہر ہوئے۔ تو اس وقت ہر اسم اسی چیز کا فائدہ دینے لگا۔ جس کا کہ اس کی حقیقت تقاضا کرتی ہے۔ اس مشہد میں منعم منتقم کی ضد ہے۔ پس نار طبائع میں ایسی ہے۔ جیسے مظہر وحدانیت اسماء ہیں۔ پھر جب ارواح مجوس کے دماغ نے اس کستوری کے عطر کو سونگھا۔ تو اس کے تھوڑے سے سونگھنے سے اس کو زکام ہو گیا۔ اور وہ آگ کی پرستش کرنے لگ گئے۔ اور انہوں نے عبادت نہ کی۔ [illegible] اللہ تعالےٰ [illegible] اور قہر کرنے والا ہے۔

---

[1] استقصات کے معنے پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

دہریوں نے من حیث الہوتیت اس کی عبادت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ دہر کو گالیاں مت دو۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ ہی دہر ہے۔ اور براہمہ مطلقاً اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ نہ بحیثیت نبی کے اور نہ بحیثیت رسول کے بلکہ ان کا قول ہے۔ کہ موجودات کی ہر شے اللہ کی مخلوق ہے۔ پس وہ وجود میں اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کے معترف ہیں۔ لیکن وہ مطلقاً انبیاء و رسل کا انکار کرتے ہیں۔ پس حق کے لئے ان کی عبادت ایک قسم کی رسولوں کی سی عبادت ہے۔ جو قبل از بعثت وہ کیا کرتے ہیں۔ اور ان کا گمان ہے۔ کہ وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں۔ اور ان کا قول ہے۔ کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس کو ہمارے لئے ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اپنی طرف سے لکھا تھا۔ اس کتاب کے متعلق ان کا یہ اعتقاد نہیں۔ کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے رب کی طرف سے ہے۔ اس کتاب میں حقائق کا بیان آتا ہے اور وہ پانچ جزؤں پر ہے۔ چار جزؤں کی قرأت تو ہر ایک کے لئے مباح ہے۔ اور پانچویں جزو بہت دقیق اور گہری ہونے کی وجہ سے ان میں سے بعض کے سوا کسی کے لئے مباح نہیں۔ اور ان میں یہ بات مشہور ہے کہ جس نے پانچویں جزو کو پڑھا۔ وہ ضروری ہے۔ کہ آخر میں مسلمان ہو جائے۔ اور دین محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل ہو جائے۔ اور یہ گروہ اکثر بلاد ہند میں پایا جاتا ہے۔ پھر بعض آدمی ان کے لباس سے متلبس ہوتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ وہ ابراہمہ ہیں۔ حالانکہ وہ ان میں سے نہیں ہیں۔ اور وہ ان میں بت پرستی میں مشہور ہیں جو ان میں سے بت کی پرستش کرتا ہے دوسروں کے ساتھ اس کو میں شمار نہیں کیا جاتا۔ ان تمام اجناس کو انہوں نے چونکہ اپنی طرف سے بلاد ہند میں شائع کی ہیں۔ اس لئے ان کی شقاوت کا سبب ہیں۔ اگرچہ ان کا مآل سعادت کی طرف ہے۔ کیونکہ شقاوت صرف وہ ہے جس میں وہ ظہور شقاوت سے پہلے قائم ہیں۔ پس وہ شقاوت ہے۔ اس کو سمجھ لے۔ جس نے اس قانون کے مطابق اللہ تعالےٰ کی عبادت کی۔ جس کو اللہ کے کسی نبی نے اس کے حکم کے مطابق بنایا ہے وہ منفی نہیں ہے بلکہ اس کی سعادت ہمیشہ کے لئے ہے کہ رفتہ رفتہ ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اور اہل کتاب کو جو کچھ پہنچا تھا وہ اس نے کتاب الٰہی کو تبدیل کر کے اپنی طرف سے کوئی چیز گھڑ اور وہ شے ان کی شقاوت کا باعث ہو گئی اور وہ اسی قدر ضلالت میں ہیں جس قدر کہ انہوں نے مخالفت کی۔ وہ ان کی سعادت اسی قدر ہے جس قدر کہ انہوں نے کتاب الٰہی کی موافقت کی۔ اس نے کوئی نبی اور کوئی رسول کسی امت کی طرف نہیں بھیجا مگر اس حالت میں کہ جس کی رسالت میں ان لوگوں کے لئے سعادت بھی رکھ دی ہے۔ جنہوں نے اس کی پیروی کی۔

اور یہودی توحید الٰہی کے بموجب عبادت کرتے ہیں۔ پھر ہر روز دو مرتبہ نماز پڑھتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ عنقریب نماز کا راز اپنے محل میں مذکور ہو گا۔ اور وہ کفارہ کے دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ شروع سال کے دسویں دن ہے۔ اور وہ یوم عاشورہ ہے۔ اس کا راز بھی عنقریب بیان ہو گا۔ اور سبت کے دن اعتکاف کرتے ہیں۔ اور ان کے ہاں اعتکاف کی شرط یہ ہے۔ کہ معتکف کے گھر میں کوئی ایسی چیز داخل نہ ہو جو

Marfat.com

لدار بنا دے۔ اور نہ وہ چیز جو کھائی جاتی ہے۔ اور نہ اس سے کوئی چیز نکلے۔ اور نہ اس میں نکاح کرے۔ اور نہ بیع
ر نہ کوئی معاملات میں سے کوئی اور معاملہ اس سے وقوع میں آئے۔ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لئے فارغ
وجائے۔ اس لئے کہ توریت میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ تو اور تیرا غلام اور تیری لونڈی سبت کے دن اللہ ہی
کے لئے ہو جائیں۔ اسی لئے ان پر حرام کیا گیا ہے۔ کہ وہ سبت کے دن کوئی دنیا کا کام نہ کریں۔ اور انکی خوراک
ہوتی ہے۔ جس کو جمعہ کے دن اللہ ہی کے لئے ہو جائیں۔ اور سبت کا آغاز ان کے نزدیک وہ ہے جبکہ آفتاب
جمعہ کے دن غروب ہو جاتا ہے۔ اور اس کا آخر سبت کا آخر دن ہے۔ جبکہ آفتاب زرد ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایک
سبیل القدر حکمت ہے۔ یہ کہ حق تعالےٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ یوم میں پیدا کیا۔ اتوار کے دن سے پیدائش
شروع کیا۔ اور ساتویں دن عرش پر استواء فرمایا۔ اور وہ سبت کا دن ہے۔ اور پیدائش عالم سے اللہ کی
فراغت کا دن ہے۔ اس لئے یہود نے اس عبادت کے لئے اس دن کو مخصوص رکھا۔ تاکہ یہ اس دن میں استواء
ثانی اور اس کے حصول کی طرف اشارت ہو۔ پس اس کو سمجھ۔ اگر ہم اُن کھانے پینے کی چیزوں کا راز بیان
کرنے لگیں۔ جن کو موسےٰ علیہ السلام نے ان کے لئے مسنون فرمایا۔ اور یا ان کی عیدوں کا بیان شروع کر دیں۔ اور
ان امور کا ذکر کریں۔ جن کا اُن میں ان کے نبی نے ان کو حکم دیا تھا۔ اور ان کے جمیع تعبدات کو بیان کرنے لگیں
اور ان اسرار الٰہیہ کو بیان کریں۔ جو ان میں نہیں۔ تو ہمیں اکثر جہال سے یہ اندیشہ ہے۔ کہ وہ ان پر فریفتہ ہو کر
بادین نہ چھوڑ دیں۔ کیونکہ ان کو اس کے اسرار کا علم نہیں ہے۔ پس مناسب یہی ہے۔ کہ ہم اہل کتاب کے
تعبدات کے اسرار بیان نہ کریں۔ اور اہل اسلام کے ان تعبدات کے اسرار بیان کریں۔ جو فضیلت میں ان سے
بڑھ کر ہیں۔ اس لئے کہ دین محمدی نے جمیع متفرقات کو جمع کیا ہے۔ اور کوئی ایسا سر نہیں چھوڑا۔ جس کی طرف
حضرت صلعم نے ہدایت نہ فرمائی ہو۔ پس آپ کا دین جمیع ادیان سے اکمل ہے۔ اور آپ کی امت خیر الامم ہے۔
اور نصاریٰ جمیع اُمم ماضیہ کی نسبت حق تعالےٰ کو زیادہ قریب ہیں۔ اور وہ محمدیوں سے ادنےٰ درجہ پر ہیں۔
اس کا سبب یہ ہے۔ کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کی تلاش کی۔ اور عیسےٰ۔ مریم۔ روح القدس تین چیزوں میں اسکی عبادت
کرنے لگے۔ پھر وہ عدم تجزی کے بھی قائل ہیں۔ اور پھر باوجود عیسےٰ کے وجود میں اس کے حادث ہونے کے اس
کے قدم کے بھی قائل ہیں۔ اور یہ تمام تشبیہ میں تنزیہہ ہے۔ کہ جناب الٰہی کے لائق ہے۔ لیکن جب انہوں نے
ان تین چیزوں میں اس کو حصر کر دیا۔ تو وہ درجہ موحدین سے گر گئے۔ مگر وہ دیگر مذاہب کی نسبت محمدیوں کے
زیادہ قریب ہیں۔ اس لئے کہ جس نے انسان میں اللہ کا مشاہدہ فرمایا۔ اس کا شہود ان لوگوں کے شہود سے
کامل تر ہے۔ جو دیگر مخلوق میں اس کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس ان کا یہ شہود حقیقت عیسویہ میں انہیں کی طرف
جمع ہوتا ہے۔ پھر جب ساق پر یہ امر ظاہر ہوگا یعنی اس امر کا بخوبی انکشاف ہوگا۔ تو وہ جان لینگے۔ کہ بنی آدم
مکینوں کی طرح ہیں۔ جو ایک دوسرے کے سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک میں وہ چیز پائی جاتی
ہے۔ جو دوسرے میں ہے۔ پس وہ اپنے نفسوں میں اللہ کی شہادت دیتے ہیں۔ اور مطلق طور پر اس کی توحید

Marfat.com

کرتے ہیں۔ اور درجۂ موحدین کو پہنچ جاتے ہیں۔ مگر بُعد کی راہ طے کرنے کے بعد یہ درجہ ان کو نصیب ہوتا ہے اور وہ بُعد بھی ان کا اعتقادی عصر و تقیید ہے۔ اور نصاریٰ کی عبادت پچاس دن کے روزے ہیں افطار کے دن سے وہ شروع کرکے اسی میں وہ ختم کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے یہ امر مباح ہے۔ کہ اتوار کے باقی دن میں روزہ نہ رکھیں۔ جس سے آٹھ اتوار نکل گئے۔ اور باقی اکتالیس دن رہ گئے۔ اور یہ ان کے روزہ رکھنے کی مدت ہے اور ان کے روزے کی کیفیت یہ ہے کہ وہ تیس گھنٹے عصر سے ایک گھنٹہ پہلے تک نہیں کھاتے ہیں۔ اور وہی ان کے کھانے کا وقت ہے۔ اور باقی اوقات جن میں وہ روزہ رکھتے ہیں۔ ان میں یہ امر ان کے لئے جائز ہے کہ وہ شراب اور پانی پی لیں۔ مگر میوہ جات سے جو کھانے کے قائمقام نہیں ہیں۔ نہ کھائیں۔ اور ان میں سے ہر امر کے نیچے اسرار الٰہی میں سے کوئی راز اور نکتہ ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ان کو اتوار کے دن اعتکاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور توحیدوں میں بھی یہی حکم ہے۔ جس کا بیان ہمارا مقصود نہیں۔ اور ان میں سے ہر طریقہ کی تحت میں بہت سے علوم ہیں۔ اور مختلف اشارتیں ہیں۔ پس ہم اس بیان کو چھوڑ کر اس سے اہم امر کو کہ وہ تعبدات اہل اسلام ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی بابت جاننا چاہئے۔ کہ وہ سب امتوں سے ایک بہترین امت ہے۔ جیسا کہ انکی نسبت خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے وَكُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الخ اس لئے کہ ان کے نبی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کا دین سب دینوں سے بہتر ہے۔ اور ان کی نبوت اور رسالت کے بعد سابقہ امتوں میں سے جو بھی ان کے دین کا مخالف ہو گا خواہ کچھ بھی ہو وہ گمراہ شقی ہے اور دوزخ میں عذاب دیا جائیگا جیسا کہ خدا تعالےٰ نے خبر دی ہے۔ کہ وہ رحمت کی طرف نہیں لوٹینگے۔ مگر ابدالآباد کے بعد۔ اس سبقت کی وجہ سے جو غضب پر سبقتِ رحمت میں ہے ورنہ وہ مغضوب ہیں کیونکہ وہ راستہ ہے۔ جس سے اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنے نفس کی طرف بلایا ہے۔ شقاوت غضب۔ الم اور رنج و تعب کا رستہ ہے۔ پس وہ سب ہلاک ہونے والے ہیں فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ اور اس سعادت کے فوت ہو جانے سے بڑھکر کونسی شقاوت ہو سکتی ہے۔ جو درجۂ قرب الٰہی میں اسکے صاحب پر نازل کی گئی ہو۔ اور دوری سے ان کا پکارا جانا ہی ان کی خسارت ہے۔ اور عین شقاوت اور عذاب دردناک ہے۔ اور ان کا دین کسی شمار میں نہیں ہے۔ اگرچہ نہایت مشقت اور دشواری سے یہ دین ان کو نصیب ہوا ہے اس لئے کہ دین شقاوت ہے۔ اور وہ اسی دین کے اتباع سے شقی ہو گئے۔ کہا تو اس بات کی طرف خیال نہیں کرتا کہ دنیا میں جس کو ایک دن بھی عذاب دیا جاتا ہے۔ اور دنیا کے تمام اقسام عذاب کو اس میں جمع کیا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ عذاب آخرت کے مقابل ایک رائی کے دانے کے برابر ہے لیکن پھر بھی وہ شقاوت میں داخل ہے پھر اس شخص کا کیا حال ہے۔ جو ابدالآباد تک دوزخ میں رہیگا۔ اور ان کی بابت اللہ تعالےٰ نے خبر دی ہے۔ کہ وہ جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں۔ اس عذاب میں باقی رہینگے۔ اور رحمت کی طرف منتقل نہیں ہونگے۔ مگر

Marfat.com

آسمان اور زمین کے زوال کے بعد۔ اور اس وقت تک کئی زمانے ان پر گذر جائینگے بعد اس چیز کی طرف رجوع کرینگے جس سے کہ انہوں نے ابتداء کی تھی۔ اور وہ اللہ تعالےٰ ہے۔ پس اس کو سمجھ۔

مسلمان آنحضرت صلعم کی متابعت کی برکت سے سب کے سب سعید ہیں۔ جیسا کہ آپ نے ایک اعرابی سے فرمایا تھا۔ جبکہ اس نے آپ سے عرض کیا۔ کہ یارسول اللہ علیہ وسلم مجھ کو خبر دیجئے۔ کہ جب میں صلوٰۃ کو ادا سمجھوں۔ اور حرام کو حرام۔ اور مفروضات کو ادا کروں۔ اور اس سے زیادتی اور کمی کچھ نہ کروں۔ تو آیا میں جنت میں داخل ہوں گا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہاں تو داخل ہوگا۔ اور اس کو کسی شرط پر موقوف نہیں رکھا بلکہ مطلقاً اس عمل سے اس کے جنت میں داخل ہونے کو تصریحاً ارشاد فرمایا۔ اور جو جنت میں داخل ہوا وہ درجاتِ قرب میں سے پہلے درجہ پر پہنچ گیا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ جس کو عذاب جہنم سے نجات دی گئی۔ اور جنت میں داخل کیا گیا۔ وہ بلاشبہ مراد پا گیا۔ اور مسلمان سیدھی راہ پر ہیں۔ اور وہ بدون مشقت کے سعادت تک پہنچانے والی راہ ہے۔ اور مسلمانوں میں سے موحد کامل حقیقت توحید میں۔ اللہ کی راہ پر ہیں۔ اور یہ راہ پہلی راہ سے اخص و افضل ہے۔ اس لئے کہ وہ حق کی حق کے لئے گوناگوں تجلیات سے عبادت ہے۔ اور صراط مستقیم اس طریق سے عبادت ہے۔ جو اس سر کے کشف تک پہنچائے۔ پس مسلمان اہل توحید ہیں۔ اور عارف اہل حقیقت و توحید ہیں۔ اور ان کے سوا باقی سب مشرک ہیں۔ اس میں مذکورہ تو مذہب بھی برابر ہیں۔ پس سوائے مسلمانوں کے کوئی موحد نہیں ہے۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو بہ حیثیت اپنے اسم رب کے عابد بنایا ہے اور وہ اس کے اوامر و نواہی کا اقتدار کرنے والے ہیں۔ اس لئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہلی آیت نازل ہوئی سو وہ یہ ہے۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ امر کو ربوبیت سے مقرون کیا۔ کیونکہ وہ اس کا محل ہے۔ اس لئے ان پر عبادتیں فرض ہوئیں۔ کیونکہ مربوب کو اپنے رب کی عبادت واجب اور لازم ہے۔ پس تمام عوام مسلمین اللہ تعالےٰ کے بہ حیثیت اس کے اسم رب کے عابد ہیں۔ بغیر اس کے اس کی عبادت نہیں کر سکتے۔ بخلاف اس کے عارف کہ وہ بہ حیثیت اس کے اسم رحمٰن کے عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ تمام موجودات میں اس کا وجود سلطنت ان پر متجلی ہوتا ہے۔ اور وہ رحمٰن کو ملاحظہ کرنے والے ہیں۔ اور بہ حیثیت مرتبہ رحمانیت اس کی عبادت کرتے ہیں۔ بخلاف اس کے محققین کہ ان کی عبادت بہ حیثیت اس کے اسم اللہ کے ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ [illegible] سے اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ جن کا کہ وہ مستحق ہے اور جن سے کہ وہ متصف ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ حمد و ثناء کی حقیقت یہ ہے۔ کہ جس اسم یا صفت سے اس کی حمد و ثناء کی جائے۔ خود اس سے متصف ہوں۔ پس وہ اللہ کی عبادت میں محقق ہیں۔ اور عارف عباد الرحمٰن ہیں۔ اور عام مسلمان عباد الرب ہیں۔ محققین کا مقام حمد الٰہی ہے اور عارفین کا مقام یہ آیت ہے۔ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى اور عام مسلمانوں کا مقام یہ ہے۔ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ

Marfat.com

لِلْاِیْمَانِ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ

مسلمین کے سوا میری مراد عارفوں کو چھوڑ کر شہداء صالحین۔ علماء اور عالمین میں سے تمام مسلمان ہیں اور یہ
بہ نسبت متقربین کے عوام ہیں۔ اور مراد مقربین سے وہ محققین ہیں۔ جن پر خدا تعالیٰ نے اس وجود کی بنیاد رکھی ہے
اور ان کے انفاس قدسیہ پر نظام کل عوالم کو گھمایا ہے۔ وہ تمام امور دنیا سے حق کی نظر کا محل ہیں۔ بلکہ وہ تمام موجودات میں
سے کے محل ہیں۔ لفظ محل سے میری مراد صلوٰل نہیں اور جسم نہیں ہے۔ بلکہ میری مراد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ
ان میں اپنے اسماء و صفات کے ظاہر کرنے کے ان میں ظہور کئے ہوئے ہے۔ اور وہ طرح طرح کے اسرار سے
مخاطب کئے جاتے ہیں۔ اور وہ ماسوا پردوں کے برگزیدہ ہیں۔ خدا نے ان کو دین اسلام کا ستون بنایا ہے۔
بلکہ تمام ادیان الٰہی کے معارف کی زمین پر مبنی ہیں۔ ان کے دل طرح طرح کے لطائف و اسرار سے مملو ہیں جن
کو سوائے ان کے کوئی نہیں جانتا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کا کلام ان کے لئے عبادت ہیں۔ جن میں حقائق کی طرف
اشارات ہیں۔ اور اس کے امر ہو اس کے تعینات و شرائع میں ان کے لئے رموز ہیں۔ جن میں معارف الٰہیہ کے
خزانے ہیں۔ کہ جن تعالیٰ نے کلام اپنے کی معرفت سے جس کا ان کے لئے وصف کیا گیا ہے۔ ایک مکان سے دوسرے
مکان کی طرف اور ایک حضرت سے دوسری حضرت کی طرف وہ علم سے معاینہ کی طرف اور معاینہ سے متحقق ہونے
کی طرف نقل کرتا رہتا ہے۔ اور یہاں تک کہ وہ ایسے مقام پر پہنچتا ہے۔ جس کی طرف اشارہ نہیں کیا جا سکتا
یہ تمام مخلص ان کے لئے مخلص ہیں۔ ان کے ساتھ ان کا تعلق ہوا ہے۔ جن کو خدا نے اس گروہ کے لئے
مکمل کیا ہے۔ مخلص لفظ خاص ہے۔ اس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے۔ حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے لئے ان امانتوں کو
اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مخلص کیا ہے۔ اور باقی لوگ محل جعل میں ہیں۔ باقی لوگ محل جعل انجاء ان
سے مخلص ہیں۔ اللہ کے بندے ہیں۔ اور ان کا حال اس کے جام کی مقدار کے موافق ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ
مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُهَا کَافُوْرًا عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا۔ اللہ کے ساتھ عباد
اللہ کی معیت حقیقی ہے۔ اور ابرار کی مجازاً اور باقی اللہ کے ساتھ ان کی معیت میں ہیں۔ ساوہ حکم حقیقت پر مبنی ہے
اور ان کا اللہ کے ساتھ ہونا جیسا کہ اللہ کے ساتھ ان کی معیت ناقصہ ہے۔ سب ہی عباد اللہ میں سے ہیں۔ سب ہی

پھر جاننا چاہیئے کہ اسلام پانچ اصولوں پر مبنی ہے۔ اول کلمہ شہادتین۔ ایک اللہ کے معبود برحق ہونے
کی شہادت دوسرے محمد رسول اللہ کی۔ دوسرا اقامت صلوٰۃ۔ تیسرا ماہ رمضان کے روزے۔ چوتھا

سے ہے۔ دوسرا ایمان۔ تیسرا اصلاح ہے۔ اور چوتھا احسان۔ پانچواں شہادت۔ چھٹا صدیقیت۔ ساتواں قربت ہے۔
اور اس مرتبہ کے آگے نبوت ہے۔ جس کا دروازہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بند ہو چکا ہے

Marfat.com

زکوٰۃ۔ پانچواں اس شخص کے لئے جو زادِ راہ رکھتا ہے۔ بیت اللہ شریف کا حج۔ اور ایمان کے دو رکن ہیں۔ پہلا رکن وحدانیت الٰہی۔ ملائکہ۔ کتب۔ رسل۔ یوم الآخر۔ تقدیر خیر و شر کی تصدیق یقینی ہے۔ اور یہ تصدیق یقینی اس چیز کی تحقیق کی طرف قلب کے آرام پانے سے مراد ہے۔ جس کی غیب سے خبر دی گئی ہے۔ اس شخص کے سکون و آرام کی مانند جو اپنی آنکھوں سے کسی چیز کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کرتا۔ دوسرا رکن ان امور کی بجا آوری ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ اور صلاح رکنوں پر مبنی ہے۔ پہلا اسلام۔ دوسرا ایمان۔ تیسرا دوام عبودیت بشرط خوف و رجا اور احسان چار رکنوں پر مبنی ہے۔ اسلام۔ ایمان۔ صلاح اور چوتھا رکن سات مقامات میں استقامت کرتا ہے۔ وہ سات مقامات یہ ہیں [illegible]

شہادت پانچ رکنوں پر مبنی ہے [illegible] کی تین شرطیں ہیں۔ اول بدوں کسی علت کے انعقاد محبت الٰہی۔ اور بدوں کسی فتور کے دوام ذکر۔ اور بدوں رخصت کے نفس کی مخالفت پر قائم ہو جانا۔ اور صدیقیت چھ رکنوں پر مبنی ہے۔ اسلام۔ ایمان۔ صلاح۔ احسان۔ شہادت اور چھٹا رکن معرفت ہے۔ اور اس کے لئے تین حضرت ہیں۔ پہلا مشہد علم الیقین۔ دوسرا عین الیقین۔ تیسرا حق الیقین اور ہر مشہد کے لئے اس کی جنس سے سات شرطیں ہیں۔ پہلی فنا۔ دوسری بقا۔ تیسری بہ حیثیت تجلی اسماء کے ذات کی معرفت۔ چوتھی بہ حیثیت تجلی صفات کے ذات کی معرفت۔ پانچویں بہ حیثیت ذات کے ذات کی معرفت۔ چھٹی ذات سے اسماء و صفات کی معرفت۔ ساتویں اسماء و صفات سے متصف ہونا۔ اور قربت سات رکن پر مبنی ہے۔ اسلام۔ ایمان۔ صلاح۔ احسان۔ شہادت۔ صدیقیت اور ساتواں رکن وکالت کبریٰ ہے۔ اور اس کے چار مشہد ہیں۔ پہلا مشہد خلت ہے۔ اور وہ ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے۔ کہ جو اس میں داخل ہوتا ہے امن میں آجاتا ہے۔ دوسرا مشہد حب ہے۔ جس میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے حبیب اللہ ہونے کا خلعت ظاہر ہوا۔ تیسرا مشہد ختام ہے۔ اور وہ مقام محمدی ہے۔ جس میں ان کے لئے لوا حمد کھڑا کیا گیا ہے۔ چوتھا مشہد مشہد عبودیت ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کا نام عبد رکھا ہے۔ جہاں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ الآیۃ۔ اور اسی میں وہ نبی بنا کر خلق کی طرف بھیجے گئے [illegible] اور اس مقام سے محققین کے لئے سوائے اس کے کچھ [illegible] ہیں۔ اور وہ جمیع حضرات میں آنحضرت صلعم کے خلیفے ہیں [illegible] ہے۔ جن سے وہ اپنے محتد میں [illegible] اور وہ اپنی [illegible] ایک شخص بھی دنیا میں [illegible] خلیفے ہیں [illegible] صلے اللہ علیہ وسلم کے [illegible]

Marfat.com

کا شوق ہے۔ ان بھائیوں کی طرف جو میرے بعد آئینگے۔ پس یہ لوگ انبیاء اولیاء ہیں۔ اس سے ان کی مراد نبوت قرب و اعلام اور حکم الٰہی کی نبوت ہے۔ نہ نبوتِ تشریع۔ اس لئے کہ نبوت تشریع آپ کے وجود سے منقطع ہوگئی اور یہ لوگ بلاواسطہ علوم انبیاء سے خبر دینے والے ہیں۔

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے کہ ولایت سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ کے لئے متولی ہونا ہے کہ وہ از راہِ علم و عین و حال و اثرِ لذت و تصرف اپنے اسماء و صفات کو اس پر ظاہر کرکے اس کا متولی ہو۔ اور نبوتِ ولایت حق تعالیٰ کا اپنے خواص کو خلق کی طرف پھیرنا ہے تاکہ وہ اس زمانہ کے حالات کے موافق ان کے امور کی اصلاح کرے اور خلق کے حال کی تدبیر کرے۔ اور اس امر کی طرف ان کو کھینچے جو ان کے حق میں اولیٰ و انسب ہے پھر جس نے ان میں سے قبل بعثت آنحضرت صلعم اللہ کی طرف خلق کو بلایا۔ وہ رسول تھا اور جس نے آپکے بعد دعوت دی ہے وہ آنحضرت صلعم کا خلیفہ ہے۔ لیکن وہ دعوت اس بذات خود مستقل نہیں ہے۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگنے والا ہے۔ جیسے کہ ہمارے سادات صوفیہ میں سے وہ لوگ ہیں جو گذر چکے مثلاً ابو یزید بسطامی۔ شاہ جنید بغدادی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی۔ محی الدین ابن عربی اور ان جیسے اور لوگ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور جس نے حق کی دعوت نہیں دی۔ بلکہ امور خلق کی تدبیر پر ہی اکتفا کیا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال سے اس کو خبر دی ہے۔ تو وہ نبوتِ ولایت کا نبی ہے۔ پھر یہ اگر بندوں اپنے کسی ماقبل کے اتباع کرنے کے کسی مستقل طریق پر ہے۔ تو وہ نبوتِ تشریع کا نبی ہے۔ جس کا آنحضرت صلعم کے وجود سے دروازہ بند ہو چکا ہے۔ پس ان تمام امور سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ولایت ایسی وجہ خاص کا نام ہے جو عبد اور رب کے درمیان ہے۔ اور نبوت ولایت اس وجہ کا نام ہے جو خلق اور حق کے درمیان مشترک ہے۔ اور نبوت تشریع اس وجہ استقلال کا نام ہے جو عبد اور متعلق کسی دوسرے شخص کے بذاتِ خود شرائع الٰہی میں حاصل ہو۔ اور رسالت اس وجہ کا نام ہے۔ جو عبد اور تمام خلقت کے درمیان ہے اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ ولایت نبی مطلقاً اس کی نبوت سے افضل ہے۔ اور اس کی نبوت ولایت اس کی نبوتِ تشریع سے افضل ہے اور اس کی نبوت تشریع اس کی رسالت سے افضل ہے۔ اس لئے کہ نبوت تشریع اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور رسالت دوسروں کے لئے بھی عام ہے۔ اور جو اوصاف کہ اس کے ساتھ مخصوص ہیں۔ وہ اکثر اوقات سے افضل ہیں جو ان کے غیر کے ساتھ بھی تعلق رکھتے ہیں۔ بہت سے نبیوں کی نبوت نبوتِ ولایت تھی۔ جیسے کہ بعض اقوال کے رو سے خضر علیہ السلام کی نبوت اور جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت جبکہ وہ پھر دنیا میں نازل ہوں گے۔ اس لئے کہ اس وقت ان کی نبوت نبوت تشریع نہیں ہوگی۔ اور جیسے کہ دوسرے بنی اسرائیل کے نبیوں کی نبوت۔ اور ان میں سے بہت سے ایسے ہوئے ہیں۔ جو رسول نہ تھے۔ بلکہ اپنے نفس کے لئے نبوت تشریع رکھتے تھے اور بعض ان میں سے ایک شخص کی طرف رسول ہو کر آئے ہیں۔ اور بعض کی رسالت ایک مخصوص جماعت کی طرف تھی اور بعض صرف اشخاص کے لئے ہی رسول تھے۔ جنوں کے لئے دو تھے۔ سود۔ احمر اقرب۔ ابعد کی طرف خدا

Marfat.com

تعالےٰ نے سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کو رسول کر کے نہیں بھیجا۔ اس لئے کہ وہ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور اسی وجہ سے وہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ جب تو نے یہ بات سمجھ لی۔ تو مطلق طور پر یہ کہدے کہ نبی کی ولایت مطلقاً نبوت سے افضل ہے۔ اور نبوت ولایت نبوت تشریع سے افضل ہے۔ اور نبوت تشریع نبوت رسالت سے افضل ہے۔ جان کہ ہر رسول نبی تشریع ہوتا ہے۔ اور ہر نبی تشریع نبی ولایت ہوتا ہے۔ اور ہر نبی ولائیت ولی سے مطلقاً افضل ہے۔ اسی جہت سے کہا گیا ہے۔ کہ نبی کی ابتداء ولی کی انتہا ہے۔ پس اس کو سمجھ۔ اور اس میں تامل کر۔ اس لئے کہ یہ راز ہمارے مذہب کے بہت سے لوگوں سے مخفی رہا ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

فصل اس میں ہم ان اسرار کا بیان کرینگے۔ جن کے ساتھ ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر اللہ کی عبادت کی ہے۔ اور یہ وہ پانچ چیزیں ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ اس کے پیچھے ہم ایمان کے اسرار کا ذکر کرینگے۔ ان معانی کے اسرار کو واضح کرینگے۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے خوف ورجاء کے ساتھ دوام عبودیت سے مقام صلاح میں رکھا ہے۔ پھر ان سات مقامات کے اسرار کی طرف ایماء کرینگے۔ جو باب احسان میں مذکور ہیں۔ اور وہ توبہ۔ انابت۔ زہد۔ توکل۔ رضا۔ تفویض۔ اخلاص ہیں۔ مقامات شہادت سے ہم کسی قدر ذکر کرینگے۔ اور صاحب علم الیقین وصاحب عین الیقین وصاحب حق الیقین کی بعض علامات کی طرف ایما کرینگے۔ اور مقام خلت وحب وختام وعبودیت کے غرائب کے متعلق چند فصیح جملے لائینگے۔ اور یہ تمام امور اجمال واختصار کے طور پر مذکور ہونگے۔ اور اگر ہم بطریق اطناب ان امور کی تفصیل کا ارادہ کریں۔ تو بہت سی جلدیں درکار ہوں۔ اور ہماری یہ غرض نہیں ہے۔ پہلے ہم کلمہ شہادت کا راز بیان کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے۔ کہ جب وجود درمیان دو امروں کے منقسم ہے۔ ایک خلق جس کا حکم سلب [illegible] اور [illegible] ہے۔ دوسرے حق جس کا حکم [illegible] اور بقاء ہے۔ کلمہ شہادت بھی دو امروں پر مبنی ہے۔ ایک سلب اور وہ لا ہے۔ دوسرے ایجاب اور وہ الا ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ سوائے اللہ کے کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ اور اس کے قول لا الٰہ میں لفظ الٰہ سے مراد یہ بت ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے ان کا نام الٰہ رکھا ہے۔ کیونکہ خود مشرکین نے بھی یہی نام ان کو دیا ہوا ہے۔ اور یہ بسبب ان کے اس [illegible] وجود کے [illegible] کی ذوات میں ہے۔ ان کی موافقت ہے۔ پس وہ بوجود خود سچے معبود ہیں۔ ان میں سے ہر معبود [illegible] کی ذات میں اور اس کی شخصیت میں ظاہر ہونے کے الٰہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ [illegible] اللہ جس طور سے بھی ظاہر ہوا۔ الوہیت کا مستحق ہے۔ پھر اس نے اپنے قول الا اللہ میں ان سب کو ایک [illegible] ہے۔ یعنی یہ معبود سوائے ایک اللہ کے کچھ نہیں [illegible] یہ معبود غیر اللہ نہیں [illegible] مگر بطور اطلاق ایک اللہ کی [illegible] اس لئے کہ ذات حق ہی تمام [illegible] اللہ تعالےٰ کے کسی چیز کا وجود نہیں ہے [illegible] کا عین ہے۔ چونکہ [illegible]

Marfat.com

تھا۔ لہٰذا لفظ شہادت کو اس کے ساتھ لگایا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے اشہد یعنی میں اپنی شہود کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ کہ وجود میں سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی چیز نہیں ہے۔ اور یہاں استثناء کے متعلق بہت سی بحثیں ہیں۔ کہ کیا وہ متصل ہے یا منقطع۔ اور کیا جن معبودوں کی نفی کی گئی ہے۔ وہ معبود حق ہیں۔ یا باطل اور معنوں کا فائدہ نہ دینا کیا اس صورت میں ہے۔ جبکہ وہ باطل ہوں۔ اور ناجائز ہوں۔ یا اس صورت میں جبکہ وہ حق ہوں اور یہ کہ جمع اور موافقت کی کیا صورت ہے۔ اور اس میں متفرق مسائل ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے قاطع جواب ہیں اور روشن دلیلیں ہیں۔ پس اس کو سمجھ۔

نماز سے مراد حق تعالےٰ کی واحدیّت ہے۔ اور اس کی اقامت سے تمام اسماء و صفات سے متصف ہو کر ناموس واحدیّت کی اقامت کی طرف اشارہ ہے۔ اور طہارت سے مراد نقائصِ کونیہ سے پاک ہونا ہے۔ اور اس میں پانی کی شرط اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ نقائص کونیہ زائل نہیں ہوتے۔ مگر آثار صفاتِ الٰہیہ کے ظہور سے کہ وجود کی زندگی ہیں۔ کیونکہ پانی میں بھی زندگی کا راز رکھا گیا ہے۔ اور ضرورت پر تیمم کا طہارت کے قائمقام ہونا مخالفات مجاہدات۔ ریاضات سے نفس کو پاک کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے گو تزکیہ حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر اس کا درجہ اس شخص کے درجہ سے کمتر ہے۔ جس کو جذب الٰہی نے نقائص کونیّہ سے حیات ازلیّہ الٰہیّہ کے پانی سے پاک کیا ہو اسی کی طرف آنحضرت صلعم نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ میں اپنے نفس کو اس کی پرہیزگاری اور پاکیزگی دیتا ہوں۔ اور تو میرے اے اللہ پاک کرنے میں بہتر ہے۔ جس نے نفس کو پاک کیا۔ قولہٗ۔ میں اپنے نفس کو پرہیزگاری دیتا ہوں۔ مجاہدات۔ مخالفات اور ریاضات کی طرف اشارہ ہے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ تو بہتر پاک کرنے والا ہے۔ جذب الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حق کی طلب میں پوری توجہ صرف کی جائے۔ پھر نیت اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس توجہ میں قلب کو قائم کیا جائے۔ اور اس میں خوب طور باندھ دیا جائے۔ پھر تکبیر تحریمہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جنت شہود الٰہی اس چیز سے بہت بزرگ اور نہایت کشادہ ہے۔ جس میں اس پر اس کے متجلی ہونے کی امید ہے۔ پس وہ اس کو کسی خاص مشہد سے مقید نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ہر مشہد اور ہر منظر سے جس میں کہ وہ بندہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ بزرگ ہے۔ اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور سورۂ فاتحہ کی قرأت اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ انسان میں اس کے کمال کا وجود ہے۔ اس لئے کہ انسان ہی فاتحۃ الوجود یعنی اقفالِ موجودات کی چابی ہے۔ جس سے خدا نے موجودات کے قفلوں کو کھولا۔ پھر اس کی قرأت اسرار انسانیہ کی تحت سے اسرار ربانیہ کے ظہور کی طرف اشارہ ہے۔ اور رکوع وجود تجلیات الٰہیہ کی تحت میں اس بات کے مشاہدہ کرنے کی طرف اشارہ ہے کہ موجودات کونیہ معدوم محض ہے۔ اور قیام مقام بقاء سے مراد ہے۔ اسی لئے وہ اس میں کہتا ہے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور یہ ایک کلمہ ہے۔ جس کا عبد مستحق نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں حال الٰہی سے اخبار ہے۔ اور قومہ میں عبد کا ہونا کہ وہ بقاء کی طرف اشارہ ہے۔ اس کا حق تعالےٰ کا خلیفہ ہونا ہے۔ اور اگر تو چاہے۔ تو اس کا عین کہدے تاکہ اشکال مرتفع ہو جائے۔ اسی لئے اس نے بتقسیم اس کے حال سے خبر دی یعنی حق کے ثناء خلق کے سننے

Marfat.com

کی ترجمانی کی۔ اور وہ ان دونوں حالوں یعنی حق اور خلق ہونے میں ایک ہی ہے۔ متعدد نہیں ہے۔ پھر سجود ذات مقدسہ کے دوام ظہور سے آثار بشریت کے پس جانے اور مٹ جانے سے مراد ہے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا حقائق اسماء وصفات سے متحقق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ جلوس قعدہ میں استواء یعنی پشت کے سیدھا کرنے سے مراد ہے۔ اور وہ حق سے خلق کی طرف رجوع کرنا ہے۔ پھر التحیات کمال حقی وخلقی کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالےٰ کی ثناء ہے۔ اور اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کے صالحین بندوں کی ثناء ہے۔ اور یہ کمال کا مقام ہے۔ اور ولی کامل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ حقائق الٰہیہ سے متحقق نہ ہو۔ اور آنحضرت صلعم کا اتباع نہ کرے۔ اور خدا کے نیکوکار بندوں کے لئے متادب نہ ہو۔ اور یہاں بہت سے اسرار تھے لیکن ہمارا مقصود اختصار تھا۔

اور زکوٰۃ یہ ہے۔ کہ بعد تزکیہ کے حق کو خلق پر ترجیح دے۔ یعنی وجود میں شہود حق کو شہود خلق پر ترجیح دے جب اپنے نفس کو دیکھنا چاہے۔ تو اس میں حق کو ترجیح دے۔ اور اس کو دیکھے۔ اور جب اپنے نفس کی صفات سے متصف ہونا چاہے۔ تو حق کو اختیار کرے۔ اور اس کی صفات سے متصف ہو۔ اور جب اپنی ذات کا ادراک کرنا چاہے اور اپنی انیت کو سمجھے۔ تو حق کو ترجیح دے۔ حق سبحانہ وتعالےٰ کی ذات کو جانے۔ اور اس کی ہویت کو سمجھے۔ یہ اشارہ جو مذکور ہوا۔ زکوٰۃ کا اشارہ ہے۔ باقی رہا نقدی میں اس کا چالیسواں حصہ ہونا۔ سو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وجود کے چالیس مرتبہ ہیں۔ اور مطلوب مرتبہ الٰہیہ ہے۔ اور وہ مرتبہ حاصل ہوگیا ہے۔ اور چالیس میں سے ایک ہے ان چالیس مراتب وجود کا ذکر ہم نے اپنی کتاب مسمی الکنہ والرقیم میں بہ تفصیل کر دیا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہئے۔

صوم۔ روزہ بشری خواہشات کے روان کرنے سے نفس کو روکنے کا نام ہے۔ تاکہ وہ صفات حمدیہ الٰہیہ سے متصف ہو۔ علےٰ قدر امتناع نفس آثار حق نفس میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور روزوں کا ایک ماہ کامل تک ہونا اس بات کی ضرورت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ زندگی بھر تک نفس کو خواہشات نفسانی سے روک رکھنا چاہئے۔ یہ خیال نکرے کہ میں اب واصل بحق ہوگیا ہوں۔ مقتضیات بشری کے چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ محو ممحو یعنی پسے ہوئے مٹے ہوئے میں بشریت کہاں باقی رہ گئی ہے۔ کیونکہ جس شخص نے [illegible] مخدوع ومہکور ہے یعنی نفس وشیطان کے فریب میں آیا ہوا ہے۔ یا اللہ کے مکر میں مبتلا ہے۔ بندہ [illegible] کو لازم پکڑے رہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب تک وہ دنیا میں زندہ ہے۔ مقتضیات بشریہ کو چھوڑے رکھے [illegible] ذات الٰہیہ سے تمکین کے درجہ پر پہونچے۔ اور یہاں نیت صوم وقصر وسحور وتراویح [illegible] سے مخصوص ہیں۔ بہت سی بحثیں ہیں۔ لیکن ہم جو مذکور ہوا۔ اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

حج۔ حج سے اشارہ طلب الٰہی میں مدام کمر بستہ رہنے کی طرف ہے۔ اور احرام سے اشارہ شہود خلق کا ترک کر دینا ہے۔ اور سلے ہوئے کپڑے کے ترک کرنے سے اشارہ صفات مذمومہ کے ترک کرنے کی طرف ہے۔ اور سر منڈانے کے ترک کرنے سے اشارہ بہائم بشریہ کے ترک کرنے کی طرف ہے۔ اور ناخن [illegible]

Marfat.com

کے ترک کرنے سے اشارہ اُن فعلوں میں جو اس سے صادر ہوں۔ خدا کے فعل کا مشاہدہ کرنا ہے۔ پھر خوشبو کا ترک کرنا اسماء و صفات سے تجرد کی طرف اشارہ ہے۔ تاکہ حقیقتِ ذات سے تحقق حاصل ہو۔ اور نکاح کے ترک کرنے سے اشارہ وجود میں تصرف کرنے سے پاک دامن رہنا ہے۔ اور سرمہ کو چھوڑ دینا ہویت احدیت میں پڑنے سے طلبِ کشف سے رُکے رہنے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر میقات قلب سے مراد ہے۔ مکہ مرتبہ الٰہیہ سے مراد ہے۔ کعبہ ذات سے مراد ہے۔ حجر اسود لطیفۂ انسانیہ سے مراد ہے۔ اور اس کا سیاہ ہونا مقتضیاتِ طبیعت سے اس کا رنگین ہونا ہے۔ اسی کی طرف آنحضرت صلعم کے اس قول میں اشارہ ہے۔ کہ جب حجر اسود دنیا میں آیا۔ تو دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ پھر بنی آدم کی خطاؤں نے اس کو سیاہ کر دیا۔ پس اس حدیث سے لطیفہ انسانیہ مراد ہے۔ کیونکہ وہ اصل میں حقیقت الٰہیہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ اور طبائع۔ عادات۔ علائق اور قواطع کی طرف اس کا رجوع کرنا اس کی سیاہی کا باعث ہے اور یہ تمام بنی آدم کی خطائیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں۔ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ پھر جب تو نے یہ سمجھ لیا۔ تو جاننا چاہئے۔ کہ طواف اس چیز سے مراد ہے۔ جو اس کو لائق ہے۔ یہ کہ اس کی ہویت کا ادراک کرے۔ اس کے مختلف اس کی منشاء۔ اس کے مشہد کو معلوم کرے۔ اور تعداد میں اس کا سات مرتبہ ہونا اوصاف ہفت گانہ کی طرف اشارہ ہے۔ جن سے اس کی ذات تمام و کمال کو پہنچی ہے۔ اور وہ حیات۔ علم۔ ارادت۔ قدرت سمع۔ بصر۔ کلام ہے۔ پھر اس عدد کے طواف کے ساتھ لگانے میں ایک نکتہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ان صفاتِ سے صفات الٰہی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ تاکہ اس کی حیات۔ علم۔ ارادت۔ قدرت۔ سمع۔ بصر۔ کلام سب اللہ کی طرف منسوب ہو۔ اور پھر وہ بات ہو۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کی طرف سے فرمائی ہے۔ یہ کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں۔ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ الحدیث۔ پھر بعد طواف کے نماز مطلق طور پر بروز احدیت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس شخص میں نامرس احدیت کے قائم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ جس کے لئے وہ مقام پورا ہو چکا۔ اور مقام ابراہیم کے پیچھے اس کا مستحب ہونا مقام خلت کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ اس کے جسم میں آثار کے ظاہر ہونے سے عبادت ہے۔ اگر اپنے ہاتھ سے چھوتا ہے۔ تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہے اور اگر پاؤں سے چلتا ہے۔ تو زمین کو طے کر لیتا ہے۔ ایسا ہی اس کے باقی اعضا کو قیاس کر لے۔ اور اس کی وجہ بدون حلول کے انوار الٰہیہ کا اس میں داخل ہو جانا ہے۔ پھر چشمۂ زمزم علوم حقائق کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس سے پینا اس پیٹ بھرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اور کوہ صفا صفات خلقیہ سے صاف ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اور مروہ اسماء و صفاتِ الٰہیہ کے ساغروں سے شراب معرفت سے سیراب ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر اس وقت سر منڈانا اس مقام میں ریاست الٰہیہ سے متحقق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر بالوں کو کترا کر چھوٹا کرنا اس شخص کی طرف اشارہ ہے۔ جو درجۂ تحقیق سے کہ اہل قربت کا مرتبہ ہے۔ تنزل ہو کر درجۂ شہود و عیاں پر اکتفا کرے۔ اور یہ تمام صدیقین کا حصہ ہے۔ پھر احرام سے باہر آنا خلق

Marfat.com

کے لئے وسعت۔ سماحت اور فیاضی سے مراد ہے۔ اور مقعد صدق یعنی سچائی کی مجلس کے قرب و عندیّت کو چھوڑ کر ان کی طرف نازل ہونا ہے۔ پھر عرفات مقام معرفت سے مراد ہے۔ اور دو علموں سے مراد جمال و جلال ہیں جن پر معرفت کی راہ کا انحصار ہے۔ اس لئے کہ وہ دونوں معرفت الٰہی کی دلیلیں ہیں۔ پھر مزدلفہ مقام کے شائع ہونے اور اس کی بلندی و برتری سے مراد ہے۔ اور وہ مشعر حرام امور شریعت پر وقوف کر کے الٰہی حرمتوں کی تعظیم سے مراد ہے۔ اور منیٰ اہل مقام قربت کا منی یعنی مقام انیّت الٰہیہ پر پہنچنے سے مراد ہے۔ پھر جماد ثلاثہ نفس طبع اور عادت سے مراد ہے۔ پھر سات سنگریزوں سے ان میں سے ہر ایک کو مارنا اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ سات صفات الٰہیہ کے آثار کی قوت سے ان کو فنا کرے۔ اور ان کو باطل اور ناچیز کر دے۔ پھر طواف افاضہ دوام فیض الٰہی کے لئے دوام ترقی سے مراد ہے۔ اس لئے کہ کمال انسانی کے بعد وہ منقطع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی کوئی نہایت نہیں ہے۔ پھر طواف وداع بطریق حال اللہ کی طرف ہدایت دینے کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ سر الٰہی کا وہاں امانت رکھنا ہے۔ جو اس کا مستحق ہے۔ کیونکہ اسرار الٰہی ولی کے پاس اس شخص کی امانت ہوتی ہے جو ان کا مستحق ہے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ اور یہاں اُن دعاؤں کے ذکر میں جو ان تمام مناسک میں پڑھی جاتی ہیں۔ بہت سے اسرار ہیں۔ اور ہر دعا کی تحت میں اسرار الٰہی میں سے ایک سر ہے۔ لیکن چونکہ ہمارا مقصود اختصار ہے۔ اس لئے ہم نے ان کے ذکر کو چھوڑ دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

واما الایمان۔ ایمان عالم غیب سے کشف کا پہلا مرتبہ ہے۔ اور وہ سواری ہے۔ جو اپنے سوار کو مقامات علیہ تک پہنچا دیتی ہے۔ اور مشاہدہ منورہ کی سیر کراتی ہے۔ اور وہ اس چیز کے ساتھ قلب کی موافقت سے مراد ہے۔ جس کا ادراک عقل سے بعید ہے۔ جو چیز عقل معلوم کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ دل کی موافقت کا نام ایمان نہیں ہے۔ بلکہ وہ علم نظری ہے۔ جو مشہود دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔ پس وہ ایمان میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایمان میں کسی چیز کو بغیر کسی دلیل کے قبول کر لینا شرط ہے۔ بلکہ وہ تصدیق محض ہے۔ اس لئے نور عقل نور ایمان سے ناقص ہے۔ کیونکہ طائر عقل حکمت کے بازوؤں سے اڑتا ہے۔ اور وہ دلائل ہیں۔ اور دلائل نہیں پائے جاتے۔ مگر ان چیزوں میں جن کا اثر ظاہر ہے۔ اور اشیاء باطنہ کے لئے بالکل کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔ طائر ایمان قدرت کے بازوؤں سے اڑتا ہے۔ اور وہ ایک ہی خاص بلندی پر جا کر نہیں وہ جمیع عوالم میں سیر کرتا ہے۔ کیونکہ قدرت ان سب کو محیط ہے۔ ایمان پہلا فائدہ جو ایسا مدار کو پہنچاتا ہے یہ ہے کہ وہ اپنی بصیرت سے ان حقائق کو دیکھتا ہے۔ جن کی خبر دی گئی ہے۔ اور یہ دولت صرف نور ایمان سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ پھر ہمیشہ صاحب ایمان ایمان کی بدولت اس چیز کی تحقیق کی حقیقت میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ جس پر کہ وہ ایمان لایا ہے۔ قال اللہ تعالےٰ الٓمّٓ ۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ الآیہ اول سورہ بقرہ سے مفلحون تک۔ پس بجز اہل ایمان کے کتاب سے کسی کے لئے شک رفع ہونے والا نہیں

Marfat.com

تھا۔ اس لئے کہ وہ اس پر ایمان لائے ہیں۔ اور کسی دلیل کی طرف انہوں نے نہیں دیکھا۔ اور اس چیز سے مقید نہیں ہوئے۔ جس سے عقل نے ان کو مقید کیا ہے۔ بلکہ جو چیز ان کی طرف القاء کی گئی۔ اس کو انہوں نے قبول کر لیا اور بدوں شک کے اس کے وقوع کو انہوں نے قطعی سمجھ لیا۔ پس جس شخص کا ایمان دلائل نظری پر موقوف ہے اور عقل کے ساتھ مقید ہے۔ وہ کتاب کی نسبت شک میں پڑا ہوا ہے۔ اور علم کلام کی بنیاد نہیں رکھی گئی۔ مگر ملاحدہ وغیرہ اہل بدعت کی مدافعت کے لئے۔ نہ اس لئے کہ علم کلام کی بدولت ایمان دلوں میں داخل ہو جائے۔ پس ایمان انوار الٰہی میں سے ایک نور ہے۔ جس سے بندہ متقی ہو اور متاخر چیز کو دیکھتا ہے۔ اسی جہت سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ مومن کی فراست سے بچو۔ اس لئے کہ وہ نور خدا سے دیکھتا ہے۔ یہ نہیں کہا۔ کہ مسلم۔ عاقل وغیرہ کی فراست سے بچو۔ بلکہ فراست کو مومن سے مقید کیا ہے۔

پھر اس کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ اس آیت کے بہت سے معانی ہیں۔ جن کے ذکر کرنے کے ہم درپے نہیں ہوئے۔ لیکن ہم اس چیز کو بیان کرتے ہیں جس کی طرف الف۔ لام۔ میم۔ کاف۔ کتاب وغیرہ کا اشارہ ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ مجھے اس امر کی اجازت دی جائیگی۔ کہ میں قرآن کی تفسیر لکھوں۔ جس میں ان اسرار کا بیان ہو۔ جو عقلوں کو عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں۔ اور جن کو قرآن کریم میں خدا تعالےٰ نے واضح کر دیا ہے۔ اور جس سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خدا کا وہ وعدہ پورا ہو۔ جو اس آیت میں ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ اور ایسی کتاب سے چارہ نہیں ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ کتاب الٰہی کی اس خدمت کے لئے مجھے ہی شرف کیا جاوے۔ آیت مذکورہ میں خدا تعالےٰ کا یہ ارشاد کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ لفظ ذٰلِكَ سے الف۔ لام۔ میم کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور یہ بطریق اجمال ذات۔ اسماء و صفات کی طرف اشارہ ہے۔ اور کتاب انسان کامل ہے۔ پس الف۔ لام۔ میم جس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وہ انسان کی حقیقت ہے۔ اس میں کوئی شک شبہ نہیں۔ اور وہ ان متقیوں کے لئے ہدایت کرنے والی ہیں۔ جو حق کو نگاہ رکھتے ہیں۔ اور حق ان کو نگاہ رکھتا ہے۔ اگر تو حق کو بلاتا ہے۔ تو اس سے کنایہ ان سے ہوتا ہے۔ اور اگر تو ان کو بلاتا ہے۔ تو ان سے کنایہ حق کی ذات ہوتی ہے۔ وہ متقی جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور غیب اللہ تعالےٰ کی ذات ہے۔ اس لئے کہ وہ ان کا غیب ہے۔ وہ اس کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ انکی ہویت ہے۔ اور وہ اس کا عین ہیں۔ اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ یعنی ناسوتِ مرتبۂ الٰہیہ کو اسماء و صفات کی حقیقت سے متصف ہو کر اپنے وجود میں قائم رکھتے ہیں۔ اور اس چیز سے جو ہم نے ان کو دی ہے۔ خرچ کرتے ہیں۔ یعنی اس احدیت الٰہیہ سے جو ثمرہ ان کو حاصل ہوا ہے۔ اس سے موجودات میں تصرف کرتے ہیں۔ گویا کہ ان کو یہ رزق بواسطہ ملاحظہ احدیت الٰہیہ حاصل ہوا ہے۔ یہی لوگ مفرد ہیں۔ جو سب سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ اور جن کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحاب سے کہا تھا۔ فی سبیل اللہ سفر کرو۔ کہ مفرد سب سے سبقت لے گئے ہیں۔ اور لاحق وہ لوگ ہیں۔ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو مطلقاً اس چیز پر

Marfat.com

ایمان رکھتے ہیں۔ جو تجھ پر نازل کی گئی ہے۔ اور جو تجھ سے پہلے نازل کی گئی ہے۔ اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہدایت پر ہیں۔ اپنے رب کی طرف سے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو ملائکہ کتب رسولوں اور قیامت کے دن پر اور اللہ تعالےٰ کی طرف نیکی بدی کی تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اللہ پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ وہ ملائکہ۔ کتب ارسال رسل کی حقیقت پر مطلع ہوتے ہیں۔ قیامت کو دیکھتے ہیں خدا تعالےٰ کی تقدیر نیک و بد کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان تمام پر وہ ایمان رکھنے والے نہیں ہوتے۔ بلکہ بطور علم اور معرفت عیانیہ اور شہودیہ کے جاننے والے ہیں۔ وہ صرف اللہ پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ کے سوا باقی چیزوں کے متعلق ان کا علم علم شہودی ہے۔ جسے ایمان نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ ایمان کی یہ شرط ہے۔ کہ جس چیز کو وہ جانتا ہے۔ وہ غیب ہو۔ شہادت نہ ہو۔ اور ان کے نزدیک سوائے کنہ ذات الٰہی کے کوئی چیز غیب نہیں ہوتی۔ اور وہ اگرچہ خدا کو بطور شہود جلی عینی کے جانتے ہیں۔ لیکن وہ غیر متناہی پر ایمان لانے والے ہیں۔ پس ان کا ایمان محض اللہ تعالےٰ سے مخصوص ہے۔ اور جو شخص ان کے ساتھ مل گیا۔ وہ اللہ پر اور ان تمام مذکورہ چیزوں پر جو تعریف ایمان میں مذکور ہوئیں۔ ایمان رکھتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ کہ تو اللہ پر۔ ملائکہ پر۔ کتابوں پر۔ رسولوں پر۔ قیامت پر۔ تقدیر الٰہی پر ایمان لا۔ پس یہ لوگ لاحق ہیں۔ اور وہ سابق ہیں۔ اور صلاح سے مراد دوام عبودیت ہے۔ اور وہ ثواب الٰہی کی خواہش پر اور اس کے عذاب سے ڈر کر اچھے اعمال کرتے ہیں۔ اور وہ یہ سب کام اللہ کے لئے کرتا ہے۔ لیکن وہ ان سے دنیا و آخرت میں زیادتی طلب کرتا ہے۔ وہ دوزخ کی آگ کے ڈر اور جنت کی طمع پر خدا تعالےٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اس سے اس کے دل میں حق کی عظمت بیٹھ جاتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی نافرمانیوں سے بعید ہونا اس میں رسوخ پا جاتا ہے۔ وہ امور ممنوعہ سے پرہیز کرتا ہے۔ اور دوام عبادت کا یہ فائدہ ہوتا ہے۔ کہ عابد کے میانۂ قلب میں نکتۂ الٰہیہ جگہ پکڑ جاتا ہے۔ کہ اگر اس کے بعد پردہ اٹھایا جائے۔ تو مطلق طور پر اس میں انخرام پیدا نہ ہوگا۔ یعنی مرتبۂ عبودیت و ربوبیت بجائے خود محفوظ رہینگے۔ وہ حقائق کی سیر میں شرائع الٰہی کی قید میں مقید رہیگا۔ اور یہ وہ چیز ہے۔ جو دوام عبادت سے بشرط رجا پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہ صالحین کی عبادت مشروط بہ شرط رجا ہے۔ بخلاف اس کے محسن کہ وہ بخوف خدا اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اور دلی خواہش سے کرتا ہے۔ اور اس کے اور صالح کے درمیان فرق یہ ہے کہ صالح اپنے نفس پر عذاب دوزخ سے ڈرتا ہے اور اپنے نفس کے لئے ثواب جنت کی امید رکھتا ہے۔ پس اس کے خوف اور اس کی امید کا سبب اس کا نفس ہے اور محسن جلال الٰہی سے ڈرتا ہے۔ اور جمال الٰہی کی رغبت رکھتا ہے۔ اور اس کی رغبت و رہبت کا سبب جمال و جلال الٰہی ہے۔ پس محسن خالص اللہ کے واسطے ہے۔ اور صالح صادق فی اللہ ہے۔ اور محسن کی شرط یہ ہے۔ کہ کبھی اس سے کبیرہ گناہ وقوع میں نہ آیا ہو۔ اور صالح میں یہ شرط نہیں ہے۔ فافہم

اور احسان نام مقام کا ہے۔ کہ اس میں بندہ آثار اسماء و صفات حق کا ملاحظہ کرتا ہے۔ اور اسکی عبادت میں ایسا خیال کرتا ہے۔ کہ گویا وہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ہے۔ ہمیشہ اس سر کو ملاحظہ کرتا رہتا ہے۔ اور اس کا کمتر

Marfat.com

درجہ یہ ہے۔ کہ اس بات کا دھیان رکھے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس کی طرف دیکھتا ہے۔ اور یہ مراقبہ کا پہلا درجہ ہے۔ اور اس کی صحت کی سات شرطیں ہیں۔ اور وہ توبہ۔ انابت۔ زہد۔ توکل۔ تفویض۔ رضا۔ اخلاص ہے۔ توبہ کی نسبت معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ اگر اس میں پھر گناہ کی طرف عود کریگا۔ تو مراقبہ اور نظر حق کا ملاحظہ صحیح نہیں رہیگا۔ کیونکہ جو شخص خدا کو دیکھتا ہے۔ اس کی قوتیں اور اس کا قلب معصیت کی طرف نہیں جھکتے۔ اور محسن کی توبہ اور صالحین مومنین مسلمین میں سے ان لوگوں کی توبہ جو مقام احسان کے ماتحت ہیں۔ گناہوں سے ہوتی ہے۔ اور ارباب شہادت کی توبہ یہ ہے۔ کہ معصیت کا خیال بھی دل میں پیدا نہ ہو۔ اور صدیقوں کی توبہ یہ ہے۔ کہ غیر اللہ کا خیال کبھی دل میں نہ گذرے۔ اور مقربین کی توبہ یہ ہے۔ کہ حکم حال کے ماتحت نہ ہوں۔ پس احوال ان پر قبضہ نہیں کرتے۔ اور اس استواء رحمانی سے متحقق ہونے سے مراد ہے۔ جو اہل تلوین و تمکین کی معرفت کے بعد ہر تلوین میں تمکین حاصل کرنے سے حاصل ہو۔ اور انابت کی شرط یہ ہے۔ کہ بخوف خدا نقائص سے باز رہے۔ کیونکہ جو ایسا نہیں کرتا۔ اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس کا مراقبہ صحیح نہیں ہوتا۔ پس محسنین اور ان لوگوں کی انابت جو صالحین۔ مومنین۔ مسلمین میں سے اُن سے ورے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ وہ تمام ممنوعات سے باز رہ کر اوامر الٰہی پر قیام کریں۔ اور اس کے حدود کو نگاہ رکھیں۔ اور شہداء کی انابت اپنے نفسوں کے ارادہ سے مراد حق کی طرف رجوع کرنا ہے۔ پس وہ اپنے ارادہ کو چھوڑ کر مراد حق میں فنا ہونے والے ہیں۔ اور صدیقین کی انابت حق سے حق کی طرف ان کا رجوع کرنا ہے اور مقربین کی انابت اسماء و صفات سے ذات کی طرف ان کا رجوع کرنا ہے۔ اور یہ ایک مقام ہے۔ کہ صدیقین پر اس کا تحقق مشکل ہو جاتا ہے۔ ہر ایک ان میں سے گمان کرتا ہے۔ کہ وہ ذات کے ساتھ ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اسماء و صفات کے ساتھ ہوتے ہیں۔ نہ کہ ذات کے ساتھ۔ شراب واحدیت کے نشہ نے اس امر کے تعقل سے ان کو باز رکھا ہوتا ہے۔ اگر تو کہے۔ کہ وہ ذات کے ساتھ ہیں۔ تو یہ قید ہے۔ اور یوں کہو۔ کہ بواسطہ اسماء و صفات کے ذات کے ساتھ ہیں۔ بخلاف اس کے محققین کہ وہ بدوں قید کے ذات کے ساتھ ہیں۔ بلکہ ذات سے ذات میں ذات کے ساتھ ہیں۔ اور محققین اہل مقام قربت ہیں۔ عنقریب انشاء اللہ تعالےٰ ان کا بیان مذکور ہوگا۔

اور زہد کی مقام احسان میں شرط یہ ہے۔ کہ مراقب کے لئے یہ ضروری امر ہے۔ کہ وہ دنیا کی طرف نہ دیکھے کیا تو غلام کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ جب وہ اپنے آقا کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ یہ جان کر کہ اس کا آقا اس سے خدمت لیگا۔ تو اس وقت وہ اپنی نفسانی مصلحتوں کو کیسے چھوڑ دیتا ہے۔ اور ان امور میں مشغول ہوتا ہے جن کا اپنے آقا سے اس کو حکم ہوتا ہے۔ پس محسنین اور ان لوگوں کا زہد جو ان سے ورے ہیں۔ دنیا کا ترک کر دینا ہے اور اس کی لذات کو چھوڑ دینا ہے۔ اور شہداء کا زہد دنیا اور آخرت دونوں کو ترک کرنا ہے۔ اور صدیقین کا زہد تمام مخلوقات کا چھوڑنا ہے۔ پس وہ حق تعالےٰ اور اس کے اسماء و صفات کے سوا کسی چیز کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ اور مقربین کا زہد اسماء و صفات کے ساتھ بقاء میں ہے۔ پس وہ لوگ ذات کی حقیقت میں ہیں۔

اور توکل کی شرط مقام احسان میں یہ ہے کہ جو شخص اس بات کو دیکھتا ہے۔ کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ وہ

Marfat.com

اپنے امور کو اس کے حوالہ کر دے۔ اس لئے کہ وہ اس کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ پس خواہ نخواہ اپنے نفس کو اس چیز میں تکلیف نہ دے۔ جس سے کچھ اس کو فائدہ نہیں ہے۔ اور توکل کی شرط یہ ہے۔ کہ بندہ یہ بات اپنے آقا اور مالک پر چھوڑ دے۔ کہ وہ جو چاہے۔ اس سے کرے۔ خدا تعالیٰ کے اس قول کے وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ یعنی اگر تم مومن ہو۔ تو توکل کرو۔ اس لئے کہ وہ نہیں کرتا۔ مگر وہی جو اس کا ارادہ ہوتا ہے۔ پس اپنے کام اس پر چھوڑ دو۔ اور اس پر اعتراض نہ کرو۔ اور صالحین کا یہ توکل نہیں ہے۔ اس لئے کہ صالح اور وہ شخص جو اس سے ورے ہے۔ خدا پر توکل کرتا ہے۔ اس غرض پر کہ وہ اس کے امور کی درستی کرے۔ اور خدا تعالیٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور پہلا وہ شخص جو اللہ پر اس لئے توکل کرتا ہے۔ کہ اللہ اس کے ساتھ جو چاہے سو کرے۔ وہ گروہ ہے۔ جو اس آیت کے آخر میں مذکور ہے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ یعنی یہ بات ضروری ہے۔ کہ اللہ جو ارادہ کرتا ہے۔ وہی کرتا ہے قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ط اور محسنین کا توکل یہ ہے کہ اپنے سب کام خدا کے حوالہ کر دیں۔ اور شہداء کا توکل یہ ہے۔ کہ مسبب سبحانہ و تعالیٰ پر نظر رکھ کر اسباب و وسائط سے اٹھا لیتے ہیں۔ کہ وہ جس طرح چاہے۔ ان میں تصرف کرے۔ اس نظر پر انہوں نے اس پر توکل کیا ہے کہ اس کا ارادہ عین ان کی مراد ہے۔ ان کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہے جس سے طلب میں وہ متمیز ہوں۔ بلکہ [illegible] امور جن کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے۔ وہ ان کا اختیار اور ان کا ارادہ ہے۔ اور صدیقوں کا توکل اپنی ذوات کی شان کو ذات حق کی شان کی طرف پھیر دینا ہے۔ پس ان کی نظر اپنے نفسوں پر نہیں پڑتی۔ [illegible] والے ہیں۔ اس طور پر کہ وہ اس کے شہود میں مستغرق ہیں۔ اور اس کے وجود میں فانی ہیں۔ اور محققین کا توکل یہ ہے کہ باوجود بسط میں متمکن ہونے کے خوش نہیں ہوتے۔ اور تفویض و تسلیم [illegible] ایک ہیں۔ [illegible] سا فرق ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ تسلیم والا کبھی اس چیز پر راضی نہیں بھی رہتا۔ جو اس سے اس کی طرف [illegible] ہے۔ جس کو اس نے اپنا کام سونپا ہے۔ بخلاف اس کے صاحب تفویض کہ وہ اس چیز کے ساتھ راضی رہتا ہے۔ جسے عنقریب وہ شخص کریگا۔ جس کو وہ کام تفویض کیا گیا ہے۔ اور یہ دونوں یعنی تسلیم و تفویض توکل [illegible] ہیں۔ توکل اور ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے۔ کہ توکل میں موکل کے لئے ملکیت کے [illegible] اس امر میں جو وکیل کے حوالہ کیا گیا ہے۔ بخلاف اس کے تسلیم و تفویض کہ وہ دونوں [illegible] میں محسنین اور ان لوگوں کی تفویض جو ان سے ورے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ وہ اپنے ان [illegible] کے لئے مقرر کیا ہے۔ حق کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ اور وہ دعویٰ ملکیت [illegible] نے تمام کام خدا کی طرف پھیر دیئے ہوتے ہیں۔ پس اس [illegible] امور میں حق تعالیٰ کے ساتھ آرام پاتا ہے۔ جن میں وہ ان [illegible] اپنے غیر کے نفسوں افعال الٰہی کو ملاحظہ کرنے والے ہیں۔ کام کی [illegible]

Marfat.com

بات کو دیکھتے ہیں کہ حق کا تمام مخلوق کی چوٹیوں کو پکڑنا عام ہے۔ اور حق تعالےٰ کا حسبِ مراد خود ان کی چوٹی کو پکڑنا خاص ہے۔ اور وہ اپنے تمام اعمال میں دعویٰ فاعلیت سے بری ہیں۔ اسی لئے وہ اجر کی توقع نہیں رکھتے اور جزاء کو طلب نہیں کرتے۔ اس لئے کہ وہ اپنے فعل کو نہیں دیکھتے۔ جس سے وہ اپنے آپ کو جزاء کا مستحق سمجھیں اور صدیقین کی تفویض بہ حیثیت گوناگوں تجلیات کے جمال الٰہی کا ملاحظہ کرنا ہے۔ اور وہ دوسری کو چھوڑ کر کسی خاص تجلی سے مقید نہیں ہوتے۔ اور وہ اس کی تجلیات کے امر کو اس کے ظہور کی طرف تفویض کرنے والے ہیں۔ پس وہ ان دونوں میں سے جس میں ظاہر ہوتا ہے۔ حسبِ مقام۔ اسم و صفت۔ اطلاق و تقید اس کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور متقربین کی تفویض اس امر پر جزع کو ترک کرنا ہے۔ جس کی نسبت وہ اطلاع پاتے ہیں کہ مخلوقات میں اس پر قلم جاری ہو چکی ہے۔ پھر وہ موجودات کی کسی چیز میں تصرف نہیں کرتے۔ بلکہ تمام باتیں خدا کے حوالہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ اور یہ لوگ امین اور ادیب ہیں۔ نہ اسرار الٰہی کو فاش کرتے ہیں۔ اور نہ اس سے اور لوگوں پر اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔ اور نہ آدمیوں کے کاموں میں فساد ڈالتے ہیں۔ بلکہ وہ خلق سے وہی معاملہ کرتے ہیں۔ جو آپس میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ پردہ دری اور کسی امر کے جاری کرنے میں کوئی چیز ان سے وقوع میں نہیں آتی۔ وہ خلق کے ساتھ اپنے جسموں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور اپنی روحوں سے حضرت قرب میں ان سے جدا رہتے ہیں۔

اور رضاء کی شرط یہ ہے۔ کہ وہ قضاء کے بعد ہو۔ اگر اس کے قبل ہو۔ تو وہ رضا نہیں۔ عزم رضا ہے۔ چنانچہ اس کی اکثر ائمہ طریقت نے تصریح کی ہے۔ پھر محسنین کی رضا اللہ تعالےٰ کی طرف سے قضاء کے ہونے پر ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ رضا اس امر کے ساتھ ہے۔ جو قضاء کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ مثلاً کبھی شقاوت کا حکم کرتا ہے۔ اور شقاوت پر راضی رہنا کفر ہے۔ پس ان کی رضا اللہ تعالےٰ کی طرف سے قضاء کے ہونے پر ہوتی ہے۔ کیونکہ قضاء اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔ اور اس کے حکم پر رضا واجب۔ ان کو لازم نہیں۔ کہ شقاوت پر راضی رہیں۔ بلکہ ان پر یہ واجب ہے۔ کہ وہ شقاوت پر راضی نہ ہوں۔ اور شہداء کی رضا اللہ تعالےٰ کے لئے ان کی محبت ہے۔ بغیر اس کے کہ وہ وصول کو طلب کریں۔ یا ہجرت اور دوری سے نفرت کریں۔ بلکہ وہ بُعد۔ لقاء سخط و رضاء پر اپنی محبت کو نہیں چھوڑتے۔ اور راحت کی طرف التفات نہیں کرتے۔ اور صدیقوں کی رضاء یہ ہے۔ کہ جو چیز ان کے سامنے ہے۔ اس سے خوش ہو کر اعلےٰ مناظر میں محاضر کا تعشق کریں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ترقی میں رہتے ہیں۔ اور جوں جوں بندہ ترقی کرتا ہے۔ دربارِ الٰہی میں اس کا طریق تنگ ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے کہ بندہ اولاً اللہ تعالےٰ کے ساتھ تجلی افعال میں ہوتا ہے۔ تمام مخلوقات میں اس کو مشاہدہ کرتا ہے۔ پھر جب ترقی کرتا ہے۔ تو اس کا مشہد تنگ ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ جوں جوں ترقی کرتا ہے۔ اس کا مناظر تنگ ہو جاتے ہیں۔ پس صدیقوں کی رضا حق تعالےٰ کے ساتھ اس تنگی میں ان کا آرام پانا ہے۔ اور یہ امر ذوق اور کشف سے معلوم ہوتا ہے۔ نہ عقل سے۔ اور مقربین کی رضاء حق سے خلق کی طرف ان کے رجوع کرنے میں ہوتی ہے۔ اور اخلاص صالحین اور ان لوگوں کا جو

Marfat.com

ان سے ورے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ وہ عبادات میں مخلوق کے دیکھنے کی طرف کچھ التفات نہ کریں۔ اور محسنین کی اخلاص یہ ہے۔ کہ وہ دنیا و آخرت میں بدوں طلب جزاء حق تعالےٰ کی عبادت کریں۔ وہ اس وجہ سے خدا تعالےٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ کہ خدا نے ان کو عبادت کا حکم دیا ہے۔ پس صالحین اور محسنین میں سے ان لوگوں کی نسبت جو ان سے ادنےٰ ہیں۔ مزدور اور اس غلام کی سی نسبت ہے۔ جو اپنے عمل میں اجرت طلب نہیں کرتا۔ اور شہیدوں کا اخلاص یہ ہے۔ کہ وہ حق تعالےٰ کو وجود میں مفرد جانتے ہیں۔ اور محققین صدیقین کا اخلاص یہ ہے۔ کہ وہ معرفتِ ذات میں اسماء و صفات کی کسی شے کی احتیاج نہیں رکھتے۔ اور مقربین کا اخلاص یہ ہے۔ کہ وہ آثار تمکین کے ظہور کی تحت میں بقیہ تلوین سے تحقیقاً بری ہو جاتے ہیں۔ اور وہ سحق محق یعنی پس جانے اور مٹ جانے کی عین حقیقت ہے۔ وَاللّٰہُ یقول الحق وھو یھدی السّبیل

شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شہادتِ کبریٰ اور ایک شہادت صغریٰ اور شہادتِ صغریٰ کی چند قسمیں ہیں اور حدیث اسی کے متعلق وارد ہو چکی ہے۔ کہ جو شخص مسافرت میں یا ڈوب کر یا دستوں وغیرہ کی بیماری سے مر گیا۔ وہ شہید ہے۔ اور شہادتِ صغریٰ کا اعلےٰ درجہ جنگ میں فی سبیل اللہ ہر دو صفوں کے بیچ میں قتل ہو جانا ہے۔ اور شہادت کبریٰ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اعلےٰ اور ایک ادنےٰ۔ اعلےٰ یہ ہے۔ کہ عین الیقین سے تمام مخلوقات میں حق کا شہود ہو۔ مثلاً مخلوقات میں سے جب کوئی چیز دیکھے۔ تو اس شے میں بدوں حلول و انفصال و اتصال حق کو مشاہدہ کرے۔ بلکہ حق کا شہود ایسا ہو۔ جیسا کہ حق سبحانہ و تعالےٰ نے اپنے اس قول میں خبر دی ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ اور یہ وہ چیز ہے۔ جس کی طرف ہم نے اپنے قول شہادت میں اشارہ کیا ہے۔ کہ اس کی شرطوں میں سے ایک بدوں سستی و فتور کے دوام مراقبہ ہے۔ جب یہ مشہد بندہ کے لئے صحیح ہو گیا تو پھر وہ اللہ تعالےٰ کو مشاہدہ کرنے والا ہے۔ اور یہ شہادت کا ایک اعلےٰ منظر ہے۔ اور اس کے آگے صدیقیت کا پہلا مرتبہ آتا ہے۔ اور وہ وجود ہے۔ پھر وہ اپنے رب کے وجود سے اپنے نفس سے فانی ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت صدیقیت کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے اور شہادت کبریٰ کی ادنےٰ قسم بدوں کسی علت کے محبت الٰہی کا انعقاد ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی محبت اس کی صفات کے لئے ہو۔ اور اس وجہ سے ہو۔ کہ وہی محبت کرنے کے لائق ہے۔

جاننا چاہئے۔ کہ محبت تین قسموں پر ہے۔ محبت فعلیہ اور محبت صفاتیہ۔ اور محبت ذاتیہ۔ محبت فعلیہ تو عوام کی محبت ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے احسانات کی وجہ سے اس سے محبت کرے۔ اور نیز اس [illegible] محبت کرے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جو چیز اس کو دی ہے وہ اس کو اور زیادہ کر دیگا۔ اور محبت صفاتیہ خواص کی محبت ہے۔ یہ لوگ خدا سے اس کے جمال اور اس کے جلال کے لئے محبت کرتے ہیں۔ اس میں نہ ان کی غرض کشف حجاب ہوتی ہے۔ اور نہ رفع نقاب۔ بلکہ بدوں ملاوٹ نفسانیت کے خالصاً اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں۔ اسلئے کہ یہ محبت جس میں نفسانیت کی آمیزش ہو۔ خالصاً اللہ کے لئے نہیں ہوتی۔ پس محبت مخلص اس سے منزہ ہے اور محبت خاصہ ذاتی تعشق ہے۔ جو جمیع انوار معشوق سے اپنی قوت کے ساتھ عاشق میں منطبع ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

عاشق معشوق کی صفت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ روح حس تعشق کی وجہ سے جو روح اور جسد کے مابین ہے جسم کی صورت میں متشکل ہوتا ہے۔ عنقریب اس کا ذکر آخر کتاب میں مقربین کے بیان میں آئیگا۔ عوام کی محبت محبت فعلیہ ہے۔ اور شہداء کی محبت محبتِ صفاتیہ اور مقربین کی محبت محبتِ ذاتیہ ہے۔ شہادت کبریٰ کی شرطوں میں سے ایک مخالفاتِ نفس پر رخصتوں کو چھوڑ کر قیام کرنا ہے۔ یعنی ان امور میں نفس کی مخالفت پر قائم ہوتے ہیں جو شریعت میں اصل مقصود ہیں۔ نہ کہ رخصتوں میں۔ چنانچہ صوفیہ کرام میں سے بہت لوگوں نے مخالفات کی تحقیق میں خطا کی ہے۔ اور اس بات کا دعویٰ کیا ہے۔ کہ اگر میرا نفس روزہ رکھنے کا ارادہ کرے۔ یا نماز پڑھنا چاہئے۔ تو اس پر واجب ہے۔ کہ کھانا پینے میں اور نماز کے چھوڑ دینے میں اس کی مخالفت کرے۔ حالانکہ یہ خطا ہے۔ کیونکہ نفوس کا یہ طبعی خاصہ ہے۔ کہ وہ اسی چیز کو طلب کرتے ہیں۔ جس میں ان کے لئے عاجلہ راحت ہو۔ ان کی ذاتی طلب اکل و شرب وغیرہ ہے۔ اور روزہ وغیرہ اعمال خیر کی طلب روح کی طلب ہے۔ نہ کہ نفس کی۔ اور روح کی مخالفت شرطِ سلوک میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ روح فرشتہ کی ہمنشین ہے۔ اور فرشتہ خدا کا ہمنشین ہے۔ بخلاف اس کے نفس کہ وہ خواہش کا ابلیس ہے۔ اور خواہش شیطان کی جلیس ہے۔ اسی لئے نفس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ تاکہ وہ روح کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اطمینان پائے۔ اسی مخالفت کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں کہ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ میں اشارہ فرمایا ہے۔ اسی بنا پر ہم نے شہادت بالسیف کو شہادت صغریٰ قرار دیا ہے۔ اور شہادت بالمحبۃ کو شہادت کبریٰ۔

صدیقیت مقام مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کی حقیقت سے مراد ہے۔ اور اس معرفت کے لئے تین حضرات ہیں۔ پہلا حضرت حضرت علم الیقین ہے۔ اور دوسرا حضرت حضرت عین الیقین اور تیسرا حضرت حق الیقین ہے۔ پس صدیق کی علامت ان حضرات سے گذرنے میں یہ ہے۔ کہ غیب وجود اس کے لئے مشہود ہو۔ پھر وہ نور یقین سے اُن اسرار حق کو ملاحظہ کرتا ہے۔ جو مخلوقات کی آنکھ سے غائب ہیں۔ پھر اس وقت وہ اس کی حقیقت پر اطلاع پاتا ہے۔ اور انوار جلال کے سلطان کی تحت میں اپنی فناء کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس فناء سے الٰہی بقاء کو حاصل کرتا ہے۔ اور سیرا یہ قول کہ وہ حاصل کرے۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ ایسی بقاء الٰہی اس کو نصیب ہوتی ہے۔ کہ گویا کہ جب سے وجود ہے۔ ہمیشہ سے وہ اس کو حاصل ہے۔ نہ یہ کہ اس مشہد میں اس کو حاصل ہوئی ہے۔ پھر جب وہ بقاء الٰہی سے باقی ہوتا ہے۔ تو اسماء اس پر ایک ایک ہو کر تجلی ہوتے ہیں۔ اس وقت وہ ذات کو بہ حیثیت اسماء شناخت کرتا ہے۔ اور یہ علم الیقین پر پہنچنے کی حد ہے۔ اور عین الیقین کی ابتداء ہے۔ پھر اس سے تجلیات صفات کی طرف ترقی کرتا ہے۔ اور یکے بعد دیگرے صفات کا مشاہدہ کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ذات کے ساتھ مع اس کی صفات کے ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اس سے ذات کے ساتھ اپنے ستر وجود [illegible] کرتا ہے حتیٰ کہ اسماء و صفات کی بھی احتیاج نہیں رکھتا۔ پھر وہ اس سے ترقی کرتا ہے [illegible] اسماء و صفات کے موقعوں کو شناخت کرتا ہے۔ پھر ذات کو ذات سے شناخت کرتا ہے۔

Marfat.com

حضرتِ اسماء وصفات کو نصب العین بناتا ہے۔ اور ان کے حقائق کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اور ان کا اجمال تفصیل میں اور تفصیل کو اجمال میں ادراک کرتا ہے۔ پھر وہ ہمیشہ بوبریت کے لباس کو بدلتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ دستِ عنایت اس کو اسماء وصفات سے متصف ہونے کی طرف اٹھائے جاتا ہے۔ پھر جب اجل محتوم کا وقت آجاتا ہے اور شراب خالص کے جام کو جس پر مہر لگی ہوئی ہے۔ تناول کرتا ہے۔ تو اس وقت صاحب حق الیقین بن جاتا ہے اور جب مہر پھوڑی جاتی ہے۔ اور جامِ شراب کے رنگ سے رنگین ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت وہ صاحب حقیقت الیقین ہوتا ہے۔ اور یہ مقربین کا پہلا مقام ہے۔ اور قربت صفاتِ ولی میں حق کے متمکن ہونے کے قریب ولی کے متمکن ہونے سے مراد ہے۔ چنانچہ عرف عام میں کہا جاتا ہے۔ کہ فلاں عالم نے فلاں سے قربت حاصل کی یعنی علم و معرفت میں اور مسلم تاجر قارونِ موئے کے قریب ہو گیا۔ یعنی مالیت میں۔ پس قربت اس چیز کا نام ہے کہ بندہ حق کے بند میں ظاہر ہونے کے قریب اسماء وصفات میں ظاہر ہو۔ کیونکہ یہ بات محال ہے۔ کہ بندہ صفات میں سے کسی صفت کی حقیقت کا حق پورا کرے۔ لیکن جب وہ بطور تمکین کے اس میں تصرف کرتا ہے اس حیثیت سے کہ جس چیز کو وہ طلب کرتا ہے۔ وہ اس سے سرتابی نہیں کرتی۔ تو اس بات کو اس نے جان لیا جس کی طرف اس کے علم نے التفات کی۔ اور اس چیز کو کر دکھایا۔ جس کے پیدا کرنے کا عالم میں ارادہ کیا۔ مثلاً مردہ کو زندہ کرتا۔ مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنا وغیرہ امور جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے مخصوص ہیں پس وہ حق کے قریب ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب وجوار میں ہو گیا۔ پس یہ قرب ہی ہمسائیگی ہے کیا تو ان جنت کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ جب وہ ایک طور پر اللہ کے پڑوس میں ہوں گے۔ تو کائنات جنت کیسے طور پر ان سے متاثر ہو گی۔ پھر وہ جو چاہینگے۔ جنت میں موجود ہو جائیگا۔ پس یہ ہے۔ قرب اس مقام کا پہلا حضرت خلت ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ بندہ حق تعالیٰ کے درمیان میں ہو۔ اس کے تمام اجزاء جسم میں تخلص کے آثار ظاہر ہوں۔ کہ لفظ کُن سے چیزیں اس کا اثر قبول کریں۔ مرضوں اور بیماریوں کو اچھا کر دے۔ اپنے ہاتھ سے کئی نئی چیزیں پیدا کرے اپنے پاؤں سے ہوا میں چلے۔ ہر صورت میں متصور ہونے پر اس طرح قادر ہو۔ کہ اس کی پوری شکل بنجائے اس حدیث قدسی کا یہی مطلب ہے لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا۔ پھر جب حق تعالیٰ اس کے کان اس کی آنکھ اور اس کے پاؤں اور اس کا باقی جسم بن جاتا ہے۔ تو اس وقت وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا خلیل ہوتا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کے انوار اس کے بیچ میں آجاتے ہیں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کا خلیل ہوتا ہے۔ اور تمام خلت برزخی سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جسد تمامہ جوارح اور قویٰ کے درمیان ہے اور جوارح ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ ہیں اور قویٰ۔ سمع۔ بصر وغیرہ۔ پس یہ قویٰ وجوارح اس کے ظاہر و باطن کو تمام و شامل ہیں [illegible] کی آنکھیں۔ اس کی زبان اور اس کے پاؤں اور اس کے [illegible]

Marfat.com

چیزیں ان سے متاثر ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ سب اس وقت اللہ تعالےٰ کے لئے ہوتی ہیں۔ پس وہ اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے بولتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے پکڑتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے دیکھتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے چاہتا ہے۔ ایسے ہی وہ اپنے ہر جارحہ اور اپنی ہر قوت سے یہ سب کام کرتا ہے۔ اور یہ امر اس کے مقام خلّت کا شاہد ہے۔ کیا تو اس مقام کے امام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ جب انہوں نے اس امر کی تحقیق کو مشاہدہ کرنا چاہا۔ تو کس طرح انہوں نے چار پرندے لئے۔ (یعنی پرندے بھی انہوں نے دستِ قدرت سے لئے تھے) اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہاڑ پر پھینک دیا۔ پھر جب اپنی زبان سے ان کو بلایا۔ تو وہ اس کے پاس دوڑتے ہوئے آگئے۔ اور یہ بات اس امر کی شاہد ہے۔ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پس وہ ان آیات سے خدا بلند اور بزرگ کے مقرب ہوئے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ مقامِ قربت وسیلہ ہے۔ اور یہ اس لئے ہے۔ کہ جو شخص اس مقام پر پہنچتا ہے سو وہ حقائق الٰہیہ سے متحقق ہونے کی طرف دلوں کے سکون کا وسیلہ ہوتا ہے۔ اور اس کی اصل یہ ہے۔ کہ قلوب دراصل جمیع حقائق الٰہیہ سے سادہ اور ساذج پیدا ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان کی پیدائش انہی سے ہے۔ بجز اس کے نہیں۔ کہ یہ سذاجت انہوں نے اس دنیوی عالم میں نازل ہو کر حاصل کی ہے۔ پس وہ بذات خود کسی چیز کو قبول نہیں کرتے۔ جب تک کہ وہ اپنے غیر میں اس کو مشاہدہ نہیں کر لیتے۔ پس یہ غیر اُن کے لئے مثل آئینہ یا مثل نقش ہونے والی اور چھپ جانے والی چیز کے ہوتا ہے۔ پھر وہ بہ نفسِ خود اس چیز میں دیکھتے ہیں۔ اور اپنے نفس کے لئے اسے قبول کرتے ہیں۔ اور اُسے استعمال میں لاتے ہیں۔ جیسے کہ وہ چیز بحکم اصالت استعمال میں لائی جاتی ہے پس اسمِ حق اوصاف الٰہیہ کے ساتھ آرام پانے کے لئے ارواح کا پہلا وسیلہ ہے۔ اور ولی کا قلب جو مقام قربت کو حاصل کر چکا ہے۔ حقائق الٰہیہ سے متحقق ہونے کی طرف اجسام کے آرام پانے کا وسیلہ ہے۔ تاکہ ان کے آثار ان پر ظاہر ہوں۔ پس ممکن نہیں ہے۔ کہ جسدِ ولی امور الٰہیہ سے متحقق ہو۔ لیکن اس سچائی کی کیفیت کے مشاہدہ کرنے کے بعد کہ ولی اہل مقامِ قربت سے ہے۔ پس یہ ولی درجۂ تحقق میں اس کے پہنچنے کا وسیلہ ہوتا ہے اور تمام انبیاء و اولیاء کا وسیلہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پس وسیلہ عین قربت کا مقام ہے۔ اور اس کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ مقامِ خلّت ہے۔ اور خلیل کے مقام کی انتہا حبیب کے مقام کی ابتداء ہے۔ اس لئے کہ حب ذاتی تعشق اتحادی سے مراد ہے۔ جس سے ہر متعشق دوسرے کی صورت پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا قائمقام بنتا ہے۔ کیا تو جسم اور روح کی طرف خیال نہیں کرتا۔ کہ چونکہ ان کا تعشق ذاتی ہے۔ اس لئے جب دنیا میں جسم دُکھیا ہوتا ہے۔ تو روح بھی اس کے ساتھ کیسا دکھیا ہو جاتا ہے۔ اور جب آخرت میں روح کو دکھ ہوگا۔ تو اس کے ساتھ جسم کو بھی دکھ ہوگا۔ پھر ان میں سے ہر ایک دوسرے کی صورت پر ظاہر ہوتا ہے۔ اسی کی طرف حق سبحانہ وتعالےٰ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے نفس کے قائمقام کیا۔ اور ایسا ہی اس کلیہ کنا من

Marfat.com

يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابی سعید خدری کے لئے تصریح فرمائی۔۔
اس نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اور کہا۔ کہ اے رسولِ خدا مجھے معذور رکھئے۔ محبت الٰہی نے مجھے آپ کی محبت سے باز رکھا ہے۔ پھر آپ نے اُسے فرمایا۔ کہ اے مبارک اللہ کی محبت ہی میری محبت ہے۔ پس جب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں اللہ کے خلیفہ تھے۔ تو اللہ یہاں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نائب تھا۔ اور نائب خلیفہ کو کہتے ہیں۔ اور خلیفہ نائب کو۔ پس وہ یہ ہیں۔ اور یہ وہ ہیں۔ یہیں سے ہے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال میں متفرد ہوئے پس انہوں نے تمام کمالات اور مقاماتِ الٰہیہ باطن میں ختم کر دئے۔ اور ظاہر میں آپ کے واسطے مقام رسالت کا ختم ہونا اس امر کا شاہد ہے۔ اور مقامِ محبّت کا آخر مقام ختام کا اول ہے۔ اور مقام ختام ذوالجلال والاکرام کی حقیقت سے متحقق ہونے سے مراد ہے۔ سوائے اُن نامد امور کے کہ وہاں مخلوق کو پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ پس یہ چیزیں اجمال کے طور پر اس کو حاصل ہوتی ہیں۔ اور دراصل وہ علے سبیل التفصیل اللہ کے لئے ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے کامل ہمیشہ اکملیت میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کے لئے کوئی نہایت نہیں ہے۔ پس ہمیشہ ولی اس میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ موافق اس سیر کے جو اللہ تعالےٰ اپنی ذات میں اس کو کراتا ہے

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ مقام عبودیّت کسی خاص مرتبہ سے مخصوص نہیں ہے۔ کبھی ولی مقامِ خلّت سے خلق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور کبھی مقامِ ختام سے۔ اس کلام کا فائدہ یہ ہے۔ کہ عبودیّت اللہ تعالےٰ کے ساتھ مرتبۂ الٰہیہ سے حضرت خلقیہ کی طرف بندہ کا رجوع کرنا ہے۔ اور یہ مقامِ عبودیت اس کے لئے جمیع مقامات کو نگاہ رکھنے والا ہے۔ اور عبادت عبودیّت۔ عبودیت میں فرق یہ ہے۔ کہ عبادت اس چیز کا نام ہے۔ کہ بندہ طلب جزاء کے لئے اعمالِ خیر کو بجالائے۔ اور عبودیّت یہ ہے۔ کہ اعمالِ خیر محض اللہ کے لئے بجالائے جائیں۔ ان میں جزاء حاصل کرنے کی کوئی خواہش نہ ہو۔ بلکہ عمل خالص اللہ تعالےٰ کے لئے ہو۔ اور عبودیت اللہ تعالےٰ کے ساتھ عمل کرنے سے مراد ہے۔ اسی لئے مقام عبودیت جمیع مقامات کا محافظ ہے۔ اور ایسا ہی مقامِ ختام۔ اس لئے کہ وہ جمیع مقاماتِ قرب پر محیط ہے۔ کیونکہ وہ مقاماتِ اولیاء کے خاتمہ کا نام ہے۔ صرف مقامِ قربت میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اور وہاں پہونچنے سے جمیع مقامات خلق ختم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اس مقام خلّت اور مقامِ حب سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ پس وہ ختام مقامِ قربت میں ہوتا ہے۔ اور خلّت کا نام جو مقامات قرب کے پہلے مرتبہ سے مخصوص ہوا ہے۔ تو اس وجہ سے ہے۔ کہ مقرب کے وجود میں آثارِ حق منعکس ہیں۔ پھر اس کے بعد مقامِ حب ہے۔ کیونکہ مقامِ حب مناظرِ الٰہیہ میں مقامِ محمدی کو کہتے ہیں۔ اور مقام ختام مقامِ قربت کی انتہا کا نام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کی تو کوئی نہایت نہیں ہے۔ لیکن ختام کا نام جمیع مقاماتِ قرب کو حاوی ہے۔ پس جو شخص مقامِ قربت میں پہنچ گیا۔ وہ خاتم الاولیاء ہے۔ اور مقام ختام میں نبی کا وارث ہے۔ اس لئے کہ مقامِ قربت مقامِ محمود ہے۔ اور مقرب کو وہاں لے جانے کے لئے کہ جہاں اس سے پہلے کوئی نہیں جا سکتا ہے سو سیلہ ہے۔ پھر وہ ان مقاماتِ الٰہیہ میں فرد کہلاتا ہے۔ اور چاہیئے۔ کہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتقاد

Marfat.com

رہے۔ اسی کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلےٰ مکان ہے۔ اور وہ صرف ایک ہی شخص کے لئے ہوگا۔ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ ایک شخص میں ہی ہونگا اس لئے کہ وجود کی ابتداء آپ سے ہوئی۔ پس ضروری ہے۔ کہ اس کا ختام بھی آپ پر ہی ہو۔ علیہ افضل الصّلوٰۃ والسلام

دوسرا حصّہ ختم ہوا

2946

Marfat.com